تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد اوّل

جس میں مضامین بہ تفصیل ذیل ہیں:

(۱) التماس
(۲) مقدمہ
(۳) عرب کے زمانۂ جاہلیت کا بیان
(۴) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا مختصر بیان جنھوں نے دنیا میں سلطنت کی
(۵) ملک سندھ پر اہل عرب کی حملہ آوری اور فتحیابی کی تاریخ جب تک خلفائے عباسیہ کی حکومت اس کا انقطاع ہوا۔
(۶) خاندان غزنوی کی تاریخ
(۷) خاندان غوری اور غلام بادشاہوں کی تاریخ

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

بار دوم

باہتمام [illegible]

[illegible] واقع علی گڑھ میں [illegible]

[illegible]

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

تاریخ ہندوستان مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں جس میں سے **جلد اول** کتاب ہذا ہے **قیمت** عہ

جلد دوم جس کے مضامین یہ ہیں۔ (۱) خاندان غلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودہی کی تاریخ یہ جلد آجکل زیر طبع ہے۔ **قیمت** عہ

جلد سوم ۔ (۱) بابر نامہ (۲) شگرف نامۂ ہمایوں (۳) رزم نامۂ شیرشاہی (۵۳۰) صفحے **قیمت** عہ

جلد چہارم ۔ اسکے دو حصے ہیں۔ حصۂ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات۔ (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال۔ (۷) تاریخ سلاطین جون پور۔ حصۂ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ۔ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین بریدشاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمۂ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو **قیمت** عاہ

جلد پنجم ۔ اقبال نامۂ اکبری جسمیں شہنشاہ اکبر کا حال تمام وکمال لکھا ہے **قیمت** سے ہ

جلد ششم ۔ کارنامۂ جہانگیری جسمیں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے **قیمت** عہ

جلد ہفتم ۔ ظفر نامۂ شاہجہاں جسمیں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہے **قیمت** عہ

جلد ہشتم ۔ بادشاہ نامۂ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہے **قیمت** عہ

جلد نہم و دہم ۔ زوال سلطنت تیموریہ۔ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُن کا کیا حال ہے۔ ہندوستان اور ہندؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان، دہلی میں پایۂ تخت کا بدلنا، اور اُسکی عمارات کی مفصل کیفیت

قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم عہ

کل تاریخ کی قیمت چودہ روپیہ چار آنہ ہوئی۔ مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہی کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہے اگر علیحدہ کوئی خریدیگا تو بہ تفصیل بالا اسکے ہاتھ بیچے جائینگے۔ یکمشت دس حصوں کے خریدار کو اُنکی قیمت بلا جلد (عہ) [illegible]

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (ج)

فہرست مضامین باب اوّل زمانہ جاہلیت کا حال عرب کا صفحہ ۱۶ سے ۸۵ تک

فہرست مضامین باب دوم صفحہ ۸۶ سے ۱۶۲ تک

باب سوم صفحہ ۱۶۲ سے ۲۴۷ تک

ملک سندھ کی تاریخ اور اُسکی تاریخی افسانے اُس زمانہ تک کہ اس کا سلسلہ خلافت سے انقطاع ہوا۔ یہ تاریخ سندھ کتب مفصلہ ذیل
سے تالیف ہوئی ہے۔ (۱) چچ نامہ جس کا دوسرا نام تاریخ ہند وسندھ ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں فتوحات سندھ کے قریب
زمانہ میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس کا ترجمہ فارسی زبان میں محمد علی بن حمید بن ابوبکر کوفی نے کیا ہے (۲) میر معصوم کی تاریخ سندھ
سرجان ایلیٹ کی تاریخ میں کتب مفصلہ ذیل کے انتخابات کے ترجمے لکھے ہیں ان سے بعض مضامین کا انتخاب کرکے لکھا ہے
جغرافیے (۱) تاجر سلیمان وابوزید (۲) ابن خردادیہ (۳) مسعودی (۴) اصطخری (۵) ابن حوقل (۶) صورالبلدان (۷)
رشیدالدین کا انتخاب بیرونی (۸) ادریسی (۹) قزوینی تاریخیں (۱) مجموعۃ التواریخ (۲) فتوح البلدان (۳) تاریخ طاہری
(۴) بیگ لارنامہ (۵) ترکھان نامہ یا ارغون نامہ (۶) تحفۃ الکرام۔ صاحب ممدوح کے حاشئے خاندان غزنی کی تاریخ۔
ان کتابوں سے مضامین انتخاب کرکے تالیف کی ہے۔ یہ سب کتابیں میرے پاس موجود تھیں۔ (۱) تاریخ یمینی سے محمود غزنوی
کی تاریخ (۲) تاریخ سبکتگینی بیہقی سے سلطان مسعود کی تاریخ (۳) طبقات ناصری منہاج سراج (۴) کامل التواریخ ابن اثیر (۵)
روضۃ الصفا (۶) حبیب السیر (۷) تاریخ السند بیرونی (۸) تاریخ فرشتہ۔ انکے سوائے سرجان ایلیٹ کی تاریخ میں کتب مفصلہ
ذیل کے بعض اجزا کے ترجمے (۱) جامع الحکایات محمد عوفی (۲) تاج المآثر حسین نظامی (۳) نظام التواریخ بیضاوی (۴) جہان
کشائے جوینی خاندان غوری کی تاریخ۔ تواریخ نمبری ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ سے۔

خاندان عباسیہ صفحہ ۲۳۴ سے ۲۳۹ تک

متفرقات صفحہ ۲۳۹ سے ۲۴۷ تک

باب چہارم۔ خاندان غزنویہ ۲۴۷ سے ۳۰۷ تک

فصل دوم ۔ خاندان غزنویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ تاریخ

ارباب لغت نے لفظ تاریخ کی تحقیق میں اور اشتقاق میں بہت صفحے سیاہ کئے ہیں۔ انمیں سے چند سطریں بقدر ضرورت نقل کیجاتی ہیں مد القاموس میں لکھا ہے کہ تاریخ کے لفظ کا مادہ عبری یارخ ہے جس کے معنی چاند کے ہیں یا کالدی مادہ یرخ ہے جسکے معنے مہینے کے ہیں اس تحقیق میں طول زیادہ ہے جس کی نقل سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ لسان العرب میں لکھا ہے کہ ارخ سے تاریخ مشتق ہے اور ارخ کے معنی ہیں گائے کے بچّہ کے جو ابھی پیدا ہوا ہو۔ اسلئے ہر واقع کو جو نو پیدا ہو تاریخ کہتے ہیں۔ تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے تاخیر کے مقلوب ہونے سے تاریخ بنا ہے اور تاخیر کے معنے ہیں اولین وقت کو آخرین وقت کے ساتھ نسبت دینے کے اور ہر چیز کی وقت کی تاریخ اس کی انتہا اور اُسکا وہ وقت ہے جس پر وقوع اس کا ختم ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلانی تاریخ قوم خود است یعنی خاندان کی شرافت اس پر ختم ہوتی ہے۔ زمانہ معین کے ساتھ سوانح کے پابند کرنے کو فارسی زبان میں ماہ و روز کہتے ہیں مفاتیح العلوم خوارزمی میں لکھا ہے کہ اہل عرب نے ماہ روز کو معرب بناکر مارورخ پھر مورخ بنایا اور اُسکو باب التفعیل کا اسم فاعل سمجھ کر مصدر تاریخ بنالیا۔ بعض ارخ کو مادہ ٹھیرا کر یہ کہتے ہیں کہ باب تفعیل کی خاصیت دُور کرنے کی بھی ہے اس لئے سانحہ کے وقت کی نادانی دُور کرنے کے معنی کو تاریخ کہتے ہیں عرف میں تاریخ ایک روز معین ہوتا ہے کہ پچھلے زمانہ کو اُس سے نسبت دیتے ہیں اور اسی سے شروع کرتے ہیں۔ یہ روز وہ ہوتا ہے کہ جس میں کوئی سانحہ عظیم واقع ہوا ہو جیسے کہ کسی مذہب کا پیدا ہونا۔ کسی بادشاہ کا اورنگ نشین ہونا۔ طوفان کا اُٹھنا یا زلزلہ عظیم کا آنا۔ غرض تاریخ کے معنے تعریف الوقت یا توقیت الشئے یعنے کسی چیز کے

وقت مقرر کرنے کے ہیں۔ پس جو حالات و اخبار بقید وقت لکھے جاتے ہیں اُس کو تاریخ کہتے ہیں۔

تاریخ کی طفولیت

یہ امر تحقیق ہے کہ تاریخ اپنی نوزادگی میں نہ قوت ایسی رکھتی تھی نہ اس پاس اسباب ایسے کافی جمع تھے کہ وہ کاغذی پیرہن پہن کر اپنی صورت حرفوں میں دکھاتی یعنی لکھنے میں آتی۔ مدتوں تک واقعات کا علم فقط حافظہ میں محفوظ رہا یا وحشیانہ رموز و علامات میں یاد رہا۔ علم ادب نے اپنی تصویر پہلی نظم کے مرقعہ میں دکھائی جو علم موسیقی یا مطربی سے اتحاد رکھتا تھا۔ جب علم ادب کی سحر تھی یعنے آغاز۔ تو جس ذہین ادیب کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ مطرب بنکر اُس کو الاپتا۔ اسکے الفاظ ہوا میں پرواز کرکے دور دور جاتے اور عوام میں اس پرواز کے برقرار رہنے کے لئے نہ قلم کی نہ کسی اور آلہ تحریر کی احتیاج تھی۔ نثر پر نظم مقدم تھی اور اس نظم میں کیا واقعات رزم ہوتے یا گیت و بھجن ہوتے۔ اگرچہ اس میں تاریخی عناصر موجود ہوتے تھے مگر شاذ و نادر پاک صاف ہوتے تھے۔ پہلے زمانہ کے لوگوں میں وہ باتیں پسند ہوتی تھیں جنمیں قوت متخیلہ نے کام کیا ہو۔ وہ حواس اور مشاہدہ کے کاموں کو پسند نہیں کرتے تھے اسی لئے اُن کو قصے کہانیاں زٹل قافئے زیادہ بہ نسبت نفس الامری واقعات کے مرغوب خاطر تھے۔ اگر ہم ان وحشیانہ گیتوں کو جو ہر جگہ فن تحریر کی ایجاد سے پہلے مروج تھے تاریخی واقعات خیال کریں تو بڑی غلطی ہے۔ ان مطربانہ نغموں کی بنا سچ پر نہ تھی بلکہ سچ یہ ہے کہ اُن پر بالکل سچ کی پرچھائیں بھی نہیں پڑی تھی۔ اگرچہ بظاہر یہ امر آسان معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں اس سے زیادہ مشکل کوئی امر نہیں ہے کہ واقعات تاریخی کی تحقیق و تنقیح و تنقید کرکے اُنکی اصل حقیقت دریافت کریں کوئی قدرتی و جبلی قوت انسان میں اُن کے دریافت کرنے کی عطا نہیں ہوئی۔ کسی نسل و قوم انسانی کو یہ قوت حاصل ہی نہیں ہوئی جب تک کہ اسکی عقل و دانش و فرزانگی و زیرکی میں پختگی نہ آئی ہو اب یہ قوت تربیت و تعلیم و تہذیب انسانی کا نتیجہ ہے۔ مختلف قوموں میں ایسی نظم نے جو تاریخ سے قرابت قریبہ رکھتی ہے ایک عجیب و غریب خوبی پہلے اس سے پیدا کی ہے کہ کوئی ذلیل سے ذلیل تاریخ بھی ان کے پاس ہو۔ ہندوستان میں ہندوؤں کو راماین اور مہابھارت پر فخر و ناز ہے مگر تاریخی علم ان کے پاس موجود نہیں

یونان میں ہومر شاعر پہلے ہیرو ڈوٹس مؤرخ سے موجود ہے۔ انگلستان میں شیکسپیر شاعر
پہلے اس سے موجود ہے کہ کوئی مؤرخ وہاں پیدا ہو۔ غرض مؤرخوں سے پہلے شعرا پیدا ہوتے
ہیں۔ چھوٹے قصوں فسانوں و قافیہ سنجیوں کی زنجیروں سے قدیمی قوموں کا پاؤں نہایت
آہستہ آہستہ بتدریج نکلا ہے اور مصالح تاریخی جو قوانین قدرت کے موافق ہو حاصل ہوا ہے
دنیا میں تاریخ نویسی چین و جاپان نے سب سے اول شروع کی ہے اور اُن کا تاریخی علم ادب
بہت وسیع ہے اور قوموں نے بھی تاریخ نویسی کو شروع کیا ہے۔ مگر ہم کو صرف اپنی قوم کے
تاریخی علم ادب بیان کرنے کی ضرورت ہے اس لئے ہم فقط اہل عرب کی تاریخ نویسی کو ذکر
کرتے ہیں اور باقی سب کو ترک کرتے ہیں۔

عربی زبان میں آنحضرتؐ کے زمانہ سے پہلے کسی زمانہ کی کوئی تاریخ تصنیف نہیں ہوئی عربی
زبان میں تاریخ کا موضوع اوّل آنحضرت کی ذات مبارک اور اُنکے اقوال و افعال و غزوات ہیں
اور موضوع دوم اُنکے اصحابؓ و تابعین کے جہادات۔ اُن کی وفات کے بعد سو برس کے قریب
اگرچہ تاریخ تحریر کی صورت میں نہیں آئی زبانی نسلاً بعد نسل چلی گئی۔ مگر یہ زبانی کارخانہ ایسے
عظیم الشان کاموں کی تاریخ کا متحمل کیسے ہوسکتا تھا۔ مہمات عظیم کا وہ متواتر تار بندھا کہ ناچار
تاریخی علم ادب کو تحریر میں لانا پڑا۔ جب وہ تحریر میں آیا تو اُس نے وسعت ہی نہیں پائی بلکہ اُسکی
قدر و قیمت بڑھتی گئی۔ چنانچہ اس زمانہ میں یورپ کے محقق منصف مؤرخ اس بات کو تسلیم کرتے
ہیں کہ تہذیب کی تاریخ عامہ کے مصنف اتنے ہی اپنی تصنیف میں ناقص رہتے ہیں جتنے کہ وہ
اہل عرب کی تاریخوں سے جاہل و لاعلم ہوتے ہیں۔ علماء و فضلاء کا کوئی گروہ ہو جس کی قوت میں
مفید علم تاریخ کا سرمایہ بڑھاتا ہوگا۔ وہ وہی ہوگا جو مسلمانوں کے عربی مؤرخوں کی تصنیفات
سے مستفید و مستفیض ہوتا ہے۔ اس زمانہ کی تمام اقوام مہذب و تعلیم یافتہ کے لئے یہ علمی خزانہ
تواریخ عرب کا ایک بے بہا سرمایہ ہے جس کے بغیر تاریخ کی تکمیل کی تحصیل نہیں ہوسکتی۔

مسلمانوں کی تاریخ میں سب سے اوّل جناب رسالتمآبؐ کے اقوال و افعال اور اُنکے غزوات
اور اُنکے اصحاب کے تابعین کے جہادات تحریر میں آئے۔ اقوام عرب کے انساب کے قلمبند کرنے
میں توجہ کیگئی۔ احادیث مذہبی کے سوا احکام ملکی اور واقعات میں سلسلہ روایات جاری ہوا

اور اسمیں طریقہ اسناد شروع ہوا۔ ہر روایت کے لئے راوی کا مستند و معتمد ہونا لازمی ٹھیرا بغیر اسکے وہ روایت ہی ردی سمجھی جاتی تھی۔ جب ان روایات کا مجموعہ جمع ہوا تو اسمیں ایک ہی مضمون کی روایات متعدد ہوتی تھیں کسی مؤرخ نے اختصار کیلئے ان روایات کے راویوں کے سلسلہ کو جدا کیا اور روایات مکررہ کو دور کیا۔ اور باقی روایات کی ایک تاریخ بنادی سبسے اول جس نے مسلمانوں کے جہادات کی روایات کو جمع کیا ہے ابن اسحٰق تھا۔ اسی نے اسلام کی تاریخ اول لکھی ہے ابن ہشام نے اضافہ کیا۔ بعد ازاں اور بڑے بڑے نامور مؤرخوں نے تاریخیں تصنیف کیں جیسے کہ ابوالغزیٰ۔ ابن الاثیر و واقدی و طبری و مسعودی وغیرہ ہیں۔ ان سب پر بلکہ ساری دنیا کے مؤرخوں پر ابن خلدون تاریخ میں سبقت لیگیا اس علم میں جس اعلیٰ درجہ پر وہ پہونچا نہ اس سے پہلے کوئی مؤرخ پہونچا نہ اسکے بعد کوئی تین سو برس تک پہونچا۔ ہم نے آگے ابن خلدون کا حال لکھا ہے اُسے پڑھو۔ غرض مسلمانوں کو اپنی تاریخ کا علم عزیز رہا ہے اور اُسکی تدوین میں ہمیشہ توجہ کی اور وہ تاریخی علم ادب تدوین کیا جو متقدمین کے علم تاریخ پر سبقت لے گیا۔ جس طرح اُنھوں نے اس علم پر توجہ کی اسکی نظیر پہلے زمانہ میں دُنیا میں موجود نہیں مگر اس زمانہ میں ہر شخص کو یہ ماننا پڑے گا کہ آجکل تاریخ کا فن اپنی معراج پر پہونچ گیا ہے اور یورپ کے بعض مؤرخوں کے محققوں کے سامنے مسلمانوں کی تحقیقات سابقہ پھیکی پڑگئی ہیں اسکا آگے بیان آئے گا۔
اب ہم چند مؤرخوں کی تاریخوں سے ایسے مضامین ترجمہ کرکے لکھتے ہیں جنسے معلوم ہو کہ فن تاریخ کی تعریف اور اُس کے اصول اور اُس کے مطالعہ کے فوائد اور اُس کی تالیف و تصنیف کیلئے شرائط اور مؤرخ کے فرایض کیا کیا بیان کئے گئے ہیں۔

آدمی کو آدمی کا دل پڑھ سکتا ہے۔ سننے اور دیکھنے سے دل قوی اور ضعیف ہوتا ہی جبتک وہ دنیا میں نیک و بد کو دیکھتا اور سنتا نہیں تو وہ یہی نہیں جانتا کہ شادی اور غم کیا ہوتے ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ دل کے دیدبان و جاسوس چشم و گوش ہیں۔ یہ خود دیکھکر اور سنکر مطلع کرتے ہیں کہ انسان اس سے مستفید ہو۔ دل کو جو علم اس طرح حاصل ہوتا ہے اُس کو وہ خرد کے سامنے رکھتا ہے جو حاکم عادل ہے تاکہ باطل سے حق جدا ہو جائے اور جو اُسکے لئے بکار آمد ہو اُسے اختیار کرے اور جو بکار آمد نہو اُس سے انکار کرے اسلئے آدمی کے پیچھے یہ حرص لگی ہوئی ہے

کہ زمانہ کے اخبار اور احوال میں خواہ وہ گذشتہ ہو یا آیندہ ان باتوں کو جانے کہ جو اس سے غائب
ہوں اور جن کو اُس نے نہ دیکھا ہو نہ سُنا ہو۔ گذشتہ اخبار اور احوال کو آدمی رنج و محنت و مشقت اُٹھاکر
یوں دریافت کرسکتا ہے کہ دنیا میں چکر لگائے اور صحیح احوال درست اخبار دریافت کرے مگر
آیندہ کے حال دریافت کرنے کی راہ بند ہے۔ وہ غیب محض ہے۔ اگر آدمی کو وہ معلوم ہوتا تو
سرتاپا نیک ہی ہوتا بدی کو اپنے پاس تک نہیں آنے دیتا۔ کوئی غیب کا معلم سوائے خدا کے
نہیں ہوسکتا۔ ہر چند ایسا ہو مگر خردمند بھی دنیا کے احوال دریافت کرنے میں جستجو کرتے ہیں اور اُسکے
گرد پھرتے ہیں اور بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں (غرض یہ ہے کہ گذشتہ اخبار کی تاریخ سے آیندہ کے
حال کے بتلانے میں کوشش کرتے ہیں) اور معاملات میں بات کو بعید کہتے ہیں۔ اگر اُسکو غور سے دیکھیں
تو معلوم ہوگا کہ وہ نیک یا بد پر حکم لگانے پر قادر ہیں اخبار گذشتہ کی صرف دو قسمیں ہیں کوئی تیسری قسم
نہیں اوّل کسی سے سُنا ہو دوم کتاب میں پڑھا ہو۔ اب ان دونوں میں شرط یہ ہے کہ کہنے والا
راست گو ہو اور جو کچھ وہ کہے اسپر عقل بھی گواہی دیتی ہو کہ خبر درست ہے اور جو اسکو لائے ہیں اُن سے
نفرت نہیں ہوسکتی۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جب تک کسی بات کو رائے مستقیم تسلیم نکرے وہ تصدیق
کے قابل نہیں ہوتی۔ یہی حال کتاب کا ہے کہ جو کچھ اسمیں پڑھا جائے اُسکو خرد رد نکرے اور سننے والا
اُس کو باور کرے۔ اور خردمند سُنکر اُسکی تعریف کرے۔ اکثر عام آدمی باطل ممتنع کو صحیح جانتے ہیں جیسے
کہ دیو و پری کوہ و غول بیابان و درہ کے اخبارات جنکے اوپر احمقوں کا ہنگامہ ہوتا ہے اور پاگل جمع
ہوتے ہیں ایک ان میں سے بیان کرتا ہے کہ میں نے دریا میں ایک جزیرہ دیکھا جس میں پانچ سو آدمی
فرو کش ہوئے۔ ہمنے اپنی روٹیاں اور دیگیں پکائیں جب آگ تیز ہوئی تو اُسکی تپش کا اثر زمین پر ہوا
تو زمین غائب ہوگئی غور کرکے دیکھا تو وہ مچھلی تھی۔ اُس پہاڑ پر میں نے یہ یہ خبریں دوان دیکھیں کہ ایک
بڑھیا نے جادو سے ایک آدمی کو گدھا بنا دیا۔ ایک دوسری بڑھیا نے اس گدھے کے کان پر
روغن ملکر آدمی بنا دیا۔ اسی طرح کی اور خرافات حکایات کہ نادانوں کو سلاتی ہیں اور رات کو
اُن کے سامنے بار بار بیان کیجاتی ہیں۔ وہ لوگ بھی جو سچی اور نادر باتوں کے خواستگار ہوتے
ہیں وہ ان داستان سرایوں کو دانا جانتے ہیں اُن میں بہت ہی تھوڑے آدمی ایسے ہیں جو نیک
(سچ) کو قبول کرتے ہیں اور زشت (جھوٹ) کو رد کرتے ہیں۔ میں نے جو کچھ تاریخ میں لکھا ہے

وہ میرا معائنہ ہے یا کسی مرد ثقہ کا استماع ہے۔

بیہقی نے تمام بیان میں یہ ایک بات خوب لکھی ہے کہ خردمند مورخ ایسا مزاج شناس زمانہ ہوسکتا ہے کہ آیندہ زمانہ کے نیک و بد پر حکم لگا سکتا ہے۔

ضیاءالدین برنی نے جو تاریخ فیروز شاہی میں علم تاریخ کی نفاستیں بیان کیں۔

علم تفسیر و حدیث و فقہ و طریقت مشائخ کے سوا میں نے کسی علم و عمل میں ایسے منافع نہیں دیکھے جیسے کہ علم تاریخ میں انبیا و خلفا و سلاطین و بزرگان دین و دولت کے آثار و اخبار جاننے کا نام علم تاریخ ہے علم تاریخ سے شغل رکھنا بھی انھیں کے ساتھ مخصوص ہے جو دین و دولت کی بزرگی اور کمالات میں خلایق میں مشہور ہوں۔ کمینے پاجیوں اور ذلیل بازاریوں کو علم تاریخ سے کچھ مناسبت نہیں ہے اور نہ اُن کا یہ پیشہ و حرفہ ہے اُن کو علم تاریخ سے نہ کچھ منفعت ہوتی ہے نہ کہیں وہ ان کے کام آتی ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ علم تاریخ میں تو دین و دولت کے بزرگوں کے اوصاف کے اخبار اور محامد و مناقب و مآثر بیان ہوتے ہیں۔ اراذل مفلسوں و کم اصل بازاریوں کے رذائل کا بیان نہیں ہوتا کہ وہ جنسیت کے سبب سے رذالوں کے رذائل اوصاف سے مانوس ہوں۔ اُن کو علم تاریخ پر رغبت نہیں کرنی چاہیے۔ اسلئے کہ علم کا جاننا اُنکے حق میں مضر ہے نہ نافع۔ علم تاریخ کی بڑی عزت یہی ہے کہ رذالوں اور سفلوں و کم اصلوں کو اس کی طرف میل و رغبت نہیں ہوتی اور نہ اُنکے معاملات کی سفالت میں اور اخلاق کی رذالت میں کام آتا ہے۔ بزرگوں کی بزرگی کا ذکر کرنا اُنکی زبان سے بھلا نہیں معلوم ہوتا اراذل جس علم و جس محل میں مشغول ہوتے ہیں انہیں منفعت سے بے بہرہ نہیں رہتے الا علم تاریخ میں مگر وہ لوگ جو نسبتاً و حسباً کریم و کریم زادے و بزرگ زادے ہوتے ہیں اور اُن کی نسل میں بزرگی و بزرگ زادگی کا شرف ہوتا ہے ان کو علم تاریخ کا جاننا ضرور ہے وہ علم تاریخ کے استماع بغیر جی نہیں سکتے۔ بزرگ و بزرگ زادوں اور عالی نسب زادوں کے نزدیک مورخ جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور مورخوں کی تحریر و تقریر کے ذریعہ سے دین و دولت کے بزرگوں کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے اسلئے وہ اُنکی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بناتے ہیں۔ علم تاریخ کی نفاستیں بزرگان دین و دولت نے بہت بیان کی ہیں۔ اوّل نفاست علم تاریخ میں یہ ہے کہ کتب سماوی کہ کلام اللہ ہے وہ زیادہ تر انبیا کے آثار معاملات سے اور اخبار سلاطین سے اور اُنکی جباری و قہاری سے کہ عالم و آدم و بنی آدم میں بھرا ہوا ہے اور علم تاریخ اسی علم کا نام ہے کہ سرمایۂ اعتبار اولو الابصار ہو دوسری

نفاست علم تاریخ کی یہ ہے کہ علم حدیث کہ بالکل قال رسول اللہ وفعل رسول اللہ ہے اور علم تفسیر کے
بعد علوم میں انفع وانفس ہے اور روایت کی تعریف وتنقید اور ورود احادیث کے باجرا ومعاملات
غزا اور جہاد حضرت مصطفےٰ اور احادیث کے ایام ناسخ ومنسوخ کی تقدیم وتاخیر علم تاریخ سے متعلق
ہے اور یہ تعلق ایسا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ علم الحدیث وعلم التاریخ توامان ہیں اگر محدث
مؤرخ نہو تو وہ معاملات حضرت مصطفےٰ ومعاملات صحابہ سے کہ اصل ہیں رواۃ احادیث میں
کچھ علم وخبر نہ رکھیگا مخلص صحابہ کی اور صحابہ کے ملتزمون کی کیفیت اخلاص وغیر مخلص صحابہ
وغیر ملتزمان صحابہ کا حال اُسپر روشن نہوگا۔ جب مورخ محدث نہیں ہونگے معاملات مذکور مبرہن
نہونگے وہ کسی حدیث کی روایت نہیں کرسکے گا اور قرن نبوت اور قرن صحابہ میں جو احوال اور
اخبار گذرے ہیں اور اُنکی شرح وتفصیل جو سلف وخلف کے باطنوں کو اطمینان اور دلوں کو تسکین
دیتے ہیں یہ سب علم تاریخ سے روشن ہوتے ہیں سوم نفاست علم تاریخ عقل وشعور کی زیادتی
کا واسطہ اور درستی رائے اور تدبیر کا وسیلہ ہوتا ہے۔ تاریخ دان اور شخصوں کے مطالعہ سے
صاحب تجربہ اور اوروں پر حوادث کے واقع ہونے سے اہل حزم ہوتا ہے۔ ارسطالیس اور
بزرجمہر نے کہا ہے کہ علم تاریخ کا جاننا رائے صواب کا موید ومعین ہوتا ہے اسلئے کہ اہل سلف کا
ظلم خلف کی صحت رائے کے لئے شاہد عدل ہوتا ہے۔ چوتھی نفاست یہ ہے کہ علم تاریخ کے جاننے
سے واقعات زمینی وحوادث جدید سے سلاطین وملوک وزرا اور اکابر کے دلوں کو قرار وصبر ہوتا
ہے اور اگر جانداروں کو حوادث فلکی سے صعوبت سخت پیش آئے تو اُس کی کشایش سے اُمید
منقطع نہیں ہوتی۔ اور امراض ملکی کے دفع کیلئے جو دوا پہلے لوگ کرگئے ہیں ان سے حال کے
امراض ملکی کی دوا معلوم ہوتی ہے۔ حوادث ظنی ووقائع ذہنی کہ اُسکے بعد آتے ہیں اُن سے دلیں
احتراز ہوتا ہے۔ علم تاریخ کے جاننے سے حوادث کی نشانیاں قبل از وقوع روشن ہوجاتی ہیں یہ منفعت
انفع المنافع اور انفس المتابع ہے۔ پنجم نفاست انبیا نے جو حوادث اور وقائع میں رضا وصبر اختیار
کیا اُسکے جاننے سے علم تاریخ کے جاننے والے کو صبر ہوتا ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے انبیا کہ
جو آدم کی اولاد میں سب سے بہتر ہیں طرح طرح کی بلائیں پڑیں ہیں تو اسلام کے مومنوں کا دل
حوادث اور مصائب کے وقوع سے نہیں گھبراتا۔ ششم نفاست یہ ہے کہ علم تاریخ سے عادلوں

نیکو کاروں کے خصائل اور اُنکے درجات دلنشین ہوتے ہیں اور جباروں و قہاروں کا تمرد و گمراہی
اور اُن کی ہلاک و دہا خلفاً و سلفاً سلاطین اور وزرا و ملوک اسلام کو معلوم ہوتی ہیں امورجہانداری
میں نیکو کاری کے ثواب اور بدکرداری کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ ہفتم نفاست علم تاریخ کی
بنا صدق پر رکھی ہے۔ علم تاریخ کی تالیف انھیں اکابر و بزرگوں و بزرگ زادوں سے مخصوص
ہے جو عدالت و حریت و راستی و دوستی سے منسوب ہیں۔ علم تاریخ کیا ہے خیر و شر و عدل
ظلم و استحقاق و غیر استحقاق و محاسن و مقابیح و طاعات و معاصی و فضائل و رذائل سلف کا نقل
کرنا ہے تاکہ پچھلے پڑھنے والے اس سے عبرت پکڑیں اور جہانداری کے منافع و مضار اور
جہانبانی کی نیکو کاری و بدکرداری دریافت کریں اور دل سے اس نیکو کاری کا اتباع کریں
اور بدکرداری سے پرہیز کریں اگر نعوذ باللہ کذاب مفتری دروغ کو کام میں لائیں اور نفس خبیث
و باطن خدا کی تلقین سے بزرگان سلف کی ناشایستہ حکایتیں بنائیں اور اُس کو کتابت میں
لائیں اور اپنے بہتان کو رنگین عبارتوں میں رواج دیں اور جھوٹ کو سچ بنا کے لکھیں تو یہ دنیا
اور آخرت کے گناہ سے نہ خوف کرنا اور قیامت کے دن جواب دینے سے ہراس نکرنا ہی غیبت
سے (جو صرف زبان سے ہوتی ہے) نیکوں کو بد کہنا اور لکھنا زیادہ تر صعب ہے اور بدوں کو نیک
کہنا اور لکھنا سب بدکاریوں کا سر ہے۔ جب اخبار تواریخ بے سند ہوں اور وہ معاملات سلاطین
و اکابر کے اعلام کرتے ہوں تو مولف تاریخ اہل اعتبار سے چاہیئے کہ جو صدق و عدالت میں
مشہور و مذکور کہ اسکے بے سند لکھنے پر پڑھنے والوں کا اعتقاد راسخ ہو اور معتبروں میں اُس کا اعتبار
ہو۔ معتبروں کا اطمینان خاطر اُسی معتبر کی تحریر پر ہوتا ہے کہ جس کی امانت و دیانت میں شبہ و
شک نہو۔ تواریخ نویسی کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ جس بادشاہ یا بزرگ کے فضائل و خیرات
و عدل و احسان لکھے اُسکے مقابح و رذائل بھی مستور نہ رکھے اور معارضت کے طریقہ کو تاریخ کے
لکھنے میں معمول نہ کرے اگر مصلحت دیکھے تو صریح ورنہ رمز و کنایہ و اشارہ میں زیرکوں اور
عاقلوں کو اُنسے آگاہ کرے۔ اور اگر کسی خوف و ہراس کے سبب سے ہم عہد و ہم عصر کی بُرائیاں
نہ لکھ سکے تو اس میں وہ معذور ہے۔ لیکن جو گذشتہ لوگ ہیں اُن کا حال سچ سچ لکھے اگر مورخ
کو کسی عصر و عہد میں کسی بادشاہ یا وزیر یا کسی بزرگ سے کوئی تنگی پہونچی ہو یا اُس نے اُسپر

نوازش کی ہو تو تاریخ کی تالیف کے وقت لطف و قہر و نوازش و شفقت پر اُس کی نظر نہو تاکہ اُس کا
نتیجہ یہ ہو کہ راستی کے برخلاف کسی فضیلت و رذیلت کو جو حقیقت میں نہو اور معاملہ اور ماجرائے
کو جو واقع نہوں اُن کو لکھے بلکہ مورخ کو دیناً و اعتقاداً و صدقاً و مذہباً راست و درست لکھنا منظور
نظر ہو اور قیامت کے جواب کا خوف اُس کو ہو مؤرخ پر واجب و لازم ہے کہ کذابون و مداحون
و مبالغہ کرنے والوں اور شاعروں اور دروغ زنوں اور سخن آرایوں کے طرق و طریقت سے
بالکل احتراز کرے - یہ لوگ خرمہرہ کو لعل و یاقوت کہتے ہیں اور اپنی طمع کے سبب سنگریزہ کا
نام جواہر گرانمایہ رکھتے ہیں - جو اُن کے احسن نوشتے اور اختراع ہوتے ہیں وہ اکذب ہوتے
ہیں - مؤرخ جو لکھتا ہے اُس پر اور لوگ اعتقاد کرتے ہیں - اگر وہ دروغ ہوگا تو وہ زبان زدہ ہوگا
اور نوشتہ اُسکا خدا اور اُس کے درمیان حجت ہوگا اور کل قیامت کو مؤلف کذاب سخت ترین عذاب
و عقاب میں مبتلا ہوگا - تمام علموں میں علم تاریخ نفیس و نافع ہے - اور تاریخ کا تالیف کرنا بڑا کام ہے
اور اس علم کے منافع اس شخص کے حق میں بھی ساری ہوتے ہیں جس کے آثر و محامد صحائف روزگار
پر باقی رہتے ہیں - اور مؤرخ کے بہت سے حق اُن لوگوں کے ذمے پر ثابت ہوتے ہیں جن کے اخبار
و آثار کو لکھتا ہے اور اُنکے مآثر کو زمانہ میں پھیلاتا ہے - اگر وہ زندہ ہیں تو اُنکے مآثر کا نشر اُن کی
محبت و نیک گوئی و نیک خواہی کا سبب ہوتا ہے اور اُنکی دوستی آشنا و بیگانہ کے دل میں منقش
ہوتی ہے اور اگر وہ مُردہ ہیں تو اُن کا ذکر مآثر حیات ثانی ہوتی ہے اور وہ مستحق علیہ الرحمۃ کے
ہوتے ہیں اور جو تاریخ سنتے و پڑھتے ہیں - اُن پر مؤرخ کے حقوق ہوتے ہیں اسلئے کہ اُسکی تحریر
کے سبب سے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو منافع حاصل ہوتے ہیں -

فائدہ اول - بنی آدم کو معرفت اشیا عقل و حس کے ذریعہ سے میسر ہوتی ہے - اور تمام
محسوسات میں بعض مشاہدات اور بعض مسموعات ہوتے ہیں - عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ عالم کا کما ینبغی
عقل کے طریق سے نہیں معلوم کرسکتے - اور یہ بھی محال ہے کہ افراد بشری میں سے شخص واحد
بقائے عالم کی مدت تک اہل عالم کے واقعات اور حالات کو مشاہدہ کرے اور اُن کے خیر و
شر پر معائنہ کے طریق سے واقف ہو - پس عالم اور اہل عالم اور اُن کے اوضاع و اطوار کا
طریق پہچاننے کا علم تاریخ میں تامل کرنا ہے اور اُس کی بنا مسموعات پر ہوتی ہے جسکا غالبا

کوئی اور علم متکفل نہیں ہے۔

فائدہ دوم۔ علم تاریخ سے خوشی و بشاشت حاصل ہوتی ہے اور آئینۂ خاطر سے رنج و ملال کا رنگ چھل جاتا ہے۔ صاحب خرد جانتا ہے کہ حواس انسانی میں سمع و بصر کا مرتبہ بڑا ہے جیسی صور حسنہ کے ملاحظہ سے حس بصر محظوظ ہوتی ہے اور ملول نہیں ہوتی ایسے ہی حس سمع بھی اخبار و آثار کے سننے سے ملول نہیں ہوتی بلکہ ہر لحظہ اُس کی بہجت و مسرت کو بڑھاتی ہے اس لئے کہ انسان کی حیات میں اخبار و استخبار مرکوز ہے اور بنی آدم کی طبایع میں وہ پیدائشی ہے۔ امثال میں یہ لکھا ہے لا یشبع العین من نظر ولا السمع من خبر ولا الارض من مطر (آنکھ دیکھنے سے اور کان سننے سے اور زمین مینہ سے سیر نہیں ہوتی)

فائدہ سوم۔ علم تاریخ جس میں باوجودیکہ بہت سے فائدے ہیں سہل المأخذ ہے اور اُسکے حاصل کرنے میں زیادہ کلفت اور مشقت نہیں پڑتی اور وہ حفظ پر مبنی ہے۔ پس جو شخص گذشتہ واقعات کی محافظت کرے گا اور اُس کے مطالعہ میں مشغول ہوگا وہ اپنے آمال و امانی کے حاصل کرنے میں تتبع اوقات میں صرف کریگا اور جلد اپنے مطالب و مقصود پر فائز ہوگا۔

فائدہ چہارم۔ جس شخص کو اس فن میں تجربہ حاصل ہوگا اور اقوال مختلفہ پر اطلاع ہوگی وہ ثقات کی روایات کے موافق سچی باتوں کا مختار ہوگا اور انکی مخالف باتوں کو مردود و کاذب جانے گا اس سے اُسکو حق و باطل میں اختیار کرنیکا شرف حاصل ہوگا۔

فائدہ پنجم۔ عاقلوں کا قول ہے کہ فضائل انسانی میں تجربہ بھی ہے اور تجربہ ہی کیواسطے سے اہل عالم کی رائے کامل ہوتی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ عقل کے مراتب ہیں اور ہر مرتبہ پر ایک مناسب لفظ کا اطلاق کرتے ہیں ان میں ایک عقل تجاربی ہے اور حکیموں نے تجربہ کے تین درجے مقرر کئے ہیں اوّل یہ کہ کوئی شخص کسی ایسے امر کو اختیار کرے کہ جس کا نفع و ضرر اسی پر عائد ہو۔ دوم یہ کہ دوسرے آدمی کو کسی واقعہ میں مشاہدہ کرے کہ نیک و بد اس کا صاحب واقعہ پر راجع ہو۔ سوم یہ کہ احوال متقدمین پر اطلاع پیدا کرے اور اُنکی نحوستوں و سعادتوں وعطایا و بلایا کے اسباب کو طریق سمع سے معلوم کرے اس سے زیادہ ان تین درجوں میں سے کوئی درجہ موکد نہیں ہے کہ کوئی شخص خود صاحب واقعہ ہو اخبار سلف کی

نقل موثوق بہ ہوتی ہے اور اس میں کوئی شے تامل سے پہچانی جاتی ہے اور تادل سے دفع کیجاتی ہے یہ درجہ مرتبہ اول کا آب ومناب وجاری مجرا ہے۔ ضرور ہے کہ کسی طائفہ کی حزم وکارروائی کی حکایت کہی جائے جس سے مطالب وانواع کامرانی پر فائز ہونا مرتب ہوا ہے اور اسکا حسن عاقبت بیان کیا جائے تو صاحب خرد سعادت منداسکی پیروی کرتا ہے اور ہوشمند اسکا اقتدا کرتا ہے کہ عاقبت بخیر وخاتمہ بخوبی ہو اور ایسی ہی اگر قوم کی ضعف رائے اور سستی تدبیر اور غفلت و نادانی گذارش کیجائے اور اس کے انجام کی سختی اور اختتام کا قاعدہ بیان ہو تو ہوشیار بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار سے عبرت پکڑتا ہے۔

فائدہ ششم۔ علم تاریخ کے متامل کو واقعہ میں کہ واقع ہوتا ہے عقلائے عالم کے ساتھ مشورت حاصل ہوتی ہے اور اس قسم کی مشاورت ابنا رحصر کے ساتھ ظاہر ہے۔ پہلے بزرگوں کو جو وقایع پیش آئے ہیں انہوں نے اپنے خاص مصالحہ کو مرعی رکھا ہے اور اس موجودزمانہ کے اہل مشورت اپنے سے غیر کے منافع پر نظر نہیں رکھتے ہیں اور آدمی اپنے صواب حال پر زیادہ بہ نسبت دوسرے کے حال کے ہمت لگاتے ہیں اور اپنے امور کے حفظ میں بہ نسبت امور غیر کے حفظ کے زیادہ امین ہوتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مشورہ بزرگان سابقہ سے بہ نسبت مشاورت حال کے زیادہ اولی وانفع ہے۔ جب کسی پر کوئی واقعہ ہوتا ہے اور وہ اس کے کشف کے طریقہ کو اس علم سے استکشاف کرتا ہے تو کل علماء کی عقل کا نتیجہ اس کے سامنے ہوتا ہے اس واسطے لشکر حوادث اس کے فکر کے خزانوں کو نہیں تاراج کرتے اور اسلاف کے عقول کے پانی سے رنجوں کا غبار لوح خاطر سے دُھل جاتا ہے اور جو چراغ اوروں نے روشن کیا ہے اسکی روشنی میں بغیر محنت ورنج کے وہ اپنی مہمات کا سرانجام کرتا ہے اور حیرت وسختی کے جنگل میں مارامارا نہیں پھرتا۔ اس مضمون کا موید یہ کلمہ ہے۔ السعید من وعظ لغیرہ (سعید وہ جو غیر سے نصیحت لیتا ہے)۔

فائدہ ہفتم۔ علم تاریخ شعور وزیادتی عقل کا سبب ورازدیا دفضل کا وسیلہ ہے اور صحت رائے اور تدبیر کا واسطہ ہوتا ہے۔ اسلئے بزرجمہر نے کہا کہ علم تاریخ رائے صواب کا معین وموید ہے۔ اسواسطے کہ احوال سلف علم خلف کی صحت رائے میں شاہد عدل وگواہ فضل ہے۔

فائدہ ہشتم۔ اس فن کے علم کی بدولت اصحاب اقتدار و اختیار کے ضمائر ہولناک و مشکل حادثوں کے وقوع میں مطمئن اور برقرار رہتے ہیں۔ اگر ناگاہ مقتضیات فلکی سے کوئی صعوبت رونما ہوتی ہے تو فتح و کشف کی امید منقطع نہیں ہوتی اسواسطے کہ زمانہ سابقہ میں بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ واقعہ عظیمہ اور داہیہ کبرے واقع ہوئے اور وہ محض کردگار کی عنایت سے سہل طور پر سر سے ٹل گئے ؎

ہزار نقش برآرد زمانہ و نہ بود　　　یکے چنانکہ در آئینہ تصور ماست

فائدہ نہم۔ جو شخص کہ اخبار اور تواریخ پر مطلع ہوتا ہے وہ صبر و رضا کے مرتبوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ یہ دونوں اصفیا و اتقیا کے اشرف مراتب ہیں اسلئے کہ جسوقت حوادث روزگار میں تعمق و تامل کیا جائے کہ ذوات کرام رسل و انبیا علیہم السلام پر صدہا طرح کی بلائیں نازل ہوئیں اور انھوں نے تحمل کرکے مصابرت کا طریقہ کس خوبی سے اختیار کیا۔ اسلئے جب کوئی داہیہ عظمی رونما ہو تو صبر و رضا کو اختیار کرے اس میں شک نہیں جو ان دو فضیلتوں کا التزام کرے وہ دارین کی سعادت سے مستفید ہوگا اور منزلین کی شقاوت سے محروس۔

فائدہ دہم۔ فی الحقیقت اس میں فائدے ہیں مگر ارباب تاریخ نے ان سب فائدوں کے مجموع کا نام ایک فائدہ رکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ فن شریف غرائب انقلابات و عجائب تحویلات کا مخبر ہے جب ان پر سلاطین با داد و دین اور ارکان دولت و اعیان ملت کو علم ہوتا ہے تو وہ حضرت مالک الملک کی قدرت قاہرہ پر زیادہ مطلع ہوتے ہیں۔ پہلے لوگوں کے تغیرات حالات جو مذکور ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمت و نقمت و راحت و محنت کو چنداں بقا نہیں ہے اقبال سے مغرور اور ادبار سے ملول نہیں ہونا چاہیئے اور جب عادلوں کی سعادت و شرف درجات پر وہ اطلاع پاتے ہیں اور متمردوں کی پریشانی و گمراہی پر آگاہ ہوتے ہیں اور امور جہانداری میں نیکوکاری کے ثمرات اور بدکاری کے نتائج اصحاب قدرت پر ظاہر ہوتے ہیں تو جو بادشاہ جہانگیری کی ابتدا میں طریقہ قہاری اور شیوہ جباری ظاہر کرتے ہیں تو وہ سیرت مذمومہ کہ اہل ضلالت کی خصلت ہوتی ہے اس سے عدول کرتے ہیں اور مہالک اشرار سے سعادت پاکر مسالک ابرار میں آتے ہیں جس سے انکے لئے عقبےٰ میں منزل اعلیٰ مہیا ہوتی ہے۔

ارباب فرمان سے زیادہ کوئی طائفہ اس علم کا محتاج نہیں ہے اسکی وجہ اول یہ ہے کہ عالم کی

حکام کو بہ نسبت اور لوگوں کے تاریخ کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے

مصالح کلیہ انہیں کی رائے درویہ پر مفوض ہیں اور خیر و شر جو واقع ہوتے ہیں وہ اُن کے اجرا اور
دفع پر مامور اور مکلف ہیں اُن کو حوادث اور وقایع ملکی ومکائد حروب و تدبیر اصحاب رائے کی معرفت
سے چارہ نہیں ہے۔ یہ سب حالات اسی فن سے معلوم ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ
اس فن میں تامل فرمائینگے۔ اور پہلے بادشاہوں وحاکموں کے جریان امور اُنکے کان تک پہونچیں گے
تو وہ محاسن اخلاق وعدل رافت اور رعیت پروری اور بقائے مملکت کے جو اسباب ہیں ان میں
کوشش کرینگے اور محنت وآفت وزوال منصب و حکومت کے جو اسباب ہیں اُنسے اجتناب و احتراز
واجب و لازم جانینگے خاصکر وہ بلند ہمت دولتمند جب پہلے لوگوں کی خوش اخلاقی میں تامل کرینگے
تو اُنکو رشک پیدا ہوگا اور وہ یہ چاہینگے کہ قوم سابق پر نیکنامی میں ہم فایق ہو جائیں۔ سوم وجہ یہ ہے
کہ حکام و امرا ہمیشہ مصالح ملک کے حفظ میں مبتلا رہتے ہیں اور اُن کے افکار مہمات میں استغراق
سے ملول رہتے ہیں تو اس طائفہ رفیع المکان کو حکایات و تواریخ کے سننے سے استراحت و آسایش
ہوگی۔ اوقات شامت و ملالت میں نشاط خاطر کے دافع الم کے لئے کوئی علم ملائم تر تاریخ سے زیادہ
نہیں ہے۔ اگر اس فن کی شرافت اور فضیلت اثبات پر کوئی جاہل یہ اعتراض کرے کہ اکثر تواریخ
میں مفتریات اور موضوعات اور واہی تباہی بے سروپا مضامین پہلے لوگ لکھ گئے ہیں وہ اعتماد
کے لایق نہیں۔ جہاں صدق و کذب وصواب وخطا مخلوط ہوں اُن میں تمیز کرنا دشوار ہے اُنسے
کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا تو یہ شبہ اس طرح دفع ہوتا ہے کہ ائمہ سلف و اکابر خلف سے اس علم کی
بنا راستی وصدق پر رکھی ہے یہ محال ہے کہ فضلاء روزگار اور علماء اخیار افترا اور کذب کو اپنا
شعار بنائیں اور مفتریات وموضوعات کی نقل پر جرأت کریں جو کچھ ان سے حد تواتر پر پہونچا ہے البتہ
وہ خلل و زلل سے محفوظ ہے اور اگر کسی کذاب و مفتری نے نفس خبیث کے سکھانے سے اکابر
سلف کے معاملات ناموجہ او نقلیں گھڑ کر ورقوں کے صفحوں پر منقش کی ہیں۔ ان علموں کے
نقادوں نے بیشک اس تالیف بے توصیف و ترکیب بے ترتیب کو لعن طعن کا ہدف بنایا
ہے اور انھوں نے مفتریوں اور کذابوں کے افترا اور بہتان کو خلقت پر ظاہر کیا ہے اور بتلا
دیا ہے کہ فلاں شخص کی تالیف سراسر حشو اور اُسکی تصنیف سراسر قابل نسخ ومحو ہے۔ ارباب
عقل پر ظاہر ہے کہ تالیف و تصنیف کرنا ایک امر خطیر و کار بزرگ ہے خاصکر تاریخ کا جمع کرنا

ترتیب دینا۔ اسلئے کہ اس فن کی کتابیں ذوی الاقتدار بادشاہوں اور عالیمقدار امرا و اکابر واشراف و علماء و فضلاء اطراف کی نظر ہی سے گذرتی ہیں اور بازاری آدمی اور اہل حرفہ بھی جو سفید و سیاہ میں فرق نہیں کرسکتے اس علم کی کتب کے سننے و پڑھنے کی طرف رغبت کرتے ہیں اور مصنف بیچارہ من صنف فقد استہدف تھوڑی تقصیر پر خلقت کے تیر ملامت کا نشانہ بنتا ہے۔ پس اگر تحریر تاریخ کے لئے چند شرائط لکھی جائیں تو مورخ پر شاید منصف مزاج نہ طعن کریں اور اسکی باتوں کو خوشی سے سنیں۔

شرط اول۔ تاریخ نویس کو چاہیئے کہ سالم العقیدت و پاک مذہب ہو۔ بعض بدمذہب خوارج و روافض نے اصحاب و تابعین کے قصص ناپسندیدہ گھڑ لئے ہیں اور مشہور و مہجور و مردود و مقبول باتیں اپنی تالیف میں لکھی ہیں اور اس طرح آدمیوں کو فریب دیا ہے جب کسی کو انکی اصل کید و خداع پر اطلاع نہیں ہوگی تو وہ یہ گمان کریگا کہ اس جماعت نے مشکات نبوت و مصباح رسالت سے روایات تفتیش کی ہیں تو اس اعتقاد فاسد سے وہ ضلالت و گمراہی میں پڑے گا۔

شرط دوم۔ مورخ جو کچھ لکھے وہ بیان واقعہ ہو کل حالات کو قید کتابت میں لائے یعنی جیسے کہ اکابر و اعیان کے فضائل و خیرات و عدل و انصاف تحریر کئے ہیں ایسے ہی مقابح و رذائل انکے ذکر کرے اور کسی بات کو چھپائے نہیں اگر مصلحت جانے تو قسم دوم کو تصریح کے ساتھ بیان کرے ورنہ رمز و کنایہ و اشارہ کے طریقہ کو اختیار کرے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔

شرط سوم۔ مدح و ذم میں افراط و تفریط سے احتراز واجب جانے اور خوشامد نہ کرے۔ اگر اپنے جلب منفعت و رفع مضرت کے سبب سے چارہ نہو تو مضمون کلمہ خیر الامور اوسطہا کو نہ چھوڑے بیشک جب اسکی نظر صدق معاملہ و صحت واقع پر ہوگی تو اسکے مطالب و مآرب حاصل ہونگے۔

شرط چہارم۔ تاریخ نویس شیوہ تکلفات کو نہ اختیار کرے۔ اور ایسی کوشش کرے کہ کلمات وافی و تقریرات شافی سے سیاق کلام مونس ہو۔ حکایات و روایات کے صفحوں پر تصریحات لطیف کے نقش ہوں۔ عبارات سلیس و پاک قریب الفہم اختیار کرے کہ رکاکت کلمات اور رثاثت الفاظ و لغات نازلہ و عبارات سافلہ سے خالی ہوں تاکہ خواص و عوام جنکی عقول و افہام متفاوت ہوتی ہیں حظ وافر سے محظوظ ہوں اور اسکی تالیف لوگوں کی نظروں میں محمود

ولپسندیں ہوں اور کسی کو رد و عیب نمائی کی مجال نہو۔ یہ شیوہ کچھ فن تاریخ سے ہی مخصوص نہیں
ہے بلکہ کل فنون سے جو لغات مختلفہ میں تالیف ہوتے ہیں۔

شرط پنجم۔ مؤلف تاریخ امانت و دیانت میں معروف ہو صدق گفتار و حسن رفتار میں مشہور
اسلئے کہ اخبار تواریخ عموماً اور قضایا سلاطین خصوصاً اکثر سند نہیں رکھتے کہ جسکے سبب سے اعتماد
کلی اسپر کیا جائے اور شرح وقائع میں جھوٹ سے امین ہو۔ جب مؤرخ متدین دائمی ہوگا۔ اس
کمالات و فضائل کے طالبوں کو اطمینان قلبی حاصل ہوگا کہ ایسا شخص دین کو دنیا کی غرض سے نہیں
بیچے گا اور کذب بہتان بنانے سے وبال عاقبت و سوء خاتمت اُس اچھا نہیں معلوم ہوگا وہ روایات
و حکایات دلپذیر کی تنقیح میں کمال اہتمام کرے گا اور مشوق کتب و مطوق صحائف کو نقل سے زیب و
زینت دیگا اور تغیر و تبدل سے احتراز کرے گا تاکہ اُسکے آثار آخر زمان تک قایم رہیں۔

مسلمانوں میں ابن خلدون بڑا نامور مؤرخ گذرا ہے جسکا لوہا اس زمانہ میں اہل یورپ مانتے
ہیں روبرٹ فلنٹ ایک نامور فاضل عالم مورخ اپنی فلوسوفی اوف ہسٹری کے صفحہ ۱۵۷ میں تحریر
فرماتے ہیں سب سے اول جس شخص نے علم تاریخ کو سائنس یعنے علوم حکمیہ میں سے ایک علم قرار دیا وہ
ابن خلدون تھا۔ گو اس باب میں کہ وہ علم تاریخ کو سائنس قرار دینے کا موجد تھا۔ ارباب الرائے کے
آرا میں اختلاف ہو مگر انصاف دوست راستی خش اُسکے مقدمہ کو مطالعہ کرکے یہی کہیگا کہ اس ایجاد کا
سہرہ ابن خلدون کے سر پہ بندھا ہے اور یہ افتخار ابدی کودی کو سے پہلے حاصل ہوا ہے۔

ابن خلدون نے اپنا حال آپ لکھا ہے اسکو نہایت مختصر کرکے ہم نیچے لکھتے ہیں

۱۳۳۲ء میں طیونس میں ابن خلدون پیدا ہوا۔ وہ حضرموت کے کسی قبیلہ عرب کی نسل میں سے
تھا۔ کئی صدیوں سے سپین میں اُسکے باپ دادا سلاطین کے عمدہ عہدوں پر ممتاز تھے۔ جب بنی امیہ کا
خاندان تباہ ہوا تو شمالی افریقہ میں جاکر اُس کے آبا و اجداد آباد ہوئے۔ ابن خلدون کی تربیت و
تعلیم نہایت شایستگی کے ساتھ ہوئی۔ ایام طفلی سے علم کا شوق اُس کا دامنگیر تھا نوجوانی میں اُسکو
علوم مختلفہ کے درس دینے کی اسناد مل گئیں۔ علم تفسیر و حدیث و فقہ و فلسفہ و صرف و نحو و منطق
و اصول فقہ و زمانہ جاہلیت کے علم ادب میں اس کو استعداد کامل ہوگئی۔ گو زمانہ نے عالمانہ

ابن خلدون کا حال اور اسکے مقدمہ تاریخ میں سے چند مضامین کا انتخاب

زیست بسر کرنے کی فرصت کم دی مگر اُس کے دل میں ہمیشہ علوم کے شوق اور علم ادب کے عشق کی آتش شعلہ افروز رہی۔ بیس برس کی عمر میں وہ امور ملکی میں مصروف ہوا اور طیونس کے سلطان ابن اسحق دوم کی ملازمت میں اُس نے اعتبار اور اقتدار پیدا کیا۔ دو برس بعد وہ فیض کے سلطان ابو عنان کے پاس چلا گیا اور وہاں اُس نے سلطان کے مزاج میں ایسا دخل پیدا کیا کہ اُس کے اقران کو اس قدر حسد پیدا ہوا کہ اُنھوں نے سازشیں کر کے اُسکو معزول کرایا اور قید خانہ میں ڈلوایا۔ ۱۳۵۸ء میں جب ابو عنان کو اجل آئی تو ابو مسلم نے اُس کو قید سے نکالا اور اپنا مقرب بنایا مگر پھر اُس پر ارکان سلطنت کو حسد پیدا ہوا۔ اور جب ابو مسلم کا انتقال ہوا اور اُس کے وزیر عمر نے جسکے ہاتھ میں سلطنت کا اختیار بالکل تھا ابن خلدون کی نہ بنی تو وہ اُس سے ناراض ہو کر سپین میں چلا آیا۔ یہاں اُسکا حد سے زیادہ اعزاز و احترام ہوا۔ افریقہ میں وہ ابن الاحمر کی خدمت نمایاں بجا لایا۔ سال آیندہ میں وہ اُسکی طرف سے سفیر بنکر سویل لی میں پیڑدی کرویل بادشاہ کیسل کی خدمت میں گیا جس نے اُسکی بڑی آؤبھگت کی ۱۳۶۵ء میں وہ افریقہ میں آیا۔ یہاں اس کا ایک قدیمی دوست ابن عبداللہ تھا جس نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا۔ اُسکا وزیر اعظم وہ ہو گیا۔ مگر ابن عبداللہ قسطنطنیہ کے سلطان عبد العباس سے لڑکر ایک جنگ میں مارا گیا تو ان بادشاہوں کی جنگ آزیوں میں ابن خلدون کے کئی برس زندگی کے بڑی تلخی میں کٹے۔ اس کا گذرہ اس طرح سے ہوتا تھا کہ آزاد و زبردست قوموں کے سردار اُسکے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ سن ۱۳۷۰ء سے ۱۳۷۴ء تک وہ سلطان مراکو کی خدمت میں رہا اور اُس کی طرف سے عرب کی اقوام کیساتھ صلح کے عہد و پیمان کی گفتگو کرتا رہا۔ دوبارہ پھر سپین میں آیا۔ مگر یہاں وہ زبردستی مراجعت پر مجبور کیا گیا اب وہ ملکی کاموں سے دست بردار ہوا اور چار برس تک خلوت گزین رہا اور مطالعہ علمی کے سوا کچھ اور کام نہیں کیا اور اس خلوت میں اپنی تاریخ کا مقدمہ تصنیف کیا اور عرب و بربر کی تاریخ کی تحریر کا آغاز کیا۔ اس تاریخ کی تصنیف کے واسطے اُسکو بڑے بڑے کتب خانوں کی ضرورت پڑی اسلئے وہ ۱۳۷۸ء میں طیونس گیا۔ سلطان عبد العباس نے اُسپر نہایت عنایت اور اُسکی تعظیم و تکریم کی اور اہل شہر اور طلبہ نے اُسکے آنے کو ایک نعمت غیر مترقبہ جانا اور اُس سے اپنے جوش محبت کا اظہار نہایت شوق سے کیا اور اُسکو جانے نہ دیا اور اپنی تعلیم و تدریس کے لئے اُسے روک لیا

گر مفتی عرفہ اور اُسکے ساتھ اور امرا ابن خلدون کی جان کے دشمن بنے اور ایسی عداوت اُس کے ساتھ کی کہ اُسکو وہاں رہنا دشوار کر دیا۔ اُس نے بربر کی تاریخ ختم کر کے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ حج کی اجازت لیکر اکتوبر ۱۳۸۲ء کو جہاز میں سوار ہوکر مصر کی طرف چلا۔ نومبر میں اسکندریہ میں اُترا اور ایک مہینہ یہاں قیام کیا۔ پھر قاہرہ میں آیا۔ اب اُسکی ناموری اور شہرت ایسی ہوگئی تھی کہ اسکا نام یہاں اُس سے پہلے آگیا تھا۔ اِس سال یہاں سے کوئی کارواں مکہ نہیں جاتا تھا اس لئے حج کو وہ نہ جاسکا اور سلطان برقوق کے کہنے سے اُس نے عہدہ مدرسی قبول کر لیا بعد ازاں عہدہ قضا پر اُسکی ترقی ہوئی۔ مگر اُسکی عدالت میں ایسا تشدد تھا اور شریعت کے خلاف کاموں کی ممانعت میں ایسا سخت گیر تھا کہ اُسکے سبب سے اُسکے دشمن بہت ہوگئے اس زمانہ میں ایک حادثہ عظیم اسپر یہ نازل ہوا کہ مراکو سے مصر کو اُسکا سارا کنبہ جہاز میں سوار آتا تھا کہ جہاز تباہ ہوا اور اُسکی سب اہل و عیال بحرِ فنا میں غرق ہوئے۔ جسپر اُسنے یہ کہا کہ ایک ہی صدمہ میں میری مسرت و دولت و اولاد برباد ہوگئی۔ اس رنج و الم سے وہ ایسا شکستہ خاطر ہوا کہ سوا عبادت الٰہی کے اُسکے دل کو چین کسی اور کام میں نہیں ہوتا تھا ۱۳۸۷ء میں وہ مکہ معظمہ گیا۔ وہاں سے قاہرہ میں آیا۔ ایک مدت تک مطالعہ اور درس علمی میں مصروف رہا۔ اپنے حالات کے بیان میں ۱۳۹۴ء تک ایک کتاب لکھی ۱۴۰۰ء میں وہ شام میں گیا۔ یہاں فرخ سلطان مصر اور صاحب قران امیر تیمور کی لڑائی ٹھن رہی تھی۔ وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہوا۔ اور دمشق میں محصور ہوا۔ مگر پھر اپنے تئیں امیر تیمور کے حوالے کیا۔ امیر نے اپنی شاہانہ عنایت اور سخاوت سے سرافراز کیا۔ ابن خلدون نے بھی امور ملکی میں امیر کو اپنی لیاقت کے کمال دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ امیر اسکے علم کا ایسا قدر شناس ہوا کہ اُسکو اپنے ہمراہ لیجانے کا ارادہ کیا۔ یہ ترک بادشاہ اس مورخ کے لیجانے سے خوش ہوتا مگر اس عربی مدبر کی زبان اغوا آمیز اُسکے ارادہ کی مانع ہوئی۔ ابن خلدون قاہرہ کو پھر آیا اور یہاں قاضی القضاۃ کا عہدہ پایا۔ چوہتر برس کی عمر میں ۱۴۰۶ء میں اُسکو موت نے نہ چھوڑا۔ اُس کی تصنیفات سے چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت ہیں مگر وہ نایاب ہیں فقط اس کی تصنیف سے تاریخ مشہور ہے جس نے اُسکے نام کو حیات دوام دی ہے۔ ابن خلدون کا نہایت مختصر حال ہمنے اسلئے لکھا کہ جس سے تم کو معلوم ہو کہ وہ بھی ایک عجیب و غریب آدمی تھا اُس کی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

کیسی کیسی حالتوں میں رہا۔ کہیں سازشوں کے خارستان میں ایسا پھنسا کہ جب تک اپنے پہلوؤں کو زخمی نہ کرے نکل ہی نہیں سکتا تھا۔ روز بروز اُس کے پھنسانے کے لئے سازشیں ہوتی تھیں شخصی حکومت کی بلائیں اُسکے سر پر آتی تھیں۔ یہ اسی کا کام تھا کہ ادھر گرتا تھا اُدھر پھر سنبھلکر اُٹھتا تھا اوج و حضیض دونوں کے تماشے دیکھتا تھا۔ ابتداء عمر سے آخر عمر تک اُس کو ایسے سوانح پیش آئے جس نے اُس کو سب طرح سے انقلابات دنیا کے دکھائے۔ کبھی وہ قید خانہ میں گیا کبھی معزول ہوا کبھی با اقتدار و با اختیار ایسا ہوا کہ سب کے دل میں اسکا خوف پیدا ہوا کبھی تحسین و آفرین کا آوازہ اُسکا بلند ہوا۔ وہ صاحب فطرت مدبر تھا اور کامل ندیم مستشار موتمن مقرر فصیح و بلیغ مختلف قسم کے کاموں کے لئے نہایت لایق کارکن و کارفرما۔ بڑا زمانہ ساز تھا۔ اس زمانہ میں جو مسلمانوں کے علوم و فنون تھے اُن میں سے ہر علم کا عالم اور ہر فن کا ماہر تھا۔ وہ علم میں اور ملکی امور میں شہرت حاصل کرنے میں اولوالعزم تھا۔ سازشوں میں شریک ہونے سے بھی اس کو انکار نہ تھا مگر اس میں کوئی بدعادت نہ تھی۔ یہ نیک نہاد سچا مسلمان تھا۔ اس زمانہ میں جو علوم فلسفیہ کا رواج تھا اور وہ اپنی معراج پر تھے اُنکو وہ باطل اس سببسے بتاتا تھا کہ اُنسے مذہب کو مضرت پہونچتی تھی ان علوم فلسفیہ میں تو اُس نے کوئی اپنا علم بلند نہیں کیا۔ مگر اُس نے علم تاریخ کو ایسا شرف دیا کہ علوم حکمیہ سے بھی اُسکو بڑھا دیا۔ اب اُسکے مقدمہ کے چند فقرے جس کو جناب نواب محسن الملک محسن الدولہ منیر نواز جنگ بہادر مولوی سید مہدی علیصاحب نے مقدمہ تاریخ ابن خلدون کے ریویو میں ترجمہ کرکے لکھے ہیں نقل کرتا ہوں اور اس پر کچھ حاشیہ چڑھاتا ہوں۔

اس نامور عالم متبحر نے اول فن تاریخ کی فضیلت اور فوائد کو بیان کیا ہے پھر اُن سببوں کو بیان کیا ہے جو اس فن کو واہی اور غلط اور غیر مفید کر دیتے ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے کہ فن تاریخ بظاہر تو نہایت آسان ہے اور اُسکا سمجھنا ہر خاص و عام و عالم و جاہل کو یکساں۔ کیونکہ پچھلے زمانہ کی باتیں اور گذشتہ واقعات کی خبریں اس سے معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن درحقیقت اس کے لئے نہایت غور اور فکر درکار ہے تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہوں مثلاً فلاں واقعہ کیوں ہوا اور اُس کے شروع ہونے کے اسباب کیونکر ظاہر اور پیدا ہوئے اور انجام اس کا کیا ہوا۔ اور کیوں۔ پس درحقیقت فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ بڑے لایق

مسلمان مؤرخوں میں نے تاریخ اور اخبار کو اچھی طرح جمع کیا مگر بعد اُن کے جو مورخ پیدا ہوئے انھوں نے تاریخ کو لغو و باطل و وہمیات سے خلط ملط کر دیا۔ اور بہت سی باتیں بیہودہ اسمیں ملادیں اور اکثر ضعیف اور بنائی ہوئی روایتیں داخل کر دیں اور بہت لوگوں نے جو بعد اُن کے ہوئے انھوں نے نادانوں کی پیروی کی اور انھیں پوچ و لچر روایتوں اور واہی تباہی کہانیوں کو جیسا سُنا تھا ہم تک پہونچا دیا۔ نہ واقعات کے اسباب پر غور کیا اور نہ ان حالات کی تصدیق اور تنقیح پر توجہ کی نہ بیہودہ باتوں کو سچے واقعات سے جدا کیا اور لغو روایتوں سے تاریخ کو پاک اسلئے تاریخ ایسا فن رہگیا جس میں تحقیق کم ہے اور تنقیح تھوڑی۔ اور غلطیاں اور اوہام بہت۔ گوکہ تقلید انسان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے اور ایک دوسرے کی پیروی کا عادی ہو رہا ہے اور جہالت آدمی کو گھیرے ہوئے ہے مگر حق ہمیشہ حق ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور باطل ہمیشہ باطل ہے کہ ذرا سی غور و فکر سے اس کا بطلان ظاہر ہو سکتا ہے اور ناقل نی نفسہ ناقل ہے جو بلا تمیز صحت و غلطی کے نقل کر سکتا ہے اور غور و تامل اور سمجھ بوجھ وہ چیز ہے جو صحت غلطی کو اور خطا اور صواب کو جدا کر سکتی ہے اور علم وہ شے ہے جس سے ہر بات کی اصلیت اور ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

اسکے بعد ایک جُداگانہ فصل میں اس محقق نے ان باتوں کا بیان کیا ہے جو مورخ کے لئے صحیح تاریخ لکھنے کے واسطے ضرور ہیں اور ان غلطیوں اور اوہام کا بطور مثال کے تذکرہ کیا ہے جنکو بڑے بڑے مؤرخین اور مفسرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے پھر ان سببوں کی تشریح کی ہے جو باعث ایسی غلطیوں اور اوہام کے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ جو شخص دینی و دنیاوی باتوں کی تحقیق چاہتا ہے اُسے فن تاریخ سے واقف ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس فن میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا واجبات سے ہے۔ اول ماخذ کا دریافت کرنا۔ دوسرے اس پر غور و تامل کرنا اور اسکی تصدیق و تنقیح میں ثابت قدم رہنا۔ یہی دو باتیں انسان کو حق پر پہونچاتی ہیں اور لغزشوں اور غلطیوں سے اُس کو بچاتی ہیں اگر ایسا نہ کیا جائے اور فقط نقل روایت پر اعتماد کر لیا جائے اور عادت اور سیاست اور دنیا کی طبیعت (نیچر) اور انسان کی سوسائٹی و تمدن کے مستحکم اصول پیش نظر نہ رکھے جاویں اور غائب کو حاضر اور گذشتہ کو حال پر قیاس نہ کیا

جائے تو کچھ شک نہیں ہے کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا۔ اور قدم اسکا راہ راست
سے ضرور ڈگمگا جائیگا۔ اور اکثر مورخین اور مفسرین اور ائمہ نقل سے واقعات وروایات کے
بیان کرنے میں یہی غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے محض نقل پر بھروسہ کرلیا اور اسکے عیب و ثواب
پر نظر نہ کی۔ نہ انکو اصول اور قواعد سے جانچا۔ اور نہ نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل
کی کسوٹی پر کسا نہ خود موجودات کے طبائع (نیچر) سے واقف ہوئے۔ نہ غور و تامل اور سمجھ بوجھ
کو ان باتوں کی تحقیق میں دخل دیا اسلئے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں جا پڑے
خصوصاً اعداد کے بیان میں اور مال اور لشکر کے شمار میں تو اُنھوں نے ایسا مبالغہ کیا ہے کہ
بادی النظر میں جھوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ لکھکر محقق موصوف نے چند مثالیں اس قسم
کے مبالغہ کی لکھی ہیں اور محض نیچر اور عقل کی مخالفت سے انکو باطل ٹھہرایا ہے منجملہ ان واہی
تباہی خبروں کے جنکو محقق موصوف نے بطور مثال کے لکھا ہی ایک وہ خبر ہے جو بہ نسبت تبابعہ
بادشاہان یمن اور جزیرہ عرب کے مؤرخین تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ یمن سے براہ مغرب
افریقیہ اور بربر تک اور مشرق کی طرف سے ترک و تبت کے شہروں پر حملہ کرتے تھے۔ اور افریقیس
بن قیس اسکا بڑا اور پہلا بادشاہ تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یا کچھ دنوں اُنسے
پہلے افریقیہ پر حملہ کیا اور اسیطرح چند اور بادشاہوں کا احوال اور ان چڑھائیوں اور لڑائیوں
کے حالات مسعودی وغیرہ نے لکھے ہیں۔ ان سب کی نسبت محقق نے بڑی ہنسی اُڑائی ہے
اور ان لکھنے والوں کو بڑا احمق بنایا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں قصہ گویونکی بنائی
ہوئی کہانیوں کی طرح ہیں اور صحت و سچائی سے بہت دور ہیں مثلاً جو ذکر بادشاہوں تبابعہ
کے حملوں کا اور اُنکی چڑھائیوں کی راہوں کا بیان کیا گیا ہے وہ محض غلط ہے اس لئے کہ
وہ لوگ جو عرب کے جزیرہ میں رہتے تھے اور دارالقرار اُنکا صنعاء یمن تھا اور عرب کے جزیرہ
کے تین طرف سمندر ہے جنوب کی طرف بحر ہند اور مشرق سے بصرہ تک فارس اور مغرب کیطرف
بحر سوئیس یہ امر جغرافیہ کے نقشہ سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے پس جو کوئی یمن سے مغرب کو
جائے گا وہ سوا سوئیس کے کوئی دوسری راہ نہیں پا سکتا اور فاصلہ بحر سوئیس اور بحر شام
کا دو روزہ راہ سے زیادہ نہیں ہے۔ پس عادتاً غیر ممکن ہے کہ اس راہ سے کوئی بادشاہ

اتنا بڑا لشکر لیکر نکلے اور سوئیں پر جو مصر کے علاقہ میں ہے قابض ہو اور یہ بات بھی معلوم ہوا ان صوبوں پر عمالقہ اور شام پر کنعانی اور مصر میں قبطی بادشاہ تھے اور پھر مصر کی حکومت عمالقہ کے ہاتھ میں اور شام کی بنی اسرائیل کے قبضہ میں آئی اور کبھی ان بادشاہوں کی تاریخ سے پتہ اس بات کا نہیں چلتا کہ تبابعہ ان میں سے کسی سے لڑے یا ان کے کسی صوبہ پر قابض ہوئے ہوں۔ بہرحال بہت سی اور معقول دلیلیں ہیں جن سے ان واقعات کا جو مورخین نے بیان کیا ہے غلط ہونا ثابت ہوتا ہے ان پرانی کہانیوں کی غلطی اور بناوٹ بیان کرکے محقق موصوف مفسرین پر متوجہ ہوتا ہے اور ان بزرگواروں نے جن کہانیوں کو قرآن کی تفسیر میں بھر دیا ہے اور جس کا بدا اثر دین اسلام پر پہنچا ہے۔ ان کہانیوں کا واہی تباہی ہونا بیان کرتا ہے۔ ان بیہودہ روایتوں کی تمثیل ارم و دیوار قہقہہ اور صحرا سجلماسہ ومدینۃ النحاس کہانیوں کو لکھا ہے کہ قصہ گویوں نے بنا لیا ہے اور طبائع عالم کے نہ جاننے سے عالموں نے ایسی لغو روایتوں کو قبول کرلیا ہے اور اسی قسم کی وہ روایت ہے جو حبشیوں کے سیاہ رنگ ہونے کی نسبت بیان کیجاتی ہے کہ وہ حام بن نوح کی اولاد ہیں اور نوح کی بددعا سے حام کی اولاد کا رنگ کالا ہوگیا۔ حالانکہ توریت میں اتنا ہی لکھا ہے کہ نوح نے دعا کی کہ اُس کی اولاد اپنے بھائیوں کی غلام ہو۔ لیکن پھر لوگوں نے رنگ کی سیاہی بھی اُس میں بڑھا دی لیکن یہ محض طبائع کائنات کی ناواقفیت کا سبب ہے اگر وہ ہوا کے مزاج اور حرارت کی تاثیرات پر واقف ہوتے تو ایسا غلط خیال نہ کرتے۔

محقق موصوف نے ایک فصل میں جہاں حکومت اور دولت کے ضعف و قوۃ کے اسباب بیان کئے ہیں۔ وہاں بڑی بڑی عمارتوں اور دنیا کی عجیب چیزوں کو جو اس وقت موجود ہیں مثل شہر شال مغرب واہرام مصر کو بیان کرکے لکھا ہے کہ یہ بڑی بڑی عمارتیں صرف قوم کے دولتمند اور صاحب قوۃ ہونے سے بنیں مگر مورخوں نے طبائع عالم کی ناواقفیت سے ان عظیم الشان عمارتوں کے بنانے والوں کے جسم اور قد و قامت کو بھی ایسا ہی بڑا اور عجیب سمجھکر اُنکے لئے ایک روایت گھڑ لی اور عاد و ثمود و عمالقہ وکنعانیوں کے جسموں کو ایسا بیان کیا جنکے سننے سے حیرت ہوتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عوج بن عنق ایک شخص قبیلہ عمالقہ سے تھا جس سے بنی اسرائیل لڑے تھے وہ ایسا طویل القامت تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ لاتا

اور آفتاب پر رکھ کر بھون لیتا۔ ان بزرگوں نے اپنے اس جہل پر جو انسان کی حقیقت کی نسبت تھا اس جہل کو مستزاد کیا جو وہ کواکب کے حالات سے رکھتے تھے آفتاب کی گرمی کو اُس کے قرب و بعد پر منحصر جانا اور یہ نہ سمجھے کہ آفتاب فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم اسکے خطوط شعاعی جب سیدھے پڑتے ہیں تو صرف اُس ہوا کو گرم کرتے ہیں جو سطح ارض سے ملی ہوئی ہے اور جتنا بعد زمین سے ہوتا جاتا ہے اُتنی ہی گرمی کم ہوتی ہے۔

اس مقام پر ابن خلدون نے اوروں کی غلطیاں بتلانے میں خود غلطی کی ہے کہ آفتاب کو لکھا ہے کہ فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم ہے۔ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محقق کیوں اس مغالطہ میں پڑا۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب نہایت گرم ہے۔ جاڑے کے دن میں جس مکان میں انگیٹھی دہک رہی ہو ہم اُس کے اندر چلے جائیں تو طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور جتنے ہم انگیٹھی کے قریب جائیں گے اُتنے ہی ہم زیادہ گرم ہو جائیں گے۔ مکان کے کنارہ پر ایک لڑکا سردی کے مارے اکڑ جاتا ہے اور انگیٹھی کے قریب بیٹھنے والوں کو ذرا سردی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر آفتاب سے جس بُعد پر اب ہم ہیں اس سے زیادہ قریب ہو جائیں تو درجہ حرارت اتنا بڑھ جائیگا کہ ہم گرمی کے مارے جھلس جائیں گے اور اگر اس سے زیادہ بعید ہو جائیں تو سردی کے مارے اکڑ کر رہجائینگے غرض زمین جس فاصلے پر آفتاب سے ہے اور جتنی حرارت آفتاب سے یہاں پہونچتی ہے وہ ہماری آسایش کے لئے کافی و مناسب ہے۔

آفتاب کی حرارت کا تماشا یوں دیکھ سکتے ہو کہ ایک آتشی شیشہ کو آفتاب کے سامنے رکھو تو اُسکے فوکس یعنی نقطہ آتشی پر کاغذ جلنے لگے گا اور بارود اُڑ جائے گی اور دیا سلائی روشن ہو جائیگی اگر ایک گز چوڑا آتشی شیشہ بناؤ اور اُس کو سورج کے سامنے رکھو تو ایسی تعجب خیز حرارت پیدا ہوگی کہ آتشی شیشہ کے نقطہ آتشی پر فولاد پگھل جائے گا اور وہ چیزیں جنکو گرم سے گرم بھٹی نہیں پگھلا سکتی وہ اُسکو پگھلا دے گا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفتاب کے درجہ حرارت کی برابر کسیطرح سے ہم زمین پر درجۂ حرارت نہیں پیدا کر سکتے۔ اب ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ ہم جتنے آفتاب کے قریب جائینگے اُتنا ہی درجہ حرارت کم ہوتا جائے گا۔ اُس کو ہر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ خلاف واقع ہے اور ہمارا بیان بالکل غلط ہے۔ جب ہم کسی پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو ظاہر

ہے کہ پائے کوہ کی نسبت سرکوہ پر ہم آفتاب سے قریب ہو جاتے ہیں تو آپ کے قاعدہ کے موافق چاہیئے تھا کہ ہم سرکوہ پر زیادہ گرم بہ نسبت پائے کوہ کے ہوتے۔ مگر اسکے برعکس ہم سرکوہ پر زیادہ سردی بہ نسبت پائے کوہ کے پاتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ پہاڑونکی بلند چوٹیاں جو آفتاب سے بہ نسبت زمین کے زیادہ قریب ہیں برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور وہاں ایسی سردی ہوتی ہے جسکے متحمل نہیں ہو سکتے اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا یہ بیان کہ ہم آفتاب کے جتنا قریب جاتے ہیں اُتنی ہی زیادہ گرمی پاتے ہیں غلط ثابت ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ ابن خلدون نے یہ خیال کیا کہ آفتاب نہ گرم ہے نہ سرد ہے مگر اس میں مغالطہ یہ ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں کے ٹھنڈے ہونے کا ایک اور سبب ہے تم جانتے ہو کہ ہماری زندگی کا مدار ہوا کے دم لینے پر ہے خواہ ہم خشکی و تری میں کہیں جائیں ہوا کو موجود پائیں گے بیلون میں جو اوپر چڑھتے ہیں ہوا ہی اُن کو اوپر لیجاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہوا کئی میل تک ہمارے سر پر پھیلی ہوئی ہے گو وہ لطیف و رقیق بلندی کے موافق ہوتی جاتی ہے یعنی جتنی بلندی زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی اُسکی لطافت زیادہ ہوتی ہے۔

ہوا فقط ہمارے دم لینے ہی کے کام نہیں آتی بلکہ وہ ایک اور طرح سے بھی ہماری خدمتگذار ہے وہ زمین کا غلاف یا لحاف ہے جو زمین کو گرم رکھتا ہے۔ ہوا کو یوں سمجھو کہ وہ ایک انبار لحافوں کا ہے جو اوپر تلے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ہوائی لحاف زمین سے اس حرارت کو جو اُسکو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے واپس نہیں جانے دیتے اس سبب سے یہ ہمارا کرہ آبادی کے قابل ہے۔ فقط آفتاب کی حرارت ہی کے سبب سے ہماری آسایش نہیں ہے بلکہ ان ہوائی لحافوں کے سبب سے بھی جو اس حرارت کے محافظ ہیں جو اس کو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر ان لحافوں کو اُتار ڈالیں تو ہم بیچین ہو جائینگے گو آفتاب ایسا ہی تاباں رہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اگر ان راحت رساں لحافوں کو دُور کر دیں تو ہمکو ایسی تکلیف پہنچے گی جیسی کہ آفتاب کی روشنی معدوم ہونے سے۔ اب اگر دوپہر کو کوئی شخص پہاڑ کی بلندی پر جاتا ہے تو وہ آفتاب سے قریب ہو جاتا ہے اور آفتاب کی حرارت سے مستفید ہوتا ہے مگر وہ اسقدر کم ہوتی ہے کہ محسوس نہیں ہوتی۔ اگر آدمی کوہ ہمالیہ کی اونچی سے اونچی چوٹی پر بھی چڑھے تو ۱/۱ کروڑویں حصہ کی برابر بہ نسبت پہلے کے زیادہ قریب ہوگا اور اس قربت سے جو حرارت میں افزایش ہوگی وہ بالکل غیر محسوس ہوگی۔ برخلاف اسکے پہاڑ پر چڑھنے سے وہ ہوا کے طبقات زیرین سے اوپر

چلا گیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ سطح بالا میں ابھی نصف حد تک بھی نہیں پہونچا اور اپنے سر کے اوپر اس
سے بہت دُور جا سکتا ہے۔ مگر کرۂ ہوائی کے طبقات بالا ایسے لطیف ہیں کہ اُن کے لحاف کچھ
حقیقت نہیں رکھتے۔ پس پہاڑ پر چڑھ جانے سے وہ لحاف جو ہم کو گرم رکھتے تھے وہ اُتر جاتے ہیں
اس سبب سے ہم کو سردی محسوس ہونے لگتی ہے آفتاب کی قربت ہم میں وہ حرارت نہیں پیدا کرتی
جو ان لحافوں کے اُتر جانے سے حرارت ہم سے چھن جاتی ہے یہ سبب ہے کہ بلندی پر چڑھنے سے
سردی محسوس ہوتی ہے ورنہ آفتاب کے گرم ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اس کو یہ کہنا کہ وہ سرد
ہے نہ گرم ہے بالکل غلطی ہے۔ (از مولف)

اب اس محقق نے اس طرح آگے بیان کیا ہے کہ عوج بن عنق کو ہم عہد بنی اسرائیل کا لکھا ہے
اور بنی اسرائیل کا جسم اور اُنکا قد و قامت ایسا ہی تھا جیسا کہ ہمارا ہے اور بیت المقدس کے دروازے
اگرچہ وہ بعد خراب ہو جانے کے پھر بنے ہیں مگر ان کی شکل اور انکا طول و عرض قریب قریب سابق
کے ہے اُس زمانہ کے لوگوں کے قد و قامت پر شاہد ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بہت
تفاوت اور بڑا فرق ہم لوگوں کے قد و قامت سے نہ تھا تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص بنی اسرائیل کا
ہم عہد ایسا طویل القامت ہو یہ بات طبیعت اور فطرت کے برخلاف ہے مگر سبب اس غلطی کا یہ
ہوا کہ جب مورخوں نے ان عمارتوں کو بہت لمبا اور چوڑا پایا تو وہ اسکے اسباب کے دریافت پر
متوجہ ہوئے اور قومی دولت اور قوت پر خیال نہیں کیا بلکہ بنانے والوں کے جسموں اور اُن کے
قد و قامت کو ایسا بیان کیا جن سے ایسی عمارتوں کا بنانا ممکن ہو اور مسعودی نے ایک اور غلطی
کی ہے اور فلاسفہ کیطرف منسوب کیا ہے حالانکہ سوائے متکلم کے کوئی اسکا مستند نہیں ہے یعنی
از روئے قانون فطرت کے اسکے جسموں اور عمر ذہنکا بڑا ہونا ثابت کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اُنکی قوت
از روئے مقتضائے طبیعت کے کامل اور زیادہ تھی اسلئے عمر اور جسم میں بڑے ہوتے تھے جیسے جیسے
زمانہ بڑھتا گیا وہ قوت گھٹتی گئی اور مادہ کم ہوتا گیا اور اسیطرح آیندہ روز بروز کمی ہوتی جاوے گی
حالانکہ یہ محض ایک غلط اور پوچ رائے ہے کبھی کوئی فلسفی ایسی حماقت کی بات نہ کہے گا نہ اس پر
کوئی دلیل ہے نہ یہ مسئلہ قانون فطرت کا ہے بلکہ بالکل مشاہدہ کے برخلاف ہے کیونکہ ہم اگلوں
کے گھروں اور اُن کے دروازوں اور اُنکی راہوں کو انکی بنائی ہوئی عمارتوں میں جواب تک

یادگار اور موجودہ دیکھتے ہیں اس کو قریب قریب اپنے زمانہ کے پاتے ہیں اور باوجودیکہ زمانہ بہت گذرا ہمارے جسموں اور عمروں میں کچھ زیادہ کمی نہیں ہوئی جس سے ہم خیال کریں کہ زمانہ کے گذرنے سے عمر اور جسم میں کمی ہوتی ہے بہرحال یہ سب غلط خیال اور بیہودہ اقوال علم فطرت کی ناواقفیت کے نتیجے ہیں اسلئے ایسے اخبار کے جانچنے میں سب سے اول علم فطرت کی موافقت اور مخالفت کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اس قسم کی بہت سی باتیں لکھکر آخر محقق موصوف لکھتا ہے کہ کہاں تک میں اسے طول دوں کیونکہ ایسی باتوں اور ایسی رایوں میں بڑے بڑے مورخین اور علماء مشہورین کے پاؤں ڈگمگا گئے ہیں اور وہ بے تحقیق و تنقیح اس قسم کی باتوں کو مانتے چلے آئے ہیں اور سب لوگ غور و فکر نکرنے اور عقل و قیاس کو دخل نہ دینے سے بے بحث و تکرار اُن کو تسلیم کرتے رہے ہیں چنانچہ اگر کتابیں ایسی ہی باتوں سے بھری ہوئی ہیں یہانتک کہ اس خرابی نے فن تاریخ کو بالکل واہی اور پوچ کر دیا اور غلط و صحیح باتوں کی اس درجہ آمیزش ہوگئی کہ اسکا دیکھنے والا دلدل اور کیچڑ میں پھنس جاتا ہے یعنی صحت اور غلطی کی تمیز نہیں کرسکتا اور اسواسطے اس علم کی کچھ وقعت نرہی پس اب مؤرخ کو ضرورت اسکی ہے کہ وہ حکومت کے قاعدوں اور موجودات کی طبیعتوں اور قوموں اور ملکوں کی مختلف حالتوں اور اگلوں کے اخلاق اور عادتوں اور رسموں اور مذہبوں اور ایسی ہی تمام باتوں کا اصلی علم حاصل کرے پھر اپنے زمانہ کی موجودہ حالتوں کو ان سے ملاوے اور اس پر پچھلی باتوں کا قیاس کرے اور جو اختلاف اس میں پایا جاوے اُس کے وجوہ اور اسباب پر غور کرے اور سلطنتوں اور حکومتوں اور مذہبوں کے پیدا ہونے اور اُنکے ترقی و قوت پانے کی علتوں کو بنظر تامل دیکھے اور اُس کے بانیوں اور پھیلانے والوں کے حالات تحقیق کرے تاکہ ہر واقعہ اور ہر حادثہ کا اصلی سبب معلوم ہوجائے مگر ہمیشہ اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جو چیز سُنے یا جس بات کا علم حاصل کرے اُس کے سنتے ہی کو سچ نہ جانے بلکہ قواعد اور اصول کا امتحان کرے اگر اُن کے موافق پاوے قبول کرے ورنہ اُس پر خط رد کھینچے۔

اسکے بعد محقق موصوف تاریخ کی حقیقت یہ بتاتا ہے کہ وہ جز ہے اجتماع انسانی کی جس سے عالم آباد ہوتا ہے اور اس آبادی کی طبیعت کو وہ اس طرح بتاتی ہے کہ توحش و تانس عصبیات

اور بعض بشر کے بعض بشر پر تعلیات کی اصناف کو بیان کرتی ہے اور انس نے جو ملک دول اور
اُن کے مراتب پیدا ہوتے ہیں اور بشر کے اعمال و مساعی جو وہ کسب معاش و علوم و صنائع ہیں
اور جو تمام چیزوں میں جو اس آبادی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں کرتا ہے پھر وہ جھوٹ اور
غلطی کے اسباب بتاتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ان سببوں میں سے ایک سبب رائے اور مذہب ہے
کیونکہ جب انسان کا نفس اعتدال کی حالت پر ہوتا ہے تو خبر کو تحقیق کرکے سچ کو جھوٹ سے جدا کر سکتا ہے
لیکن اگر پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کا معتقد اور اس طرف مائل ہو تو مقتضائے طبیعت یہ ہے کہ
وہ ان چیزوں کے سنتے ہی قبول کر لیتا ہے جو اُس کی رائے اور مذہب کے موافق مؤید ہوں پس
وہ اعتقاد اور میلان اُس کی بصیرت کی آنکھ کا پردہ ہو جاتا ہے اور تحقیق و تنقید سے باز رکھتا
ہے اسلئے جھوٹی بات کے قبول کر لینے اور پھر اُسکی نقل کرنے کی مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور
دوسرا سبب راویوں کا اعتماد ہے یعنی نقل و روایت کرنے والوں کو سچا سمجھکر ان پر بھروسہ کرنا
اور اُن کی خبر کو لائق تنقیح نہ سمجھنا اور تیسرا سبب مقصود و مراد سے غفلت کرنا ہے چنانچہ اکثر
نقل کرنے والے اور راوی ایسے ہیں کہ جو مقصود و مراد پر غور نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اُنھوں نے
دیکھا یا سُنا اور جیسا کہ وہ اپنے گمان میں غلط سلط سمجھے اُنھوں نے نقل کر دیا اور مقصود پر خیال نہ رکھنے
سے سچ کا جھوٹ ہو گیا یعنے بات تو کچھ تھی اور راوی کچھ سمجھے اور اپنی ہی سمجھ کے موافق
روایت کرنے لگے۔ اور چوتھا سبب خوش اعتقادی اور حسن ظن ہے اور اس کا اصلی
باعث نقل و روایت کرنے والوں پر اعتماد اور بھروسہ کر لینا ہے اور پانچواں سبب حقیقت اور
اصلیت کی تحقیق نہ کرنی اور فریب و دغا اور نفع کی باتوں کو نادانی سے مان لینا ہے چنانچہ
اکثر نقل و روایت کرنے والوں نے جیسا دیکھا ویسا نقل کر دیا۔ مگر اُنھوں نے اصلیت پر نظر
نہ کی کہ وہ بات حقیقت میں ویسی نہ تھی بلکہ فی نفسہ اُسکی اصلیت اور کچھ تھی۔ اور چھٹا سبب
خوشامد اور چاپلوسی ہے ان سب سببوں سے بڑھ کر تاریخی واقعات میں جھوٹ کے رواج
پانے کا بڑا سبب طبائع موجودات (نیچر) کی ناواقفیت ہے کیونکہ دنیا میں جو چیز موجود ہے
اور آیندہ ہوتی جاتی ہے اسکی کوئی خاص طبیعت ضرور ہے جو اُسکی ذات اور اُسکی حالتوں
سے مخصوص ہے جسمیں کسی طرح کا فرق نہیں ہو سکتا اسلئے کہ نیچر کا بدلنا یا قانون قدرت کے

خلاف کچھ ہونا غیر ممکن ہے۔ پس اگر سننے والا موجودات کی طبیعتوں اور انکے خواص اور مقتضیات سے واقف ہوگا تو ضرور اخبار کے نتائج میں پکا لحاظ رکھے گا اور جب وہ کسی چیز کو مخالف اُسکے پاویگا فوراً غلط سمجھے گا۔ اور جب سننے والے کو ان باتوں کا علم ہی نہوگا وہ غیر ممکن اور محال چیزوں کو قبول کرلے گا۔ اور ان چیزوں کی نقل و روایت میں اُسے کچھ پس و پیش نہوگا۔ جیساکہ مسعودی نے سکندر کی خبر لکھی ہے کہ جب دریا کے جانور اسکندریہ کے بنانے سے اُس کے مانع ہوئے تو اُس نے ایک لکڑی کا تابوت بنایا اُس کے اندر شیشہ کا صندوق رکھا اور آپ خود بیٹھا اور سمندر کی تہ تک غوطہ لگایا وہاں ان شیطانی جانوروں کی تصویریں بنائیں اور اُنکی صورتیں تانبے پیتل سے بناکر بنیاد کے محاذی رکھدیں پس ان تصویروں کو دیکھکر دریائی جانور بھاگ گئے۔ غرضکہ مسعودی نے ایک بے معنی اور بیہودہ خرافات کہانی کو صرف اپنی بے علمی کے سبب سے مان لیا۔ اگر قطع نظر اور باتوں کے جو بادی النظر میں اس حکایت کے پوچ اور بیہودہ ہونے پر شاہد ہیں۔ اگر صرف اس بات کا علم ہوتا کہ جو ذی حیات صندوق میں بند ہوکر غوطہ لگائے گا اور دیر تک پانی میں نیچے رہے گا تو بے تنفس طبعی اُس کا جینا محال ہے تو کبھی اس حکایت کو نقل نہ کرتا۔ اس حکایت کے بعد اور چند کہانیاں مسعودی وغیرہ کی اس محقق نے نقل کرکے اُس پر افسوس کیا ہے۔ اور کسی کو عقل کے برخلاف اور کسی کو نیچر کے مخالف اور کسی کو واقع کے برعکس پاکر غلط اور باطل اور خرافات بتایا ہے۔ اور آخر پر اُس نے صاف یہ لکھا ہے کہ اگر موجودات اور مخلوقات اور دنیا کی آبادی وغیرہ باتوں کا علم ان مؤرخوں کو ہوتا تو کبھی ایسی کہانیاں کتابوں میں لکھی نہ جاتیں۔

ایک حکیمانہ اور محققانہ اصول ابن نامور مؤرخ نے اخبارات کی تحقیق میں لکھا ہے کہ عالم کی طبیعت یعنی نیچر کا جاننا اخبارات کی تنقیح کے لئے سب سے زیادہ ضرور ہے اور راویوں کی تعدیل پر مقدم ہے پس ہم جب خبر کو سنیں پہلا کام ہمارا یہ ہے کہ ہم سوچیں کہ یہ خبر فی نفسہٖ ممکن ہے یا ممتنع اگر معلوم ہو کہ اسکا ہونا محال ہے یعنے ہو ہی نہیں سکتی تو کچھ فائدہ نہیں کہ ہم راویوں کی تعدیل و تجریح کریں کیونکہ اہل دانش نے یہ اصول ٹھہرالیا ہے کہ وہ خبر ماننے ہی کے لایق نہیں ہے جو فی نفسہ محال ہو اسمیں ایسی تاویل کرنی نامناسب ہے جسے عقل قبول نکرے۔ پس راویوں کی جرح و تعدیل

کی ضرورت کیا ہے ۔ ہاں راویوں کی تعدیل وتجریح کی شرعی چیزوں کی صحت کے لئے
ضرورت ہے بلکہ بڑی خبریں شریعت کی وہ ہیں جو احکام اور عملیات سے متعلق ہیں جن میں
اوامر ونواہی کا اور شارع کے احکام کا بیان ہے۔ ایسی خبروں کی تصدیق کے لیے ظن کافی
ہے اور صحت ظن کے لئے راویوں کی عدالت اور ضبط بس ہے لیکن وہ خبریں جو واقعات سے
متعلق ہیں اُن کی تصدیق کے لئے مطابقت بہت ضرور ہے اور اس لئے ہم پر واجب ہے کہ
اول سب سے یہ دیکھیں کہ اس کا واقع ہونا فی نفسہ ممکن ہے یا نہیں اور یہ دیکھنا راویوں کی تعدیل سے
زیادہ ضرور ہے اور مقدم ہے کیونکہ احکام کے لئے فقط خبر کافی ہے اور واقعات کیلئے مطابقت
واقع سے بھی ضرور ہے پس اخبار اور واقعات کے جھوٹ سچ میں تمیز کرنے کا اصل اصول امکان
اور استحالہ ہے پس اگر ہم انسان کے مجمع اور دنیا کی آبادی اور موجودات کی طبیعت اور اُسکے
عوارض ذاتی پر نظر کر کے کسی خبر کو محال سمجھیں۔ اُسے جھوٹا جانیں ورنہ اُسکی تصدیق کے لئے راویوں
کے حالات دریافت کریں اگر ہم اس اصل اصول پر جس کی صحت میں ذرا شک نہیں ہے خبروں کی
جانچ کریں تو ضرور ہم غلط خبروں کے قبول کرنے سے محفوظ رہیں گے اور جو حکایتیں یا روایتیں
مؤرخین لکھ گئے ہیں اُنکی صحت اور غلطی اس اصول پر لحاظ رکھنے سے سمجھ سکیں گے ۔

جو کیفیت اخبار کی اس محقق نے بیان کی اور جو اصول اُسکی تنقید کے قرار دیئے کون ہے کہ
اس سے انکار کرے گا۔ اگرچہ ہر زمانہ میں محققین اہل اسلام نے اسطرف توجہ کی ہے اور اخبار اور
تاریخ کی درستی میں کوشش۔ اور ابتک اُنکی نیک کوششوں کے آثار بھی باقی ہیں مگر ایسا زمانہ اسلام
کی تاریخ میں نہیں ملتا جس میں پوری کامیابی ہوئی ہو اور عموماً صحیح تاریخ نے رواج پایا ہو
بلکہ بدنصیبی سے اور علوم حکمیہ کی ترقی نہ پانے سے محققین کی کوشش کا پورا اثر نہ ہوا اور متقشفین
فقہا نے جہانتک ہوسکا اُنکی کتابوں اور تحریروں کو شائع نہ ہونے دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ
فقہ اور سیر کی صدہا کتابیں مسلمانوں کے پاس موجود ہیں مگر محققین اہل اسلام کی عمدہ اور مفید
تحقیقات کا کچھ نشان نہیں اور بغیر یورپ کے محققین کی اعانت کے ہم اُنکی کتابوں اور تحریروں
سے واقف نہیں ہوسکتے۔ لیکن یہ بات تعجب کی نہیں ہے کیونکہ اکثر گرفتاران زنجیر تقلید ایسی محققانہ
تحریروں کو بآزادی شایع و مشتہر ہونے دیتے تو اُنکا عنکبوتی کارخانہ قایم نہ رہتا اور تقلید

کی غلامی سے مسلمان کبھی کے آزاد ہوجاتے مگر جو زمانہ گذر گیا اُس میں اخبار اور تاریخ کی غلطی یا غیر معتبر ہونے نے بہت نقصان اسلام کو نہیں پہونچایا سوا اس کے کہ اور قوموں کے نامور مورخوں کی طرح اُنھوں نے قدیم زمانہ کی تاریخ لکھنے اور واقعات تاریخی کی تنقیح میں نام نہیں پایا دین و مذہب پر اسکا اثر نہیں پہونچا اسلئے کہ اسوقت عموماً مذہب اور خیال اور علم اور مذاق سبکا ایک تھا اور ایک ہی طریقہ سے مذہب کی حمایت اور اسلام کی اشاعت جاری تھی پس ہر ایک غلط اور غیر صحیح خبر جس میں کوئی حیرت اور بوالعجبی پائی جاتی یا جس سے کوئی بات عزت اور شان کی پیدا ہوتی بے عذر مان لی جاتی اور عوام الناس تو اُسے معجزہ یا کرامت یا خرق عادت سمجھ کر فوراً ایمان لے آتے گو وہ خبر ازروے اصول عقل اور فطرۃ کے کیسی ہی محال اور غیر ممکن ہوتی لیکن اسکی تنقیح اور تنقید نہ کی جاتی کیونکہ جاہل فقیہونکے پاس ہر محال اور غیر ممکن الوقوع واقعہ کے انکار کے لئے اُنکے غلط خیال میں خدا کا کلام موجود تھا۔ جو بات عقل میں نہ آتی سادگی سے ایمان لے آتے اور کہدیتے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مَا لَيْسَ ذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ بِبَعِيْدٍ مگر یہ زمانہ جو چل رہا ہے اس میں اخبار اور تاریخ سے غفلت کرنا اور بے تحقیق و تنقیح کے انکا مان لینا مسلمانوں کے لئے مضر ہے بلکہ اسکا اثر مذہب اسلام پر پہونچتا ہے کیونکہ اسوقت مختلف مذہب اور مختلف خیال اور مختلف مذاق والوں سے اسکا مقابلہ ہے اور ہر مذہب اور ہر خیال اور ہر مذاق کو علم اور عقل اور حکمت سے مدد و اعانت پہونچتی ہے۔ پس اس سے نازک زمانہ میں اگر ہم مسلمان غلط اور غیر صحیح اخبار سے جو علم اور عقل اور حکمت سے مخالف ہوں اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرے کا مقابلہ کریں تو ظاہر ہے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ (یہاں نقل ریویو کی ختم ہوئی)

ابن خلدون کی تاریخ پر اہل یورپ کے اعتراضات

ابن خلدون نے جو تاریخ کے باب میں اصول تنقیح و تنقید و اغلاط سے بچنے کے اور طبایع عالم کے جاننے کے بیان کئے ہیں اُن کی اہل یورپ بھی تعریف کرتے ہیں۔ مگر اُس کی تاریخ میں یہ عیب بتاتے ہیں کہ وہ مشرقی زبانوں کے سوا اہل یورپ کی زبان کوئی نہیں جانتا اسلئے وہ اُن کی تاریخ سے ناواقف تھا جو حالات اُس نے اُنکے لکھے ہیں اُن میں غلطیاں کیں۔ روزبی ڈی سلین اور امری اس کی تاریخ کو ایک تاریخی کتاب تسلیم کرتے ہیں مگر یہ عیوب اسمیں بتاتے ہیں۔ تاریخ کی طرز صاف نہیں تاریک ہے بے پروائی سے لکھی ہے۔ وقت کے

اعتبار سے تاریخی بیانات خلط ملط ہیں اور وہ اپنی رفتار میں فضول استدلال سے رک جاتے ہیں تقسیم مضامین ایسی ہے جس میں بیانات مکرر آتے ہیں۔ جن استناد اور استشہاد پر واقعات کو بیان کیا ہے اُن کو پیچ صحیح نہیں بیان کیا ہے۔

ان اعتراضات کی وقعت اُس شخص کے دل میں ذرا بھی نہیں پیدا ہوتی جس نے ابن خلدون کی اصل کتاب کو پڑھا ہو۔ یورپ کے مصنف محقق مورخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ابن خلدون علم تاریخ کے اصول ایجاد کرنے میں سب پر سبقت لے گیا مگر اپنے ہی اصول کے موافق وہ اپنی تاریخ تالیف نہ کر سکا۔

مغربی خیالات کے موافق علم تاریخ کا مفہوم

اب تک میں نے علم تاریخ کے معانی و مقاصد و مفاد اور مورخ کے فرائض مشرقی خیالات کے موافق بیان کئے ہیں اب میں ان ہی باتوں کو مغربی خیالات کے موافق بیان کرتا ہوں انگریزی لفظ ہسٹوری ہے۔ جس کا ترجمہ اُردو زبان میں تاریخ کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ گو اصل انگریزی لفظ کے معنے کا حق پورا نہیں ادا کرتا لیکن پھر بھی تاریخ کا لفظ قریب المعنی اصل انگریزی کا ہے۔ انگریزی ہسٹوری کے حقیقی معنے واقعات کے بیان کے ہیں لیکن ۴۸۴ء قبل از مسیح ایک نامی گرامی مورخ یونانی ہیرو ڈوٹس گذرا ہے جو قدیم مورخوں کا باپ کہلاتا ہے اس نے اس لفظ کے معنے جو اب تک چلے جاتے ہیں یہ مقرر کئے ہیں کہ جب بڑے بڑے اجتماع انسانی ہوتے ہیں جنکے اثر دنکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرت میں تعلقات تمدنی مذہبی اخلاقی تجارتی سیاسی علمی پیدا ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے کو علم تاریخ کہتے ہیں جن میں ان باتونکا ذکر توضیح و تفصیل سے کیا جاتا ہے کہ انسان کے مدنی الطبع ہونے کے سبب سے جو برادرانہ رشتہ مندی پیدا ہوتی ہے اور جو اس کے ارتکاب فعل کے اسباب ہوتے ہیں اور اُن سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

لارڈ بیکن نے جو علم تاریخ کی تعریف کی ہے

لارڈ بیکن انگلستان میں بڑا نامور حکیم و عالم متبحر بے مثل گذرا ہے وہ شاعری اور فلسفہ پر علم تاریخ کی فضیلت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ انسان کی قواے عقلیہ یہ تین ہیں۔ حافظہ متخیلہ فہم۔ آخر دو قوا، بغیر اول کے معطل و بیکار ہیں اسلئے وہ دونوں اول کے محکوم و تابع ہیں پس علم تاریخ جو حافظہ سے متعلق ہے افضل ہے شاعری سے جو قوت متخیلہ سے متعلق ہے۔

اور فلسفہ سے اعلیٰ ہے جو قوت فہم سے متعلق ہے۔

اُنیسویں صدی میں جرمن میں ہیگل بڑا نامور مورخ و حکیم ہوا ہے وہ علم تاریخ کو ان تین قسموں میں منقسم کرتا ہے۔

اول قسم۔ جن واقعات کو دیکھیں یا اوروں سے سُنیں اُنکو من وعن لکھ دیں انہیں دخل در معقولات نہ کرکے بے کم وکاست لکھدیں کچھ کم وبیش نکریں اس کو خالص تاریخ کہتے ہیں۔

دوم قسم۔ اول قسم کی تاریخ کے مصالح و ماذہ سے مؤرخ اس تحقیق وتنقیح میں اپنی ساری ذہانت و استعداد کو صرف کرتا ہے کہ تاریخ کے لحاظ سے کون سے واقعات صحیح ہیں اور کون سے غلط ہیں۔ اور صحیح اور غلط ہونے کے وجوہ اور دلائل کیا ہیں اور غلط واقعات کو لوگوں نے کیوں صحیح مان لیا ہے۔

سوم قسم۔ تاریخی واقعات کے مقدمات کو مرتب کرکے انکے نتائج استخراج کرتے ہیں اور کل واقعات کو ایک سلسلہ میں مسلسل کرکے ان کو واحد بناتے ہیں۔ اور اس میں اسباب ونتائج وعلت ومعلول سے بحث کرتے ہیں (اسکو سائنس کیصورت میں ڈھالتے ہیں)

اُنیسویں صدی میں انگلستان میں بکل صاحب بڑا علم تاریخ کا عالم متبحر ہوا ہے۔ وہ تاریخ کی تعریف یہ کرتا ہے انسان کے حالات میں جو تغیرات نیچر کرتا ہے اور نیچر میں جو تصرفات انسان کرتا ہے ان تغیرات اور تصرفات کو علم تاریخ بیان کرتا ہے وہ مافوق الفطرت واقعات کو غلط بے بنیاد جانتا ہے اور ان کو اپنے سے خارج رکھتا ہے جن سے کہ قدیمی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

اُنیسویں صدی میں انگلینڈ میں کارلائل صاحب فن تاریخ کے ماہر کامل گذرے ہیں۔ وہ تاریخ و مورخ کی نسبت جو تحریر فرماتے ہیں اسکا مختصر بیان یہ ہے کہ آج جو تم ہری کونپلیں نکلی ہوئی اور پھول کھلے ہوئے اور ہرے بھرے درخت پھولے پھلے ہوئے دیکھتے ہو ان کے نیچے بن کے بن پہلے سالوں اور دنوں کے دبے ہوئے پڑے ہیں انہیں جن درختوں کی چھوٹی عمریں ایک برس کے اندر تھیں وہ تو بہت جلد گل سڑکر ملکر بے اعضا قالب میں جون بدلکر آگئے اور جن درختوں کی بڑی عمریں ایک یا تین ہزار سال کی تھیں (جیسے کہ ایلوے کے درخت کی) اُن کا حال بھی بہت دیر میں یہی ہوگیا۔ انسان کی تاریخ کی ابتداؤں سے ان سب درختوں کو اپنی بقا اور فنا کی

منزلوں میں زیادہ نیچا عمیق پاؤگے۔ تم خیال کرو کہ یہ ہمارے حروف تہجی ہماری بولی کہاں پیدا ہوئی۔ ہمارا اپکانا جسکے سبب سے ہم جیتے ہیں۔ ہماری معماری جسکی وجہ سے ہم مکان میں رہتے ہیں کہاں پیدا ہوئیں! اس دن کے واقعات کی ریشہ دار جڑیں کان سوئب اور رمی جیش مدھومل کین اور ٹرپ ٹول کی خاک میں پاؤگے اور انکی بیج کلان تمھیں اپنے باوا آدم کے ادراما حوا کے کوئلہ کی چنگاری میں دیکھوگے تہ میں کوئی کامل تاریخ موجود نہیں نہ کوئی کامل تاریخ خیال میں آدنے کے قابل ہے۔ تمام گذشتہ صدیاں فنا اور ابتر ہوکر خاموش گونگی ہوگئیں۔ سترھویں صدی بھی اپنی آنکھیں دکھارہی ہے کہ میں بھی یہی کرونگی۔ تواریخ ایسی ہی کامل ہوتی ہیں جیسا کہ مورخ عاقل ہوتا ہے جس کو خدا آنکھ اور عقل عطا کرتا ہے کل زمانہ گذشتہ سے جو قابل یاد یا ناقابل یاد ہے زمانہ حال کی پتّی دار کلیاں نکلتی ہیں بس یہی فن تاریخ ہے کہ یہ تمیز کیجائے کہ کون سے غنچے انمیں سطح کے اوپر شگفتہ ہیں اور ہمارے لئے شاخیں نکالتے ہیں اور کون سے ایسے ہیں کہ دیرتک سطح کے اوپر نہیں آئینگی لیکن صحیح سلامت اپنی صورتیں زمین کے اندر ہی بنایا کرینگی۔ اور کبھی اپنے برگ وبار سے انسان کو متمتع نہیں کرینگی۔ اول کا حال سنکر ہم مسرور ہوتے ہیں اور دوسری کا حال سُنکر رنجور۔ ان دوسری باتوں کے بیان کرنیکو خود نما کوڑھ مغز بھلا جانتے ہیں۔ عاقلانہ یاداور دانشمندانہ فراموشی پر تاریخ کا مدار ہے یا دبغیر فراموشی کے ناممکن ہی۔ جب یہ دونوں یاداور فراموشی فرزانگی کے ساتھ ہوتی ہیں اور مورخ بھی پاک نفس راست باز و موزوں طبع ہوتا ہے تو زمانہ حال کی الیاڈ بن جاتی ہے (الیاڈ روزگار گذشتہ کی یادگار نظم میں ایک نامور کتاب ہے) اگر یاد سفیہانہ اور فراموش احمقانہ ہے اور مورخ کی عقل پہ بیہوشی اور دروغ کا پردہ پڑا ہوا ہے تو بالکل ایک کتاب بنتی ہے جس میں بالکل تاریکی ہوتی ہے مورخ کی بڑی غلطی ہے کہ وہ اپنی روٹی کھانے کے لئے خوشامد وچاپلوسی تاریخ معلق کو بنائے اُسکو چاہیئے کہ وہ کسی سے خوف نکرے بیدھڑک سوائے سچ کے کچھ اور نہ لکھے نہ دوستوں کی تعریف کرے نہ دشمنوں کی ہجو۔ دونوں کو برا بر جانے اپنی باتوں میں ثابت قدم رہے۔ عموماً یا کلیتہً تاریخیں جو لکھی جاتی ہیں اُنکے اظہارات اور بیانات زیادہ دھوکہ دینے والے اور کم از کم ناقص و ناتمام بہت بُری طرح سے ہوتے اور نہایت متزلزل و پر خلل و ہل چل کے زمانوں کے

رہنے والوں کی اصلی حالتوں کے نقشوں کو جس مبالغہ سے وہ رقم کرتے ہیں اس سے زیادہ کوئی مبالغہ نہیں ہوسکتا۔ عام واقعات عظیمہ جنکو خاصکر تاریخ لکھتی ہی اُنکا اثر بلاواسطہ بہت ہی کم خلقت پر ہوتا ہے وہ اُن لوگوں کے لیے جو کسیقدر ان واقعات سے تعلق رکھتے ہیں کوئی بڑی کاربرآری وخوشی و رنج نہیں پیدا کرتیں نہایت بُرے وقتوں میں جنمیں چاروں طرف ایک آفت برپا ہوتی ہی آپس میں سول وار ہوتی ہی اور انقلابات سلطنت پیدا ہوتے ہیں اور ظلم و ستم برپا ہوتے ہیں تو بہت سے آدمی اس وقت کے بڑے حصہ میں اپنی عشق بازی اور دولت کی کمائی میں مصروف ہوتے ہیں وہ جلسوں اور دوستوں کی صحبتوں میں اپنا وقت تفریح و تفنن میں گذارتے ہیں اپنے پیشوں کے کام کرتے ہیں دنیوی پیش قدمی کے لیے یا اپنے ذاتی تشخص و ترفع کے لیے تدابیر اسطرح کرتے ہیں جیسے کہ عام امن و امان و چین چان کے زمانہ میں کرتے تھے۔ جیسے کہ ایک زمانہ میں دربار داری کرتے تھے اور رقص و سرود کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے ایسے ہی دوسرے زمانہ میں نقص پیا ہوتے ہیں وہ شادی بیاہ رچاتے ہیں اور تقریبات کی خوشیاں مناتے ہیں بن سنور کر بال کے جلسوں اور گھوڑ دوڑ میں جاتے ہیں وہ اپنے مطالعوں میں اور کبھی کھانوں کے جوڑ میں مصروف ہوتے ہیں تھوڑی دیر بعد دل بھر کر کھانے کھاتے ہیں خوب نیندیں بھر کر سوتے ہیں اپنی پود کو چھدرا کرکے لگاتے ہیں۔ نوکروں کو گھرکیاں جھڑکیاں زور شور سے دیتے ہیں۔ خوش خوش اپنے بچوں سے بکواس کرتے ہیں گویا کہ یہ معاصرین بڑا مصالح تاریخ کی غمناک فکر و غور کے لیے پیش ہی نہیں کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہی کہ زندگی کی نیچے کی رو میں چُپ چاپ اپنی عمیق و مستقل راہوں میں اپنی ابدی سوتوں میں چلی جاتی ہیں اِسکی سطح پر جو طوفانات خلل اندازی کر رہے ہیں اُن کا اثر اُن پر کچھ نہیں ہوتا یا تھوڑا سا کچھ اضطراب پیدا ہوتا ہی لیکن ہر ملکی تاریخ پر زمانہ کا امتداد ہوتا ہی تو دور کے طلبہ کو اُس کی سرگذشتیں یہ معلوم ہوتی ہیں کہ متواتر مصائب و آفات کی ستم خیز گھنگور گھٹا چھائی ہوئی اندھیرا کر رہی ہی۔ بہت سے آدمی جوان غمناک زمانہ کے کاموں میں موجود تھے انہیں پاؤگے کہ وہ خوشی و آرام کے اوسط سے محظوظ و مسرور تھے اور اپنے زمانہ کے واقعات کے صدموں کا اثر بہت ہی کم بہ نسبت اُن لوگوں کے تھا جو سوائے اسکے کچھ اور نہیں جانتے تھے کہ ان واردات کا وقوع ہوا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ تاریخیں ناقص اس سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ جب ان زمانوں کے کہ آفات برپا ہوتی ہیں مصائب کی داستانیں تحریر کرتے ہیں اور مسرت و عیش کی حکایات کو

فروگذاشت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے حالات نہیں لکھتے جو اپنی بے فکری کے سبب سے اس زمانہ سے خبر بھی نہیں ہوئے۔

انیسویں صدی میں فرونڈ صاحب جو علم تاریخ کے کامل محقق ہیں وہ تاریخ کے مخالفین کو اس طرح دکھلاتے ہیں کہ اور زمانوں کے حالات کا صحیح صحیح تخمینہ کرنا اور جانچنا و پرکھنا مشکل ہی نہیں ہی بلکہ ناممکن ہی جو حالات ہماری آنکھوں کے سامنے گذرتے ہیں وہ بھی ایک دھندلے آئینہ میں ہمکو دکھائی دیتے ہیں صاف سے صاف چیز جو ہمارے سامنے آتی ہی اسکی تصویر بھی جبتک ہمارے دماغ میں منقش نہیں ہوتی کہ آنکھ اور عقل دونوں اپنی طرف سے اسمیں کچھ اضافہ نہیں کرتے تاریخی تحقیقاتوں میں نہایت تعلیم یافتہ صاحب فکر ناخواندہ جاہل پر فوقیت رکھتا ہی مگر نہایت محدود۔ موخ جتنا علم تاریخ زیادہ جانتے ہیں اُتنے ہی اس میں کم موافقت رکھتے ہیں۔ نہایت احتیاط سے جو تحقیقاتیں کیجاتی ہیں وہ منفرج راہوں پر چلتے ہیں اور جتنے وہ اپنی راہ میں دور جاتی ہیں اُتنا ہی اُنمیں فصل و دوری زیادہ ہوتی جاتی ہی اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہوتی جاتی ہیں۔ ڈیوڈ ہوم کی نگاہ میں سکسن بادشاہوں کی تاریخ چیلون اور کوونکی لڑائیاں تھیں فادر نیومین انگلینڈ کے اس زمانہ کے تنزل کی گردن پر چھری اسطرح پھیرتا ہی کہ وہ ساٹھ ولیوں کو اس زمانہ میں بتاتا ہی اور انگلینڈ کے محلوں میں سوکون فیروں کو لکھتا ہی جو انگلینڈ کے محلوں میں تعلیم پاتے تھے کہ گنہگاروں کے گناہ معاف کرکے بہشت میں داخل کریں اس ایک ہی زمانہ کے اِن دونوں خیالوں کے درمیان کیا زمین و آسمان کا فرق ہی کونسی بات مشترک ان دونوں میں ہی کہ جس سے طالب العلم ایک خیال سے دوسرے خیال میں گذر سکے گا اور اسکی توضیح کے لیے ایک اور بڑی مثال یہ ہی کہ مسٹر مکولی کو انگلینڈ کی تاریخ سترھویں صدی سے پہلے کچھ دلچسپ معلوم دیتی تھی اور لارڈ جان رسل کے نزدیک ریفورمیشن (سولھویں صدی کی اصلاح مذہبی) پہلی صدیوں کی جہالتوں اور حماقتوں سے پیدا ہوتی تھی مسٹر ہیلم بھی اسی کے مشابہ نتیجہ اعتدال کے ساتھ نرم الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ مسٹر کارلائل نے بھی اس مضمون کو اُن ہی کی قابلیت اور استعداد سے مطالعہ کیا اُنکے نزدیک انگلش کریکٹر کا تنزل جب ہی سے شروع ہوا ہی کہ علم ادب کی ترقی ہوئی ہی۔ بہادروں اور شجاعوں کی نسلیں تنزل پذیر ہوئیں اور تقریروں اور اسپیچوں کے زمانہ کے آگے کارہائے نمایاں سے زمانہ نے سر جھکایا۔

زمانہ ماضیہ کی تاریخوں میں یعنی غیر ملکوں کے معاملات کے تعلقات میں آدمی کے اوضاع و اطوار کا

بیان ہوتا ہی اسکے افعال اور اعمال تحریر ہوتے ہیں۔ انکے مطالعے سے ہم کو مفید مسرت اور تفریح ہوتی ہی اُن سے ہم اتنا سیکھ سکتے ہیں اور دنیا کو جان سکتے ہیں جتنا ہم زمانہ حال کے آدمیوں میں تجسس و تحقیق سے جان سکتے ہیں۔ ہم انھیں مشاہدہ کرسکتے ہیں ہم امتحان کرسکتے ہیں ہم جسکو چاہیں الزام لگا سکتے ہیں بغیر اس کے کہ ہم کسیکو رنجیدہ کریں یا خود خطرہ میں پڑیں بیشمار کتابیں ہیں جن میں بڑے بڑے بزرگ دانشمندوں نے اپنے دل و دماغ کو کھول کر رکھا ہی اور اپنے خیالات عظیم کو ظاہر کیا ہی ہمکو چاہیے کہ اُنکی پیروی کرنے میں اپنے تئیں کافی مشغول کریں۔ ممنون ہوکر اپنے فرصت کے وقت کو اُنکے مطالعہ میں صرف کریں اور پھر اپنے کاموں کو دیکھیں اور اپنے مزاجوں اور خوؤں کا مطالعہ کریں اپنے اُصول و مقاصد کا امتحان کریں اپنے خیالات کردار و گفتار پر غور کریں خود شناسی یعنی اپنے تئیں سمجھنے میں کامل کوشش کریں اِن کاموں سے کرنے کا ہم استحقاق رکھتے ہیں اور اُنسے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

تاریخ کا کوئی حصہ ایسا نافع و مفید نہیں جیسا یہ حصہ جسمیں یہ باتیں بیان کیجاتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہی۔ انسان کی روحانی ترقی کا۔ انسان کی عقل کے بتدریج نشو و نما پانے کا۔ سائنسوں کے متواتر آگے قدم بڑھانے کا۔ علم و جہل میں جو سوچنے والے کے لیے روشنی و تاریکی میں ہیر پھیروں کے ہونیکا۔ عقل عالم میں انقلابات کے پیدا ہونیکا۔ جنگ و پیکار و یورش جو بادشاہوں کا کام ہی بیان کیجاتی ہی مفید و نفیس فنون سے غفلت نہیں کیجاتی جنکے پاس مملکتیں حکومت کرنے کیلیئے ہیں انکو اپنی سمجھوں کو بھی بڑھانا چاہیئے۔

وولٹیر ایک عالم متبحر فرانس میں گذرا ہی جو اہل یورپ کا تاریخ نویسی میں معلم اول ہی وہ ارشاد کرتا ہی کہ کورٹ (دربارشاہی) اور کیمپ (لشکر آرائی) پر تاریخ کے مضامین مقصور نہیں ہونی چاہیے جو مؤرخ زمانہ ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں اُنپر یہ فرض ہی کہ وہ تحقیق کریں کہ جس زمانہ کی تاریخ وہ لکھ رہے ہیں اُس میں عام خلقت کی حالت و معاشرت کیا تھی۔

یورپ کے محقق مؤرخ اس باب میں بڑی دقیقہ سنجی اور موشگافی کرکے تحریر بھی کرتے ہیں مگر جتنا چھانو اُتنا کرکرا ہوتا ہی۔ جو مورخین اِسکے بتلانے میں اپنی اعلے درجہ کی ذہانت خرچ کرکے نتائج نکالتے ہیں وہ ایسے مخالف و متضاد ہوتے ہیں کہ اُصولِ مسلمہ کے موافق اِنمیں سے کسی کا تسلیم کرنا مشکل ہوتا ہی اِسکا حال ہم نے اوپر فرونڈ صاحب کی تاریخ کے مخالف رخوں کے دکھلانے میں کیا ہی کہ جتنے محقق ہوتے ہیں اُتنے ہی اُنکے قیاسات ہوتے ہیں جو آپس میں متحد نہیں ہوتے۔

مشرقی زبانوں میں تاریخیں

مشرقی زبانوں میں جو تاریخیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ اِن زمانوں کی تصنیفات ہیں کہ جس میں مشرقی تاریخی مذاق زمانہ حال کے مغربی تاریخی مذاق سے جداگانہ تھا۔ زمانہ حال میں مغربی محقق جن باتوں کو تاریخ کی روح رواں جانتے ہیں اُن ہی باتوں کو مشرقی مؤرخ ناپاک مردہ جانتا ہے اور اِسکے چھونے سے بھاگتا ہے۔ آجکل مورخ عام طرز معاشرت اور تمدن خلقت کے اندازہ کرنے کی جستجو میں لگا ہوتے ہیں اور اُس کے لکھنے پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ مشرقی مؤرخ ادنی معمولی باتیں سمجھکر اُنکی تحریر کو اپنی تصنیفات کی کسر شان جانتا ہے۔ پولیٹکل معاملات اپنے رخوں کو ہمیشہ بدل کر دکھایا کرتے ہیں اب انکا رُخ کچھ ہے اور پہلے کچھ اور تھا۔ ایشیائی اور فرنگستانی طرز حکومت میں زمین آسمان کا فرق ہے ایشیا کا بادشاہ مخدوم اور رعیت خادم تھی اور اب فرنگستان میں بادشاہ خادم اور رعیت مخدوم بس دونوں ایشیا اور فرنگستان اپنے مخدوموں کا ذکر کرتے ہیں ایک بادشاہ کے حالات کو تفصیل و بسط سے لکھتا ہے۔ دوسرا رعایا کے حالات کو۔ مسلمانوں نے جو تاریخیں اپنے مشرقی مذاق کے موافق لکھی ہیں انکو مغربی مذاق کے پیمانہ سے ماپ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا ستم ہے یہ کہنا کہ ان تاریخوں پر فرنگستانی تاریخ کی جامع و مانع تعریف صادق نہیں آتی اسلیے اُنکو تاریخ کہنا ہی غلط ہے بڑی نادانی و تعصب کی بات ہے۔

بعض محقق مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ کی تعریف جامع و مانع الفاظ میں بتا دینی تو بہت آسان ہے لیکن اسکے موافق تاریخ کا لکھنا نہایت مشکل ہے یورپ میں ہزاروں تاریخ لکھی جاتی ہیں گر اُنمیں شاید دو چار ہی ایسی ہوں کہ جنپر تاریخ کی تعریف جامع و مانع جو بیان کیجاتی ہے صادق آتی ہو۔

مشرقی تاریخوں پر مغربی محقق زمانہ حال کے مبالغہ کا اعتراض کرتے ہیں لیکن یہ اعتراض وہ شرقی زبان سے لاعلم ہونیکے سبب سے کرتے ہیں جو شرقی زبان داں ہوگا وہ کسی واقعہ کے مبالغہ آمیز بیان سے سمجھ جائے گا کہ اصل سانحہ کیا ہے جیسے فوٹو گرافر کسی شخص کے دونوں چھوٹے بڑے فوٹو سے شخص کی صورت کی صحیح تشخیص کر لیتا ہے ایسا ہی مشرقی انشا پرداز خواہ بیان کیسا ہی مبالغہ آمیز ہو اُنسے اصل بیان کو سمجھ جاتا ہے کیونکہ وہ مبالغہ کی رموز سے واقف ہوتا ہے کہ وہ کتنا گھٹا بڑھا کر اصل حال کو بیان کرتا ہے اب اس کے برخلاف یورپ کی تاریخوں پر غلط بیانی کا اعتراض ہوتا ہے کہ وہ اصل حال کو ایسا مسخ کر کے کچھ سے کچھ بیان کرتے ہیں کہ اصل حال کا انسے پتہ ہی نہیں لگ سکتا۔ مبالغہ سے اتنی برائیاں نہیں پیدا ہوتیں جتنی غلط بیانی سے۔ انسان کو یہ شوق ہے کہ وہ پرانی برائیوں کو دور کر کے نئی برائیاں پیدا کرتا ہے اور ان

نئی برائیوں کو بھلائیاں جانتا ہے۔

مل صاحب مورخ ہند کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ شرقی زبانوں کے ساتھ مبالغہ جیسی خصوصیت رکھتا ہے ایسے ہی یورپ کی زبانوں سے غلط بیانی۔ زمانہ حال میں تاریخ کی چھان بین اسطرح کیجاتی ہے کہ مورخ جس زمانہ کی تاریخ لکھتا ہے وہ اُس زمانہ کی تاریخیں جمع کر کے انکا آپس میں مقابلہ کرتا ہے اور مؤرخوں کی قابلیتوں اور استعدادوں کو جانچتا ہے کہ ان میں اُن تاریخوں کی تحریر کی اہلیت تھی یا نہ تھی اور اُنکو تاریخی واقعات کے معلوم کرنے کے اسباب حاصل تھے یا نہ تھے۔ اُنھوں نے واقعات کو مذہب کے تعصّب کے سبب سے یا کسی فریق کی طرفداری کی وجہ سے تو تاریخ میں انکو مندرج نہیں کیا۔ پھر ان سب باتوں کی جانچ پرتال کرنے کے بعد وہ اپنی غالب رائے قائم کرتے ہیں۔ پھر ان تاریخوں کے مطالعہ کے سوا اس زمانہ کے قوانین و آئین سرکاری دفتروں کے کاغذات و نوشتہ جات اہل دربار کے اخلاق و احکامات اور عدالت کے فیصلجات دیکھتے ہیں۔ غرض اس زمانہ کی کوئی تحریر جو خبر دیتی ہے اُسکا مطالعہ کرتے ہیں۔ مذہبی مباحثوں و مناظروں سے نتائج نکالتے ہیں۔ مقامات جنگ کو خود دیکھنے چلے جاتے ہیں اُنکے نقشے کھینچتے ہیں۔ کسی مینار یا دیوار یا محراب پر کوئی کتابہ دیکھتے ہیں یا زمین کے اندر سے کوئی پرانا پترہ نکل آتا ہے تو اسکو پڑھتے ہیں اگر وہ کٹا کٹا یا ہوتا ہے تو اُسکو اور بھی غور سے مطالعہ کرتے ہیں۔ پھر خاص زمانہ کی تہذیب و تمدن و طرز معاشرت و اخلاقی حالات کی تفتیش کر کے اُسکا صحیح صحیح اندازہ اپنے نزدیک کرتے ہیں اس زمانہ کے شاعروں کی اور قصہ طرازوں کی تصانیف سے سیاحوں کے سیاحت ناموں سے واقعات کی خوب تحقیق کرتے ہیں جس قوم کے حالات ان وسائل سے نہیں دستیاب ہوتے اور امتداد زمانہ کے سبب سے انکے حالات بالکل تاریکی میں چھپ گئے ہیں تو اس قوم کی زبان خط و خال عادات اطوار مذہبی افسانوں کا مقابلہ اور قوموں سے کر کے اور کوئی مشابہت دریافت کر کے اسکے حالات دریافت کرتے ہیں اور اسپر اپنے قیاسات دوڑاتے ہیں۔ موجودہ کہنہ و فرسودہ عمارات کو دیکھکر بنانیوالے کی تہذیب اور اُسکے انتظام سلطنت اسکی عظمت پر قیاس کرتے ہیں۔ زمانہ گذشتہ کی تاریخوں میں جو عجائبات و غرائبات و فالیں و شگون و ٹوٹکے کثرت سے لکھے ہیں اُنکو نہیں مانتے اور اُنسے یہ سمجھتے ہیں کہ اُس زمانہ کے آدمیوں کی عقلوں اور خیالات کا حال ایسا ہی تھا جیسا کہ اطفال کا اور غیر مہذب و ناتعلیم یافتہ آدمیوں سریع الاعتقادوں کے میلانوں کا ہوتا ہے۔ وہ ان عجائبات کا یقین اسلیئے نہیں کرتے کہ اُنکی مثالیں اس زمانہ میں وقوع میں نہیں آتیں۔ انسان ان باتوں کا جو اسپر عمل کرتے ہیں یقین نہیں کرتا جنکی نقلیں اپنے زمانہ میں نہیں دیکھتا۔

زمانہ حال کے مؤرخ یقین کرتے ہیں کہ جب تک فن تحریر ایجاد نہیں ہوا کسی صحیح علم کا پیدا ہونا ناممکن تھا۔ قدیم مؤرخ راویوں و روایات و اعتقادات کے بیان کرنے میں حافظہ و قوت متخیلہ و موسیقی کو کام میں لاتے تھے۔

تاریخ اور مذہب

تاریخ کے بڑے حصہ میں مذہبی اختلافات اپنے پاؤں پھیلاتے ہیں۔ حامیان دین کے ساتھ لڑائی کے لیے بڑا ہتھیار تاریخ ہوتا ہے ایک عیسائی گروہ کے نزدیک ریفورمیشن (سولھویں صدی میں اصلاح مذہبی) علم و پارسائی و عصمت مآبی سے وحشی پنے و توہمات باطلہ کو لڑکر خارج کرتا تھا دوسرے عیسائی فرقے کے نزدیک ہی ریفورمیشن مربیانہ و محبانہ و فیاضانہ حکومت پر حملہ کرکے بدنظمی و غیر آئینی و ابتری و پریشانی پھیلاتی تھی۔ ایک ہی واقعیتیں متضاد جانبوں سے دیکھی جاتی ہیں۔

یورپ میں ریفورمیشن کے سبب سے پرانے معتقدات و قدیم قوانین سیاسیہ کا تنزل ہو گیا وہ خیالی عناصر جنھوں نے تاریخ کو افسانہ بنایا تھا بالکل اصلاح کی سخت تحریکات سے مٹ مٹا گئے مگر ہوا یہ کہ ایک جھوٹ نے دوسرے جھوٹ سے جگہ چھین لی جو پہلے سے برا تھا۔ اپنے ملک میں دیکھلو کہ ایک گروہ جو اصلاح تمدن و معاشرت کا مدعی کہتا ہے کہ ہم سب پرانی برائیوں کو دور کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ انکا مخالف کہتا ہے کہ تم پرانی بھلائیوں کو دور کرکے نئی برائیوں کو پیدا کرتے ہو۔

تاریخ کا سائنس بننا

ایک خاص فرقہ عالم محققین کا ہے جو تاریخ کو سائنس بنانا چاہتے ہیں لیکن اہل سائنس جو درحقیقت سائنس جانتے ہیں انکے نزدیک جبتک تاریخی واقعیتیں تکمیل کی حد کو نہ پہنچیں اور انکا اصلی حال منکشف نہو تاریخ کسی طرح سائنس نہیں بن سکتی تاریخی واقعیتوں کی مختلف بیانی کو دیکھو پہلے زمانہ میں بھی اور اس زمانہ میں ایسی رائیں عنقا ہیں جنمیں تعصب و طرفداری نہو۔ واقعیتوں کے جو حصے لکھے جاتے ہیں وہ واقعیتیں نہیں ہوتیں غالباً یہ ہوتا ہے کہ ہر مصنف واقعیتوں کے جانچنے اور دیکھنے سے پہلے نتائج نکالتا ہے اور پہلے سے جو اسکی رائیں قائم ہوتی ہیں انکو وہ صحیح یقین کرتا ہے اور اُن ہی کو وہ سوچتا اور دیکھتا ہے۔ جب واقعیتوں کی یہ صورت ہو جنکے صحیح ہونے پر سائنس کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو تاریخ کیسے سائنس بن سکتا ہے۔

تاریخی واقعیتوں کے بگاڑنے والے

شہادت انسانی و تاریخی کے بگاڑنے والے محبان وطن و فدایان قوم و مدبران ملکی و حامیان مذہب ہی نہیں ہوئے بلکہ ان سب سے زیادہ حکما ہوئے ہیں جنکے بہت سے فریق اس زمانہ میں ہو گئے ہیں جنکی تفصیل کا محل یہ نہیں ہے۔ ہر فرقہ حکما تاریخی واقعیتوں کو اپنی ہی طرف کھینچتا ہے۔ مسٹر گلیڈسٹن جو عالم متبحر اور مدبر کامل ہے اسکا یہ یقین ہے کہ انسان کے سب سے اول مربیوں (آدم و حوا) کو سچے اخلاق اور اسرار روحانی کا علم بذریعہ الہام الٰہی کے حاصل تھا۔ اب حکیمانہ اعتراض اسپر یہ ہوتا ہے کہ جب آدم و حوا کو علم کامل حاصل تھا

تو انکی زبان بھی کامل ہوگی کیونکہ خیالات تو دلوں میں الفاظ ہی جماتے ہیں اب اس کے برخلاف قوموں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی ترقی و تکمیل بتدریج مثل اور علوم و فنون کے ہوتی ہے ابتدا سے ابتک توہمات باطلہ۔ شجاع پرستی۔ قوانین طبیعات کی جہالت۔ مذہبی و سیاسی تعصبات ایسے چلے آتے ہیں کہ واقعیتوں کی صورت بگاڑ بگاڑ کر ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ اگر سطح آب بالکل ہموار ہو تو اس میں چیزوں کے عکسوں کو ہو بہو دیکھ سکتے ہیں لیکن جس سطح آب پر نسیم خواہ کیسی ہی ضعیف موجیں اٹھا رہی ہو تو ہم اسمیں ستاروں اور بدر کے عکس ہی کو دیکھ سکتے ہیں لیکن انسے ہمارے ذہن میں انکی اصلی تصویریں نہیں کھنچ سکتی ہیں

بعض محققین کہتے ہیں کہ سائینس سے تاریخ کو کسی قسم کا تعلق نہیں ہے نہ کسی سائینس کی ترقی کا اثر اسپر پڑ سکتا ہے واقعات عظیمہ کے بیانات سے انسان بالطبع محظوظ و مستفید ہوتا ہے اور تواریخ میں یہی مضمون ہوتا ہے پس شاعری کی طرح تاریخ بھی انسان کی طبیعت کو خوش کرتی ہے اسلیے وہ بھی علم ادب کی شاخ ہے سائنس کی شاخ نہیں۔ مؤرخ کو ادیب کیطرح خوش بیان و فصیح و بلیغ ہونا ضرور ہے خوش بیان ہونے سے زیادہ راست گفتار ہونا ضرور ہے اگر مؤرخ سے راستبازی و صدق بیانی منفی کردیجائے تو محض ادیب ہونیسے وہ محض افسانہ طراز یا شاعرہ جائیگا جسکے سبب اسکی تاریخ پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی جس میں نہ طراری و قافیہ سنجی میں اسکا قافیہ تنگ اس سبب ہوگا کہ افسانہ سرا اور شاعر کیطرح مضامین کے ایجاد میں آزاد نہ ہوگا بلکہ واقعیتوں کے بیان کی قید میں جکڑا ہوا۔ تاریخ میں جبتک سائینس کی چاشنی نہو اس میں لطف نہیں ہوتا اسی لیے پہلے زمانہ کی تاریخوں کے مطالعہ میں ایسا مزہ نہیں آتا جیسا کہ زمانہ حال کی تاریخوں میں۔

علم تاریخ خواہ علم ادب کی شاخ ہو یا سائینس کی بہرحال ان سے فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ بیکن کا قول ہے تاریخیں آدمیوں کو عاقل بناتی ہیں انکے دل اپنے ملک کی محبت سے جتنے مؤثر ہوتے ہیں اتنی ہی انکی دلی تمنا ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ وہ معتبر اور مستند حالات ان باتوں کے زیادہ جانیں کہ انکے ملک کی اصل حقیقت کیا ہے انکی تہذیب کی ترقی کیونکر ہوئی ہے وہ موجودہ حالتیں کیا ہیں جو ہمکو قوموں کی میزان میں ترقی کے سبب بھاری اور تنزل کے سبب ہلکا کر رہی ہیں۔ وہ مؤرخ انسان کا بڑا محسن ہے جو یہ کام کرتا ہے کہ ان باتوں کا صحیح صحیح سراغ لگاتا ہے کہ کسطرح کسی ملک نے بتدریج ابتدائی وحشت و تاریکی و بت پرستی سے نکلکر علوم و فنون و مذہب کی نفاست و لطافت پر پیشقدمی کی ہے یہ کام ایسا مشکل ہے کہ شاید کسی نے اختیار کیا ہو اور اس کوشش میں چند ہی آدمی کامیاب ہوئے ہوں۔ سکیلٹن صاحب کہتے ہیں کہ انسان کی مختصر زندگی کی تاریخ اصلاح کرتی ہے۔

تاریخ سائنس کی شاخ ہے یا علم ادب کی۔

علم تاریخ سے فوائد وغیرہ

گرے صاحب کہتے ہیں کہ تاریخ کے بڑے صفحے زمانہ کی غنیمت سے دولتمند ہوتے ہیں۔

فلر صاحب کہتے ہیں کہ علم تاریخ جوان کو بغیر محنت و مشقت کے تجربہ آموزی کرکے ایسا پیر بناتا ہی کہ جس کے چہرے پر نہ جھریاں پڑتی ہیں نہ بال سفید ہوتے ہیں۔

پیلی صاحب کہتے ہیں کہ علم تاریخ کیا ہی؟ ایک رجسٹر لوگوں کی کامیابیوں اور مایوسیوں کا ہی جو اپنے اقتدار اور اختیار حاصل کرنے کے لیے جنگ و پیکار کرتے ہیں۔

ہم کو یہ قول سر ہنری لارنس کا یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر انگریز فرشتہ بھی بنکر تاریخ ہندو مسلمانوں کے عہد سلطنت ہند کی لکھیگا تو اُس کی عیب نمائی بغیر نہیں رہیگا۔

سر ہنری الیٹ صاحب جن کا نام نامی و اسم گرامی ہندوستان میں مشہور و معروف ہی اُنھوں نے ان تاریخوں کے جمع کرنے میں بڑا اہتمام کیا جن میں ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کا بیان تھا پھر ان تاریخوں میں سے بعض تاریخوں کا اول سے آخر تک اور اکثر میں سے بعض حصوں کا خود ترجمہ کیا یا اپنے دوستوں اور منشیوں سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرایا اور بہت تحقیق و تدقیق سے ان پر نوٹ اور ضمیمے خود لکھے گو ان کی زندگی میں یہ مسودات مرتب ہوکر مطبوع نہیں ہوئے مگر بعد ان کی وفات کے پروفیسر جان ڈوسن صاحب نے ان مسودات کو مرتب کرکے ایک تاریخ آٹھ جلدوں میں جس کے پانچہزار صفحے ہیں تالیف کرکے شایع کی اسکا نام انگریزی زبان میں جو ہے اس کا ترجمہ یہ ہی کہ ہندوستان کی تاریخ مسلمانوں کے عہد سلطنت کی جو ہندوستان کے خود مورخوں نے بیان کی ہی جسکو سر ایچ ایم ایلیٹ کے سی بی کے مسودات سے پروفیسر جان ڈوسن ایم آر اے ایس نے مرتب کی۔ صاحب موصوف دیباچہ میں اپنی رائے مسلمانوں کی تاریخوں اور موزخوں کے باب میں یہ تحریر فرماتے ہیں جو اُن کی قومی رائے کا آئینہ ہی۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان تاریخوں کو ان کی ذاتی خوبی کے سبب سے ان کی فہرست مرتب نہیں کی میرے نزدیک تو فی الحقیقت ان تاریخوں کا نام تاریخ رکھنا ہی غلط ہی ان میں خالی سرگزشتوں کے بیان کے سوا کچھ اور نہیں ہی۔ ان میں خشک نامہ نگاری ہی مگر واقعات کے بیان میں سنہ و تاریخ کی قید کا ضرور خیال رکھا گیا ہی۔ ان میں فلسفیانہ طریق پر واقعات کے باہمی تعلقات کی سلسلہ بندی نہیں۔ اسباب و نتائج پر غور نہیں کی گئی۔ ایسے ایسے خیالات اور مشورے نہیں بیان ہوئے جو ذلیل و حقیر طفلانہ نہوں۔ علی العموم ایشیائی سلطنتوں میں سازشیں و سرکشیاں و فتنہ پردازی و قتل و برادرکشی مسلسل چلی جاتی ہیں۔ ہندوستان بھی ان آفتوں میں مبتلا تھا مستثنے نہ تھا ان کی نسبت کوئی ایسی رائے ان میں نہیں بیان ہوئی کہ وہ کچھ دیر کے لیے اِن بلاؤں کو روکتی

ابن الاثیر طبقات ناصری فتوح ہندوستان سلاطین سلاطین ہندوستان کی سلطنت سابقہ پر نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

یہ بڑی صورتین کچھ دیر کیلیے قدیم شاہان مغلیہ کے حالات مین نظر سے چھپ جاتی ہین تو انکی جگہ کچھ دلچسپ شکلین پیدا
ہوتی ہین۔ شاہان سلف کے باوشاہانہ شان و شوکت و سطوت و ہیبت دربار کے آئین و آداب و امرا و ارکین
سلطنت کو خطابونکا عطا ہونا خلعت مین جواہر و تلوارین طبل ذیشان۔ ہاتھی گھوڑون کا ملنا۔
اگر ڈانی اوبی سی اس کی یہ مصنوعی تعریف مان لی جائے کہ تاریخ وہ فلسفہ ہے جو مثالون سے تعلیم کرتا ہے تو کوئی
ہندوستانی مورخ مورخ نہین ہے چند ہی ایسے مورخ ہونگے جو اعلےٰ پایہ پر پہونچے ہون اچھی مثالون و بری مثالونکا
بڑا ذخیرہ جمع ہے مگر انہین بھی اصلی راستی کو وقائع نگار کے مذہب اپنی پہلی ماننے کے اعتقاد و منصب نے خاندان
کے اثر نے تاریکی مین چھپا دیا ہے انہین اُس حکمت یا فلسفہ کا نشان تک نہین جس سے ایسے نتیجے مرتب ہون جو ہمکو
زمانہ قدیم کے تجربون اور سبقون سے فائدے دنیوی بخشین اور ملکی معاملات کی پیدا ہونیکے اور آنکے نتائج سے
آیندہ کیلیے ہمکو عمدہ صلاح تبلائین۔ ایسی حکمت کی تلاش انمین عبث ہے۔ ہندوستانی وقائع نگارونکی تحریر مین خانگی
تاریخ کا پتہ تک نہین یہی حال ابن خلدون کے سوا تمام مسلمان مورخون کا ہے۔ ان مورخون نے سوسائیٹی کی
رسوم روزمرہ پر آنکے تسلیم شدہ اختیارات پر۔ سوسائٹی کے ضروری اجزا پر و باہمی تعلقات پر۔ انکے متفرق فرقون پر انکے
عام قانون ڈھولون پر۔ انکے خانگی امور پر۔ آنکے میل جول کی عادتون پر کبھی غور نہین کیا۔ تجارت۔ زراعت
اندرونی پولیس اور مقامی عدالتونکے بیان مین بھی کوتاہی کی ہے اور امرا و وزرا و سلاطین و شاہانہ اختیارون
کے بیان مین یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ کوئی مرداتی لطیفہ۔ تقریر۔ رائے ایسی مندرج کرتے کہ جس سے عوام الناس
اور ادنےٰ درجہ کے آدمیون کے حالات معلوم ہوتے۔
ان وجوہ سے ان تصانیف کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ کیلیے جو ضروری باتین انمین تھین وہ ناقص
ہین۔ ڈاکٹر آرنولڈ کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا مقصد اعظم وہ شے ہے جو مہذب انسان کی اندرونی زندگی کو بہت
قریب سے مس کرے۔ اندرونی زندگی سے مطلب سوشیل و پولیٹیکل اور مذہبی اصول و قوانین کی تبدیلیان
ہین۔ تاریخی تحقیقات کا مقصود یہی ہے۔ ہندوستانی تاریخون مین بہت ہی کم وہ شے پائی جاتی ہے جو جھکی سطح
سے گذر کر ہمکو تہ پر لیجائے اور ایک خودمختار سلطنت کے عمل کو اُس کے سخت اور خونی قوانین کو اور ان نتیجونکو
دیکھنے دے جو قوم کے جسم عظیم پر ان مضر آثار اور ذریعے سے پیدا ہوتے ہین۔
اب بھی اگر ہم ہندوستان کی مسلمانونکی ریاستونکی طرف توجہ کرین اور انکے فرمانرواؤن کی روش اور
طریق کا امتحان کرین اور انکی رعایا کے حالات دریافت کرین جو آنکے زیر حکومت ہے۔ تقریباً مشابہ تعلقات

وحالات مین گزشتہ وحال کے زمانون مین ایک مساوات دیکھ سکتے ہین ہم دیکھتے ہین کہ بادشاہ اور وہ
بادشاہ کہ جنکو ہمنے بادشاہ بنایا ہی کاہلی اور بدکاری مین ایسے ڈوبے ہوئے ہین کہ بڑے بڑے ظالمونکی بدکاریونکی اجازت
کرہی ہین بس ایسے حاکمونکے عہد مین اگر چشمۂ عدالت اٹ جائے تو کیا عجب ہے یہ حال تہا کہ جبر وتعدی بغیر زر
مالگذاری وصول نہین ہوتا۔ دیہات جلائے جاتے ہین۔ دہقانونکے ہاتھ کاٹے جاتے ہین یا وہ فروخت کئے
جاتے ہین عمال رعایا کے حق مین قزاق اور لیٹرے بنجاتے ہین نہ انکو امن مین رکھتے ہین نہ اُنکی حفاظت کرتے
ہین درباری مفت خورے اور خواجہ سرا ریاست کے مال اڑا اڑا کر مزے اڑاتے ہین غریبونکو ظالمونکے ہاتھ سے بچنے
کا کوئی چارہ نہین بغرور اُنکی تذلیل وتحقیر مین کوئی بات اُٹھا نہین رکھتے۔ وہ بیچارے کوئی انکا چارہ نہین چلتے
جب ہم اپنی آنکھونسے یہ صورتین وہان دیکھتے ہون جہان برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا ہاتھ نہ پہنچا ہو اور وہ اُسکے نمونہ
سے فائدہ اُٹھا سکتے ہون اسکی مداخلت کا خوف ایسا لگا ہوا ہو جو اُنکی بدعہدی کی ترقی کو روک سکتا ہو تو ایسے زمانہ مین
اس قسم کی کوئی روک نہو تو ان ہندوستانی والیان ملک نے اور بہی اپنی رعایا کی بہبودی وعافیت کی ترقی کیطرف
کم توجہ کی ہوگی۔ اگر ان مصنفین نے جنکی تصانیف سے اقتباس لینے پر ہم مجبور ہین اپنے بادشاہونکا حال صحیح صحیح لکہا ہوتا
اور اُنکے ساتھ ہمدردی کرکے خوشامد نہ کی ہوتی تو بالفعل ہمکو ایسے گواہونکی شہادت رہتی کیلئے زبردستی نہ لینی پڑتی جو
گواہی دینے سے ناخوش ہوتے ہین باوجود ان باتونکے یہ بہی دریافت ہوتا ہی کہ عوام الناس ذلت وخواری مین تحت الثری
مین پڑے ہوئے تھے۔ اس خلاصہ مین جو مختصر عبارتین نقل ہوئی ہین انمین چند ایسی جھلکین بھی نظر آتی ہین کہ مسلمانونسے
جھگڑا کرنے مین ہندو قتل کئے جاتے تھے انکو بازارون مین براتونکے جلوس نکالنے کی یا پوجا پاٹ اشنان کرنے کی ممانعت
عام تھی اور مذہبی تعصب یہ تھی بتون کا توڑنا مندرونکا مسمار کرنا۔ اور جبرا بیاہ کرنا قتل کے لئے انعام مقرر کرنا مال
وجائداد کا قرق کرنا قتل ہونا قتل عام ہونا۔ فرمانرونکا دائم الخمر وعیاش ہونا جو ان حکمونکو جاری کرتے غرض سب
چیزین وہ نہین کہ جنسے ہماری اوپر کی تصویر مین کچھ افزایش ناجائز نہین ہوتی۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہی کہ معمولی
روزمرہ کے واقعات کی طومار اُن مصنفونکی تحریر مین موجود ہین نہ جنکو بدی سے نفرت نہ نیکی سے رغبت تھی اُن مین سے
ہمکو ان باتونکو اخذ کرنا پڑتا ہی۔ اور قومون نے بہی ظلم برپا کئے ہین۔ مگر اُنکے ظلمون کی نسبت کوئی نہ کوئی
ایسا شخص ہوا ہی جسنے غصہ اور نفرت سے ان ظلمونکو بیان کیا ہی جہان کہین میری انڈکس (فہرست) مین کسی تصنیف
کو عمدہ یا قابل تحسین یا بیش بہا لکہا ہی تو یہ یاد رکہنا چاہئے کہ یہ ستایش کی جملہ فقط بیان واقعات کی نسبت بالکل
لکھے ہین وہ عیوب جو اوپر بیان ہوئے ہین وہ عقلاً اس بات کی امید دلاتے ہین کہ ان تعریف کی الفاظ کا زور لگانے

گھٹ جاتا ہی اسوقت یہ عیوب اور بہی قابل افسوس ہوتے ہین جب تاریخ کا مصنف کوئی ہندو ہوتا ہی ہندو سے یہ توقع ہوسکتی تہی کہ ہم ولی رنج و راحت کی اثرون و آرزوؤن و اعتقادون خوفون خواہشون کو دریافت کرلیتے جو ایک محکوم قوم کو اس زمانہ مین ہوتین لیکن شامت سے وہ دوسرے کے منشاء و حکم کے مطابق لکھتا ہی اور جملہ محنت کیساتھ غلامانہ اسطرح تحریر کرتا ہی کہ جس سے ایک ظالم مسلمان مورخ کی خوشامد کیجائے ہندو واقعہ نگار کی طرز تحریر مین بھونڈا پن اور بناوٹ ہوتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ غیرونکا لباس اسپر ٹھیک نہین آیا۔ کوئی بات ایسی نہین لکھتا جس سے اُسکا مذہب یا قوم دریافت ہوسکے۔ ہندو اُسکے نزدیک کافر ہوتا ہی اور مسلمان دین حق کا پیرو۔ پیرون اور ولیون کی نسبت اسطرح کی خوشامد لکھتا ہی کہ جس سے وہ بڑا کٹّا پکا مسلمان معلوم ہو۔ ہندو کو مرنے پر وہ فی النار و السقر لکھتا ہی اور مسلمان کی وفات پر اسکو جام شہادت پلاتا ہی۔ اپنے فاتحین کی زبان سے رنگین فقرے کے فقرے اور عبارتین کی عبارتین اسکو ازبر ہوتی ہین وہ لکھتا ہی کہ اسلام کی روشنی دنیا پر اپنا نور پہیلا رہی ہی۔ محرم الحرام کو پاک اور قرآن کو صحیفہ نورانی لکھتا ہی۔ اپنی تصنیف کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتا ہی۔ اسکے بعد حمد الہی اور نعت رسول و منقبت آل رسول تحریر کرتا ہی۔ اور پہر مسلمانون کے عقائد راسخہ کو لکھتا ہی ایک ہندو مصنف جسکا اس کتاب مین بیان ہی لکھتا ہی کہ وہ اپنی ضعیفی مین جنازہ کے سرپر اور قبر کے کنارہ پر کہڑا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہوگا کہ بہت دن نہ گذرنے پائینگے کہ جنازہ کی جگہ ارتھی اور لب گور کیجگہ لب گنگ ہوگا جہان جلا کر اُسکی خاکستر کو دریا مین پہینک دینگے۔ اسکے بعد کے زمانہ مین بہی جب خوشامد کی ضرورت نہ رہی تہی ان غلاموں نیچے غول مین سے ایک بہی ایسا نہین ملتا جو اپنے ملک کی تاریخ کو دل لگا کے لکھتا اور اپنے ان فیلنگ و جذبات اور مسرتون کو ہمارے سامنے پیش کرتا جو ایک مدت کی مظلوم قوم اپنے پہلے آقاؤنکے ظلم سے نجات پاکر ظاہر کرسکتی ہی ان غلامون مین ایک بہی ایسا نہین جو دل کی قدرتی زبان سے بغیر قید اور چاپلوسی کے ان باتونکو اظہار کرتا۔

گو ان تصانیف کی اصلی قیمت بہت کم ہو تو بہی اُنسے وہ باتین دریافت ہوتی ہین جو ایسے شخص کے لیے قابل غور ہین جو تجسس کے ہاتھ سے انکا امتحان کرتا ہی۔ ان سے جہالت کی تاریکیان دور ہوجائینگی جو ہندوستان کے علم پر چہائی ہوئی ہین اور ثابت ہوگا کہ مسلمانون کے عہد کی تاریخ کی احتیاج کہ وہ لکھی جائے ہنوز باقی ہے ان تاریخون سے ہماری ہندوستانی رعایا پر وہ فوائد زیادہ منکشف ہونگے جو ہماری سلطنت کی عدالت اور ترقی نے پیدا کی ہین اگر ان سے انہون نے ہدایت پائی تو ان بیباک باتونسے ہمکو نجات ملیگی جو ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کی نسبت وہ لوگ اکثر کہتے ہین جو ایکطرح پر جاہل نہین ہین وہ بڑے

لوگ جو اسوقت ایسے کارنامونکی شان و شوکت مین شہرہ آفاق ہین جنکو بعض مسلسل فتوحات مین ناموری
حاصل ہے جب اُن کے حالات پرسے خوشامد کا پردہ اُٹھا دیا جائیگا اور بلاغت کا لباس اُتار کر انکو برہنہ کر دیا
جائیگا تو وہ سچی صورت مین ظاہر ہونگے اور ادہنچے کرکے کہلائے جائینگے تو غالباً دنیا اُنپر لعنت بھیجیگی پہر ان
یا دہ گو یون کے مُنہ سے جو ہماری گورنمنٹ مین بڑے سے بڑے درجہ کی آزادی درکنے بہت زیادہ پولٹیکل اختیارات
رکہتے ہین جو کبھی پہلے کسی محکوم قوم کو دئے گئے ہون قومی ہمدردی اور موجودہ زمانہ کی خرابحالت کی نسبت لغو
بیانیان سنی جائینگی۔ اگریہ بابو ان تاریخون مین سے ایک جلد بھی دیکھ لینگے جو یہان بیان ہوئی ہین تو ان قومی
ہمدردون اور حامیون اور مربیون کو معلوم ہو جائیگا کہ اس تاریک زمانہ مین جس کیلئے وہ آہین بہر رہے ہین اگر
انکے خیالات کا ایک دم بہی زبان سے نکلتا تو بجائے سکوت اور تحیر کے جلنے سیدہ اور سولی کی سزا سے انکے تحمل کو
کیا جاتا۔ فقط جرنال بوٹس ویلر صاحب جنہون نے ہندوستان کی تاریخون کو لکہنے مین بڑی تحقیق و تدقیق کی
وہ اپنی سن ہوجی رائے مسلمانون کی تاریخون کی نسبت لکھتے ہین ۔

مسلمانون کے عہد مین مورخون نے جو واقعی تاریخین لکہی ہین اُنمین زیادہ تر راستی اور درستی اور
سچائی پائی جاتی ہے بعض دفعہ وہ اُن بدکار بادشاہون کی بھی تعریف کرتے ہین جو پکے مسلمان تھے سوائے
اس کے یہ مورخ معتمد و متدین بہی تھے علماء انکو اپنی حد سے پرے نکلنے نہین دیتے تھے۔ دارالسلطنت مین
علماء و فضلا مفتیون فقیہون و قاضیونکا ایک مجمع رہتا تھا۔ شریعت اسلام پر سلطنت کو چلانا انکا کام تھا۔
ایشیائی شخصی سلطنت مین یہی گروہ تھا جو ایسی آزادانہ آواز نکال سکتا تھا۔ اگر مسلمانون کے عہد سلطنت کے
مورخ راستی کی بجائے چاپلوسی اور خوشامد کرتے تھے تو یہ گروہ انکی تحقیر و تذلیل کے درپے ہو جاتا تھا جس سے وہ پایہ
اعتبار سے ساقط ہو جاتے تھے پہر ہندوستان مین پبلک ویلی مین یعنی عام رائے معدوم ہو گئی خوشامد و دروغ کا
نام تاریخ ہو گیا جسکے بڑھ کر ابوالفضل اور خافی خان جیسے خوشامدی مورخ پیدا ہو گئے ۔

دنیا مین ہر چیز کو دو نگاہون سے دیکھنے والے دیکھتے ہین ایک کریٹکل آئی یعنے نکتہ چینی اور بدنمائی و عیب بینی
کی نگاہ سے۔ دوسرے فیورایبل آئی سے یعنے مشفقانہ نگاہ سے انسان کو اپنا نفس ایسا عزیز ہے کہ جو باتین اس کی
اپنے نفس سے متعلق ہوتی ہین انکو مشفقانہ نگاہ سے دیکھتا ہے اور غیر کی باتونکو بدنیتی کی نگاہ سے ایکسی ہی چیز دو
نگاہون کے دیکھنے سے بد و نیک نظر آتی ہین۔ کریٹکل آئی سے دیکھنا نہایت فائدہ مند اور نیک کام ہے
ایک بڑے بزرگ مسلمان کا قول ہے کہ علم مین اول قدم شبہ ہے یعنی کریٹی سزم مگر سطرح دیکھنے کی شرائط

از ایلیٹ صاحب کی کتاب ہندوستان عہد سلطنت اسلامیہ کی نسبت جلد ۵ صفحہ ۔ لکھتے ہین

ایسی سخت ہین کہ وہ شاذونادر ہی کسی مین پائی جاتی ہین جب انسان کا نفس تعدیل کی حالت مین ہوتا ہے
تو وہ خبر کو تحقیق کرکے سچ کو جھوٹ سے جدا کرسکتا ہی۔ مگر خود رائی۔ تعصب مذہبی۔ رقابت۔ خودپسندی۔ خودنمائی
کے اثر نفس مین تعدیل نہین پیدا ہونے دیتے۔ یورپ مین مورخونکا دائرہ فراخ ہی جس تحقیق و تدقیق سے وہ
تاریخونکو لکھتے ہین اسکو مین آگے بیان کرونگا۔ انہون نے اس علم کو معراج پر پہونچا دیا۔ تاریخ مین وہ دقایق
علمیہ داخل کئے ہین جنکا دنیا مین پہلے سان گمان بہی نتہا۔ ان مورخون مین منصف۔ نیک نہاد۔ پاک دل
ظاہر شناس۔ دقیق النظر۔ درست عزیمت و نیک نیت ہوتے ہین اور انکے درجے متفاوت اعلیٰ متوسط ادنے ہوتے
ہین۔ مگر بعض اسباب ایسے جمع ہوگئے کہ یہ سارے طائفے ہندوستان مین مسلمانونکی عملداری کی بابت مین
یہ ایک ہی سمان باندہتے ہین جسمین ایک ہی راگ بے سر الاپتے ہین کہ اسمین خیر اتفاقی اور شر مدامی و معمولی
و استمراری تہا اور اسکو وہ اپنی بڑی راست بیانی جانتے ہین جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا انگریزی مسلمانون کی
تاریخون اور مورخون کو بیوقعت گنتے ہین۔ وہ سلطنت مغلیہ کی تاریخ کا استناد و استشہاد ان نوشتون سے
کرتے ہین جو فرنگستان کی مختلف قومون کے سیاحون نے یہان آنکر یہانکے حالات مین لکھے ہین انکی باتون
مین ایسی مطابقت و موافقت وہ دیکھتے ہین کہ انمین جہوٹ کا احتمال کسیطرح نہین کرتے ان سیاحون کی
تفصیل یہ ہی کہ (۱) ولیم ہاکنس ہی جو ایک انگریزی بحری کپتان تہا وہ آگرہ دو تین برس ۱۶۰۹ سے ۱۶۱۱ء
تک رہا وہ جہانگیر کے عہد مین آیا تہا۔ اگرچہ وہ کوئی بڑا لیاقتمند انگریز نہین تہا مگر اس نے لیونٹ مین
ترکی زبان سیکھی تہی اس لئے وہ جہانگیر سے جو اپنی چغتائی زبان بول سکتا تہا ہم کلام ہوتا تہا اسلئے وہ بادشاہ
کو عزیز تہا (۲) سر طامس رو ایک عالی خاندان انگریز تہا۔ اس زمانہ کی انگلستان کے مدبرون مین شمار ہوتا
تہا جیمس اول نے اسکو نائٹ کا خطاب دیا اور اپنا ایلچی بناکی جہانگیر کے پاس بہیجا وہ ۱۶۱۶ء سی ۱۶۱۹ء تک
یہان ہندوستان مین رہا اسکا سفرنامہ لکہا ہوا ہی جس سے بہت سے حالات انگریزی تاریخون مین بڑے اعتبار سے
نقل کئے جاتے ہین (۳) سر طامس ہربرٹ ایک اشراف انگریز تہا جس نے ۱۶۲۶ سے ۱۶۲۹ کے قریب
ہندوستان مین سیاحت کی (۴) جان البرٹ دی مین ڈیلس لو ایک نوجوان اشراف تہا جس نے ڈیوک ہوسٹین کے دربار
مین تربیت پائی تہی اسنے ہندوستان مین ۱۶۳۸ سی ۱۶۳۹ء تک سیاحت کی (۵) فرین سر برنیر ایک فرانسیسی طبیب
تہا جو ہندوستان مین ۱۶۵۶ء سے ۱۶۶۸ء تک سکونت پذیر ہوا۔ وہ دہلی مین بادشاہ کے دربار مین رہتا تہا۔ اور
ہندوستان مین کشمیر سے گولکنڈہ تک سیر کی اسکا سفرنامہ انگریزی اور اردو دونون مین چہپا ہے۔

(۶) جان بیپ ٹسٹا ٹے وریزاورنگ زیب اور شاہجہان کے ایام سلطنت مین دو تین دفعہ ہندوستان مین آیا وہ ایک ہوشیار جوہری تھا (۷) مونشیر وی تہی دی نوٹ اُس نے اورنگ زیب کی ابتدا سلطنت مین ہندوستان مین سفر کیا وہ ایک فرانسیسی شراف تھا (۸) منوچی یہ ایک وینیشیا کا طبیب تھا ۱۶۴۹ع کے قریب ہندوستان مین آیا اور یہان ۴۸ برس کی قریب وہ رہا جب یورپ مین اس نے مراجعت کی تو وہ اپنی ایک کتاب انگریزی زبان مین اپنی تصنیف سی لایا جسمین ہندوستان کے حالات کچھہ اپنی مشاہدات سی کچھہ فارسی کتابونسی اخذ کرکے لکھی تھے اور اس کتاب کو اسنی ہندوستانکی سلاطین اور امرا کی تصاویر سی آراستہ کی تہی بادشاہی مصورونکو بہت اُجرت دیکر رنگین کرایا تھا یہ کتاب معلوم نہین کہ کسطرح سے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کسی ملازم کے ہاتھہ آئی اُس نے فادر کیٹ رو ایک جی سوٹ پریسٹ کو دکھائی اُس نے اپنی کیتھولک مذہب کی سعی و کوشش مین کامیابی دیکھکر اپنے مطلب کا سمجھکر اسکو فرانسیسی زبان مین ترجمہ کیا اور اسمین اپنی طرف سی دخل در معقولات دیا اور اسکا ترجمہ انگریزی مین ۱۷۰۸ع مین ہوا اور لندن مین چھپا شاہجہان کی سلطنت کی بیان کی کوئی اور تاریخ اس سے زیادہ معتمد اور مستند نہین سمجھی جاتی۔ غرض اہل یورپ کا خیال یہ ہی کہ ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کی تاریخ کی تصویر انہین فرنگیونکی تحریر مین صحیح صحیح کھچی ہوئی ہی اور باقی خیر۔ سفرنامہ بہی اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہوتا ہی لیکن جتنا دلچسپ ہے اُتنا ہی غلطیون کے احتمالات سی بھرا ہوا ہے۔ اس تہذیب اور شائستگی کے زمانہ مین جو ہندوستان مین یورپ کے خاصکر انگلستان کی سیاح آتے ہین ریلو مین سفر کرکے اور اپنے دوست انگریزون کے گہر اُتر کر اور ہندوستانیون سی ملکر یہانکے حالات کے سود پورٹ فولیو مین رکھکر انگلستان لیجاتے ہین اور وہان جاکر اُنکو جو اخبارون اور رسالون مین چھپواتے ہین تو اکثر باتین یہانکے اینگلو انڈین کے خلاف رائے شائع کرتے ہین تو اُنپر انگریزی اخبارات اعتراضات کی بوچھار مارتے ہین اور اُنکی غلطیان بتلاتے ہین اور اُنکو کم علم کہہ دیتے ہین سفرنامہ لکھنے والونکو بڑی غلطی جزئیات سی کلیات قایم کرنے مین پڑتی ہی سفر مین انسان کو جن اشخاص سی سابقہ پڑتا ہی وہ اُن کے اخلاق۔ عادات خیالات سی تمام قوم کی نسبت عام رائے قایم کرلیتا ہی حالانکہ ممکن ہی کہ وہ امور اُنہی چند اشخاص کیساتھ مخصوص ہون مثلاً ایک ممبر پارلیمنٹ کا انگلینڈ سے ہند مین آیا اور اسکی کونگریس کے کسی لایق ممبر سے ملاقات ہوئی تو وہ برٹش گورمنٹ کے عیوب کو اُس کے ذہن نشین کردیگا پس یہ اس ایک ممبر کی رائے سنکر یہ قاعدہ کلیہ بنائیگا کہ ساری ہندوستانی برٹش گورمنٹ کی نسبت ایسی رائے رکھتی ہین انسان بالطبع عام نتیجہ نکالنے کا شوق رکھتا ہی مگر یہ صبر اُنکو کہان ہی کہ بہت سی جزئیات کو دیکھکر استقرا سی قاعدہ کلیہ بنائی غرض نہ وہ واقعہ کے اسباب کی جستجو کرتا ہی نہ اسمین اپنا وقت صرف کرتا ہی نہ اسکو اس سفر مین اسقدر فرصت ملسکتی

ایک وربڑا سبب غلطی کا یہ بہی ہوتا ہی کہ جب سیاح کسی ملک کا سفر کرتا ہی تو اُس کی نسبت پہلے سی خیالات مخالف یا موافق اس کی ذہن مین جمع ہوئی ہوتے ہین پس جو باتین اُسکے خیالات کیموافق ہوتی ہین انکو جلد قبول کرلیتا ہے اُنکو اجمالی کیفیت ایسی نہین حاصل ہوتی کہ وہ استنباط و نتایج کیلئے کافی ہو۔ وہ بے صبری سی نتایج کو قایم کرتا ہے اور ہر واقعہ کیطرف قیاسات قایم کرتا ہی اور اُس کے دل مین جو بری سی بری یعنی دلمین پہلے سی جو حُسن ظن یا سوءظن موجود ہوتا ہی اور وہ اپنا اثر اُسکے دلمین چپکے چپکے کرتا ہی کہ اُسکو خبر نہین ہوتی دلمین جو پہلے سی حُسن ظن یا سوءظن ہوتا ہی اُسکے لیئی کئی سبب ہوتے ہین۔ اول تعصب مذہبی ہی۔ خواہ آدمی کیسا ہی وسیع المشرب فیاض دل ہو لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات مین پرورش پائی ہی اور جو حالات ابتدا ہی سی اسکو گھیرے ہوئی ہین اسکی تعلیم نے جو مخزن معلومات اُسکے ذہن مین جمع کیا ہی اسکا نونین ہر طرف سی جو آوازین آئین ہین اور بہت سی اور چیزین ہین سبکا مقابلہ بے تعصبی تنہا نہین کر سکتی گو اسوقت یورپ مین تعصب مذہبی ضعیف ہو گیا ہی اور یہ طریقہ مردود سمجہا جاتا ہی کہ سلمانون کے خلاف خیالات مذہبی رنگ کے تعصب مین صاف صاف کہائی جائین مگر اب یک دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہی کہ اسلامی حکومتون و اسلامی قومون۔ اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ مین ظاہر کئے جاتے ہین اور علم ادب کی تصنیفات مین اُنکو ایسا جذب کر دیا ہی کہ تخیل کیمیائی بہی اُن کو جدا نہین کر سکتی۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی سلطنتون کی تاریخ مین برتا جاتا ہی مگر خاصکر زیادہ تر مسلمانونکی ہندوستان کی سلطنت کیطرف اسمین بہت سے اغراض بہی شامل ہوتے ہین مسلمانونکے نیک کامونکو بہی ایسے پیرایہ سی بیان کرتے ہین جو وہ خودغرضی پر محمول ہوتے ہین اہل یورپ نے جیسا کہ اور علوم مین کمال پہونچایا ہی اسبات مین بہی کمال حاصل کیا ہی کہ وہ اور قومونکی تاریخ کی ایسی سوا ایسی نہج کی تصویر کھینچنے مین قلم کا زور دکہاتے ہین جسمین کوئی حُسن نظر نہ آئی۔ اپنی سلطنت کی خوبیونکے بتلانے کیلئے یہ ایک لازمی امر ہو گیا ہی کہ مسلمانونکی سلطنت کی عیب چہانٹے جائین۔ اس اپنے بیان کی توضیح کیلئے مین چند صفحے سرجان الیٹ کی دیباچے کے ترجمہ کرتا ہون اگر ہمارے زمانہ کا کوئی بڑا حاکم یہ خواہش رکھتا ہی کہ شاہان مغلیہ کی عالیشان عمارتونکا حال بیان کری تو وہ اپنی کام مین فوراً خاطر ہو جائیگا جب وہ دیکہیگا کہ سوائے محلات و مساجد و مقبرون کی کوئی چیز ایسی نہین جسکی تحسین سزاوار ہو اسکو معلوم ہوگا کہ اگر شہنشاہان دہلی کی فہرست مین سے تین نام نکالدئے جائین تو ایک بادشاہ بہی ایسا نہو گا جسنے اپنی رعایا کی خوشی و آرام کی فکر کبہی کی ہو۔ سوائے چند سرایون اور پلون کے جو صرف ایسی سڑکون پر تھے جہان سی شاہی لشکر ونکا گذر ہوتا تہا کوئی اُن کے نشان ایسے نہ پائیگا جسمین خودغرضی کے اصول نہ شامل ہون۔ شاہان مغلیہ کی بہت سی عمارات کی حسانت و زیبائش سے انکار نہین لیکن ذاتی عظمت نمائی اور خودبینی اُن کی تعمیر کا سبب ہوئی اور سوائے

ان چند عمارات کے جو اوپر بیان ہوئین کوئی تعمیر ایسی نہین کہ جو رفاہ عام کا کام دیتی ہو۔ اس حاکم کے دل مین
لالہ رخ کی فرضی چمک سی شاعرانہ خیالات پیدا ہوئے ہون اور ذہن مین جہانگیر کی شاہراہ کی تصویر پیش نظر
آئی ہو جو ایک دارالخلافہ سے دوسری دارالخلافہ تک جاتی تھی اور جسپر ابتدا سے انتہا تک شاندار درختون کا سا
تھا اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سرائے اور تالاب تھے لیکن شاہ جہانگیر کی فیاضی کا درجہ اُسکی نظر مین کم
ہو جائیگا جب یہ دریافت ہو گا کہ شیر شاہ نے جہانگیر سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اور شیر شاہ سے پہلے کسی اور بادشاہ نے
بھی ایسا شاہ راہ بنایا تھا اور یہ خیال بھی خلاف عقل نہو گا کہ اس بڑی شاہراہ کا اب کوئی نشان سوائے اسکے
کہ کہین کوئی فرسنگ کا منارا ٹوٹا پھوٹا کھڑا ہو باقی نہین اور اس سرسبز درختی کو جو فی الحقیقت کوئی بڑا کام
نہ تھا مین بڑے بادشاہونکی دولت اور قدرت بھی اس قابل نہوئی کہ اُسکو دائمی یادگار بنا سکتی جب یہ شخص پڑھتا
ہی کہ فیروز شاہ و علی مردان خان کی نہرون نے ملک کو قطع کر رکھا تھا تو اُسکے ساتھ ہی اُسکو دریافت ہو گا کہ اگر
یہ نہرین کبھی جاری بھی ہوئین تو صرف شاہی محلون اور شکارگاہون مین آبرسانی کیلئے ہوئین تھین اور جب
یہ نقل کریگا کہ تیمور کے مورخون مین سے کسی نے بھی ان نہرون کا ذکر نہین کیا جو مقامی حالات کو ہمیشہ مفصل
لکھا کرتے تھے اور یہ کہ بابر شاہ نے اپنی تزک مین لکھا ہی کہ ہندوستان کے صوبون مین کوئی نہر نہین ہی حالانکہ
ان دونون فاتحین کو اگر ان نہرون مین پانی ہو گا تو عبور کرنا پڑا ہو گا تو ایسی صورت مین اُسکو شبہہ ہو گا کہ آیا یہ نہرین
کبھی جاری بھی ہوئین تھین یا فقط کھود کر چھوڑ دی گئی تھین۔ علی مردان خان کی تعریف اس امر کی بہت ہے
کہ نہر بنائی وہ اور بھی کم ہونی چاہیے کیونکہ یہ دیکھنے مین آیا ہی کہ علی مردان خان کی نہرین عوام الناس
کے فائدہ کے لئے تعمیر نہین ہوئین بلکہ اُنکی وجہ یہ تھی کہ علی مردان خان نے جو دولت خیانت سے جمع کی
تھی اُسکو فضول خرچ کرکے اپنی شان اُس لئے دکھائی کہ جس بادشاہ کی امانت مین خیانت کی تھی اس سے
وہ روپیہ چھین سکے جب وہ پڑھتا ہی کہ ان بادشاہون مین سے بعض کے عہد مین جان و مال کی اس قدر
سلامتی تھی کہ ہر مسافر کو اختیار تھا جہان چاہے چلا جائے اور یہ کہ سونے کی تھیلیان سڑک پر ڈالدی جائین تو
کوئی ہاتھ تک نہ لگائے تو اُسکو اس بات کے یقین کرنے مین شبہہ پیدا ہو گا۔ اُس کے ساتھ یہ بھی تحقیق
ہوتا ہے کہ اس عہد حکومت مین جو سب سے زیادہ پر زور تھا اور ملک کی اندرونی سلامتی ایسی تھی کہ جسکی
نظیر پہلے نہ تھی۔ ایک قافلہ متھرا مین چند ہفتہ تک اسلئے ٹھیرا رہا کہ اتنے آدمی جمع نہوئے تھے کہ مضبوط ہو کر
دہلی تک جا سکین۔ آگرہ کی فصیل ایسی بودی تھی کہ شہر کے باہر کے لیٹرون سے پناہ نہ تھی جو رات دن لوٹ مار

کیا کرتے تھے۔ قرب و جوار شہر کے شکار کھیلنے کی جگہ تھی۔ گرد اور کالپی مین ہاتھی کثرت سی موجود تھے شہرون اور قصبون کا اجڑنا جس کو بعض معترضین نے ہماری پولیسی کا نتیجہ قرار دیا ہی۔ ہماری حکومت سے پہلے ہی شروع ہوگیا تھا ہمنے بقول بشپ ہیبر کے اس ملک کو ایسا پایا کہ ملک برباد تھا۔ شہر جلے پڑے تھے جبکہ غیرون کی اولاد فصیلین بنالے اور اُن کے بادشاہ حکم دینے آئے۔

اگر ہم دوسری نیت سے عام امور پر غور کرین اور فرنگستانی اور ایشیائی سلطنتون کے اوضاع کا مقابلہ کرین تو دریافت ہوگا کہ ان ہندوستانی تاریخون کے پڑہنے سی بہت سے مفید سبق حاصل ہوتے ہین جو ہمارے دلونمین اپنے ملک یعنی انگلستان اور اُسکے واجب التعظیم اصولون و قوانین کی محبت اور قدر پیدا کرتے ہین۔

جب ہم ایک خودمختار ظالم سلطنت کے برباد کرنیوالے اثر اور ایک مطلق العنان بادشاہ کی اندھے پن کو دیکھتے ہین تو ہم مین ایک باقاعدہ حکومت کی قیمت کی جانچنے کی پوری قدرت پیدا ہوتی ہی جب ان مصیبتون کو دیکھتے ہین جو موجودہ اور آیندہ نسلون پر تخت کی منازعات مین پیش آتی ہین تو ہمکو اس اصول وراثت کی قیمت معلوم ہوتی ہی جسکے قواعد منضبط ہوتے ہین اور جسمین کبھی کوئی جھگڑا یا تبدیلی پیدا نہین ہوسکتی ہندوستان مین جسقدر مصائب ہین کسی ملک مین نہین کسی ملک مین وراثت کے اسقدر جھگڑے اور تخت کی مدعی اتنے نہین پیدا ہوتے ہین۔ اکبر کی موت سے لیکر انگریزون کی فتح دہلی تک جو زمانہ دو سو برس کا ہی صرف ایک تخت نشینی ایسی ہوئی کہ جسپر جھگڑا نہوا ہو اور اس مستثنے مثال کی وجہ یہہ بھی تھی کہ وہ تخت ہی کسی قابل نرہا تھا کہ تخت نشینی کا فساد اُٹھتا۔ کیونکہ اسکا زمانہ وہ برا وقت تھا جب اور بادشاہونکی تباہیان لوگونکو یاد تھین اور ابدالی دشمنی مین سب کو گمان تھا کہ کوئی اور حملہ ہونیوالا ہی۔ آج تجربہ سی ظاہر ہوتا ہی کہ برائے نام بھی تخت شاہی بغیر ورثا کے جھگڑون کے نہین رہتا۔ اسکا فیصلہ ہی نہین ہوتا۔ اگر دربار انگلستان کی مرضی اور برٹش گورنمنٹ کی خوشی تنازع پیدا ہونے سی پہلے کسی ایک شخص کے حق مین فیصلہ نکردے اور باقی ورثا کے دلمین وہ امیدین نہ پیدا ہونے دی جسکی وجہ سی ہمیشہ شاہی خاندان کے لوگونکی جانین اس حب جاہ و منصب کی قربان گاہ مین خون ہوتی ہین۔

یہ تخت کی وراثت کا قاعدہ مقررہ نہونیکا سبب تھا کہ سلطنت مین ہمیشہ شور و شغب رہا اور ترقی کے رستے مسدود ہوگئے۔ یہ نہوتا تھا کہ زندہ بادشاہ کی لیے کا کوئی شخص اسکا وارث و جانشین ہوگا۔ خودمختار سلطنتون مین اگرچہ مطلق العنان بادشاہ کی مرضی قانون کا حکم رکھتی تھی لیکن مرنے کی بعد وہ مرضی اور حکم کسی بہادر سازشی رقیب کی دشمنی اور دستی شمشیر کی چمک کے ساتھہ کچھہ نہین چلنے دیتی۔ بڑے بیٹے کے جانشین ہونیکے

اصول کی مقبولیت کی بہت وجہ موجود ہین اسی اصول اور قانون سے جانشینی کے جھگڑون مین اور زیادہ ترقی
ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ ہونا اس قاعدہ پر مبنی نہین ہے۔ خاصکر ایسے ملک مین جہان کثرت سے بیویان
کرنیکی رسم موجود ہو۔ بڑا بیٹا وہ ہوتا ہی جو سب سے زیادہ دربار سے غیر حاضر رہتا ہی جس کے ساتھ گھر والونکو پہلے
ہی ہمدردی جاچکتی ہے۔ اسکا کسی صوبہ کی گورنمنٹ پر حکم ہونیکا اثر ایسا ہوتا ہی کہ موجودہ بادشاہ کی دلمین بہت
سے وہم اور خطرے پیدا کرتا ہی تو ایسے بیٹے کے حقوق کسی جوان ملکہ کے خوش کرنیکے لئے فوراً تلف کئے جاتے ہین جو
چاہتی ہی کہ اپنے بیٹے کو صاحب تاج وتخت دیکھے جب سوسائٹی کی یہ حالت ہوتی ہی تو شہزادے جانشینی کی
رقابت مین پرورش پاتے ہین یا آوارہ گردون اور قزاقون کیطرح اٹھائے جاتے ہین۔ ملک کے سردار ایک ایک شہزادہ
کے طرفدار ہوجاتے ہین اور کسی اصول یا حق کو برقرار رکھنے کی غرض سے نہین بلکہ اسلئے کہ سب سے پہلے اپنے شہزادہ
کی تخت نشینی سے نفع اٹھائینگے اور بادشاہ کے ہان اپنا ذاتی رسوخ پہلے ہوگا اور پھر بڑھتے بڑھتے خود تخت پر بیٹھنے
کی کوشش کرینگے رعایا اسطرح سے بے پرواہ ہوتی ہی کہ کون تخت حاصل کرے البتہ نتیجہ کو اضطراب سے دیکھتی رہتی ہے
تاکہ جب تخت نشینی کا فیصلہ ہوجائے تو تھوڑے دن امن اور محنت کی زندگی بسر ہوکر پھر نئے جھگڑون سے
آپس مین خلل پڑے مختصر یہ کہ تمام جہان مین فوائد ملکی انسٹی ٹیوشن کم یا زیادہ عام استحکام اور استقامت ہونے
سے اثر پذیر نہین ہوتے ہین جو مسلسل فسادات کی جوشون کے لازمی نتیجے ہین ان صورتون کے غور کرنے مین اور
بہت سی کیفیتون پر فکر کرنے مین۔ ان کتابون کے مستعد پڑھنے والے خود نظر آتے جائینگے۔ وہ جھگڑا اور جو کچے جو
اکثر شاہان گزشتہ کی نسبت دلمین رہتے تھے رفع ہوجائینگے اور پڑھنے والے پر ظاہر ہوگا کہ باوجود ہماری سول یا فوجی
اور خراب موسم کے جو ہمکو اس ملک مین ہمیشہ رہنے کیلئے گھر بنانے نہین دیتا اور باوجود اسکے کہ ہمکو ذاتی نفع کہان
ملک کی ترقی سے نہین۔ باوجود اس امر کے کہ بہت سی عیوب بیرونی حکومت کرنے مین باقی ہونگے جہان زبان
رنگ مذہب رسوم۔ قوانین ایسے ہین جو رعایا اور بادشاہ کو باہم ہمدردی سے محروم رکھتے ہین۔ باوجود ان
تمام حالتون کے ہمنے نصف صدی مین رعایا کو وہ عمدہ اور حقیقی نفع پہونچایا ہی کہ ہم سے پہلے بادشاہون نے
اس سے دس گنے وقت مین بھی اپنی رعایا کو ایسے ملک مین نہین پہونچایا جسکو انہون نے خود اپنا وطن قرار دیا تھا
تھا۔ ہمارا ابھی سے پیشینگوئی کرکے آیندہ کے لئے پڑھنے والونکو امید ہوسکتی ہی کہ اس کامیابی کے جوش مین جو اسوقت
تک ہمکو ہماری کوششون مین ہوئی ہی ہم آیندہ بھی متواتر کوششونکا خیال کرکے اپنے مقدر کو جس مین ہندوستان
کی حکومت لکھی تھی پورا کرین گے ۔

سائنس اور فلوسوفی اور آرٹ کی تعریف

ہم آگے لکھینگے کہ علم تاریخ سائنس یا فلوسوفی ہوسکتا ہی یا نہین۔ اس فقرہ مین دو انگریزی لفظ سائنس اور فلوسوفی کے موجود ہین جن کے ہم معانی الفاظ مجھے اپنی زبان مین نہین معلوم اسلئے مین انہین کو استعمال کرونگا اسلئے انکے اصطلاحی معانی جو ذرا دقیق ہین بیان کرتا ہون سائنس کے معنی یہ ہین کہ حقائق محققہ کا علم جو دلایل عقلیہ پر مبنی ہو۔ وہ علم عرفی یا ادنی علم کو بدلایل تبک کے اعلے درجہ کا بتاتا ہی وہ علل کے عمل کو مفصل بتاتا ہی اور یہ دکھلاتا ہی کہ واقعات کو کس طرح قوانین یا قواعد بتلاتے ہین سائنس بہت سے مظہرات فطرت و منظرات قدرت کے نظم و ترتیب و قاعدونکو بیان کرتا ہے اور موجودات عالم کے اسرار کو نہایت تحقیق و تدقیق سے انکشاف کرتا ہی۔ سائنس اور فلوسوفی ہم معنی ہین مگر آسانی کیلیے ان مین یہ تمیز کر لی ہی کہ سائنس کو مادیات سے متعلق کردیا ہی اور فلوسوفی کو عقلیات سے تاریخ کی فلوسوفی کے معنی یہ ہین کہ واقعات اور ان کے اسباب و نتایج کے درمیان تعلقات کو تبلائین سائنس یا فلوسوفی کے لئے بکار آمد ہونا بھی ضرور ہی اس سائنس مین انسان ترقی کرتا ہی کہ جس سے اسکا کام نکلتا ہی۔ اسکو منفعت ہوتی ہی اس منفعت ہی کا خیال طبیعت کو اسکا شوق اور اس کی طرف توجہ دلاتا ہی اور اس کی تحصیل کیطرف ہمت بند ہوتا ہی جہان سائنس یا فلوسوفی سے انسان کی مطلب براری موقوف ہوئی اس لئے اس سے ہاتھ اٹھایا سائنس کے ساتھ ایک لفظ آرٹ کا بھی بولا جاتا ہی۔ یہ دونون فن کی تحقیق کرلتے ہین سائنس کی تحقیقات علمیہ ہوتی ہی اور آرٹ کی تحقیقات عملیہ کسی چیز کی پیدایش کیواسطے سائنس حقایق کا اجتماع کرتا ہی اور آرٹ عمل کی ہدایت کرتا ہی اور اُسکے قواعد کا مجموعہ بتاتا ہی۔ سائنس مین یہ بحث ہوتی ہی کہ یہ ہی اور یہ نہین ہی یہ واقع ہوتا ہی یہ نہین واقع ہوتا۔ آرٹ مین یہ بحث ہوتی ہی کہ یہ کرو اور اس سے بچو۔ سائنس مظہرات عالم کے قوانین کو منکشف کرتا ہی اور آرٹ ایک اثر کے پیدا کرنیکے لئے اسباب جمع کرتا ہی اور علت غائی بتاتا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ سائنس معارف یقینیہ و علوم تحقیقیہ کا نام ہی اور آرٹ اعمال یقینیہ تحقیقیہ کا نام ہی آرٹ کے معانی ہمنے اس لئے بیان کئے ہین کہ کہین ہم اُسکو بھی اپنی تاریخ مین کام مین لائینگے۔

پہلے زمانہ کی تاریخین

دنیا مین سیف قاطع ہمیشہ بڑے بڑے کام کرتی ہی۔ پہلے زمانہ مین صرف پرائی دولت کو اپنا بنانے کا ذریعہ صرف تلوار ہی تھی مگر زمانہ حال مین اور بہت سی چیزین تہذیب نے ایسی ایسی ایجاد کرلی ہین کہ وہ پرائی دولت کو اپنا بنا لیتی ہین اور تلوار کی جگہ کام دیتی ہین مگر پہلے زمانہ مین شمشیر و تبرزنون ہی کا درجہ سب سے زیادہ اعلی سمجھا جاتا تھا اس لئے قدیم مورخون نے انہین کے حالات پر تاریخ کا خاتمہ کیا تاریخ

سکے ہزارون صفحے لڑائیون کے بیان مین اور اُسکے متعلقات کے ڈگردن سیاہ کر دیئے جن مورخون نے ایسی تاریخونکو لکھا انہون نے اپنے زمانہ مین کامیابی حاصل کی اور اس زمانہ مین جو تاریخ کا اصلی مقصد تہا وہ حاصل ہوا لیکن زمانہ مین ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہی کوئی بات ایسی نہین جو اپنی اصلی قیمت نہین رکہتی وہی باتین جو اور زمانہ مین ہمپایہ زر و مال گنی جاتی تہین وہی دوسرے زمانہ مین ہنسی کے قابل ہوگئین۔ ان زمانہ مین جیسے پہلے تاریخون کے عیب جہانٹے جاتے ہین کہ یہ نہین وہ نہین جو ہو وہ کیا خاک ہی۔ کون کہہ سکتا ہی کہ آیندہ ایسا زمانہ ترقی کا آئے کہ اس زمانہ کی تاریخونکی خاک اسطرح اڑائی جائے جیسی کہ ہم قدیمی تاریخونکی اڑا رہے ہین۔ میرے نزدیک قدیمی مورخونکی کوشش کی ہوئی قدر ریزی و دقیقہ سنجی پر نکتہ چینی عیب بینی مناسب نہین۔ ہر چیز کو اُسکے زمانہ کے موافق دیکہنا چاہیئے کہ اُس مین کونسی چیزین قدر و قیمت رکہتی تہین۔ زمانہ حال مین تاریخ کیواسطے سامان عظیم الشان تیار ہوگیا ہی فرنگستان اور بڑے بڑے ملکون کے حالات اور واقعات نہایت احتیاط سے جمع کئے گئے ہین جن ثبوتون پر وہ مبنی ہین انکی بہی بخوبی تحقیقات ہوئی مذہب کی تاریخ پر بہی بخوبی توجہ ہوئی ہی۔ علوم و فنون اور علم ادب اور مفید ایجادون اور آخر کار انسان کی آسایش اور آرام کے طریقون پر بہت کچہہ محنت ہوئی ہی زمانہ قدیم کے حالات دریافت کئے ہین۔ پرانی باتون کی تحقیقات کی قدیم شہرونکی جگہونکو کہود کر دریافت کیا قدیمی سکے نکالے ہین اور انکو پڑہا ہی۔ پرانے کتبے ڈہونڈہ ڈہونڈہ کر نکالے ہین اُنکے حروف بہی پڑہہ کر درست کئے ہین جو زبانین کہ حرفون مین نہین تحریر ہوتی تہین بلکہ چیزونکی شکلون مین لکہی جاتی تہین اُنکے معنونکو دریافت کیا اور انکے مطلب کو نکالا۔ جو زبانین کہ مدت سے فراموش ہوگئی تہین اُنکو بہی نئے سر سے یاد کیا۔ انسان کی بول چال کے استحالی قواعد اور اصول دریافت کئے اور اُسکے ذریعہ سے انسان کی ابتدائی نقل مکانی کے ایسے زمانے دریافت کئے جو بالکل نامعلوم تہی۔ علم انتظام مدن مدون ہوا جسکی بدولت دولت کی کمی و بیشی کے اسباب دریافت کئے ملکونکے اور وہانکے رہنے والون کے حالات بڑی بڑی محنتون سے جمع کئے اُنکے نقشے بنائے۔ انسان کے دنیوی کامون اور اخلاقی باتونکا بہت کچہہ حال دریافت کیا مثلاً مختلف قسم کے جرمونکی تعداد اور ایک کی نسبت بمقابل دوسرے کے اور انپر جو اثر کہ زمانہ اور تعلیم کا عورت مرد ہونے کے سبب سے ہوا اُسکا اندازہ اور جو باتین اُنکے متعلق ہین وہ سب دریافت کی گئین۔ اسی کے ساتہ جغرافیہ طبعی بہی قدم بقدم چلتا ہی۔ آب و ہوا کے حالات کے جو نقشے طیار ہوئے۔ پہاڑونکی پیمایش ہوئی۔ دریا ناپے گئے اور اُنکے مخرج دریافت ہوئے سب قسم کی قدرتی پیداواریں اور اُنکی مخفی تاثیرین معلوم کین۔ ہر قسم کی خوراک کی جو انسان کی زندگی کو ضرور ہے علم کیمیا

زمانہ حال مین تاریخ کا سامان

کے ذریعہ سے تفتیش کی اُس کے اجزا شمار ہوئے اور تولے گئے۔ اور جو نسبت انمین اور انسان کے جسم مین ہے
اُسکی بخوبی تحقیقات کیگئی علےٰ ہذا القیاس انسان کے متعلق جو باتین ہین اُنکی ہر قسم کی تحقیقات ہوئی یہانتک
کہ مہذب شایستہ قومون مین مرنے اور شادی کرنے پیدا ہونے اور پیشہ کرنے اور کامون مین مشغول رہنے کا اور اجرت
کی کمی بیشی کا اور جو اشیا کہ زندگی کے لئے ضروری ہین اُنکی قیمت کا اندازہ کیا یہ سب واقعات اور اس قسم کے
اور بہت سے حالات جمع کئے گئے ہین اُنکو درستی سے مرتب کیا ہی اور اب وہ سب کام مین لانیکے لائق ہین اُنکے ساتھ
اور بہی مفید باتین شامل ہین کیونکہ صرف بڑی بڑی قومون ہی کے افعال اور خاصیتین لکہی نہین گئین بلکہ سیاحون
نے تمام دنیا مین جو ابتک معلوم ہوئی ہی سفر کیا ہی اُسکے تمام حصون کی سیر کی ہی اور مختلف قومونکو دیکہا ہی
اُنکے حالات دریافت کئے ہین اب ہم اُنکے ذریعہ سے تہذیب شایستگی کے ہر درجہ کا اور ہر جگہ کا مقابلہ کر سکتے
ہین جبکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اپنے ہمجنسونکے حالات دریافت کرنیکا شوق کبہی کم نہین ہوتا بلکہ زیادہ ہوتا جاتا ہی تو ہم یہ
بہی دیکہتے ہین کہ اس شوق کے پورا کرنے کے وسیلے روز بروز اُسکے ساتھ زیادہ ہوتے جاتے ہین جو باتین دریافت ہوئی
ہین وہ سب جمع اور محفوظ ہین جب ہم ان سب باتون کو یکجا کرتے ہین تب ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ جن چیزون سے ہم واقف ہوگئے
ہین وہ کسقدر مفید ہین اور انکی مدد سے انسان کی کسقدر ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی مگر جب یہ بات بیان کرنی
چاہین کہ سب باتون سے کیا کام لیا گیا تو ساری یہ صورت بدلجاتی ہی۔ انسانکی تاریخ مین بہت بڑا نقص یہ ہے کہ گو
تاریخ کے علیحدہ علیحدہ جزونکی نہایت قابلیت سے تحقیقات ہوئی ہی لیکن کسی نے ان سب اجزا کو ملا کر ان سے ایک
عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہین کی اور نہ اس طریقہ کو دریافت کیا جسکے ذریعہ سے ان تمام چیزونکی آپس کی نسبت
معلوم ہو۔ یہ بات سبکے نزدیک مسلم ہی کہ بڑی بڑی باتون کی تحقیقات کیلئے جزئیات کا استقرا کرکے کلیہ نکالتے
ہین اور خاص خاص باتون سے عام قاعدہ نکالنے مین بڑی بڑی کوششین کیجاتی ہین تاکہ وہ قاعدے دریافت ہون
جنکی رو سے وہ خاص خاص باتین وقوع مین آتی ہین مگر مورخون مین یہ طریقہ عام نہین ہی ان کے دل مین ایک عجیب
خیال ہی کہ وہ اپنا کام صرف اسیقدر سمجھتے ہین کہ واقعات کو اور گذرے ہوئے حالات کو بیان کردین اور کہین کہین
اخلاق اور انتظام مدن کی کچہہ کچہہ باتین جنسے کچہہ فائدہ متصور ہو لکہدین ایسے مصنفونکا جو خیال کی سستی سے
یا قدرتی ناقابلیت سے اعلے درجہ کی تصنیف کی قابلیت نہین رکہتے یہ طریقہ ہی کہ چند سال تہوڑی سی کتابین
پڑہ لین اور تاریخ لکہنے کی قابلیت بہم پہونچالی پہر بڑی بڑی قومون کی تاریخین لکہنے لگے ان کی تاریخین
ان مضمونون کے لئے سند ہوگئین۔

تاریخی نقصان

اس محدود اور تنگ طریقہ کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوئے جن سے ہماری علم کی ترقی کو بہت نقصان پہونچا اس طریقہ کے سبب سے مورخون نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری نہین سمجہا جسکے ذریعہ سے اس علم کی تمام قدرتی باتین بالکل انکی گرفت مین آجاوین اور اس طریقہ کے سبب سے یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مورخ تو علم انتظام مدن اور علم معاشرت سے ناواقف ہے دوسرا آئین وقانون کچہہ نہین جانتا کوئی مذہبی معاملات اور تبدل رائے کی حالات سے محض ناواقف ہے کوئی فلسفہ مدنی کو نہین جانتا۔ کوئی علم طبعی سے آگاہ نہین حالانکہ یہ سب علوم نہایت ضروری ہین اسلئے کہ وہ خاص خاص باتین جنسے انسان کی مزاج اور اسکے اطوار پر اثر ہوتا ہے انہین علوم سے پیدا ہوتی ہین اگرچہ ان علمون مین سے ایک شخص کسی علم کو سیکہتا ہے دوسرا کسی علم کو۔ مگر بعوض اسکے کہ وہ سب علوم ایک شخص مین ملائے جائین متفرق ہو جاتے ہین اور وہ مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص مین ان سب علوم کے جمع ہونے سے حاصل ہوسکتی تہی وہ ضایع ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو تاریخ مین ملانیکی کوشش نہین کی حالانکہ وہ سب تاریخ کیلیے اجزا ہین۔ ہان البتہ اٹہارہوین صدی کے شروع سے چند عاقل پیدا ہوے جنہون نے تاریخ کے اس نقص پر افسوس کیا اور حتے الوسع اسکی اصلاح کی کوشش کی مگر ایسی مثالین نہایت کم ہین یہانتک کہ یورپ کے تمام علم ادب مین اصل کتابین تین چار سے زیادہ نہین ہین جنمین انسان کی تاریخ کی تحقیقات ان عمدہ اور عام طریقون پر کیگئی ہو جنسے وہ کامیابی ہوئی ہو جو اور سائنسون کی شاخون مین سولہوین صدی کے بعد سے اور خصوصًا آخری صدی سے مورخون مین خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات مین ایسے مضمونون کے شامل کرنیکا شوق پایا جاتا ہے جنکو اسنے پہلے وہ چہوتے بہی نہ تہے اس سے ایک عمدہ بات پیدا ہوئی ہے اور ایک قسم کے واقعات جمع ہونیسے قاعدہ کلیہ نکالنے کا خیال پیدا ہوا جسکا نشان یورپ کے قدیم علم ادب مین نہین پایا جاتا اس بات سے بہت بڑا فایدہ ہوا کیونکہ مورخون کے خیال نے وسعت پائی اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اصلی واقفیت کے لئے ضرور ہے کیونکہ بغیر اسکے کوئی سائنس نہین بن سکتا۔

اس زمانہ مین اگرچہ بہ نسبت زمانہ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ طمانیت کی لایق موجود ہین مگر سوا چند مثالون کے وہ سب اب تک آثار ہی آثار ہین۔ اب تک ان اصولونکے دریافت کرنے مین جنکا اثر قومونکی قسمت اور انکے چال چلن پر ہوتا ہے بہت کم کوشش ہوئی ہے اور کچہہ شبہہ نہین کہ انسان کے اعلی خیالات کیلئے اب بہی تاریخ بہت ہی ناقابل ہے اور وہ ایسی ہی بے ترتیب صورت مین ہے جیسے کہ اس مضمون کی صورت ہوتی جسکے قاعدے معلوم نہین ہوئے اور جس کی جڑ قایم نہین ہوئی۔ ہمارے پاس تاریخ کا اسقدر سامان موجود ہے

کہ اگر اسپر زیادہ کوشش کیجاے تو جسطرح کہ علوم طبعی کی مختلف شاخین تحریر ہوئین اسیطرح انسان کی تاریخ
بھی تحریر ہو سکتی ہی نیچر کی اکثر باتین جو ظاہرا بالکل بے قاعدہ معلوم ہوتی ہی اور کبھی یکسان نہین رہتی سمجھ
مین آگئی ہین اور یہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ وہ بھی قواعد معینہ و مستمرہ کی بموجب ہوتی ہین قابل لوگون نے
نہایت تامل و غور سے طبیعی واقعات پر اس غرض سے توجہ کی ہی کہ ان کے قاعدے معلوم ہون اور اسی غور و
تامل کا یہ نتیجہ حاصل ہوا ہی پس اگر انسان کے واقعات کو اسیطور پر دیکھین تو بیشک ویسے ہی نتیجے حاصل ہونگے اور
یہ بات کہدینی کہ تاریخ کے واقعات سے کلیہ قاعدہ نہین نکل سکتا ایک امر زیر تحقیقات کو بلا تحقیقات کے تسلیم کر لینا ہی
اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم کرلیتے ہین جسکو وہ ثابت نہین کرسکتے بلکہ ایسی باتونکو بھی مان لیتے ہین
جو علم کی موجودہ حالت مین نہایت غیر ممکن ہین جو کوئی شخص اخیر دو صدی کی حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور
جانتا ہوگا کہ ہر ایک پشت مین کسی ایسے واقعہ کا با قاعدہ ہونا ثابت ہوجاتا ہی اور اسکی نسبت پیشینگوئی ہوسکتی ہی
جسکو پہلی پشت کی لوگ محض بیقاعدہ اور ناقابل پیشین گوئی سمجھتے تھے پس تہذیب شایستگی سے جو ترقی پائی جاتی
ہی ہمارا یقین مضبوط ہوتا جاتا ہی کہ سب باتین باقاعدہ اور ترتیب وار ہوتی ہین پس ان باتون سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہی
کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہین ہوا ہی تو ہمکو یہہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ بیقاعدہ ہین بلکہ پہلے کے
تجربہ کو لحاظ کرکے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جو بات اسوقت سمجھہ مین نہین آتی ممکن ہی کہ آیندہ زمانہ مین سمجھہ مین آجاوے
بے ترتیبی مین سے ترتیب نکالنے کی امید اس درجہ تک ہوتی ہی کہ اکثر نامور عالمونکو بعوض امید کے یقین ہوتا ہی
اور اگر یہی امید مورخون مین نہ پائی جاوے تو اسکا سبب یہی سمجھنا چاہئے کہ وہ لوگ نیچر کے محققون کی نسبت کم
لیاقت رکھتے ہین اور کسیقدر یہ بھی سبب ہوسکتا ہی کہ معاشرت کی باتین جو تاریخ سے علاقہ رکھتی ہین زیادہ پیچیدہ ہوتی ہین
یہی اسباب ہین جنہون نے ابتک علم تاریخ کو ایک علم ہونے نہین دیا نہایت مشہور اور نامور مورخ علم طبعی جاننے
والے کی مقابلہ مین کچھہ بھی درجہ نہین رکھتا ہی کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف توجہ نہین کی جو ذہن و عقل مین
مثل کیپلر اور نیوٹن کے وحید عصر ہوتے اگرچہ موجودات کی حالات بھی نہایت پیچیدہ ہین مگر جو مورخ فلسفہ کے
طور پر تاریخ لکھتا ہی اسکو نیچر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہین کیونکہ اسکے تجربہ مین
وہ غلطیان ہوسکتی ہین جو تعصب اور جوش سے پیدا ہوتی ہین اور سامان تجربہ کا جو نیچر مین ہی کہ اسکے ذریعے
ہم دنیا مین نہایت پیچیدہ مسئلون کو حل کرلیتے ہین وہ سب سامان مورخ کے کام مین نہین آسکتے —
پس اس بات کا کچھہ تعجب نہین کہ انسان کے افعال کا علم بہ نسبت نیچر کے علم کے بچپنے کی حالت مین ہی

بیشک ان دونون علمونکی ترقی مین اتنا بڑا فرق ہی کہ علم طبیعی کی ایسی بابتونکو جو ابتک ثابت بہی نہین ہوئین لوگ تسلیم کر لیتے ہین کہ ضرور باقاعدہ ہونگی اور اُنکی نسبت پیشینگوئی بہی کرلیتے ہین مگر تاریخی واقعات کا باقاعدہ ہونا کوئی تسلیم نہین کرتا بلکہ اس سے انکار کرتے ہین اس سببسے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثل دیگر علوم کے ترقی دینا چاہتا ہی اُسکو ابتدا ہی مین ایک بڑی مشکل پیش آئی ہی کہ اس سے کہا جاتا ہی کہ انسان کے معاملات مین کچہہ اسرار ہین اور وہ اسرار خداساز ہین کہ ہماری عقل اور ہماری تحقیقات ان تک نہین پہونچ سکتی اور انسان کی آیندہ کی حالات ہمیشہ پوشیدہ رہین گے + اسکے جواب مین صرف اسقدر کہنا کافی ہی کہ ایسا کہنا صرف تحکماً تسلیم کرنا ہی کیونکہ اسکا ثبوت کچہہ نہین ہی اور اس مشہور حقیقت کی مخالف ہی کہ جہان علم بڑہتا جاتا ہی وہان قاعدہ اور سلسلہ مین بہی زیادہ یقین ہوجاتا ہی اور اس قاعدہ کے بموجب یکسان حالت مین ایک ہی نتیجے پیدا ہوتے ہین بہتر ہی کہ ہم اس عقدہ کے حل کرنے مین زیادہ غور کرین اور اس بات کو دیکہین کہ لوگونکی جو یہ عام راے ہی کہ تاریخ کبہی سائینس یا فلوسوفی کے درجہ پر نہین پہونچ سکتا اسکو سائنس کہنا ایسا ہی جیسے کہ یہ کہنا کہ آواز مین رنگ ہی اور اربعہ متناسبہ کا طول وعرض ہی اسکی بنیاد درست ہی یا نہین جب ہم اسکا خیال کرتے ہین تو ہمارے دلمین ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہی جو اسکی جڑ ہے کہ آیا انسان کے افعال اور انسان کی باہمی معاشرت کی کام کسی قانون معین کے تابع ہین یا اتفاقیہ ہین اور ایسی باتون کے نتیجے ہین جو انسان کی سمجہہ مین نہین آتے ہین ان امور کی بحث مین چند مفید باتین پیدا ہوتی ہین کیونکہ جو سوال کیا گیا ہی اُسکے متعلق دو مسئلے ہین جنکے ذریعہ سے تہذیب کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہین۔ پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ تمام امور اتفاقیہ واقع ہوتے ہین اس سند کے بموجب گویا ہر ایک واقعہ علیحدہ اور تنہا واقعہ ہوتا ہی اور کسی امر اتفاقیہ کا نتیجہ سمجہا جاتا ہی۔ ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہے اور پہر جون جون تجربہ بڑہتا ہی اور جس سے معلوم ہوتا ہی کہ سب باتین باقاعدہ ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہین تو یہ خیال مضمحل ہوجاتا ہی مثلاً وحشی قومین جنمین تہذیب کا اثر کچہہ بہی نہین معلوم ہوتا اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتے ہین انکو بلاشک یہ خیال ہوسکتا ہی کہ ہماری ضروری خوراک کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہی جو بیان نہین ہوسکتا چنانچہ شکار کبہی ملتا ہی اور کبہی نہین ملتا۔ کبہی افراط سے ملتا ہی اور کبہی نہایت کم اور اسی سببسے انکو کبہی شبہہ بہی اس بات کا نہین ہوتا کہ نیچر کے انتظام مین ترتیب بہی ہے اور نہ انکے دل مین ان تمام اصولون کا وجود سماسکتا ہی جنکی رو سے تمام واقعات وقوع مین آتے ہین اور جن اصولون کے علم سے ہم انہین باتون کی آیندہ حالت کی نسبت پیشینگوئی کرسکتے ہین مگر جب یہی قومین کچہہ ترقی کرکے

کسانوں کی حالت میں آجاتی ہیں تو وہ پہلے پہل ایسی خوراکیں کھاتے ہیں جن کا ملنا بلکہ اس کا پیدا کرنا بھی وہ اپنے
ہی فعل کا نتیجہ دیکھتی ہیں یعنی جو کچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں ان کی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر
اُن کے اختیار میں ہوجاتے ہیں اور انھیں کے محنت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ بیج زمین میں بوتے
ہیں اُس سے درخت پیدا ہوتے ہیں وہ پھولتا ہے پھلتا ہے بالیں نکلتی ہیں جب وہ پختہ ہوجاتی ہیں تو ان سے
وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا تھا اور اُس کو اس بیج سے بھی جو بویا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے ان باتوں سے انکو
صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میں کوئی تدبیر اور حکمت ہے یہ نتیجہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے اب اُن کو آیندہ کے لئے
گو یقین نہو مگر ایک قسم کا اعتبار اور بھروسہ پڑجاتا ہے اور یہ اعتبار اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو ان کو اپنی
اس پہلی اور غیر معین حالت میں تھا۔ اسی سے اُن کو ایک دُھندلا سا خیال اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ
واقعات میں کچھ تسلسل اور استحکام ہے اور کچھ وہ باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں جن کو آخر کار نیچر کا قانون کہتے
ہیں۔ اس بڑی ترقی کے ہر ایک قدم پر اُس کا خیال صاف ہوتا جاتا ہے جس قدر اُن کی تحقیقات بڑھتی ہے
اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے اُسی قدر اُن کو قاعدہ وسلسلہ اور واقعات میں باہم موافقت ملتی جاتی ہے
جس کے وجود کا اُن کو پہلے شبہ بھی نہ تھا اُس کے ظاہر ہونے سے وہ مسئلہ واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا
جو شروع میں اُن کے دل میں بیٹھا ہوا تھا بودا ہوتا جاتا ہے تھوڑی سی اور ترقی کے بعد استدلال کا شوق
دل میں پیدا ہوتا ہے اور ان میں سے بعض لوگ اپنی تحقیقات سے قواعد کلیہ نکالتے ہیں اور اگلی راے
سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور یہ یقین کرتے ہیں کہ ہر ایک پچھلا واقعہ اپنے پہلے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے
اور پہلے کا واقعہ اپنے سے پہلے واقعہ سے۔ اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیرہ ہے اور ہر ایک آدمی ایک
سلسلہ میں اپنا کام کرتا ہے پر وہ اس بات کا یقین نہیں کرسکتے کہ وہ کام کیا ہوگا۔

غرض ڈیڑھ سو برس سے اس باب میں کوشش ہورہی ہے کہ تاریخ کو کسی طرح سائینس بنائیں اور
اس میں یہ بتائیں کہ انسانیت کا بروے کار ظاہر ہونا اور انسان کے خیالات اور تصورات میں ترقیوں کا
ہونا بموجب قوانین کے کس طرح ہوا پہلے مورخ فقط واقعات بیرونی کے ہوتے تھے اب مورخ اندرونی
خیالات کے ہوتے ہیں اور تاریخ میں یہ بتاتے ہیں کہ بیرونی واقعات اندرونی خیالات پر اور اندرونی خیالات
بیرونی واقعات پر اپنا کیا دکھاتے ہیں۔ تاریخ کا سامان ایسا جمع کرلیا ہے کہ جیسے کسی اور سائینس میں جزئیات
سے استقرار کرکے کلیات کا حکم لگاتے ہیں اسیطرح تاریخ کے جزئیات سے کلیات استنباط کرتے ہیں

اور اس کو کوئی سائنس بناتا ہے کوئی فلسفہ۔ گو ابھی یہ مقصد پورا نہیں حاصل ہوا مگر آخر کو کامیابی کی شکل نظر آتی ہے
پروفیسر سیلی ایک بے نظیر مورخ انگلستان کے ہیں اُن کے اس لکچر سے جو انہوں نے انگریزوں کی تاریخ
کے میلان پر دیا ہے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں اوّل تاریخ کو اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ کوئی عملی فائدہ ہو۔
دوم تاریخ میں وہ باتیں بیان ہونی چاہئیں جو سٹیٹ پر عمل کریں باقی تہذیب (سوی لیزیشن) کی
داستانیں جن کا بیان استعارات اور تشبیہات میں زبان کی فصاحت کو چمکاتا ہے تاریخ میں کوئی درجہ
عظیم نہیں رکھتا۔ سوم تواریخ جو قدیم مورخوں نے لکھی ہیں وہ بمقتضائے زمانہ لکھی ہیں۔

مورخ کے کیا اغراض ہونے چاہئیں

کارلائل کا قول ہے کہ تمام تاریخ ایک ایسی زبان انجیل ہے غیر واضح اور پیچیدہ طریقوں سے
وہ الٰہی صورتوں کو اس دنیا پر منکشف کرتی ہے۔ کسی قوم کی سوانح عمری یا تاریخ تو ایک طرف ایک شخص
مفرد تک کے حالات زندگی میں خدا کا ایک پیغام پوشیدہ ہوتا ہے جو سننے اور نہ سننے والے کانوں کے لئے
نازل ہوتا ہے۔ پس حقیقی مقصد مورخ کا یہ ہونا چاہیے کہ اس پیغام کو ہر انسان کی تہذیب اور ہر قوم کے
تحفظ کے لئے صاف صاف بیان کردے اور اس سے بھی بڑھکر یہ کام کرے کہ اس پردہ کو اٹھادے
جس کے پیچھے دنیا کے بڑے لوگوں کی شخصیت پوشیدہ ہے اس لئے سچا مورخ نوع انسان کے حق میں سب سے
زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ تاریخ کو محض واقعہ نگاری سے جو بقید وقت و زمانہ ہو کسی قدر زیادہ ہونا
چاہیئے۔ مورخ کو فقط واقعہ نویس نہ ہونا چاہیئے۔ حقیقی مورخ کا یہ کام اور مقصد ہونا چاہیئے کہ وہ ایک
قوم کی پوری تاریخ کو جو ایک حصہ وقت میں گذری ہو امتحان کرے۔ اس تاریخ میں کثرت سے واقعات
ملینگے جن میں سے بہت سے غیر متعلق ہونگے اور ان کو مورخ کے مقاصد سے کوئی واسطہ نہوگا۔ بجز ایسی
حالت کے جبکہ صرف اتفاقی قرب اور عارضی تطابق سے وہ واقعات متعلقہ نظر آوینگے۔ اس امتحان واقعات
کے بعد اسکو ایسے واقعات منتخب کرنا چاہیے جو کسی قوم کی زندگی کو اچھی طرح سمجھنے میں ضروری ہوں
اور مورخ اُن واقعات کو نظر انداز کرے جو اس کے مضمون سے کوئی منطقی تعلق نہ رکھتے ہونگے۔ مورخ
صرف صاحب فکر فلسفی اور انشا پردازہی نہونا چاہیے بلکہ اس کو تمیز اور تفریق دکھلانے والا مورخ اور
آئندہ کا حال تبلانے والا بھی ہونا لازم ہے سچے طور پر کسی قوم کی تاریخ لکھنے میں مورخ کے ذہن میں

اس قوم کے زمانۂ ماضی کی صحیح تصویر اور اُس سرزمین کا نقشہ ہونا چاہیے جس پر اُس قوم نے بڑے بڑے لوگ اور سوسائٹی
کے حالات ظاہر ہوئے ہیں۔ علم جغرافیہ اور انسان کی مختلف نسلوں کا علم اور مذاہب مختلفہ میں مشترکہ اعتقادات
کا علم اور واقعات کو علمی طریق پر مشاہدہ کرنیکی مشق میں مورخ کو ماہر ہونا چاہیے۔ اسکو فقط ان باتوں کا مطالعہ کرنا ہی
لازم نہیں ہے کہ لشکر کہاں کہاں پہونچے۔ پارلیمنٹ اور عدالتوں نے کیا کیا۔ بڑے بڑے قومی سرداروں نے قوم کے
معاملات میں کہاں تک دخل دیا۔ بلکہ مورخ کو اُن خاموش اور مخفی اسباب کا دیکھنا اور سمجھنا بھی ہے جو عوام الناس کے
کثیر انبوہ کی زندگی میں عمل کر رہے ہیں۔ یہ اسباب وہ ہیں جو بسا اوقات زیادہ وقعت اور زیادہ دور پہونچنے والے
نتائج رکھتے ہیں بہ نسبت اُن باتوں کے جو اپنی چمک نمود اور شاندار تصور اور نظر پر جلد اثر کرتی ہیں۔ ہم کو شوق ہے
کہ لوگوں کو اُنکے بے تکلف لباس میں دیکھیں۔ اُن کے دلی خیالات اور اُنکی روزمرہ کی زندگی کے واقعات کو معلوم
کریں کیونکہ کوئی مورخ پبلک کے مذاق پر پوری قدرت نہیں رکھ سکتا جبتک کہ وہ اس عام مذاق کو پورا نہ کرے۔
اسلئے یہ بھی ایک مقصد مورخ کا ہونا چاہیے۔ مورخ کو چاہیے کہ سطح کے نیچے دیکھے اور ان اصولوں کو ڈھونڈھ
کر نکالے جنپر انسان کی ملکی زندگی اور اُسکے کام قائم ہیں اور اشیا کے اسباب دریافت کرے خاصکر اُن اخلاقی
اصولوں کو معلوم کرے جو انتظام معاملات ملکی میں شامل ہیں۔ اور تمیز کرے ایسی باتوں میں جو فضول ہیں اور جو
حقیقی تعلق ترقی واقعات سے رکھتے ہیں۔ مورخ کو چاہیے کہ فوراً کسی قوم یا شخص یا زمانہ محدود کی خصوصیت اور
خصلت کو پہچان لے اور اس قابل ہو کہ صحت کے ساتھ جھوٹی اور اصلی بزرگی کو جو قوم کے رہنماؤں میں ہوں تمیز کرے
اور فرق سمجھ لے۔ اُن باتوں اور قدرتی قوتوں میں جو کسی قوم میں پیدا ہیں اور جو زمانہ کے موجودہ بڑے لوگوں
میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس ظاہرا بزرگی میں جو کسی شخص پر اتفاق سے ڈالدی جاتی ہے جیسا کہ شاعر نے سچ
کہا ہے۔ بعض پیدا ہوتے ہیں بڑے۔ بعض بڑائی حاصل کرتے ہیں۔ بعض پر بڑائی ڈالدی جاتی ہے۔

انگلینڈ کے ایک حکیم یگانہ و فرزانہ کی رائے میں انگلستان میں علم تاریخ جو معمولاً طلبا کو مدارس میں سکھایا
جاتا ہے محض بیکار اور ہیچکارہ ہے مدرسوں میں جو بڑی بڑی تاریخیں درس میں جاری ہیں اُنمیں
کمتر ملکی معاملات صحیح اصول پر بالتصریح بیان کیے جاتے ہیں ان میں اکثر طلبہ یہ باتیں پڑھتے ہیں
فلاں فلاں آدمیوں نے اپنے اقتدار و تسلط کے حاصل کرنے کے لئے دنگے فساد جھگڑے
کیے۔ میدان جنگ میں وہ فوجیں لائے اور خوب جم کر لڑے۔ اُن کے سپہ سالاران
اور ان کے ماتحت کے افسروں کے ناموں کی تفصیل ہوتی ہے۔ سواروں اور پیادوں اور توپوں کا

بیان ہوتا ہے کہ طرفین میں سے ہر ایک کے پاس کتنی کتنی تھیں۔ پھر سپاہیوں کا میدان جنگ میں ترتیب و صف آرائیوں کا بیان ہوتا ہے۔ پھر لڑائی میں آپس کے داؤں پیچوں کا ذکر ہوتا ہے کہ کس نے کس طرح حملہ کیا اور اپنے دشمن کو پس پا کیا۔ ہر روز طرفین کو کیا فائدے نقصان ہوئے۔ فلاں سوار نے میدان جنگ میں جان دی۔ کس رجمٹ کا کوئی حصہ بالکل ضائع ہو گیا۔ آخر کو نتیجہ کا بیان ہوتا ہے کہ کون فتحیاب ہوا مقتولوں و مجروحوں و قیدیوں کی تعداد تبلائی جاتی ہے ان باتوں میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں کہ تمدنی حیثیت سے اخلاق میں طلبہ کو فائدہ دیتی ہو۔ ان میں کوئی ملکی معاملات کا صحیح اصول ایسا نہیں بیان کیا جاتا کہ جس سے کوئی تمدنی استفادہ ہو اگر طلبہ نے دنیا کی اُن پندرہ لڑائیوں کا جنہوں نے دنیا میں کارہائے عظیمہ کا فیصلہ کیا ہے اور اور لڑائیوں کا حال بر زبان کر لیا تو پارلیمنٹ کے آیندہ انتخاب کے وقت وہ اپنی رائے کی وقعت کیا دکھا سکتے ہیں۔ طلبہ کہتے ہیں کہ یہ واقعات دلچسپ ہیں بلاشبہ یہ واقعات بالکل یا بالجزو جھوٹے بناوٹی ہوں مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ واقعات قدر و منزلت کے مستحق ہیں اکثر اوقات بے کار چیزوں کو مصنوعی اور فاسد رائوں کی بدولت ظاہری قدر و منزلت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے دماغ میں گل لالہ کا سودا ہو گا یا ہوا ہو تو اس کی برابر زر وزن میں دیا جاوے تو وہ قبول نہیں کرے گا۔

بعض آدمی مشہور شہیدوں کی لاشوں یا اُن کی کسی اور چیز کو گراں قیمت پر خرید کرتے ہیں اور بطور تبرک کے رکھتے ہیں۔ غرض جیسے کسی شخص کو کسی چیز کا ذوق شوق ہوتا ہے وہ اُس سے اپنی تفریح طبع کا فائدہ اٹھا کے محظوظ و مسرور ہوتا ہے ایسے تاریخ کی بعض قسم کے واقعات کا مذاق بعض آدمیوں کو ہوتا ہے وہ اُن کے لئے مفید ہو مگر فی نفسہ اُن کی اصلی قدر و منزلت کا یہ ثبوت نہیں ہے۔ اب اُن کی نسبت یہ سوال کرنا چاہیئے کہ وہ کس کام آتے ہیں۔ واقعات کا اصلی معیار تو یہ ہے کہ ان سے کام کیا نکلتا ہے۔ اگر کوئی شخص تم کو اطلاع دے کہ تمہارے ہمسایہ میں بلی نے کل بچے دیئے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک واقعہ ہے مگر تم اس کی اطلاع کو فضول اور مہمل اس لئے کہو گے کہ ایسے واقعہ کا اثر تمہاری زندگی کے افعال پر مطلق نہیں ہو سکتا۔

تاریخی واقعات کا اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ کارگر اور بکار آمد ہوں سو چال چلن کے اصول قائم کرنے میں غیر منضبط و بے ربط واقعات کچھ کام نہیں آتے مگر ہاں ان کو تفنن و تفریح طبع کیلئے پڑھو

مگر اس دھوکہ میں نہ آؤ کہ یہ واقعات مفید ہیں۔
اکثر تاریخ کی کتابوں میں وہ علم چھوڑ دیا جاتا ہے جس کو اصل حقیقت میں تاریخ کہتے ہیں۔ زمانہ حال میں بعض مورخوں نے اپنی کتابوں میں ایسے واقعات لکھنے شروع کئے ہیں کہ حقیقت میں با وقعت اور سودمند ہیں۔ ایک زمانہ میں بادشاہ ہی ہمہ چیز ہوتا تھا اور رعیت کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ پس قدیم تاریخیں بادشاہی کے کارہائے نمایاں کے بیانوں کا مرجع و مآب ہوتا تھا۔ اور اس میں قومی زندگی کی تصویر کا تیرہ و تاریک رُخ نمودار ہوتا تھا جو پردہ کے اندر ہی رہتا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں برعکس حال ہے کہ والیان ملک کی بہبودی کی نسبت قومی بہبودی پر اور سوسائٹی کی بہبودی کے واقعات پر مورخین زیادہ متوجہ ہوئے ہیں پس جس بات کا جاننا ناگزیر ہے وہ قوم کی خصوصیات اور عادات اور اوضاع و اطوار کی تاریخ ہیں۔ ہم کو اُن تمام واقعات کا جاننا ضرور ہے جو اس امر کے سمجھنے میں اعانت کرتے ہیں کہ قوم نے کس طرح ترقی کی اور کس طور سے قوم بن گئی۔ بیشک ان واقعات کے ضمن میں ہم کو قوم کی فرماں روائی کا حال بھی معلوم کرنا چاہیے اور اس میں حتی الامکان ارکین سلطنت کے باب میں گپّیں اور بے سر دپا باتیں کم ہونی چاہئیں۔ اور زیادہ تر بیان ان باتوں کا ہونا چاہیے کہ سلطنت کی بنیاد کیونکر جمی اس کے اصول و طریقے و تعصبات کیا تھے۔ عمال اور اہلکار کیا کیا شرارتیں کرتے تھے رشوت ستانیاں کیونکر کرتے تھے اور اس بیان میں سنٹرل (مرکزی) گورنمنٹ نے حقیقت حال اور اور اعمال کے سوائے اس کی لوکل گورنمنٹوں کا اور اُس کے چھوٹے چھوٹے فروع کا بیان بھی ہونا پھر اس کے ساتھ چرچ (کلیسا) کی حکومت کا نظم و نسق اور ان کے دستوروں کا بیان بھی ہونا چاہیے۔ مذہبی رسوم و خیالات و عقائد کا ذکر ہونا چاہیے۔ یہ رسوم اور خیالات صرف وہی نہ بیان ہوں جو برائے نام لوگ مانتے ہوں بلکہ وہ بھی جن سے لوگ درحقیقت عقیدت رکھتے ہوں اور ان پر عمل کرتے ہوں۔ اس بات سے مطلع کرنا چاہیئے۔ سوسائٹی کے آداب و القاب و طرز خطاب و سلیقات سے وہ اقتدار کیا ظاہر ہوتا ہے جو ایک گروہ دوسرے گروہ پر رکھتا تھا۔ ان کے سوا وہ دستور بتانے چاہئیں جو عوام الناس کے اندرونی اور بیرونی طرز معاشرت میں رہنما ہوتے تھے۔ زن و شو اور اولاد و والدین کی باہم رشتہ مندیوں میں کیا دستور برتے جاتے تھے۔ مشاہیر کی کون کون سی کہانیاں مشہور تھیں۔ کون سے معمولی منتر و ٹوٹکے مروج تھے۔ توہمات مذہبی کیا کیا تھے

صنعت و حرفت کا نقشہ کھینچنا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ محنت کی تقسیم کس قدر کی گئی تھی۔ تجارت کا
انتظام بتانا چاہیے کہ اس کے واسطے کون کون سی ذاتیں و جماعتیں مخصوص تھیں اور آمد و رفت کے
وسائل کیا کیا تھے داد و ستد میں روپیہ کا چلن و بیوہار کس طرح ہوتا تھا۔ دستکاری کے فنون
کا بیان بحیثیت فن اور مصنوعات کے صنعت و نوعیت کا بیان کرنا چاہیے۔ ان کے سوائے قوم
کے مختلف درجوں کی عقل و ذہانت کی تصویر اُتارنی چاہیے اس میں سوائے اس بیان کے کہ
کس علم کی اور کتنی تعلیم دی جاتی تھی یہ ذکر بھی کرنا چاہیے کہ سائنس کی کس قدر ترقی ہوئی تھی
اور لوگوں کے خیالات کا رجحان کس جانب تھا۔ یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ فن تعمیر۔ بُت تراشی
مصوری۔ لباس۔ موسیقی۔ شاعری۔ افسانہ طرازی کی تربیت جو علم حسانت سے تعلق رکھتے
ہیں ہوتی تھی۔ لوگوں کی روزمرہ معاشرت۔ اُن کی خوراک۔ مکان تفریح طبع کے اشغال کا
بیان بھی قلم انداز نہ ہونا چاہیے۔ اور ان سب بیانات کے سلسلہ میں لوگوں کے قوانین۔ عادات
ضرب الامثال اور افعال سے کل جماعتوں کے جو خیال اور عملی آداب اور اخلاق ظاہر ہوں اُن کو
بھی دکھلانا چاہیے۔ پھر ان واقعات کو اس خوش اسلوبی سے جمع کرنا چاہیے کہ وہ بحیثیت مجموعی
اس طرح سمجھ میں آئیں کہ وہ ایک کل کے پرزے ہیں جن کو قدرت نے ایک دوسرے کے
ساتھ پیوستہ اور آراستہ کر دیا ہے اور پھر اُن کا مختصر بیان اس صحت و صفائی سے ہو کہ لوگ
اُن کی باہمی مناسبت کا جلدی سراغ لگالیں کہ ان میں کون کون سے واقعات تمدنی لازم و
ملزوم ہیں۔ پھر ازمنۂ آیندہ کے واقعات کا مرقع اس طرح کھینچنا چاہیے کہ جس سے صاف ظاہر
ہو جائے۔ ہر ایک اعتقاد۔ آئین۔ رسم و رواج اور انتظام میں کس طرح تغیر و تبدل ہوگا اور
پہلے پیکر افعال کی مناسبت ترقی کر کے پچھلے پیکر افعال کی صورت کیونکر بنائیگی۔ زمانہ سلف کے
متعلق بھی معلومات اس قسم کی ہیں جو شہر کے باشندے کے لئے چال چلن کی ہدایت کر سکتی ہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ اسی تاریخ کی عملی قدر و منزلت ہے کہ جس میں علم معاشرت و تمدن کی توضیح و تفصیل
بیان کیا ہو اور مورخ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ قوموں کی سوانح عمری اس طرح بیان کرے کہ
اُن کی تمدنی معاشرت کے باہمی مقابلہ کا سامان بہم پہونچ سکے تاکہ آیندہ زمانہ کے لئے ان
قطعی قوانین کا تصفیہ ہو جاوے جن کے مطابق تمدنی واقعات پیش آتے ہیں۔ اگر بالفرض اسی

معلومات کا ذخیرہ تاریخ میں جمع بھی ہو جاوے تو جب تک اس کی کنجی ہمارے پاس نہ ہو تو وہ نسبتاً کم مفید ہوتا ہے۔ اس کی کنجی صرف سائنس ہے۔ اگر بیالوجی (علم طبیعات) اور سائی کالوجی (علم نفس ناطقہ) کے اصول عامہ نہوں تو امور معاشرت کی معقول تشریح ناممکن ہے جیسے فطرت انسانی کے تھوڑے بہت نتیجے اناڑی آدمی بھی جانتے ہیں ایسے ہی تمدن کے وہ آسان آسان واقعات کو بھی جان سکتے ہیں۔ جیسے کہ طلب و رسد کے باہمی تعلق کو علم المعاش کی نہایت ابتدائی باتیں بھی جب نہیں سمجھ میں آسکتیں کہ کبھی قدر یہ علم نہو کہ عموماً لوگوں کے خیال و احساس و فعل کس طرح عمل کرتے ہیں۔ تو علم المعاشرت کا وسیع علم اس وقت تک حاصل ہی نہیں ہو سکتا کہ انسان اور اُس کے کل جسمانی اور عقلی قوتوں کا کافی علم نہو۔ اگر مجرد عقلی حیثیت سے غور کی جاوے تو یہ نتیجہ بالکل بدیہی ہے افراد کے مجموعی کا نام قوم ہے۔ قوم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ افراد کے مشترکہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے قومی امور کا عقدہ صرف افراد کے افعال سے حل ہوتا ہے لیکن افراد کے افعال ان کی فطرت کے قوانین پر منحصر ہیں۔ جب تک یہ قوانین سمجھ میں نہ آئیں تو ان کے افعال سمجھ میں نہیں آسکتے۔ جب یہ قوانین سلیس عبارت میں بیان کئے جائیں تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ عموماً جسم اور نفس ناطقہ کے قوانین کا حصل ہے بس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم معاشرت کی توضیح و تشریح کے لئے بیالوجی اور سائی کالوجی نہایت ضروری ہیں۔ ان نتائج کا بیان زیادہ سلیس یہ ہے کہ زندگی کے واقعات کل سوسائٹی کے واقعات ہیں ضرور ہے کہ قوانین زندگی کے موافق زندگی کے نہایت پیچیدہ مظاہر ظاہر ہوں۔ اور یہ ایسے ابھی وقت سمجھ میں آسکتے ہیں کہ زندگی کے قوانین سمجھ میں آئیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تاریخ کا مدار سائنس پر ہے۔

ایک انگریزی لفظ آئی ڈیل اور دوسرا لفظ اس کے مقابل پر کٹی کل ہے پہلے لفظ کے معنی ایک چیز کی تکمیل کے خیال کے ہیں جو کبھی پورا عمل میں نہ آسکے۔ دوسرے لفظ کے معنی عملی کے ہیں جو عمل میں آسکے۔ کارلائل اور ہربرٹ سپنسر نے علم تاریخ کی تعریف اور مورخین کے فرائض جو بیان کئے ہیں وہ زیادہ آئی ڈیل اور کمتر پر کٹی کل ہیں خود ان کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں تاریخیں اور مورخ ناقص زیادہ تر ہیں اور کامل شاذ و نادر (النادر کالمعدوم) پس جب یورپ

[Margin notes:] تاریخ کا مدار سائنس پر ہے
مورخوں کی بابت مزید مطالبات

میں تواریخ اور مورخین کا یہ حال ہو تو ہندوستان میں ان کی آئی ڈیل تواریخ و مورخین کا موجود ہونا بس دشوار ہے۔ ہمارے بزرگان سلف نے تاریخیں اپنے زمانہ کے مذاق کے موافق لکھی ہیں اور وہ اب تک ہمارے مذاق کے موافق چلی جاتی ہیں ہم ان سے وہی فائدے اٹھا سکتے ہیں جو اہل یورپ اپنی تواریخ سے۔ جو کچھ میں نے مشرقی مورخین کے اقوال تواریخ و مورخین کے باب میں چیدہ چیدہ بیان کئے ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ علم تاریخ معرفت ہے احوال اقوام کی۔ ان کے بلدان کی۔ ان کے رسوم و عادات و انساب کی۔ صنائع اشخاص کی۔ نیچ آدمیوں کی۔ حدوث امر کی جو شائع ظہور ملت سے و ہلاک آثار علویہ سے اور حوادث سفلیہ سے ہو۔ الیٰ غیر ذالک۔ علم تاریخ کا موضوع ہے احوال اشخاص ماضیہ انبیا و اولیا علما و حکما و ملوک و شعرا وغیرہم۔ علم تاریخ کی غرض احوال ماضیہ پر مطلع ہونا۔ علم تاریخ کا فائدہ احوال ماضیہ سے عبرت پکڑانی اور نصیحت لینی اور ملکہ تجارب حاصل کرنا جو موقوف اُن نقلیات زمانہ پر ہو جن کے سبب سے ان افعال کی نقل سے احتراز ہو جن سے مضرتیں پہونچیں اور ان نظائر کی نقل کی طرف جلب ہو جن سے منافع ہوں۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طور سے سورج کو دھوپ سے اور چاند کو چاندنی سے اور اصل کو فرع سے جدا نہیں کرسکتے اسیطرح عرب کو کسی سلطنت اسلامیہ سے علیحدہ نہیں کرسکتے جب عرب اسلام کا مبدء ہی اور اُسکے عروج اور اقبال کا ماخذ ہی تو ہر سلطنت اسلامیہ کی ابتدا اُسی سے ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ہند کی تاریخ سلطنت اسلامیہ تحریر کریں اور عرب کے اسکی بسم اللہ نہ بنائیں۔ اول دو باب عرب کے حال میں لکھے ہیں۔ پہلے باب میں زمانہ جاہلیت یعنی قبل از اسلام کا حال لکھا ہی۔ دوسرے باب میں یہ لکھا ہی کہ اہل عرب کی کل سلطنت دنیا کے کن کن ملکوں میں قایم ہوئی اور پھر اُسکے حصے کس طرح منقسم ہوئے اور وہ عرب کی حکومت سے آزاد ہوکر خود مختار ہوئے اور انمیں خلفا اور سلاطین کے کن کن خاندانوں نے سلطنت کی اور انکی شاخیں کہاں کہاں پھیلیں جس طرح اس تمہید میں سلطنت اسلامیہ کی بہار کو دکھلایا ہی اسیطرح خاتمہ میں اُسکی خزاں کی سیر دکھائی ہی کہ اب زمانہ میں اسلامی سلطنتوں کا زوال کیسا آگیا ہی اور آیندہ آتا جاتا ہی اور اب مسلمانوں کی کہاں کہاں فرمانروائی ہی اور کیا اُن کا حال ہی اور وہ کن کشمکشوں اور مخمصوں میں مبتلا ہی۔ یہ تمہید و خاتمہ نہایت مختصر و مجمل لکھے ہیں مگر ہند کی سلطنت اسلامیہ کا حال از ابتدا تا انتہا بہت مفصل لکھا ہی۔

باب اوّل

زمانہ جاہلیت یعنی قبل از اسلام حال عرب کا

(قبل از اسلام اہل عرب خدا اور رسول اور شریعت سے جاہل تھے اسلئے قبل از اسلام اہل عرب پر جو زمانہ گذرا ہی اُسکو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں) ہندوستان سی ملک عرب وسعت میں کچھ تھوڑا ہی کم ہوگا۔ اُسکی شکل بھی ہندوستان سے ملتی جلتی ہی اُسکو بھی مثلث نما بتلاتے ہیں اور اُسکا ایک زاویہ قائمہ باب المندب ٹھہراتے ہیں مگر حقیقت میں نہ ہندوستان کی نہ عرب کی صورت مثلث نما ہی۔ ہمارا ہندوستان تو ایسی شکل کی شکل ہے جس کا سر کٹا ہوا اور پیٹ کھنچی سے بائیں طرف جھک کر ملا ہوا ہو۔ اور عرب ایک بیقاعدہ متوازی الاضلاع کی شکل کا ہی۔ ایران

کیطرف جو اس کا عمان کا حصہ ہی اسے دور کردو تو باقی حصہ خاصہ مستطیل بنجاتا ہی۔

عرب ایک جزیرہ نما ہی یعنی جسکے تین طرف پانی ہی اور ایک طرف خشکی۔ مشرق میں اسکے خلیج فارس اور بحر عمان۔ جنوب میں بحر عرب۔ مغرب میں بحر قلزم یا بحر احمر۔ شمال میں ملک شام اسکو یہ ملک گھیرے ہوئے ہیں ایران سریا۔ شام مصر ابحی ادپیا (حبش) ۱۲° ۴۸ اور ۳۴° شمالی بلد اور ۳۲° ۴۳ و ۶۰° شرقی طول بلد کے درمیان واقع ہی اسکے رقبہ کا تخمینہ ۲۹۷۴۸۰ مربع میل کیا گیا ہی عرض سے طول دوگنا ہی۔ زیادہ سے زیادہ طول ۱۵۰۰ میل ہی لوگ نہیں جھوٹ یا سچ ایک کروڑ آدمیونکی آبادی اسمیں بتاتے ہیں۔ اس جزیرہ نما عرب کو جزیرۃ العرب بھی کہتے ہیں۔

عرب کی وجہ تسمیہ میں بہت کچھ محققین نے خامہ فرسائی کی ہی مگر کوئی امر متحقق نہیں ہوا۔ عربہ کے معنی عبرانی زبان میں ہموار بیابان کے ہیں۔ لغت عرب میں عرب ایک خاص قوم کا نام ہی جو عجم نہو۔ عرابہ کے معنی گندم گوں کے ہیں۔ غرض ایسی وجوہ بیان کرکے عرب کی وجہ تسمیہ بیان کیجاتی ہی۔

اس ملک میں بیابانوں و ریگستانوں و کوہستانوں کی عجیب بہار ہی۔ تاتار کے بیابانوں میں تو کہیں کہیں دست قدرت نے بلند بلند درخت اور سبز جھاڑی بوٹی لگادی ہی جب انمیں تنہا مسافر منزل پیما ہوتا ہی تو ان نباتات کے ملنے کو بہت غنیمت جانتا ہی۔ اور وہ ان سے متمتع ہوتا ہی۔ مگر ملک عرب کے بیابان تو وہ ہموار ریگستان میدان ہیں کہ جنمیں پہاڑ ننگے کھڑے ہیں اور ان پہاڑوں پر بھی کہیں سبزہ زار نہیں۔ پھر اس صحرا میں نہ جنمیں درختوں کا سایہ ہی نہ کوئی اور پناہ کی جگہ ہے۔ آفتاب کی شعاعیں سیدھی اور تیز پڑتی ہیں جو خط استوا کے اقالیم میں پڑا کرتی ہیں۔ بھلا ایسے مقام میں نسیم کا نشان کہاں اسکی جگہ پچھم و دکن کیطرف سے باد صرصر کے طوفان آتے ہیں جہلک بخارات اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ ریگستانوں کو نچلا بیٹھنے نہیں دیتے۔ انمیں سمندر کا سا تلاطم مچاتے ہیں۔ ریگ کے تودے کے تودے ادھر سے اُدھر ایسے لہراتے ہیں کہ جیسے بحر میں طوفان کے اندر پانی کی لہریں لہراتی ہیں انکے اندر رگولوں میں قافلے کے قافلے غائب ہوجاتے ہیں۔ فوجیں کی فوجیں دبکر دفن ہوجاتی ہیں پانی وہاں ایسا نایاب ہی کہ جسکے لئے انسان بیتاب رہتا ہی۔ جب ملجاتا ہی تو اُسکے پینے پلانے اور فائدہ اُٹھانے پر ایک فساد برپا ہوجاتا ہی۔ پانی کیساتھ آگ کی بھی قلت ہی۔ لکڑی کا کال رہتا ہی۔ آگ کا سُلگانا اور اُس کو دیر تک قایم رکھنا بڑے ہنر اور سلیقہ کا کام گنا جاتا ہی۔ عرب کی سرزمین ایسے دریاؤں سے خالی ہی کہ جنمیں جہاز رانی ہوسکے اور وہ زمین کو سرسبز و شاداب کریں۔ اور قرب و جوار کے ملکوں کے اندر ملک کی پیداوار کو لیجانیکے لئے وہ راہیں بنائی جائیں زمین وہاں کی ہمیشہ تپتی رہتی ہی اسلئے ایسی پیاسی رہتی ہی کہ جو پہاڑوں سے سیل اور رو میں پانی کی بہکر آتی ہیں اُنکو نوش جان کرکے ایسے ہضم کرجاتی ہی کہ ڈکار بھی نہیں لیتی۔ کھجور کے جھنڈ اور ببولوں کے درخت نہایت سخت

عرب کی زمین اور آب و ہوا اور زراعت

پہاڑونکی چٹانوں میں اپنی جڑیں جماتے ہیں۔ رات کی اوس اُن کو پال پوس کر بڑا کرتی ہی۔ مینہ گاہے گاہے برستا ہے تو مینہ کا پانی حوضوں اور نالیوں میں بھر لیا جاتا ہی۔ ریگستان میں کنوئں اور چشموں کا پانا گویا جنگل میں ایک مخفی گنج دولت کا پانا سمجھا جاتا تھا۔ حاجی جو کہ کو حج کرنے جاتے تھے اُن کو بڑی کڑی منزلیں خشک و گرم میدانوں میں طے کرنی پڑتی تھیں۔ جب ان کو شور زمین کا آب رواں تلخ و بے مزہ پینا پڑتا تھا تو انکی طبیعت کو نہایت ناگوار ہوتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ تک پندرہ منزلیں ہوتی تھیں جنمیں گیارہ منزلوں میں ملتا تھا۔ غرض ملک عرب کے اکثر حصوں کی آب و ہوا کا یہ حال تھا گو بعض مقامات ان میں سے مستثنے بھی تھے۔

قاعدہ ہی کہ جہاں محنت مشقت تکلیف مصیبت کی کثرت ہوتی ہی وہاں تھوڑے سے آرام کی بھی نہایت قدر ہوتی ہی اور جہاں کچھ بھی آرام ملتا ہی وہ بہت آرام سمجھا جاتا ہی۔ جب ملک عرب کا یہ حال تھا کہ انکی آب و ہوا روح پرور کمتر۔ اور صرصر کا طوفان سر پر اکثر۔ اُدہر ہوا آتش فشاں ہوتی تھی ادہر پانی اپنا پتا نہ بتاتا تھا۔ لکڑیاں جلانیکے کیلئے سوکھا جواب دیتی تھیں۔ آتش آب نمک (سراب) جان لینے کیلئے بلاتے تھے کانٹے دٹیلے چلنے کو سدراہ ہوتے تھے۔ سبز کھیتی اور سایہ دار درخت شاذ و نادر ہوتے تھے۔ جہاں یہ تکلیفو نپر تکلیفیں ہوں۔ وہاں کے باشندے ایسے مقامات کی قدر حد سے زیادہ کیوں نکریں اور وہاں سکونت کیوں نہ اختیار کریں جہاں سایہ دار درختونکے جھنڈ کے جھنڈ ہوں چراگاہ و سبزہ موجود ہوں۔ برسات کا پانی یا کوئی چشمہ وہاں رواں ہو۔ پس اہل عرب ایسے مقامات کی تلاش میں رہتے تھے جہاں وہ ان کو ملگئے وہاں انکے قبیلے کے قبیلے چلے جاتے تھے۔ اپنے وسیے مکر یونکے گلے اور اونٹوں اور گھوڑونکو ساتھ لے آتے تھے اور اُن کو چرا کر تازہ دم و توانا کرتے تھے اور خرما اور انگور کی زراعت سے اپنی محنت کا ثمرہ پاتے تھے۔ ملک عرب میں جو سرزمین مرتفع بحر ہند کے ساحل پر واقع ہی وہ سارے ملک میں ممتاز و سرفراز اس بات میں تھی کہ وہاں پانی اور لکڑی کی افراط تھی۔ ہوا میں اعتدال رہتا تھا۔ میوے بڑے بامزہ ہوتے تھے جیوانوں اور انسانونکی وہاں کثرت تھی۔ زمین کی شادابی اور زرخیزی کاشتکار کو پکار پکار کے بلاتی تھی کہ یہاں آؤ اور مجھ میں زراعت کرکے اپنی ریاضت کا ثمرہ پاؤ اور اُسکا مزہ اُٹھاؤ۔ یہاں زراعت کا سامان یہ تھا تجارت کیصورت یہ تھی کہ قہوہ نافہ اور لوبان معطرہ ساری دنیا کے تاجرونکو ہر زمانہ میں اپنی طرف رغبت دلاتا رہا ہی۔ تاجر ہمیشہ اس کی طرف بطیب خاطر التفات کرتے رہے ہیں۔ ساری عبادت گاہوں کو لوبان معطر کرتا تھا پھر ایسی عمدہ چیز پر کیوں نہ تاجر دوڑتے آئیں۔ یہاں کے مصالحونکا خوشبودار ہونا ضرب المثل کے طور پر دور دور مشہور تھا۔ کتب مقدسہ میں انکا ذکر بہت آتا ہی شعروں میں انکی تشبیہات موجود ہی۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہی کہ ان خوشبوؤں سے سمندر مسرور ہو کر اپنی موجوں سے کوسوں تک تبسم کرتے ہیں۔ ملک عرب میں یہ خطہ اسکے تمام اور حصوں سے ایسا جدا ہی کہ اگر ہم اس کو فردوس عرب کہیں تو بجا ہی۔ شاعروں نے تو اپنے

خیالات اور تصورات کی رنگ آمیزی سے اسکو فردوس بنا کر کہہ دیا کہ اگر فردوس بر روی زمین ست۔ ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست۔ اس خطہ کو خدا تعالیٰ نے عجب عجب نعمتیں اور اپنے ید قدرت سے عجب عجب صنعت کے کام ایسے کئے ہیں۔ عیش و عشرت و عصمت ایسے راگ ہیں کہ جنکے سُر کبھی نہیں ملتے۔ مگر یہاں ان کو ملا دیا ہے۔ زمین کا پیٹ زر و جواہر سے بھر دیا۔ بحر و بر کی ہوائے معطر یہاں سے ایسی اُٹھائی کہ قوت شامہ کو عطر آگیں کرتی تھی۔

تقسیم ملک عرب

یونانیوں اور رومیوں کو خوب معلوم تھا کہ ملک عرب کا ایک حصہ سنگ لاخ و کوہستان ہے۔ دوسرا بیابان و ریگستان تیسرا حصہ سرسبز و شادمان۔ انہوں نے اسیطرح ملک عرب کی تقسیم تین حصوں میں کردی۔ بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں عرب کے یہ تین حصے کئے۔ عرب الحجر۔ عرب الوادی۔ عرب المعمور۔ مگر اس تقسیم کو اہل عرب نہیں مانتے وہ صحیح بھی نہیں ہے۔ اہل عرب نے اپنے ملک کی یہ تقسیم وجدید خود نہیں کی۔ تعجب ہے کہ جس ملک کے باشندوں کی زبان ایک ہو اور وہ خود بھی ایک ہوں وہ اپنی سرزمین کی تقسیم قدیم کی نشانیاں اور علامتیں ذرا بھی نہ مقرر کریں۔ عربی جغرافیوں میں ملک عرب کی تقسیم ان پانچ حصوں میں لکھی ہے۔ تہامہ۔ حجاز۔ نجد۔ عروض۔ یمن۔ یمن کا نام یورپ کے ملکوں میں فیلکس رکھا گیا ہے۔

بدوؤں کے اطوار و عادات

کیسے کیسے زمانہ میں عرب کی ماند و بود کی یہ کیفیت تھی کہ خلیج فارس اور بحر ہند اور بحر قلزم کے کنارے پر مچھلی کا شکار کرکے اپنے پیٹ کو پالتے تھے۔ مچھلیوں کے آسری پر جیتے تھے۔ ساحل بحر پر اس شکار کی تلاش میں خوار پھرتے تھے۔ شکار کا ہاتھ آنا کچھ شکاری کے اختیار میں تو ہوتا نہیں۔ کبھی اتنا ہاتھ آگیا کہ پیٹ بھر گیا اور بچ رہا۔ کبھی اتنا بھی نہ ہاتھ آیا کہ پورا پڑتا یہ ابتدائی ماہی خوری کی حالت ایسی ذلیل و خوار تھی کہ اسکو تمدن انسانی کہنا ننگ نوع بشر ہے۔ ان وحشی انسانوں میں گو مردم خوری نہ تھی مگر نہ ان کو کوئی فن آتا تھا نہ کوئی قانون دائیں جاری تھا۔ عقل و زبان کے پیرایہ سے بھی معرا تھے۔ انکی اور بہائم کی حالت ایسی یکساں تھی کہ ان میں تمیز کرنا بھی دشوار تھا۔ معلوم نہیں کہ ان مچھلیوں کے صید نے انکو ساحل بحر کے تنگ قید خانہ میں کبتک قید رکھا۔ اور انکو ایسا اپنے میں دبائے رکھا کہ نہ ابھرنے کی اجازت دی نہ آگے چلنے کی اتنے قرن انکے بہائم صفتی میں گذر گئے جسکو اب زمانہ یاد نہیں رکھتا۔ بیابان بھی ان وحشیوں کے پاس ایسے نہ تھے کہ ان کے شکار سے مدت تک گذارہ ہوسکتا۔ قاعدہ ہے کہ بیابان میں جب ہی تک شکاریوں کا گذارہ ہو سکتا ہے کہ پیٹ بھر کر شکار انہیں ملے پس جب ان بیابانوں میں بھی اُنکا گذارہ مشکل ہوا تو بہت زمانہ اسپر گذر چکا ہے کہ اُنہوں نے اپنے تئیں اس پستی سے اُبھارا اُنہوں نے چرواہے ہونیکا پیشہ اختیار کیا۔ یہ پیشہ بڑا میمون اور مانوس ہے۔ سارے ریگستانی بیابانوں کے اقوام خانہ بدوش اسی پیشہ سے اپنی اوقات بسر کرتی تھیں۔ زمانہ حال میں بدّوؤں کی صورت و بشرہ اُنکے بزرگوں کے پیشہ شبانی کی شہادت دیتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک ہی طرح رہتے تھے۔ وہی اُنکے

چمڑی کے خیمے بدوؤنکے ٹھکانے رہنے کیلئے تھیں دُنبوں اور بکریونکے گلے اور اونٹ اپنے قبیلے کے ساتھ لئے پھرتے تھے جہاں پانی کا چشمہ اور جانوروں کا چارہ اور اپنا گذارہ دیکھا وہیں ڈیرے ڈالدیئے۔ تمبو تان لئے آسمان کے تلے بسیرا لینے لگے۔

قاعدہ ہی کہ جب سودمند اور بکار آمد جانور انسان کے قابو اور بس میں آجاتے ہیں تو انسان کی محنت کرنے اور دولت بڑھانیمیں وہ بڑے مددو معاون ہوتے ہیں۔ پس ان عربکے چرواہوں کو گھوڑا جو ایک وفادار دوست کا کام دیتا تھا۔ اور اونٹ جو جفاکش غلام کی سی خدمت کرتا تھا ایسے بس میں آگئے کہ اُنکی باگ و نکیل کو ہاتھ میں لیکر جہاں چاہیں اُنکو لئے پھریں اور جو خدمت چاہیں اُنسے لیں۔ علم حیوانات کے جو عالم ہیں اُنکی یہ رائے ہی کہ گھوڑے نے سب سے پہلے ملک عرب میں جنم لیا ہے۔ اس شریف نجیب جانور کے لئے قدرت نے یہیں کی آب و ہوا کو پیدا کیا تھا گو اسکے قد و قامت کو وہ چنداں بلند نہیں کرتی مگر تیزی و چستی و چالاکی شتاب روی وہ پیدا کرتی ہی کہ جسکا جواب دنیا میں نہیں۔

اسپانیہ۔ انگلستان کے گھوڑونکی نسل میں جو خوبیاں پیدا ہوئی ہیں وہ ان عربی گھوڑوں ہی کے تناسل کا طفیل ہی۔ شریف نجیب گھوڑونکی نسل کا باقی رکھنا بدوؤں کا ایمان ہی۔ اور جگہ انسان اپنی شرافت کو ایسا یاد نہیں رکھتا جیسا بدو ان گھوڑونکی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا ہی وہ نر کو فروخت کر ڈالتا ہی مگر مادہ کو جان کے برابر رکھتا ہی مشکل سے اُسے جدا کرتا ہی۔ جب کوئی نجیب گھوڑی بچھیرا دیتی ہی تو اُسکی خوشی کی مبارک سلامت آپسمیں شادی کی سی ہوتی ہی۔ بدو اپنے خیموں میں گھوڑونکی تعلیم و تربیت اپنی اولاد کیطرح کرتے ہیں۔ اور اُنسے محبت بھی اپنی اولاد سے کم نہیں کرتے اسی سبب سے گھوڑوں کو اُنسے موانست کی عادت ہوجاتی ہی۔ وہ راہوار اور سرپٹ دوڑنیکے مشاق ہوتے ہیں۔ سوار مہمیز اور تازیانہ کے متواتر مارنے سے اُنکے حواس کو کُند نہیں کرتا بلکہ ان دو چیزوں کو اُسوقت کیلئے اُٹھا رکھتا ہی کہ اس کو خود بھاگنا ہوتا ہی یا کسی کے تعاقب میں جانا ہوتا ہی۔ ایسے وقتمیں جب تازیانہ کا ہاتھ لگاتا اور ایڑ مارتا ہی تو گھوڑونکو باد رفتار بنا دیتا ہی اگر کہیں سوار اسکی پیٹھ سے جدا ہو کر گر جاتا ہی تو وہ گھوڑا اُس اپنے دوست کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہی جب وہ اپنے ہوش حواس ٹھیک کر کے پھر سوار ہوتا ہی تو وہ آگے قدم اُٹھاتا ہی۔

عرب اور افریقیہ کو خدا نے بڑا شرف دیا ہی کہ اُنمیں اونٹ کو پیدا کیا ہی۔ یہ جانور کیا صابر حلیم ہی کیسی گرمی کی شدت تشنگی گرسنگی کا متحمل ہوتا ہی۔ کئی کئی روز تک بے آب و دانہ و چارہ کے کڑی کڑی منزلیں طے کرتا جاتا ہی۔ ع بیچارہ خار میخورد و بار میکشد۔ اسکے پانچویں معدہ میں ایک بڑا کیسہ ہوتا ہی وہ تازہ پانی سے بھرا رکھتا ہی۔ اونٹکے جسم کی ساخت ایسی بنی ہی کہ گویا اسپر یہ عبارت کندہ ہی کہ اسے انسان اپنا خدمتگذار بنائے وہ اطاعت کیلئے سب طرح حاضر ہی۔ اونچی نسل کا اونٹ ساڑھے بارہ من بوجھ پیٹھ پر لاد کر لیجاتا ہی۔ اور سانڈنی سبک اندام اور چالاک گھوڑ دوڑ کے تیز گھوڑوں

سے آگے نکل جاتی ہے۔ اونٹ اگر ان ملکوں میں نہوتا تو وہاں کے باشندوں کا رشتہ معیشت ہی ٹوٹ جاتا۔ دودھ اسکا بکثرت ہوتا ہے اور مقوی بھی ہوتا ہے۔ وہی اہل عرب کی سب سے زیادہ عمدہ غذا تھی۔ اسکے بچہ کا ملائم گوشت گائے کے بچھڑے کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ پیشاب اسکا بیش بہا نمک کی کان ہوتا ہے۔ مینگنیاں اسکی جلانے کے کام میں آتی ہیں لمبی پشم اسکی ہر سال گرتی ہے اور از سر نو جمتی ہے اسکو عورتیں توم کر اور کات کر اور بنکر لباس اور خیمے اور اسباب گھر کی بناتی ہیں۔ غرض اس پشم کو عربوں کے خانماں آباد کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اگر مینہ کے برسنے سے کہیں کہیں جنگل میں نباتات کا نمونہ ہو جاتا تھا تو انکو بدو کھاتے تھے۔ موسم گرما کی شدت حرارت اور موسم سرما کی قلت حرارت میں ساحل بحر پر یا یمن کے پہاڑوں میں یا دریائے فرات کے قرب و جوار میں وہ اپنے خیموں کو لیجاتے تھے۔ اکثر وہ رود نیل کے کنارہ پر اور شام اور فلسطین کے مواضع میں بڑے بڑے خطرے اٹھاکر وہاں رہنے کی اجازت بالجبر حاصل کرتے تھے۔ ایک خانہ بدوش بدو کو بعض اوقات غارتگری یا تجارت سے اپنی محنت کا ثمرہ ملجاتا تھا مگر پھر بھی اسطرح زندگی بسر کرنا سخت جفاکشی کا خطرناک تھا۔ بدؤں کا وہ امیر متکبر جو دس ہزار سوار میدان جنگ میں لیجا سکتا تھا وہ عیش و آرام نہیں پاتا تھا جو ادنی امیر فرنگستان کا پاتا ہے۔

عرب کے قبائل کیا تو خانہ بدوش پڑے پھرتے تھے یا بہت سے مجتمع ہو کر قصبات اور دیہات آباد کرتے تھے اور تجارت یا فلاحت کے کاموں کو کرتے تھے۔ مویشی کی پرورش میں سخت محنت اٹھاتے تھے۔ اور اپنے وقت کا ایک حصہ اس میں صرف کرتے تھے۔ صلح و جنگ کے وقت وہ اپنے ریگستانی بھائیوں کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے یوں بدؤں میں آپس میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ بنج بیوپار لین دین ہمسایہ کے قوموں کیساتھ ہوتا تھا۔ انسے بعض حاجتیں بھی روا ہو جاتی تھیں علوم و فنون کی الف بے تے کا بھی کوئی سبق پڑھ لیتے تھے۔ ابوالفدا نے عرب میں بیالیس شہر شمار کئے تھے ان میں نہایت قدیمی اور آباد ملک یمنِ اندوزمین میں واقع تھے۔

شہر صنعا کے بروج عالیشان اور مآرب کے حوض تعجب خیز اور حیرت افزا حمیر کے بادشاہوں نے بنائے تھے۔ جو صنائع معماری سے آراستہ تھے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نے ان دونوں شہروں کے زیب و زینت کے آفتاب کو کسوف لگا دیا۔ یہ کیوں نہو تا وہ بادشاہوں کے بنائے ہوئے یہ نبیوں کے بنائے تھے۔ کہاں بادشاہ کہاں نبی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں (۲۷۰) میل کا فاصلہ ہے۔ اور دونوں شہر بحر قلزم کے نزدیک ہیں۔ ان مقدس شہروں میں سے یونانیوں نے مکہ کا نام الیبار رکھا تھا جسکے معنی اس شہر کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ شہر اپنے معراج کے زمانہ میں بھی مارسلز پر فائق نہیں تھا۔ یہ شہر ایسی جگہ آباد ہے جہاں کوئی توقع سود اور بہبود کی نہیں ہو سکتی۔ بانیان شہر نے کوئی مبارک شگون سوچکر اور اپنی مصلحت سمجھکر اسکی بنیاد رکھی ہوگی اسمیں مٹی اور پتھر کے مکانات دو میل طویل اور ایک میل چوڑی

عرب کے شہر اور انکی تجارت وغیرہ

جگہ میں بنے ہوئے تھے۔ یہ جگہ ایسی دامن کوہ میں واقع تھی کہ جن پر نباتات نے لگنے کی قسم کھائی تھی۔ زمین پتھریلی پانی کھاری یہاں تک کہ آب متبرکہ چاہ زمزم بھی شیرینی سے خالی تھا۔ سبزہ چراگاہ شہر سے دُور فاصلہ پر طائف یہاں سے ستر میل کے فاصلہ پر تھا جہاں کے انگور یہاں بکنے آتے تھے۔ اس شہر کی حکمران قوم قریش تھی۔ جو اور قوموں میں ممتاز اور نامور تھی۔ کل عرب میں اسکی شجاعت کی دھوم تھی۔ قوم قریش کے پاس یہاں کی زمین ایسی بے فیض تھی کہ خواہ اُسکے بونے جوتنے میں کوئی جان ہی کیوں نہ کھپاوے لیکن وہ ایک دانہ بھی اُسکو نہ دیوے۔ مگر ہاں اپنے اقامت گزینوں کو تجارت سے فائدہ پہنچاتی تھی۔

جدّہ کا بندرگاہ اس سے چالیس میل فاصلہ پر تھا۔ اسکے توسط سے ملک حبش کیساتھ سلسلہ آمد و رفت بآسانی جاری تھا۔ افریقیہ کا مال عرب میں ہو کر حیرہ۔ کتف۔ جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ کتف کو ضلع بحرین میں خالدیہ کے جلائے وطنوں کے نمک کی کتل سے بنایا تھا۔ پھر یہاں سے قریش خلیج فارس کے موتیوں کو لیکر بیڑوں میں سفر کرکے دریائے فرات کے دہانہ تک لیجاتے کہ یمن اور شام کے وسط میں واقع تھا۔ ہر ایک سے ایک مہینہ کے سفر کا فاصلہ رکھتا تھا۔ ملک یمن اسکے جانب یمین میں اور ملک شام اسکے جانب یسار میں واقع تھا۔ اسکے کارواں گرمیوں میں ملک یمن میں۔ اور جاڑوں میں ملک شام میں قیام کرتے تھے۔ ان موسموں میں عین وقت پر کاروانوں کے پہنچنے سے ہندوستان کے جہازات کو طول طویل اور خطرناک سفر بحر قلزم کا نہ طے کرنا پڑتا تھا صنعا اور مآرب کے بازاروں میں اور عدن اور عمان کی بندرگاہوں میں قیمتی اور خوشبودار مصالحہ کی کھیپیں قریش لاد کر لاتے تھے۔ اور بصرہ اور دمشق کے میلوں میں سے اناج اور صنعت کاری کی چیزیں خرید کے لیجاتے تھے۔

غرض اس مفید تجارت کی بدولت مکہ کے کوچہ و بازار مال و متاع سے معمور رہتے تھے۔ وہاں کے اُمراء اور شرفا کو جیسے کہ سپہ گری کے پیشہ سے موانست تھی ایسے ہی تجارت سے بھی الفت تھی۔

عرب کی قومی آزادی

منجملہ عجائبات روزگار کے یہ بات بھی تھی کہ اہل عرب ہمیشہ آزاد رہے کوئی غیر قوم انپر فرمانروا نہیں ہوئی۔ اس بات پر انکو خود بھی بڑا ناز اور افتخار تھا۔ اور غیر قومیں انکی اس بات کی مدح خواں ہیں۔

اب اس آزاد رہنے کے سبب ارباب الرائے مختلف بتاتے ہیں۔ بعض عیسائی عالم اسکو کتاب پیدایش کے ۱۶ باب کے ۱۱ و ۱۲ آیت کی پیشینگوئی سے منسوب کرتے ہیں اور اس سے مذہب کی صداقت دکھلاتے ہیں۔ آیتیں یہ ہیں کہ (خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنیگی اُسکا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند کریم نے تیرا دکھ سُن لیا وہ وحشی آدمی ہوگا۔ اسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا) اوّل تو اس آیت کے معنی بہت سے ہو سکتے ہیں۔ دوسرے وہ آزادی عرب کی مصداق اس

سبب سے بھی نہیں ہوسکتی کہ سلطنت یمن کے پیہم اہل حبش اور اہل فارس اور سلاطین مصر کے حملونکی لگدکوب میں رہی مکہ و مدینہ
کے متبرک شہروں نے جبابرہ صدیہ (تاتاری ظالم) کی اطاعت میں سر جھکایا۔ رومیوں کی سلطنت کا تو عرب ایک صوبہ
تھا جبکہ وہ خاص ویرانہ شامل تھا جس میں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی نسل نے اپنے بھائیوں کو دفن کیا
ہی غرض یہ طریقہ استدلال جیسا نامعقول ہے ویسا ہی فضول ہے تم اسکو خوب یاد رکھو کہ یہ اوپر جو مستثنےٰ صورتیں بیان
ہوئی ہیں وہ چندروزہ عارضی تھیں یا کسی خاص مقام سے مخصوص تھیں ورنہ عرب کی کل قوموں نے بڑے بڑے صاحب
جلال اور شان وشکوہ بادشاہونکے غاشیۂ اطاعت کو اپنے کندھے کے اوپر نہیں رکھا نہ کندھا اُنکے جوئے کے نیچے دھرا
ہزاروں برس آزاد رہے۔ فراعنہ مصر اور شاہان شلم کی سعی اسکی فتح میں بیجا صل رہی۔ کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی
سے بچا رہا روم کی سلطنت کا علم ساری دنیا میں بلند ہوا مگر یہ سرزمین محفوظ رہی۔ طارس۔ پومپی۔ ٹریجن وغیرہ کی فوجیں
سرینک کے بیٹھ رہیں مگر ملک عرب کو زیر نکر سکیں۔ گو حال میں سلطان روم انپر حکومت برائے نام رکھتا ہے اپنے انتظام کا سایہ جا
ڈالتا ہے۔ مگر ان کو چھیڑنے سے ڈرتا ہے۔ ان پر حملہ آوری بے سود جانتا ہے۔ مگر ان سے دوستی کی التجا کرتے ہوئے بھی
انکی شان میں جھجکتا آتا ہے۔ خدا نے یہ ملک ہی ایسا بنایا ہے اور اُس کے باشندوں کے خصائل اور طرز روش کو ایسا رکھا
ہے کہ وہ انکی آزادی کی بڑی معاون ہیں۔ آنحضرتؐ کے عہد سے قرنوں پہلے انکی بیباکانہ جرائت وہمت اور شجاعت کو
ہمسایہ کی قوموں نے خوب آزما لیا تھا۔ کبھی وہ انپر چڑھکر آئے کبھی یہ اُن پر چڑھ کر گئے دونوں نے لڑائیوں میں اپنی
قوتوں اور زور دونکو تول لیا تھا۔ انکا پیشہ چرواہوں کا ایسا تھا کہ اُس میں خود بخود نادانستہ سپاہیانہ چستی وچالاکی
سختی کی برداشت کرنی جفاکشی کی عادتیں داخل ہوجاتی تھیں۔ بھیڑوں کے گلوں کی اور اونٹونکی قطاروں کی نگہبانی
اپنی عورتوں کے سپرد کرتے تھے۔ اور جو مردان کار ہوتے تھے وہ اپنے کسی امیر کے علم کے نیچے گھوڑوں پر سوار ہوکر میدان
کارزار میں تیر چلانے کو برچھی اور تلوار مارنے کو تیار رہتے تھے۔ انکو اپنی قدیمی آزادی ایسی دل پسند تھی کہ وہ اسکا وظیفہ
ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو یاد کرایا کرتے تھے۔ یہ دونوں باتیں انکی آزادی دلم کی کفیل تھیں۔ انکی اولاد
خوب سمجھے ہوئے تھی کہ ہماری اصالت اور نجابت کا ثبوت یہی ہے کہ ہم آزادی کو جو باپ دادا سے ارث میں پہنچی ہے قائم
وثابت رکھیں وہ اسلئے اپنی آزادی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب کوئی غیر دشمن ان پر حملہ آور ہوتا تھا تو وہ اپنے سارے
باہمی جھگڑے وفساد تہ کرکے رکھ چھوڑتے تھے اور سب متفق ہوکر دشمن کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑتے تھے۔
جب انکی ترکونسے آخر معرکہ آرائیاں ہوئیں ہیں تو اس میں مکہ کے ایک کارواں کو اسی ہزار اقوام ترک نے حملہ
کرکے غارت وتباہ کیا تھا جب اہل عرب دشمنوں سے جنگ کے لئے آگے قدم بڑھاتے تھے تو فتح وظفر اُن کے آگے

اور پیچھے بھی دست بستہ کھڑی ہوئی تھی جب دشمنوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے تھے تو اُسکے ہاتھ سے سلامت جانیکا یقین ساتھ ہوتا تھا۔ انکے تعاقب میں ظفرمند دشمن کی سعی کچھ کام نکرتی تھی۔ انکی رانوں کے تلے وہ خوش عنان تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ ہوتے تھے کہ آٹھ دس روز میں چار پانچ سو میل اُنکو ایسا اُڑا کر لیجاتے تھے اور اُنکو ریگ سوزاں کے گوشۂ تنہائی اُتار دیتے تھے کہ دشمن انکی گرد کو بھی نہ پہنچتا تھا۔ اگر وہ انکے پیچھے جاتا تو ادھر انکے پتہ لگانے میں حیران رہتا اُدھر پانی کی تلاش میں پیاسا مرتا۔ کھانیکو خاک نہ ملتا۔ یہ بھوک و پیاس پھر اسپر سفر کی درماندگی اُسکو موت کا لقمہ بناتی اور اُنکو آزاد کا آزاد رہنے دیتی۔ یہ بدّوں کے ہتیار اور اُنکے ریگستان صرف انھیں کی آزادی کے پشت و پناہ نہ تھے بلکہ عرب شاداب یعنی ملک یمن کے دشمنوں کے لئے بھی سدّراہ تھے جہاں کے باشندے زمین کی رطوبت اور آب و ہوا کے باعث سے کمزور ہو جاتے تھے اور جنگ و پیکار سے برکنار رہتے تھے۔ اغسطوس قیصر روم نے جب یمن پر حملہ کیا تو اسکی فوج بری بیماری اور درماندگی سے تباہ ہوگئی۔ صرف فوج بحری کی امداد سے اُسے فتح کیا۔ جب آنحضرتؐ کا علم متبرک یہاں قائم ہوا تو ملک یمن سلطنت فارس کا ایک صوبہ تھا۔ مگر پھر بھی حمیر کے خاندان کے سات شخص پہاڑوں میں حکمرانی کرتے تھے۔ کسریٰ نے جو حاکم اپنی طرف سے یہاں خسرو کو کرکے بھیجا تھا وہ اپنے ملک بعید کو اور اپنے بدنصیب آقا کو بھول گیا تھا۔

جسٹی نین بادشاہ روم کے عہد کے مورخوں نے ان خودمختار آزاد عربوں کے حال کو بخوبی بفصل بیان کیا ہے کہ وہ مشرقی معرکہ آرائیوں میں کہ بہت عرصۂ دراز تک قائم رہیں کسی اپنی مصلحت سے یا خودغرضی سے یا میلان طبع سے کسی فریق ہو کر لڑنے والونکے ساتھ شریک و رفیق ہو گئے تھے۔ بنی غسان کو اجازت ہوگئی تھی کہ وہ ملک شام میں خیمہ زن ہوں حیرہ کے شاہزادوں کو حکم تھا کہ وہ بابل کے ویران شدہ کھنڈروں کی جنوبی جانب میں چالیس میل پر ایک شہر بسالیں یہ عرب میدان جنگ میں نہایت تیزی و چالاکی و دلیری و دلاوری سے کام دیتے تھے۔ مگر اپنی دوستی نیلام کرتے تھے جسنے زیادہ قیمت دی اُسی کے یار و مددگار ہو گئے۔ انکی وفاداری کا کچھ سر پاؤں نتھا۔ عداوت میں تلوّن تھا۔ ان خانہ بدوش قوموں کو چھیڑ کر بھڑکا دینا بہت آسان تھا مگر اُنسے ہتیار لینا بہت دشوار تھا۔ روزمرہ کی لڑائیوں سے وہ فارسیوں اور رومیوں کو کمزور جانتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔

سارسین کا خطاب

یونانی اور رومی ان اقوام عرب کو جو مکہ سے دریائے فرات تک آباد ہیں خلط ملط کر کے سارسین کا خطاب دیتے تھے۔ یہ وہ مسلمانوں کا نام ہے کہ کسی زمانہ میں عیسائیوں کے مُنہ سے نہ نکلتا تھا کہ اُنکے دل میں ہول نہ اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اور عداوت و نفرت طبیعت میں نہ پیدا ہوتی تھی۔

اب اس نام کی وجہ محققین نے مختلف طور پر بیان کی ہے۔ کوئی تو تمسخر کی راہ سے یہ بتاتا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ سے مشتق ہے۔ بعض اسکو سارقیہ سے جو ایک گاؤں کا نام ہے مشتق بتلاتے ہیں۔ بعض سارق

سے مشتق کہتے ہیں بعض شرق سے۔ اس آخر اشتقاق میں خوبی اوروں کی نسبت کچھ ہے۔ ان سب کی تردید یوں ہوتی ہے کہ یہ خطاب جو اہل عرب کو دیا ہے وہ غیر قوموں نے دیا ہے جو عربی زبان سے محض ناآشنا تھیں پھر وجہ تسمیہ میں عربیت کو کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر قوم جو خطاب دیگی تو اپنی زبان میں نہ اپنے سے غیر زبان میں۔

اگر ایک قوم کسی غیر قوم کی محکوم نہ ہو اور خود فرمانروا ہو مگر اسکو اپنے بھائیوں اور قوم کے ہاتھ سے جور و ستم اُٹھانے پڑیں اور اپنے ہی بادشاہوں اور افسروں کے جور و جفا سہنے پڑیں تو اسکو اپنی آزادی پر ناز کرنا نازیبا و نامناسب ہے۔ وہ حقیقت میں آزاد نہیں ہے مگر اہل عرب اس قسم کے آزاد نہ تھے۔ بلکہ ہر فرد اُنکا خودسر آزاد تھا ہر عرب تمدن و اجتماع کے فایدوں سے کسیقدر بہرہ مند ہوتا تھا اور جو طبیعت بشر میں قدرتی استحقاق آزادی کے رکھے گئے ہیں۔ اُنکو وہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہ دیتا تھا جو خاندان اپنی قوم پر اعتراض کرتا یا دولتمند ہوجاتا یا دین و مذہب کا حامی ہوجاتا وہ اپنے ہمسروں میں ممتاز و سرفراز ہوتا تھا ایسے برگزیدہ خاندان سے امیر شیخ نسلاً بعد نسلٍ منتخب ہوکر مقرر کیا جاتا۔ اہل عرب کے ہاں امارت کے عہدہ عظیم الشان میں دقتیں و پیچیدگیاں نہ تھیں۔ سیدھے سادھے کام اس میں ہوتے تھے۔ اگرچہ امیر و شیخ ہونیکا قاعدہ غیر منضبط اور اور اونکی مرضی پر منحصر تھا اور اسکا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ مگر یہ ضرور تھا کہ امیر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہایت لایق متین متحمل عمر رسیدہ سنجیدہ شخص ایسا منتخب ہوتا تھا کہ اُسمیں یہ قابلیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے صوابدید و رائے سے معاملات نزاع کو رفع کر دیتا تھا اور خود اپنی ذات سے وہ چال چلن رکھتا تھا کہ اوروں کو شجاعت و دلاوری کے کاموں پر ہمت بندھواتا تھا۔ مردانگی کی راہ میں رہنما ہوتا تھا۔ یہانتک اس قاعدہ کی پابندی تھی کہ اگر کوئی عورت جری اور عقیلہ ہوتی تھی تو وہ عہدہ امارت پر مقتدر ہوتی تھی چنانچہ زنوبیہ کے باشندوں پر ایک عورت صاحب فراست اور شجاعت حکمران تھی جب کئی قبیلے عرب کے تھوڑے عرصہ کیلیے متفق ہوتے تھے تو اُنکا اجتماع سپاہ کیصورت دکھاتا تھا۔ اگر اس اجتماع کا زیادہ جماؤ ہوتا تو وہ ایک قوم معلوم ہوتی تھی جس امیر الامرا کے عَلم کے نیچے وہ جمع ہوتی تھی قوم کی نظروں میں وہ بادشاہ دکھائی دیتا تھا۔ عزت شاہانہ کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا۔

اہل عرب ہمیشہ امیروں اور شیخوں کی حلیمانہ و مربیانہ حکومت کے عادی تھے۔ اگر کوئی انمیں سے اپنے اختیار اور اقتدار کی حد سے پرے قدم رکھتا تھا تو اسکو تنہا بے پناہ چھوڑ کر سب بھاگ جاتے تھے۔ پھر کبھی اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے یہی سزا امیر کو اپنی حد سے باہر قدم نکالنے کی ہوجاتی تھی۔ یہاں کے لوگ آزاد منش تھے۔ کوئی احاطہ ایسا بنا ہوا نہ تھا کہ انکو گھیرے رکھتا۔ کوئی ایسی بھاری بیڑی اُنکے پاؤں میں نہ تھی کہ اُنکو بھاگنے نہ دیتی۔ صحرا کے فراخ میدان کے میدان اُنکی جولانیوں اور دوڑ کیلیے خالی پڑے تھے۔ جدھر دلمیں آئی مُنہ اُٹھایا چلے گئے + ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست۔ ہاں جو زنجیر ان وارستہ مزاجوں کو پابستہ کرتی تھی۔ وہ آپس کا اخلاص باوفا اور بے ریا تھا۔ انکی آپس کی رضا و رغبت قبیلوں کو

اہل عرب کی حکومت آزادانہ اور طبیعت اور اخلاق فضائل و عادات

یکجا جمع کرتی تھی، ورنہ کوئی اور بندش ان کو ایک جگہ باندھ کر نہیں رکھ سکتی تھی۔

یمن کے نرم دل باشندوں نے بادشاہ کی شان و شوکت کو تسلیم کرکے غاشیۂ اطاعت دوش پر رکھا اور بادشاہ کی شان کے حامی دل و جان سے ہوگئے۔ اگر بادشاہ کا ایسا حال ہو جاتا کہ محل سے باہر نکلنے میں اُسکو جان کا خوف منظور ہوتا تھا تو سلطنت کے تمام مہمات عظیم و امورات و احکامات اہم کا اختیار امرا و وزرا اور اراکین سلطنت کے ہاتھ میں آجاتا تھا الغرض یہی سلطنت جمہوری نے اپنا رنگ کرو مدینہ میں جو ناف ایشیا میں ہے دکھایا۔ آنحضرتؐ کے جد امجد اور اُنکے خاندان کے اکابر اپنے ملک کے کاروبار اور غیر ملکوں کے معاملات میں گو بادشاہانہ اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ معلوم ہوتے تھے مگر اُنکی حکومت دیانت و دانائی کے زور سے تھی اُنکے اختیارات ذوی القربیٰ میں وراثتاً تقسیم ہوتے تھے۔ چنانچہ حصۂ شاہی بڑوں سے چھوٹوں میں قوم قریش میں مستقل ہوگیا تھا۔

قاعدہ ہے کہ انسان اطاعت یا تو مجبوری سے اختیار کرتا ہے یا فہمایش سے جو ایسی فصاحت و بلاغت سے کیجائے کہ وہ دل و جان سے اُسکو برغبت قبول کرے۔ اہل عرب نے اُس زمانہ میں فصاحت و بلاغت میں وہ غضب کی قدرت و شہرت حاصل کی تھی کہ اُنکا ایک فصیح بیان اپنی قدرت تقریر سے ہزاروں کے دل تسخیر کرلیتا تھا۔ اور وہ اکیلا ایک جماعت کثیر سے جو کام چاہتا تھا کرالیتا تھا۔ ان کے کلام کی تاثیر عوام کی آزادی پر شہادت دیتی ہے کہ اُنکے دلوں پر اثر اطاعت کا نہ ہوتا تھا بلکہ کلام کا جس سے وہ کوئی ارادہ کرنیسے رُک جاتے تھے یا اُسپر جھک جاتے تھے۔ عرب کی آزادی اور یونان اور روم کی آزادی میں بڑا فرق یہ ہے کہ عرب کی سلطنت جمہوری سیدھی سادی تھی اور یونان و روم کی سلطنت جمہوری پیچ در پیچ تھی تصنع اور تکلف سے وہ بھری ہوئی تھی اُنمیں ہر رکن اختیارات ملکی و مالی کلیۃً رکھتا تھا۔ یہاں اپنی سیدھی سادی حالت میں ساری قوم عرب آزاد تھی۔ ہر شخص ان میں سے کسی آقا کی کینہ اطاعت سے نفرت دلی رکھتا تھا۔ اسکا سینہ شجاعت و صبر و حلم و استقلال و ہمت و جرأت کا مخزن تھا۔ آزادی کا شوق اسکا خود دنجود سکھاتا تھا کہ وہ اپنے نفس کو اپنے بس میں رکھے اور اپنے اختیار کو سنبھالے رہے۔

عرب کے نزدیک عزت کیلئے مرجانا کوئی بات نہ تھی۔ اپنے ننگ و ناموس کیلئے جان کھونیکو وہ تیار تھا۔ اور آزادی رکھنے کیلئے ساری تکالیف و مصائب اُٹھانیکو گوارا کرتا تھا یہاں تک کہ مرنے کا بھی خوف ایسے موقعوں پر نہیں کرتا تھا اسکے بشرہ سے نہایت سنجیدگی علو ہمتی ٹپکی پڑتی تھی اسکی گفتار اختصار کیساتھ متانت و فصاحت سے آہستہ آہستہ ہوتی تھی۔ وہ کبھی اتفاق سے کسی بات پر خندہ کرتا تھا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ اپنی ڈاڑھی پر ایک ادا و انداز کے ساتھ ہاتھ پھیرتا تھا۔ ڈاڑھی انسان کی جوانی اور مردی کی نشانی ہے۔ ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے میں یہ رمز تھی کہ وہ اپنی

جوانی وبزرگی کو ڈاڑھی سے تبلاتا ہے۔ اس ریش ہی کے لحاظ سے وہ اپنے ہمسروںکے ساتھ طفلانہ سفلونکی سی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنے بزرگوں سے باتیں کرنے میں کبھی نہیں جھجکتا تھا۔ اُنکے رُعب میں نہیں آتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کی آزادی کا اثر اسلام کی ابتدا میں قایم رہا۔ خلفاء اولین نے اپنی رعایا کو بیباکانہ گفتگو سے نہیں روکا۔ انکے ساتھ وہ اس طرح باتیں کرتے تھے جیسے کہ آپسمیں متعارف دوست بے تکلف باتیں کیا کرتے ہیں۔ وہ دینی امور کی ہدایت کرتے تھے۔ کوئی غرور وشان شاہانہ اپنی رعایا کو نہیں دکھاتے تھے۔ ہاں جب اسلام کا دارالسلطنت دریای دجلہ کے کنارہ پر بغداد میں منتقل ہوا تو خلفائے عباسیہ نے ایران اور روم کے بادشاہوں کی تقلید کرکے اپنے دربارونکی شان وشوکت کو ایسا بنایا کہ جس سے بادشاہ کی نخوت عیاں ہو ورنہ پہلے خلفاء کو ان باتونکی طرف ذرا بھی خیال نہ تھا۔

اقوام اور انسانوں کے حالات پر غور وخوض کرنیسے ہمکو وہ وجوہ اور اسباب معلوم ہوسکتے ہیں جنسے کہ انمیں نفاق و وفاق پیدا ہوتا ہے اور موانست انسانی میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور معاشرت بدلتی رہتی ہے۔ اہل عرب اور انسانوں سے الگ تھلگ رہتے تھے غیرونکے ساتھ نہ پیوند رکھتے تھے نہ رشتہ۔ اس سبب سے یہ امر اُنکی عادت میں داخل ہوگیا کہ وہ دشمن وذاتی اجنبی آدمی میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ ان دونونکو دیکھنے سے انکے دلمیں تصور ایسے پیدا ہوتے تھے جو آپسمیں ملتبس ہوتے تھے انھوں نے اپنی لوٹ مار اور غارتگری کے مباح ہونیکے لئے ایک مسئلہ مذہبی بنا رکھا تھا جسپر عمل اور عقیدہ انکا چلا جاتا تھا کہ وہ حضرت اسمٰعیل کے گھر سے اپنی ماں ہاجرہ سمیت اپنی سوتیلی ماں حضرت سارہ کے رشک وحسد کے سبب سے نکالے گئے تو انکو خداوند تعالیٰ نے یہ ملک عرب کے ایک وادی غیر ذی زرع ہے عنایت کیا اور اجازت دی کہ جو کچھ اس سے حاصل ہوسکے حاصل کرو۔ پس اپنے تئیں اس کم پیداوار کی زمین ملنے کے واور اولاد حضرت اسحٰق اور اپنے نوع انسان کو زیادہ پیداوار کی زمین ملنی کو یہ سمجھتے تھے کہ ہم ناحق اپنی ارث سے محروم کئے گئے ہیں اسلئے ہم جو اولاد اسحٰق یا اور غیرونکو لوٹتے ہیں تو اپنی وراثت کا حصہ لیتے ہیں کچھ دغابازی اور سینہ زوری نہیں کرتے ہیں اسیوجہ سے وہ اپنی چوری کا نام چوری نہیں رکھتے تھے بلکہ اسکو تحصیل ملکی کہتے تھے۔ جب کوئی عرب کسی آدمی کو لوٹتا تھا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ مینے آج یہ لوٹا بلکہ یہ کہیگا کہ مینے یہ نفع کمایا۔ یہی سبب ہے کہ وہ غیرونکے لوٹنے میں دست درازی کرتے تھے مگر انکے خود سارے خیمے اور گھر کھلے پڑے رہتے تھے وہ کبھی آپس میں ایکدوسرے کی چیز نہیں چراتے تھے۔

اہل عرب کو جیسی تجارت کی عادت تھی ایسے ہی چوری وغارتگری کی طرف رغبت تھی۔ ریگستان میں جو کارواں جاتے تھے جبتک وہ فدیہ نہ دیتے تھے بدؤں کے ہاتھ سے بچتے نہ تھے وہ اُنکو لوٹ لیتے تھے۔ حضرت ایوب کے زمانہ سے اہل عرب کے ہمسایے ہمیشہ اُنکی غارتگری کے شکار رہے۔ اگر بدو دور سے دیکھتا تھا کہ مسافر اکیلا چلا آتا ہے تو وہ اُسپر لپک کر جھپٹتا تھا اور اُسکو ڈانٹ کر کہتا تھا کہ کپڑے اُتار کر رکھدے کہ تیری چچی (یعنی اوسکی زوجہ) ننگی بیٹھی ہے۔ اگر مسافر نے چپ چاپ کان

دباکر کپڑے اُتار کر رکھدیے تو خیر گذری پھر اُس پر شفقت و مہربانی کی نظر ہے۔ اور اگر مسافر نے اُسکے کہنے کو نہ سُنا کر گیا
کہتا ہی برسر مقابلہ ہوا تو پھر یہاں کیا تھا سینہ میں شعلہ غضب نے آگ لگادی اور اپنی حفاظت نفس کے لئے مشروع طور
پر اپنے خون کا کفارہ اس بیچارہ مسافر کی خونریزی کو سمجھنے لگا۔ ایک چور یا دو چار ملکر چوری کریں تو وہ چور ذلّت کے نام سے
بدنام ہوتے تھے۔ لیکن اگر گروہوں کا مجمع چوری کرے تو وہ جائز سمجھا جاتا تھا اور اسکا نام معزز و مشروع محاربہ رکھا
جاتا تھا۔ پس آدمیوں کے طبائع یوں نوع بشر کی مخالفت پر کمربستہ ہوں انہیں دو چند اشتعالک اس سے پیدا ہو جاتی
ہی کہ انتقام و قتل و غارتگری کی اجازت انکی اپنی قوم کیطرف سے بھی ہو فرنگستان کے نظم و نسق میں صلح و جنگ کا استحقاق
صرف چند معزز فرمانرواؤں پر محصور ہوتا ہی اور استحقاق کے موافق عمل کرنیکا اختیار نفس الامر میں اور بھی کمتر فرمانرواؤں
پر محصور ہوتا ہی۔ مگر ملک عرب میں ہر عرب فرمانروا تھا جسکی خطا کی کوئی پرسش نتھی اپنے ہموطنوں کو جا بیجا مار ڈالنے
اور اپنے تئیں اس کام میں بیگناہ اور نام آور جاننے۔ اتفاق قومی انہیں فقط زبان اور اطوار میں ایک پریشان طور پر
تھا۔ ہر فرقہ میں ایک رئیس برائے نام حکومت رکھتا تھا۔ اسکو بہت اختیار اور اقتدار نہیں حاصل ہوتا تھا جب معاملات
ملکی میں نفاق پیدا ہو جاتا تھا۔ تو آپس میں سخت عداوت ہو جاتی تھی۔ جو جھگڑے و فساد چک کر مٹ بھی جاتے تھے اُنکا نظم و نثر
میں پڑھا جانا متخاصمین کی اولاد کے باب میں کینہ و انتقام کی بجھی ہوئی آگ کو سُلگا دیتا تھا۔ ہر شخص اپنے امور خانگی
میں اور ہر ایک خاندان اپنے معاملات کے فیصلہ کرنیمیں منصف یا منتقم ہوتا تھا۔ ہر فرد کو اپنے ننگ و ناموس کا ایسا نازک خیال ہوتا
تھا کہ وہ اپنے ہتک کو ایسا گرانبار جانتا تھا کہ اپنے بھاری نقصان کو اسکا پاسنگ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ عرب کے فسادوں میں
یہ عزت کا خیال اپنا زہر اُگلا کرتا تھا انکے عیش کو تلخ بنا دیتا تھا۔ اگر انکی عورتوں یا ڈاڑھی کی نسبت کوئی گستاخی کا
کلمہ کسی کی زبان سے ذرا بھی نکل گیا تو وہ بہت چڑجاتے تھے۔ اگر ایک نے دوسرے کی نسبت تحقیر کا لفظ کہدیا یا اور کوئی
حرکت بیہودہ اُسکے ساتھ کر بیٹھا تو اُسکا عوض و انتقام تلوار سے ہی لیا جاتا تھا۔ وہ اپنے انتقام لینے میں استقلال اس
صبر کے ساتھ کرتے تھے کہ مہینوں اور برسوں کمین لگائے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے کہ کب موقع ہاتھ آئیگا کہ انتقام لیکر اپنے
دلکو ٹھنڈا کریں۔ ہر زمانہ میں وحشیوں میں یہ قاعدہ رہا ہی کہ قتل کے بدلے میں تاوان و خونبہا لیتے تھے۔ عرب میں یہ دستور
تھا کہ مقتول کے وارث یا دیت لیں یا اپنے ہاتھ سے قاتل سے قصاص لیں۔ اسکے سوا ایک عجیب صفائی انکے کینہ میں
یہ تھی کہ وہ قاتل کے سر لینے سے انکار کرتے تھے اور اسکے عوض میں یہ چاہتے تھے کہ قاتل جس قبیلہ کا ہو اسکے سب سے
بڑے سردار کا سر اُڑائیں تو ہماری ناموری ہی کہ اپنے ادنیٰ آدمی کی عوض میں دشمن کے اعلیٰ افسر کا سر اُڑایا غرض
وہ مجرم کے عوض ایک بیگناہ کا خون سر پر لیتے تھے۔ پس اگر قاتل کے گروہ میں اُنکا یہ نامی گرامی آدمی مارا گیا

تو پھر طرفشانی انتقام کے درپے ہوا۔ اس طرح دو آدمیوں کے لڑنے مرنے پر قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ اُنکے ہاں کسی شخص کا خون ہو جانا ایک ایسا قرض تھا کہ جسکی اصل اور سود ہمیشہ جمع ہی ہوا کرتے تھے اور کبھی ادا نہوتے تھے۔ طرفین کے دلوں میں روز بروز کینہ و پرخاش بڑھتا جاتا تھا۔ دونوں کی خوف و خطر میں بسر ہوتی تھی بعض اوقات نصف صدی گذر جاتی تھی کہ اس انتقام کا حساب کتاب بیباق نہوتا تھا۔

آئین جنگ کی مصلحت

بعض مسائل اور قوانین عزت کے باب میں اُنکے ہاں ایسے تھے کہ ایسی خونخوار قوموں میں بھی جو رحم و عفو سے معرا تھیں اعتدال پیدا کر دیتے تھے۔ ان مسائل کا منشا جو شائستہ تھا یہ ہوتا تھا کہ ہر خانہ جنگی میں طرفین عمر میں قوت میں تعداد میں ہتیاروں میں درجہ مساوات رکھیں اسلئے ہر سال میں دو یا چار مہینے ایسے مقرر کر رکھے تھے کہ اُنکے اندر قتل ممنوع تھا۔ کہ نہ آپسمیں لڑنے کے لئے نہ غیروں سے جنگ کرنیکے واسطے تلواریں میان سے باہر کرنی چاہئیں پس تھوڑے دنوں تک جنگ و پیکار سے باز رہنا اُنکی جنگ و جدل کی عادتوں اور ملک کی بدنظمیوں کو خوب عیاں کرتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی لڑائیاں

کوئی روایت کرتا ہے کہ اس زمانہ میں سترہ سو لڑائیاں ہوئیں۔ کوئی بارہ سو بتلاتا ہے۔ ان بیباک اور بے قید عربوں کی معرکہ آرائیاں و خونریزیاں بڑی مشہور ہیں۔ انمیں سے دو ہم نقل کرتے ہیں۔ ایک حرب بسوس دوسری حرب داحس۔ حرب بسوس بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اسکا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا۔ اسنے حکم دے رکھا تھا کہ میرے چراگاہ میں کوئی اونٹ نہ چرنے پائے۔ ایک شخص قوم جرم کا جساس کی پھوپھی بسوس نامی کے اُترا تھا اسکے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتے ہوئے کلیب کی چراگاہ میں چلی گئی۔ کلیب نے اُسپر تیر چلائے اور پھر اسکے تھن کاٹ لئے۔ یہ اونٹنی لہولہان اپنے مالک کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی بسوس نے اسکو لہو میں لتھڑا ہوا دیکھا وہ اسکو پیار کرنے لگی اور کہنے لگی کہ ہائے افسوس کیا میرے مہمان کو تکلیف ہوئی۔ جساس نے جو اپنی پھوپھی کو غمگین پایا تو تمام قوم کو جمع کر کے کلیب کو جا گھیرا وہ اپنے احاطہ میں پھر رہا تھا کہ جساس نے اسکے ایک نیزہ ایسا مارا کہ وہ مرگیا پس اتنی بات پر آتش جنگ برسوں تک مشتعل رہی جس کے شراروں میں ستر ہزار جانیں خاکستر ہو جائیں - حالی

وہ بکر و تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

جنگ داحس کا حال یہ ہے کہ عرب کا امیر قیس تھا اسکے پاس دو گھوڑے داحس اور غبرار نامی تھے حذیفہ بن بدر کے گھوڑوں کے ساتھ دوڑ ہوئی دو دو سو چھروں کی شرط بدی گئی۔ حذیفہ نے پہلے سے ایک آدمی ان گھوڑوں کی راہ میں بٹھا دیا تھا اور اس سے کہدیا تھا کہ اگر قیس کا گھوڑا داحس کے آگے نکلجائے تو اُسکو روک دینا۔ اس نے روکا مگر وہ نہ رکا

تو اُس نے ایک ضرب شدید اسکی ہتھیلی میں لگائی جس سے وہ رُک گیا۔ مگر دوسرا گھوڑا غبرا نہ رُکا اور حذیفہ کے گھوڑ دوڑنے آگے نکل گیا قیس بازی جیت گیا مگر حذیفہ اسپر ضد کرنے لگا کہ دوبارہ پھر گھوڑ دوڑ ہو۔ اس بات پر بنی قیس بنی بدر میں کینہ پیدا ہوا۔ چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا۔ قبیلے کے قبیلے کٹ گئے۔ ہزار ہا تن بے سر ہو گئے یہ جنگ ضرب المثل ہے۔ غرض ایسے ہی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ مسدس حالی

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا	کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا	لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا	یونہیں روز ہوتی تھی تکرار اُن میں	یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

گو اہل عرب لوٹ مار میں نہایت سخت اور آپس میں انتقام لینے میں درشت تھے مگر تجارت اور علم ادب کی ملائم تاثیر دونے انکی وحشت اور سختی میں اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے۔ اسکے گرد قدیم زمانہ کی نہایت مہذب قومیں آباد تھیں۔ تاجر انسان کا خیرخواہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے چنانچہ ان مُہذب قوموں کے کارواں ہر سال وہاں جاتے تھے اور علم اور اخلاق کے بیج عرب کے شہروں میں کیا بلکہ بیابان کے خیموں میں بوئے جاتے تھے۔ اہل عرب کا نسب خواہ کچھ ہی ہو مگر انکی ابتدائی زبان کا درخت عبرانی۔ شامی۔ خالدیہ کی زبانوں کی گٹھلی سے پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ عرب کی طبیعت کی آزادی اور خودسری نے ایک ہی زبان کے قواعد کا پابند نہیں رکھا۔ انکے قبیلوں کی زبانوں میں کچھ نہ کچھ فرق رہا۔ مگر ہر ایک قوم اپنی گفتار خاص کے بعد مکہ کے خالص اور فصیح زبان کو ترجیح دیتی تھی۔ عرب میں اور نیز یونان میں فصاحت زبان کا کمال نسبت اطوار کی تہذیب و شائستگی کے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایکے علم قوم کے فقط حافظہ میں وہ بڑی کتاب لغت کی ودیعت تھی جسکے اندر شہد کے اسّی مختلف نام۔ سانپ کے دو سو۔ شیر کے پانسو۔ تلوار کے ہزار نام تھے۔

یمن میں حمیری خاندان سلطنت کرتا تھا۔ انکی عمارتوں میں کتابے خط مسند میں کندہ ہوئے ہیں۔ مگر یہ خط ایسا متروک الاستعمال ہو گیا ہے کہ اب اسکو کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ مگر خط کوفی جس سے خط نسخ نکلا ہے دریائے فرات کے کناروں پر ایجاد ہوا تھا اور اس نو ایجاد خط کی تعلیم ایک شخص نے اہل مکہ کو کی تھی اہل عرب کو فصاحت کلام کی استعداد خداداد تھی۔ وہ صرف و نحو عروض قوافی۔ بدیع۔ بیان معانی کے علوم سے محض ناآشنا تھے۔ فصاحت انکا جوہر ذاتی تھا کہ اشراف خاندانوں کے بچے لطیف زبان طوطی ہزار داستان کی طرح اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے۔ فکر سخن میں طبیعت انکی نہایت رسا اور وسعت خیالات میں فہم مستحکم۔ ذہن نکتہ سنج۔ انکے کلام میں وہ تاثیر تھی کہ جب وہ اپنی رجز خوانی پر آتے تو ہزاروں سامعین کے دلوں کو اپنے بس میں کر لیتے تھے جدھر چاہتے تھے پھیر لیتے تھے۔ وہ اپنی فصاحت سے شجاعت کو جوش و خروش میں لا کر مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے جب اپنے کشتوں کی لاش پر نوحہ کرتے تو سننے والوں کے آنسو نکل پڑتے۔ وہ علم الانساب علم الانواء۔ علم التواریخ۔ علم تعبیر رویا رکھتے تھے۔

اہل عرب کی فصاحت طبعی [illegible]

جب کوئی شاعر ہونہار اپنی قابلیت کو دکھاتا تو اسکی خود قوم اور اقوام ستایش میں اسکی سرگرم ہوتیں کہ دور دور اسکی شہرت ہوجاتی۔ اُسکی دعوت کا سامان کیا جاتا تھا جسمیں عورتیں ڈھولک بجاتیں اور بڑی دُھوم دھام مچاتیں۔ اور اپنی آوازوں کے سُروں کو ملاکر اپنے بیٹوں اور خاوندوں کے سامنے یہ گاتیں کہ ہماری قوم کیا خوش اقبال ہے کہ ہمیں یہ ایک نوجوان بہادر پیدا ہوا ہے جو ہمارے تمام حقوق کی حمایت کریگا اور ہمارا نقیب ہے کہ اپنی آواز سے ہماری نیکنامی کا آوازہ بلند کریگا اور ہمارے نام کو شہرت عام اور بقائے دوام بخشے گا۔ عکاظہ جبل عرفات کے پیچھے مکہ کے پاس ایک مقام تھا جسمیں میلا ہر سال ہوا کرتا تھا صدہا کوس سے لوگ یہیں آتے تھے۔ اور اُن اقوام کے آدمی بھی آتے تھے جو آپسمیں دشمنی رکھتے تھے۔ یہ میلا گویا ایک اجتماع قومی تھا جس سے ان وحشی قوموں میں موانست پیدا ہوتی تھی اور تہذیب پھیلتی تھی۔ وحشی صحرائیوں میں اس مل بیٹھنے سے انسانیت آتی تھی تیس روز تک میلا رہتا تھا۔ اسمیں فقط ہزاروں کا لین دین اور انگوروں ہی کا مبادلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ زیادہ تر فصاحت کا شاعری کا بازار گرم ہوتا تھا اس بازار میں تمام اسبابوں میں جوہر سخن کے برابر کوئی چیز قیمت نہیں رکھتی تھی۔ سرّافان جوہر سخن اسمیں جمع ہوتے تھے سخن کے کھوٹے کھرے کو پرکھتے تھے۔ ایک میدان میں سب جمع ہوکر خوش اسلوبی کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے ایک شاعر کھڑا ہوتا تھا اور اپنے شعر از بر پڑھتا تھا۔ شاعر اپنی طبع آزمائیاں کرتے تھے۔ ایکدوسرے پر سبقت لیجانے میں سعی کرتے تھے۔ اپنی برتری کی دلیلیں پیش کرتے تھے اسپر جھگڑا کرنے کو بھی تیار ہوتے تھے۔ پس جو کوئی اس میدان میں سبقت لیجاتا اسکی تحسین و آفرین کا آوازہ بلند ہوجاتا۔ اسکے قصائد یا عبارت نثر صاحب امارت اور شاہزادے امیرزادے تبرک کیطرح لیجاتے تھے۔ اونٹوں و بکریوں کی جھلیوں پر۔ ابریشمی کپڑوں پر۔ سنہری حرفوں میں لکھکر کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کرتے تھے انکو مذہبہ یا معلقہ کہتے تھے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ ان میں سے ابتک موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ سوائے ان سات کے کوئی اور معلقہ باقی نہیں رہا۔ ان اشعار میں شجاعت۔ دل کی اُمنگیں۔ خونریزی۔ شرافت نسب۔ فاقت یا وفا۔ سخاوت فرحت مقام۔ دریاؤں کی روانی جنگلوں کی ویرانی۔ پہاڑوں کی وحشتناکی جنگلوں کی سرسبزی۔ حیوانات کی خوبی اونٹ گھوڑوں کی تعریف عشق معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اُداسی۔ وصل کی مسرت۔ اور اس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شاعر اخلاق کے معلم اور اپنے زمانہ کے مورخ تھے وہ عرب کی خوبیوں اور نیکیوں کا اعزاز دلوں میں دلنشین کرتے تھے۔

سخاوت

سخاوت و شجاعت میں ایسا پیوند ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس رشتہ مندی ہی پر انکے اشعار کا مدار تھا۔ سب سے زیادہ یہی مضمون دلپسند تھا۔ سخاوت۔ مہمان نوازی۔ بہادری شجاعت سے انکا تمام کلام مرصع ہے گو بدیع و معانی و بیان سے معرا ہے۔ جب وہ کسی مبتذل قوم کی ہجو کرکے خاکہ اُڑاتے تھے تو اسکو سخت طعن سے یہ بھی کہتے تھے کہ مردوں کو دینا اور عورتوں کو انکار کرنا نہیں آتا۔ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوان نوال اہل عرب کے خیموں میں نظر آتا تھا

وہی تند خو بد و جو بیابان مین کسی شخص کی جان کا خواہان ہوتا اگر وہ بغیر صحبت اسکی بات پر اعتماد کرکے اسکے خیمہ
مین آجاتا تھا پھر اس سے معانقہ کرتا تھا محبت کیساتھ اسکی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ مہمان بناتا تھا وہ اپنی دولت و افلاس مین
شریک حال کرتا تھا۔ وہ بقدر اسکی حاجت کے اپنے گھر مین رکھتا تھا۔ پھر اسکا شکریہ ادا کرتا تھا دعائین دیکر رخصت کرتا تھا
کبھی اسکے ساتھ کوئی عطیہ بھی کردیتا تھا سخاوت انمین ایسی تھی کہ محتاج بھائیون اور دوستونکی ساتھ وہ دست کیساتھ وہ
دست و دل کشادہ رکھتے تھے شجاعت کا حال یہ تھا کہ اسکے ساتھ کوئی شرط حزم و احتیاط و تجربہ کی نہین لگاتے تھے کہ جس سے اسکا
احاطہ تنگ ہوجائے انکے بہادرانہ کام مدح و ستایش عام کے قابل جب ہی شمار ہوتے تھے کہ وہ اس تنگ احاطہ سے باہر ہوتے تھے
اہل عرب کی ساری خوبیونکا حال اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ حاتم طائی کے خصایل مین دیکھ لے اس سخی کا نام ایسا ہے کہ اسکو
جاہل سے لیکر عالم تک ہندستان کے سب جانتے ہین وہ قبیلہ بنی طے کا سردار تھا۔ وہ اہل عرب کی تمام نیکیونکا آئینہ تھا۔ جوانمرد۔
بہادر۔ فیاض۔ دریادل۔ شاعر فصیح بیان جنگ و پیکار مین کامگار و کامران۔ مہمان نواز ایسا کہ چالیس اونٹ جس کے
ہاتھ عوت مین قربان ہوتے تھے۔ ایکدفعہ اس نے اپنے جانی دشمن کی منت سماجت کرنے پر تمام مال متاع و قیدی و
غلام اسکے واپس کردئے۔ سنہ مین اسنے وفات پائی۔ عرب کی آزادی کا اقتضاء قوانین عدالت کی پابندی سے
انکو نفرت دلاتا تھا۔ انمین جو جبلی عادت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحم تھا۔ اس سے وہ مستفید ہوتے تھے۔ پہلو وہ اپنا فخر
اور جوہر ذاتی سمجھتے تھے۔ قوانین و آئین کی پابندی سے جو خوبیان پیدا ہوتی ہین وہ انکے نزدیک ذلیل و حقیر تھین۔
بدوؤن کے دل سخی اور قلب جری۔ انکے لغت فصیح۔ زبان بلیغ۔ نسب صحیح۔ حسب شریف۔ انکی زبان سے کلام ایسا روان
نکلتا تھا جیسے تیر کمان سے۔ وہ دلونپر اثر کرتا تھا۔ نسیم بہار اور آب شیرین سے زیادہ لطف دیتا تھا وہ بھوکونکو مصیبت مین
کھانا کھلاتے تھے میدان جنگ مین زبردستونسے لڑنے مرنے کو طیار ہوتے تھے۔ یہ انکو گوارا تھا کہ کوئی غیر انکا دل کھائے
اور اپنا تابع بنائے اور ان کی عزت کا خواہان ہو۔ وہ اپنے ہمسایہ کے ایسے حامی ہوتے تھے کہ اسکو تکلیف نہین پہونچنے دیتے
تھے۔ گھر کی عورتونپر کسی کی نظر بد نہین پڑنے دیتے تھے۔ امیرون شریفونکو ذلیل نہین ہونے دیتے تھے۔

اہل عرب جو اجرام فلکی یعنی چاند۔ سورج۔ ستارون کی پرستش کرتے تھے وہ صابئین کہلاتے تھے۔ عبرانی زبان
مین صابی کے معنے ستارے کے ہین یہ اجرام فلکی کی پرستش انسان کے توہمی مذہب کا اختراع اول ہے۔ یہ مذہب اور
مذاہب باطلہ مین زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے ان اجرام فلکی کا نور جو ساری زمین اور آسمان پر چمکتا ہے وہ ذات
الہی کے نور کی تصویر آنکھون کے سامنے رکھدیتا ہے انکی تعداد اور ابعاد حکیم و جاہل دونون کی نظر مین ایک سعت
غیر متناہی کا تصور باندھ دیتی ہین۔ ان نورانی مجسم کرون مین کبھی زوال و تنزل کے آثار نمایان نہین ہوتے

خلاصہ اوصاف عرب

[illegible]

اس لئے انکا ازلی و ابدی ہونا انکی ذات ہی سے خود عیان ہوتا ہے۔ انکی حرکتین ایسے انضباط و قواعد کے ساتھ ہوتی ہین کہ ان مین حرکت آزادی اور عقل انسانی و حیوانی کے موجود ہونیکا خیال دل مین پیدا ہوتا ہے۔ تاثیرات کواکب خواہ وہ خیالی ہون یا اصلی ہون اعتقاد باطل کی تقویت اس امر کی کرتی ہین کہ وہ زمین کے باشندونکی خبرگیری اور انکے کامونکا انتظام و انصرام کرتی ہین۔ علم ہیئات کی بنا بابل مین پڑی مگر اہل عرب کی استادی اس علم مین انکے صفائی مطلع آسمانی اور بیابانون کی کف دستی نے پیدا کی۔ ان صحراؤن کے سفر مین یہ ستارے ہی رہنمائی کرتے تھے بدوون کو انکے نام اور ترتیب و منازل معلوم تھے اور انکا تفحص و تجسس انکی عادات مین داخل تھا انہون نے اپنے تجربہ و مشاہدہ سے دورِ قمر کو اٹھائیس منازل مین تقسیم کیا تھا۔ اور ان ستارونکے اقترانون کو نہایت سعد سمجھے تھے کہ جنمین بارش ہوتی تھی اور انکی خشک لب زمین کی پیاس بجھتی تھی یہ تاثیرات اجرام فلکی توجسمانی تھین وہ صرف مادیات مین محسوس ہوتی تھین۔ یہہ ستارہ پرست انواء منازل ستارون و نجمین کا بہت اعتقاد رکھتے تھے سب کام انکے انواء پر منحصر رہتے وہ کوئی حرکت و جنبش ہی نکرتے جب تک وہ موافق نوء کے نہوتی اور کہا کرتے تھے کہ اب کی دفعہ فلانی نوء کے سبب سے ہمارے ملک مین مینہ برسا۔

اُن کے مذہب مین روحانی مسائل کی بھی ضرورت تھی سو وہ تناسخ ارواح اور حشرات اجسام کی قائل تھے مردہ کی قبر پر ایک اونٹ مردہ کیلئے باندھ دیتے تھے کہ وہ دوسرے جنم مین اسکی خدمت کرے۔ مردون کی روحون کی حضرات کیجاتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بقاے روح کے مرنے کے بعد قائل تھے اور یہہ سمجھتے تھے کہ انکو علم ہوتا ہے اور وہ قدرت رکھتی ہے۔ بالتفصیل یہ بتلانا نہایت مشکل کام ہے کہ انکے دیوتا کون کون سے تھے اور کن کن مقامون سے مختص تھے کون کونسے کوکب کی وہ پرستش کرتے تھے۔ عناصر کی عبادت کیونکر کرتے تھے انکی تذکیر و تانیث کیونکر مانتے تھے یعنی کیونکر دیوتا اور دیبی مقرر کر لیتے تھے۔ ان کے کیا خطاب و القاب تھے کیا کیا انکے صفات بیان کئے جاتے تھے۔

ایمین سے چند مشہور باتین لکھتے ہین کہ اہل عرب مین ہر فرقہ و قبیلہ اور خود مختار جنگباز اپنی رسوم عبادت اور من مانے معبود کو جب چاہتا بدل ڈالتا تھا۔ مگر ان کل قوم کا اسمین اتفاق تھا کہ مکہ کو تیرتھ کی جگہ مانے اُس کو کبھی نہین اُسکے بتون کے آگے ہمیشہ سر جھکایا۔ اور وہانکی زبان کی عظمت کا اعتقاد رکھا۔ ملل و نحل مین شہرستانی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت مین اہل عرب کے کئی فرقے تھے ایک فریق خدا تعالیٰ کا بالکل منکر تھا اُسکا یہ مقولہ تھا کہ ہر شے اپنی طبیعت سے زندہ ہوجاتی ہے اور پھر یا زمانہ اُسکو مار ڈالتا ہے اور پھر وہ زندہ نہین ہوتی۔ دوسرا فریق خالق کا اقرار کرتا تھا مگر مر کر پھر زندہ ہونے سے انکار کرتا تھا۔ ایک فریق بتونکو پوجتا تھا اور ہر قبیلہ کے ساتھ

ایک بت مخصوص تھا۔ اور وہ ایک جگہ قایم تھا ہبل سب بتونمین معزز و معظم بُت تھا وہ کعبہ مین تھا اور آساف نائلہ صفا والمروا مین لات قبیلہ ثقیف کا طائف مین قریش کا اور بنی کنانہ کا بت عزی تھا اوس اور خزرج کا منات بعض فرشتون کو سجدہ کرتے تھے اور بعض جنون کو پوجتے تھے۔

کعبہ کی قدامت مین کسیکو کلام نہین۔ اسکا ذکر حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے پیشتر کی تاریخون مین موجود ہے ایک بڑا قدیمی یونانی مورخ بحر احمر کے ساحل کے ذکر مین لکھتا ہی کہ ثمود و صابئین کے درمیان ایک مشہور معبد ہے جسکو سب اہل عرب مقدس سمجھتے ہین۔ اول ہی اول حمیر کے ایک دیندار بادشاہ نے جو سات برس پہلے ہجرت سے تھا کتان یا ریشم کا پردہ کعبہ پر چڑھایا تھا جس کی نقل ابتک سلطان روم کرتا ہی۔ کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو ہر سال بدلتا رہتا ہی۔ وحشیونکی پرستش کے لئے تو ایک خیمہ یا غار کوہ کافی تھا مگر کعبہ انکے واسطے پتھر اور چکنی مٹی کی عمارت بنگئی تھی۔ اس عمارت کی اصلی سادگی ابتک موجود ہی اسمین مشرقی بادشاہون نے اپنے اقتدار اور ہنرمندی کو زیادہ نہین خرچ کیا۔ کعبہ کے چارون کونو نپر ایک ایوان تھا۔ اسمین خانہ کعبہ مربع ۲۴ ہاتھ لمبا اور ۲۳ ہاتھ چوڑا اور ۲۷ ہاتھ بلند تھا۔ ایک دروازہ اور ایک کھڑکی روشنی کے واسطے تھی۔ دوہری چھت ستونو نپر قایم تھی اسمین ایک پرنالہ مینہ کیواسطے پانی کے نکالنے کے لئے تھا۔ چاہ زمزم پر ایک برج بنا ہوا تھا کہ اسمین کوئی ناپاک چیز اوپر سے نہ آن پڑے۔ قریش کا قبیلہ قدیم سے مکہ مین رہتا تھا اور معزز شمار ہوتا تھا۔ قریش مکہ کی آبادی و بہبودی میں کوشش کرتے تھے۔ تجارت کا انتظام کرتے تھے۔ بنی ہاشم کا خاندان بڑا نامی اور بزرگ تھا وہ کعبہ کا متولی تھا ہر سال کے آخر مہینہ مین وہان لوگ حج (حج کے معنی قصد کے ہین اور سال کے بھی ہین۔ اسواسطے خواہ اس خیال سے کہ وہان آنے سے قصد عبادت کا ہوتا تھا یا سال بسال وہان مجمع ہوتا تھا اس سفر کا نام حج ہو گیا تھا) کو آتے تھے مناسک و مراسم حج جو اس زمانہ جاہلیت مین تھے وہ اسلام کے زمانہ تک بھی قایم رہے ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا بُت جدا خانۂ کعبہ مین رکھا تھا اسلئے خانۂ کعبہ مین تین سو ساٹھ بُت تھے جسمین بعض آدمیونکے بعض باگھ بعض شیر کے اور بعض ہرن و غیرہ کی شکل کے تھے ان سب مین ہبل ممتاز تھا۔ سُرخ پتھر کا وہ بنا ہوا تھا وہ اہل شام کی صنعت کی یادگار تھی وحشیانہ زمانہ مین اہل عرب ایک کھڑا پتھر عبادت کیواسطے رکھ لیتے تھے یا کسی تھان مین تیون اور قربانگاہ کو بنا لیتے تھے۔

دنیا مین جاپان سے لیکر پیرو تک قربانیونکا عام رواج ہی قربانی کرنیوالے اپنے دیوتاؤن کی پرستش اور بندگی اسمین سمجھتے ہین کہ جو چیز ہمکو سب سے زیادہ عزیز ہو اسکو ذبح کرکے قربان کر ڈالین سب سے زیادہ عزیز انسان اپنی جان ہی وہ بھی اسپر قربان کرنی بڑی عبادت سمجھی جاتی ہی بعض تمدن ایسے ہین کہ اسپر انسانو نکی قربانیان

ہوتی ہین یہ رسم عرب مین بہی بہت مدت تک جاری رہی کہ ایک لڑکے کی قربانی کعبہ مین بتون پر چڑہاتے تہے۔ باپ کا اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیۓ ہاتہہ پکڑ کر بتخانہ مین لیجانا عجب نہی جوش اور دیوانگی کی نشانی ہے یہ کام وہی کرتے تہے کہ بڑے بہادر اور جری و مقدس متبرک ہوتے تہے چنانچہ آنحضرتؐ کے دادا نے بہی یہ منت مانی تہی کہ مین اپنے بیٹے کو قربان کرونگا۔ مگر آنحضرتؐ کے والد پیدا ہوۓ تو انہون نے اس قربانی کی عوض کفارہ مین اونٹ دیۓ زمانۂ جاہلیت مین اہل عرب کو بہی مثل یہود کے سور کے گوشت کہانے سے پرہیز تہا۔ اولاد کا ختنہ بہی وہ کرلیتے تہے۔ ماں بیٹی سے نکاح نہین کرتے تہے۔ اور سگی بیٹیون سے بیاہ کرنیکو برا جانتے تہے۔ جو شخص اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیتا تہا اسکو بہت ہی برا جانتے تہے۔ افلاس کے سبب سے رسم دختر کشی رائج تہی۔

عرب آزاد ملک تہا ہمسایہ کی سلطنتون مین فتوحات اور ظلم کے سبب سے اہل چل پڑتی تہی تو ستم رسیدہ اور جفا دیدہ لوگ یہان چلے آتے تہے جہان جانتے تہے کہ جو ہم چاہینگے اپنے خیالات رکہینگے اور جو اپنا پیشہ ہو وہ کرینگے۔ صابئین یہودیون۔ عیسائیون۔ مجوسیونکا مذہب بالکل خلیج فارس سے بحر احمر تک خارج ہو چکا تہا۔ بہت قدیم زمانہ مین صابئین کا مذہب خالدیہ والون کے نجومیون کے علم سے اور عصر یہ والونکی تلوار سے ایشیا مین پہیلا تہا۔ وہ ہزار برس کے عرصہ مین اپنے مشاہدات اور تجربون سے بابل کے نجومیون اور پیر و مرشدون نے انتظام و تدبیرات الہی اور فطرت کی قوانین ابدیہ دریافت کیۓ وہ سات دیوتاؤن یا فرشتون کی عبادت کرتے تہے۔ ان دیوتاؤنکو کہتے تہے کہ وہ سبعہ سیارونکو اپنے مدار مین چلاتے ہین وہ اپنا اثر زمین پر ایسا کرتے ہین کہ جسکا مقابلہ کسی سے نہین ہو سکتا۔ سبعہ سیارہ کی صفات کو اور بارہ برجون اور چوبیس اشکال شمالی و جنوبی کو تصاویر سے تعبیر کرکے انکا نام طلسمات اور ہیاکل رکہا تہا۔ صابئین دن مین تین دفعہ نماز پڑہتے تہے۔ حیرہ مین ایک ہیکل قمر تہی وہان حج کو جاتے تہے۔ انکا مذہب ایسا لچکدار تہا کہ کچہہ آپ سیکہتا تہا اور کچہہ اورونکو سکہاتا تہا۔ آفرینش عالم کا طوفان نوحؑ کے ماننے مین وہ اپنے قیدی یہودیونکا سا مذہب رکہتے تہے حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ اور حضرت یونسؑ کے مصحف کو مانتے تہے جنکو وہ مخفی رکہتے تہے بعد کے عیسائیون کے عقائد کی بہی چاشنی اپنے دہرے مین ملائی تہی۔ بابل کی قربانگاہین مجوسیون نے تہ و بالا کر دی تہین صابئین کو جو نقصان انکے ہاتہہ سے پہونچے تہے اسکا عوض سکندر اعظم نے خوب لیا تہا ایران پانچسو برس تک غیر قومونکی حکومت کے جوۓ کو اٹہاتا رہا اور وا ویلا کرتا رہا۔ خالص زند وستہ کے مذہب والے بت پرستی کی دنیا سے بچکر آزادانہ زیست بسر کرنے کے لیۓ عرب مین چلے گئے تہے۔

آنحضرتؐ کی ولادت سے سات سو برس پہلے یہودیون نے عرب مین سکونت اختیار کی تہی طیطوس اور ہیڈرین کی

عرب مین صابئین

لڑائیون کے سبب سے ارض مقدس سے بہت سے یہودی ملک عرب مین جا بسے تھے۔ یہ جلاوطن حفاظت آزادی اور قدرت کو چاہتے تھے۔ انہون نے اپنے معابد و شہر و قلعے جنگلون مین بنا لئے تھے۔ اور غیر قومین جو یہودی ہوگئی تھین وہ بنی اسرائیل کے ساتھ خلط ملط ہوگئین۔ انمین ظاہری نشانی ختنہ کی ایک ہی تھی۔

عیسائی مشنری اپنے کام مین مستعد اور نہایت کامیاب تھے۔ کیتھولک مذہب کی حکمرانی تھی۔ جن عیسائی گروہ کو انہون نے دبایا تھا وہ رومیونکی سلطنت کی حد سے پرے نکل گئے تھے۔ انکی انجیل و رعقاید رومن کیتھولک کے سے نہ تھے۔ انہون نے یمن مین اپنے کلیسا قایم کئے اور آزاد ہوگئے۔ غرض یون عرب جو اپنے مذہب مین آزاد تھا اسکے ساتھ یہ یہودی عیسائی۔ مجوسی۔ اور صابئین بھی شریک ہوگئے۔ یہ جو اجنبی قومین یہان آکر آباد ہوئین ان سبکے فضلونکا اس مسئلہ پر اتفاق تھا کہ اللہ ایک ہے۔ زمین اور آسمان سب اسکے محکوم ہین اس لئے انسانون مین اپنا الہام بذریعہ فرشتون اور پیغمبرون کے بھیجا ہے اور اسنے اپنے فضل و کرم اور عدل سے معجزات خرق عادات فطرت کیا ہے۔ عربکے مہذب خاص لوگ خدا کو ایک مانتے تھے۔ مگر اسکی عبادت مین بڑی غفلت کرتے تھے بتونکی عبادت کی عادت انکو تھی گو اسکا اعتقاد نہ بھی ہو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عہد عتیق و عہد جدید عربی زبان مین ترجمہ ہوگئے تھے انجیل طفولیت جو آجکل عیسائیونکے مذہب سے خارج سمجھی جاتی ہے اسکا رواج تھا۔ یہودیون کو اہل عرب اپنی قوم کا اب (باپ) سمجھتے تھے۔ وہ حضرت اسمٰعیل کی ولادت اور انکے وعدون کی تعریف کرتے تھے حضرت ابراہیم کے مذہب کا ادب و تعظیم کرتے تھے۔ اپنے تئین اور یہودیونکو ایک باپ کی اولاد جانتے تھے۔ راہبون کا ہمنے اعتقاد رکھتے تھے معلوم نہین کہ کس زمانہ سے سارا جزیرہ عرب مکہ سمیت روحانی کیفیات سے محض ناآشنا تھا۔ یہودیت و نصرانیت و فلسفہ کا اثر ملک عرب پر ایسا اوپری اور بہت خفیف ناپایدار تھا جیسے کہ کسی آب ایستادہ پر لہرون کا اثر ہوتا ہے کہ وہ اسکی سطح بالا کو تو متحرک کرتی ہین مگر تہ مین انکا کچھ اثر نہین ہوتا وہ بیحس و حرکت رہتی ہے۔ کل عرب توہمات باطلہ مین گرفتار۔ بدکاری مین ڈوبا ہوا۔ خدائے کارساز پر ایمان نہین رکھتا تھا۔ غیر مرئی ارواح کے توہمات باطلہ پر ایمان۔ انہین کی رضا و مرضی پر دل و جان سے فدا انکی ناخوشی سے ہراسان نہ قیامت کا نہ اعمال کی سزا و جزا کا قایل۔ غرض جب یہ حالت ملک عرب کی تھی۔

مسدس حالی

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت	بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت	چلے آتے تھے جسکے دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا	دعائے خلیل و نوید مسیحا

باب دوم

دنیا مین اہل عرب کی سلطنت کن کن ملکون مین قایم ہوئی پہر یہ کل سلطنت کن کن حصون مین منقسم ہوئی اور پہر ان حصون مین ہر ایک کتنے حصون مین تقسیم در تقسیم ہوئے اور ہر ہر حصہ مین کون کون سی دودمان خلفاء نے حکومت کی اور کہان کہان انکے شعبے پہیلے اور کن کن خاندانون کے بادشاہ ہوئے۔

یاد رکہنا چاہئے کہ ہم نے سنہ ہجری و عیسائی اوپر تلے جو لکہے ہین انمین اوپر ہجری او نیچے عیسوی سن ہین

خلفاء

(۱) خلفاے راشدین (۲) خلفاے بنی اُمیّہ (۳) خلفاے عباسیہ

فصل اوّل خلفاء راشدین و بنی اُمیہ و عباسیہ

آنحضرتؐ کی وفات سنہ ۱۱ھ ۶۳۲ء مین ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ بعد اُنکے جانشین بالترتیب حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ ہوئے۔ ان خلفاے راشدین مین سے کسیکی اولاد مین سلسلۂ خلافت نہین چلا۔ حضرت علیؓ کے بعد جناب امام حسنؓ چہ مہینہ تک برائے نام خلیفہ رہے پہر خلافت اُنہون نے خود امیر معاویہ کو سپرد کردی سنہ ۴۱ھ ۶۶۱ء مین امیر معاویہ خلیفہ ہوا۔ وہ آنحضرتؐ کی قوم قریش مین امیہ کے خاندان مین سے تہا۔ اس لئے اس خاندان کا نام بنی امیہ یا امویہ ہے اُس خاندان مین سلسلۂ خلافت قایم ہوا اور اُس مین چودہ خلیفہ متواتر ہوتے انکا دار الخلافہ دمشق تہا۔ سنہ ۱۳۲ھ ۷۵۰ء مین سوائے اسپین کے کہین اور اس خاندان کی خلافت نہین قایم رہی آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے خاندان نے اس بنی امیہ کے خاندان کو معزول کیا اور اپنے خاندان مین سلسلہ خلافت کو جاری کیا اور بغداد کی سنہ ۱۴۵ھ ۷۶۲ء مین بنیاد ڈالی اور اسکو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اس خاندان کو سنہ ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء مین ہولاگو خان (ہلاکو خان) نے معزول کیا۔ مصر مین قاہرہ کے اندر یہ خاندان عباسیہ برائے نام خلیفہ کا لقب عظیم رکہتا تہا اور اُسکی وجاہت برکت اور عظمت مانی جاتی تہی۔ مگر عثمانی سلطان سلیم اول نے یہ لقب بہی اپنے سلاطین قسطنطنیہ کے لئے چہین لیا۔ اب سلطان روم مسند خلافت عظمٰی پر جلوہ افروز ہوتا ہے جس وقت حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تہے تو اہل عرب کی سلطنت نے اپنا قدم ملک عرب سے باہر نہین نکالا تہا مگر خلفاے راشدین کے عہد خلافت مین ملک ملک فتح ہوتے گئے عرصہ قلیل مین سلطنت عرب کو وہ وسعت حاصل ہوگئی جسکی نظیر دنیا کی تاریخ مین کمتر ملیگی۔ متواتر فتوح سے سنہ ۱۲ھ ۶۳۳ء مین عراق عرب پر قبضہ ہوا اور شہر حیرہ پر تسلط ہوا سنہ ۱۳ھ ۶۳۴ء مین یرموک کی لڑائی سے شام مین سلطنت اسلامیہ کو راہ ملی۔

سنہ ۱۴ھ (۶۳۵ء) مین دمشق فتح ہوا۔ سنہ ۱۵ھ (۶۳۶ء) مین ایمی سا۔ اینٹی اوک اور اورشلیم تسخیر ہوا۔ اور سنہ ۱۸ھ (۶۳۹ء) مین فتح قیصریہ سے
شام بالکل مطیع ہوا اسی اثنا مین سنہ ۱۴ھ (۶۳۵ء) مین جنگ قادسیہ اور فتح مداین سنہ ۱۶ھ (۶۳۷ء) سے مین عراق عرب
عجم پر بالکل تسلط ہوا اور بصرہ وکوفہ کی بنیاد قایم ہوئی سنہ ۱۷ھ (۶۳۸ء) مین سلطنت پر خوزستان و تستر کا اور اضافہ ہوا
سنہ ۲۱ھ (۶۴۲ء) مین نہاوند کی لڑائی نے ایران کے خاندان ساسانیہ کو بالکل ستیاناس لا کے خاک مین ملا دیا اور سارا
ایران مسلمان ہوگیا سنہ ۴۱ھ (۶۶۱ء) مین ہرات پر اسلام کا ڈنکا بجا اور وہان سے پھر سارے افغانستان مین سندھ تک اسلام
اعلام ظفر قایم ہوئے اور سندھ مین انکی سلطنت کی بنیاد پڑی سنہ ۵۴ھ (۶۷۴ء) مین بخارا لیا اور دو برس بعد سمرقند پر تصرف
ہوا۔ ماوراء النہر کئی دفعہ کی تاخت وتاراج کی بعد سنہ ۹۳ھ (۷۱۱ء) مین بالکل مطیع ہوگیا غرض عرب باہر جب ملکونکے فتح کرنیکے
لئے اہل اسلام نے قدم نکالا تو چالیس برس کے عرصہ مین اپنی کشورکشائی کو مشرق مین حد غایت کو پہونچایا۔ مگر مغرب مین
ملک گیری مین کچھ توقف ہوا سنہ ۲۰ھ (۶۴۱ء) مین مصر تسخیر کیا سنہ ۲۶ھ (۶۴۷ء) مین بربر پر تاخت وتاراج کو رومیونکے کارتھیج تک پہونچایا بربر کے
جفاکش وحشی باشندون کو زیر کرنا ایسا آسان کام نہ تھا جیسا کہ ایران و یونان وشام ومصر کے عیش دوست باشندونکو
محکوم بنانا سنہ ۵۰ھ (۶۷۰ء) مین قیروان کی بنیاد قایم ہوئی اور وہ افریقہ کا دار السلطنت مقرر ہوا سنہ ۷۴ھ (۶۹۳ء) مین کارتھیج تسخیر ہوا
عرب کی لشکرکشی بحر اطلانٹک تک پہونچی تسخیر سے وہ سنہ ۹۱ھ (۷۱۰ء) مین اندلس (اسپین) مین داخل ہوئی سنہ ۹۳ھ (۷۱۲ء) مین تولیدو کی
لڑائی سے یہ گوتھک کی سلطنت بھی اہل عرب کے ہاتھ آئی سنہ ۱۱۴ھ (۷۳۲ء) مین وہ طورس پر فتح حاصل کرکے جنوبی فرانس پر
قابض ہوئے اور برگنڈی اور ڈافنی کو تاخت وتاراج کیا غرض خلفاء عرب نے ایک صدی مین مغرب کیطرف وسعت عظیم
مین اپنی سلطنت کو قایم کرلیا۔ شمال مین یونانیونکے پاس صرف اناٹولیا تو باقی رہا وہ خلفا کے قبضہ مین کبھی نہین آیا
مگر مسلمانون نے آرمینیا کو فتح کیا سنہ ۳۰ھ مین ارض روم پر پہونچے سنہ ۲۸ھ (۶۴۹ء) مین جزیرہ قبرس (سائی پرس) کو
فتح کیا سنہ ۵۰ھ سے قسطنطنیہ کو محاصرہ کئی دفعہ کیا۔

پس اسطرح خلفائے عرب کی سلطنت کو یہ وسعت حاصل ہوئی کہ بحر اٹلانٹک سے سندھ تک اور بحر کیسپین و خزر سے
رود نیل کے آبشارون تک پہیلگئی۔ جب سلطنت کو یہ وسعت عظیم حاصل ہو تو ایک بادشاہ کا یہ کام نہ تھا کہ وہ سبکو یکجا جمع
رکھکر بادشاہی کرتا ضرور تھا کہ وہ حصونمین جدا جدا منقسم ہو۔ سب اول اندلس (سپین) نے عرب کی خلافت سے
کنارہ کشی کی عبد الرحمن جو معزول خاندان بنی امیہ کا ایک رکن تھا وہ سنہ ۱۳۸ھ (۷۵۵ء) مین بالکل اندلس کا خود مختار اور
آزاد سلطان تسلیم کیا گیا اور اُسنے خاندان عباسیہ سے کچھ اپنا تعلق نہین رکھا تیس برس بعد ادریس نے جو حضرت علی رض
کی اولاد مین سے تھا اور اسلئے وہ خاندان بنی امیہ اور خاندان عباسیہ دونونکا مخالف تھا مراکش (مراکو) مین خاندان

طویہ کی آزادانہ سلطنت قایم کی اور ۱۷۲ھ/۷۸۸ء تدغا کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ باقی شمالی افریقہ کا ایک حصہ بہی خلافت سے نکل گیا۔ اسمین خاندان غلبیہ کو غلبہ ہوا اور ۱۸۴ھ/۸۰۰ء مین قیروان کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ آیندہ صدی مین مصر اور شام دونون خلافت کی فرمانبری سے نکلکر خودمختار فرمانروا ہوگئے ۲۶۴ھ/۸۷۷ء مین طولون آزاد بادشاہ ہوا یہ سچ ہے کہ خاندان طولون کی حکومت کی بعد ۳۰ برس تک خاندان عباسیہ کیطرف سے یہان حاکم مقرر ہونے لگے تہے مگر ۳۲۳ھ/۹۳۴ء مین اخشیدیہ خاندان نے اپنی سلطنت جدا جمائی۔ بعد اسکے دریاے فرات کے مغرب مین کسی ملک نے معاملات ملکی مین خلفاء بغداد کی اطاعت نہین کی۔ مگر دینی اطاعت کو نہین چہوڑا خطبومین اور سکومین انہین خلفاء بغداد کا نام ہوتا تہا۔ مگر اسپین اور مراکش مین نہ سکہ پر انکا نام تہا نہ خطبہ مین انکا نام پڑہا جاتا تہا۔

مشرق مین بہی خاندان عباسیہ کی حکومت سے ملک آزاد ہوتے جاتے تہے ۲۰۴ھ/۸۱۹ء مین خلیفہ مامون رشید نامور سپہ سالار طاہر ذوالیمینین مشرق مین نائب خلیفہ مقرر ہوا تو اُس نے خلیفہ سے سرتابی کی اور خودمختار ہوگیا اسکے بعد اور خاندان صفاریہ سامانیہ وغزنویہ پیدا ہوئے اور جدا جدا اپنی سلطنت کرنے لگے۔ خلفا کی دینی بزرگی کو یہ سارے خاندان تسلیم کرتے تہے مگر شرقی اضلاع ایران و ماوراءالنہر کی ساری دولت اور حکومت کو اپنے قبضۂ اقتدار مین کئے تہی تیسری صدی کے وسط سے دولت عباسیہ مین ترکی سپاہ کا بڑا غلبہ ہوتا جاتا تہا۔ باقی ملک بہی خاندان بنی بویہ کے قبضہ مین آگئے ۳۳۴ھ/۹۴۵ء مین بغداد بہی انہین کے پاس تہا۔ اس سن سے خلفاء عرب کی سلطنت کسی ملک مین باقی نہی مگر انکا شاہانہ دربار نہ موقوف ہوا تہا اور ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء مین مغلون نے اس خاندان کا خاتمہ کردیا۔ یہ ایک اتفاقی تہا کہ خلیفہ ناصر نے اپنے محل کی دیوارون باہر بہی حکومت کی اور عراق عربی (کالڈیا) پر حکمرانی کی۔ دولت عباسیہ کے بعد سلاطین و خلفائے خاندانونکا حال جدا جدا لکہتے ہین۔

فصل دوم اسپین

۴ خلفاء بنی امیہ (قرطبہ) چہوٹے خاندان ۵ حمویہ (مالقا) ۶ حمویہ (الجی سی رس) ۷ عبادیہ (اشبیلیہ) ۸ زاریہ (غرناطہ) ۹ جواہریہ (قرطبہ) ۱۰ ذوالنونیہ (طلیطلہ تولودو) ۱۱ عامریہ (بلنشیہ) ۱۲ توجیبہ اور ہدیہ (زارگوزہ) ۱۳ شاہان دینیہ (المرابطین) الموحد ۱۴ قصریہ (غرناطہ)

مسلمانون نے اسپین کو ۹۱-۹۳ھ/۷۱۰-۷۱۲ء مین فتح کیا تہا اور ۱۳۸ھ/۷۵۶ء تک اور ملکونکی طرح اسپین بہی خلفاء بنی امیہ اپنی طرف سے حاکم مقرر کرتے رہے۔ خاندان بنی امیہ کے چند ارکان جو خاندان عباسیہ کے قتل عام سے بہاگ کر بچ گئے تہے انمین عبدالرحمن بنی امیہ کے دسوین خلیفہ ہشام کا پوتا بہی تہا چند روز تک وہ پریشان پڑا پہرا پہر اُس نے اندلس (اسپین) مین دیکہا کہ قوم بربر اور عرب کے قبایل حسد وبغض کے سبب آپس مین بادشاہی کے لئے مخالفت

کر رہے ہیں۔ اسکو یہ موقع ایسا اچھا ملا کہ اُس نے اپنے تئیں سپین کا بادشاہ بنالیا ۱۳۸ھ/۷۵۶ء میں سپین کے بڑے بڑے مسلمانوں نے اسکی اطاعت کرلی اور لشکر عباسیہ نے جو اُسپر حملہ کیا اُسکو شکست اس نے دیدی۔ اس فتح سے اسکے خاندان میں سپین کی فرمانروائی جم گئی اور اُسکے جانشینوں نے قرطبہ (کوردوا) کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور شمال کے عیسائیوں کو اور بہت سی اپنی رعایا کے دنگہ وفساد وبغاوت وسرکشی کو دبایا ڈھائی سو برس تک بڑی کروفر سے سلطنت کی۔ اول اول اُنھوں نے امیر وسلطان کے لقب پر قناعت کی۔ لیکن عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں ۳۱۶ھ/۹۲۹ء میں خلیفہ کا خطاب اپنا رکھا۔ اس خاندان میں سب سے بڑا زبردست سلطان عبدالرحمٰن سوم ہوا ہے اس نے فقط اپنی ہی رعایا پر زبردست حکومت نہیں کی بلکہ عیسائی بادشاہوں کو اُس نے روکا۔ اور افریقیہ کے حملوں سے اپنے ملک کو محفوظ رکھا۔ بحر مڈی ٹرینین (بحر شام) پر اُسکی بحری قوت بڑی شان وشوکت کی تھی۔ جہازوں کے بڑے بڑے جنگی بیڑے اس بحر میں اسکے رہتے تھے۔ اُسکی موت کے بعد خلیفہ بنی امیہ نے کوئی بڑا کام نہیں کیا مگر اسکے وزیر المنصور نے سلطنت میں اتحاد رکھا۔

پانچویں صدی میں سپین میں مسلمانوں کے جھگڑے ایسے شروع ہوئے کہ طوائف الملوکی ہوگئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں خودمختار ہوگئیں سپین میں خاندان بنی امیہ نے ۱۳۸–۴۲۲ھ/۷۵۶–۱۰۳۱ء تک سلطنت کی۔ قرطبہ انکا دارالسلطنت تھا پھر طوائف الملوکی میں خاندان حمودیہ نے ۴۳۱–۴۵۶ھ/۱۰۳۹–۱۰۵۸ء الجی سی رس میں سلطنت کی خاندان عبادیہ نے شبیلیہ (سی دل لی) میں ۴۱۴–۴۸۴ھ/۱۰۲۳–۱۰۹۱ء تک سلطنت کی۔ اور خاندان زبریہ نے قرطبہ میں ۴۰۳–۴۸۳ھ/۱۰۱۲–۱۰۹۰ء تک فرمانروائی کی اور غرناطہ میں ۴۲۲–۴۶۱ھ/۱۰۳۱–۱۰۶۸ء تک خاندان جوہریہ نے بادشاہت کی۔ تولی دو میں ۴۲۷–۴۷۸ھ/۱۰۳۶–۱۰۸۵ء تک خاندان ذوالنونیہ نے سلطنت کی۔ بلنیشیہ (ویلن شیا) میں ۴۱۲–۴۷۸ھ/۱۰۲۱–۱۰۸۵ء تک خاندان عبادیہ نے حکومت کی ۴۷۹ھ/۱۰۸۶ء میں خاندان عبادیہ نے ایکدفعہ الفنسولیون سے لڑنے کے لئے خاندان المرابطین کو بلایا تھا۔ دوبارہ ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء میں اُنکو پھر بلایا تو اُنھوں نے سپین کا ملک جتنا مسلمانوں کے پاس تھا اُسے فتح کرلیا۔ اور اپنی افریقیہ کی سلطنت کا ایک صوبہ اُسکو بنالیا۔ اور اُس خاندان کا قائم مقام خاندان الموحد ہوا اُنھوں نے سپین کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ ہی قرار دیا۔ ان دو حملوں اور خاندان الموحد کے درمیان بلنیشیہ (ویلن شیا) اور مورشیا کی ریاستوں اور خاندانوں کی خودمختار ریاستیں قائم ہوگئیں۔

عیسائیوں سے بہت لڑائیوں کے بعد شہر غرناطہ سے مسلمانوں کو فردی نند اور ازبی بلا کے حملوں نے نکال دیا اور ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

فصل سوم شمالی افریقہ

۱۵- ادریسیہ (مراکش)، ۱۶- اغلبیہ (تیونس)، خاندان بنی فاطمہ (مصر کو دیکھو)، ۱۷- زیریہ (ٹیونس)

۱۸۔ حمادیہ (الجیریا) ۱۹۔ المرابط (مراکش۔ الجیریا۔ سپین) ۲۰۔ الموحد (شمالی افریقہ۔ سپین)
۲۱۔ زیانیہ (مراکش) ۲۲۔ زیانیہ (الجیریا) ۲۳۔ حفصیہ (ٹیونس) ۲۴۔ شرلفیہ (مراکش)

افریقہ کے صحرا عظیم اور بحر مڈی ٹرینین کے درمیان ایک حصہ زمین قابل آبادی ہے وہ ہمیشہ سے شام کی اولاد کی دایہ رہا ہے۔ یہودیوں کے ہاں جس پیغمبر کی بے قدری اپنے وطن میں ہوئی وہ یہاں ضرور آتا۔ اور یہاں کے لوگ اُسکو سر پر بٹھاتے۔ اور اُسپر ایمان دل وجان سے لاتے۔ یہاں کے باشندوں کے سرشت میں پیغمبروں کا معتقد ہوجانا داخل تھا۔ خاندان عباسیہ کیلئے یہ مشکل تھا کہ وہ ایسے دور دست ملک میں جسکے باشندے جنگجو و تند خو ہوں اپنی خلافت کو قایم رکھتے اور اُسکی رعایا کی بغاوت کے دبانیکے لئے لشکر عظیم رکھتے اور طرح طرح محنت و مشقت اُٹھاتے اور زر کثیر خرچ کرتے۔ اسلئے المرابط اور الموحد خاندانوں نے خاندان علویہ کی سلطنت جمائی جنہیں خاندان ادریسیہ اور خاندان فاطمیہ نے رونق پائی۔ شمالی افریقہ کو اہل عرب نے بڑی مشکل سے ۹۰ھ میں فتح کیا تھا۔ خلفاء عرب جو اپنی نائب یہاں مقرر کرتے تھے۔ اُنکی کامیابی و کارروائی میں یہاں کی رعایا کبھی کبھی خلل ڈالتی تھی جبتک یزید بن حاتم جو ہر دلعزیز بڑا جوانمرد تھا قیروان میں خلفاء عباسیہ کیطرف سے فرمانروا رہا۔ بربر کی رعایا کو سرکشی کا حوصلہ نہوا لیکن جب اُس نے ۱۷۰ھ میں وفات پائی تو شمالی افریقہ میں بدنظمی پھیل گئی اور طوائف الملوکی ہوگئی اور خود وہیں کے رہنے والوں میں ایسے خاندان پیدا ہوگئے جنھوں نے اپنی خود مختار سلطنت قائم کرلی ۱۸۳ھ میں حد مصر کی مغرب میں خاندان عباسیہ کی حکومت کسی طرح کی باقی نہیں رہی۔

۱۷۲۔ ۳۷۵۔ ۱۵ خاندان سادات ادریسیہ (مراکش) ۷۸۸۔ ۹۸۵

۱۶۹ھ میں مدینہ میں حضرت علی کے خاندان اور اور مسلمانوں میں ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ اس ہنگامہ میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب بھی شریک تھا۔ جب یہ ہنگامہ فرو ہوا تو ادریس مصر میں بھاگ گیا اور مراکش کو چلا گیا اور یہاں خاندان علویہ کی سلطنت کی ضلع سیتہ کے قریب بنیاد قائم کی اسکے سکون میں تدغا اور ولیلہ کے شہروں کے نام ہیں یہ سلطنت اپنی غایت وسعت پر ۲۴۳ھ میں پہونچی اور بتدریج اسکا تنزل ہوا اور ۳۷۵ھ میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

۱۸۴۔ ۲۹۶۔ ۱۶ خاندان اغلبیہ (ٹیونس) ۸۰۰۔ ۹۰۹

خلیفہ ہارون رشید نے کل اضلاع افریقہ میں یزید کو حاکم اعلیٰ مقرر کیا تھا جو ٹیونس میں رہتا تھا۔ اسنے خاندان ادریسیہ کو جو مغرب میں فاصلہ بعید پر حکمرانی کرتا تھا کچھ ستایا نہیں۔ ابراہیم بن اغلب صوبہ زاب میں حاکم تھا۔ اسکا خاندان

بالکل آزاد تھا۔ اغلبیہ خاندان نے بہت ہی کم خلفاء کا نام اپنے سکوں اور خطبوں میں نبیع کیا اور نہ اُنکی دینی وروحانی بزرگی کو تسلیم کیا صرف خشکی ہی میں وہ نہایت مہذب شایستہ وجید حاکم نہ تھے بلکہ وہ بحری طاقت بھی رکھتے تھے۔ مڈی ٹرینیں (بحر شام) میں اُنکے بڑے بڑے بیڑے جہازوں کے اٹلی۔ فرانس کورسیکا۔ سارڈی نیا کو ساحل بحر پر تاخت وتاراج کرتے تھے۔ انھوں نے جزیرہ سسلی کو ۲۱۲-۲۶۴ھ میں فتح کرلیا۔ وہ جبتک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا کہ نورمن نے اُسے فتح کیا۔ جبتک افریقہ میں خاندان اغلبیہ کی حکومت رہی اہل عرب کی بحری قوت نہایت زبردست بحر مڈی ٹرینین میں رہی۔ سمندروں اور قومیں اُنکے جہازوں کے ناموں سے کانپتی تھیں سوا جزیرہ سسلی کے انھوں نے مالٹا اور سارڈی نیا کو بھی فتح کرلیا اور روم کی حدود پر بھی حملہ کیا۔ مگر آخر زمانہ میں اس خاندان میں سلاطین نالایق ہونے لگے اور مغرب میں ادریسیہ شیعوں کے غلبہ نے بھی مسلمانوں کے فرقوں میں فساد کھڑے کئے اسلئے سنہ ۲۹۶ھ میں خاندان بنی فاطمہ کا فتح کیلئے دروازہ کھل گیا۔ خاندان اغلبیہ کا جانشین خاندان بنی فاطمہ ہوا۔ اس خاندان کا تعلق زیادہ تر مصر کے خاندان سے ہے۔ ایک زمانہ میں اُنکی سلطنت میں کل شمالی افریقہ کا کنارہ مصر سے لیکر بحر اطلانٹک تک داخل تھا۔ اور جزیرہ سسلی اور اور سارڈی نیا بھی ان میں شامل تھے۔ مگر جب سنہ ۳۶۲ھ میں انکا دارالسلطنت قاہرہ میں منتقل ہوا تو بہت سی باتوں سے اس سلطنت کا دباؤ اُٹھ گیا اور مغربی اضلاع میں اسکی حکومت کا زور بہت ضعیف ہوگیا۔ افریقہ میں جو نائب سلطان یوسف بلگین تھا اور صنہاج و بربر میں جو حاکم تھے ان سب نے اپنے تئیں خودمختار بنالیا۔ اور خاندان زیریہ اور خاندان حمادیہ نے اپنے خاندانوں کی سلطنت کو قایم کرلیا۔ خاندان حمادیہ تو الجیریا میں بوجایا میں حکومت کرتا تھا اور خاندان زیریہ کی حکومت ضلع ٹیونس سے کچھ آگے تھی۔ مغرب میں فاصلہ دراز پر مراکش میں مختلف قومیں بربر تک نسا وغیرہ آزاد ہوگئیں اور ادریسیہ سلطنت کی قائم مقام بنگئیں مگر ان خاندانوں کو سلاطین کا درجہ نہیں حاصل ہوا۔ انکو خاندان المرابط نے محکوم کرلیا اور الجیریا میں خاندان حمادیہ کی مملکت کا حصہ اس نے دبالیا۔ مگر حماد وزیری کی دارالسلطنتوں میں حکمرانی الموحدین کی قسمت میں لکھی تھی۔

۳۶۲ - ۵۴۳	۱۷ خاندان زیریہ (ٹیونس)	۹۷۲ - ۱۱۴۸
۳۹۸ - ۵۴۷	۱۸ خاندان حمادیہ (الجیریا)	۱۰۰۷ - ۱۱۵۲
۴۴۸ - ۵۵۱	۱۹ دولت المرابطین یا (ملثمین)	۱۰۵۶ - ۱۱۴۷

قبائل حمیر میں سے ملثمین بھی ہیں۔ یمن سے حضرت ابوبکرؓ پاس وہ آئے تھے۔ شام ومصر کی طرف بھیجے گئے پھر مغرب کیطرف موسیٰ بن نصیر کے ہمراہ گئے اور بعد ازاں طارق کیساتھ طنجہ تک پہنچے اُن کو تنہائی اور آزادی پسند تھی اسلئے اُنھوں نے بربر کی سکونت اختیار کرلی۔ سنہ ۴۴۸ھ میں انہیں سے ایک شخص جوہر قبیلہ جدالہ کا قیروان سے اپنے ساتھ فقیہ عبداللہ

بن یاسین کو اس ارادہ سے لایا کہ یہاں دین اسلام کی وہ تعلیم کرے۔ چنانچہ یہ فقیہ قبیلہ المتونہ میں آیا اور شریعت اسلام کی پابندی کی تاکید کی تو انھوں نے کہا کہ بھائی سنو۔ نماز۔ روزہ۔ زکواۃ تو قریب العقل ہیں انکو بیشک مان لینگے مگر یہ جو تم کہتے ہو کہ جو کوئی کسیکو مار ڈالے وہ مارا جاوے اور جو چوری کرے اُسکے ہاتھ کاٹے جائیں اور جو کوئی زنا کرے وہ رجم کیا جائے یہ باتیں ہم سے نہیں ہوسکینگی تم دونوں ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ جوہر و عبداللہ بن یاسین اور قبائل پاس گئے بعض نے اکثر نے شریعت اسلام کی پیروی کو مان لیا اور بعض نے انکار کیا۔ پھر عبداللہ نے ان قبائل کو جہاد کیلئے کہا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے امیر المسلمین بنئے مگر عبداللہ نے نہیں مانا اور نہ جوہر نے اُسے قبول کیا۔ مگر ان دونوں نے ملکر ابوبکر بن عمر کو امیر المسلمین بنایا۔ اُسکے پاس بہت سے قبائل جمع ہوگئے اُسنے اُن کو خطاب المرابطین کا دیا جسکے معنی ایسی سپاہ ہونگے ہیں جو دشمنونکی سرحد میں گھوڑے چلائیں یا باندھیں۔ ان مرابطین کا لقب ملثمین بھی اسواسطے ہے کہ اُنھوں نے حکومت مستقل کے بعد اپنی عورتوں کیلئے وہاں بند بنائے تھے کہ انکی تمیز اور غیر قوموں سے رہے اور وہ ان عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کے اور وہاں بند لگا کے میدان جنگ میں لیگئے تھے جس سے دشمنوں نے دھوکا کھایا کہ ان عورتونکو دشمن سپاہی سمجھے اور لشکر کی تعداد کو زیادہ ان دہان بند عورتونکے سبب سے تخمینہ کیا اسلئے مرابطین فتحیاب ہوئے اور انھوں نے یہ خیال کرکے کہ ہمکو لثام یعنی وہان بند کی برکت سے یہ فتح نصیب ہوئی ہے اپنا لقب ملثمین رکھا۔

چھٹی صدی کے وسط میں سپین میں عیسائیوں نے فتح حاصل کیں اور اہل جنیوا اور پی سان نے مسلمانوں سے کورسیکا اور سارڈینیا چھین لیا۔ جنوبی اٹلی میں نورمن نے اپنی بہادری اور دلیری دکھائی اس سبب سے بحر مڈی ٹرینین میں مسلمانوں کی قوت ضعیف ہوگئی۔ فقط مصر میں دولت بنی فاطمہ شان اسلام کو دکھا رہی تھی۔ ٹیونس میں خاندان زیریہ میں یہ قوت نہیں تھی کہ وہ ان بغاوتوں کو جو انکی محدود سلطنت میں ہوتی تھی انکو بھی دبا سکیں۔ زیریہ۔ حمادیہ۔ فاطمیہ خاندانوں میں باہم رقابت و عداوت ایسی تھی کہ وہ سب ملکر اپنی قوت متفقہ کو ان عیسائیوں کے مقابل میں کام میں نہیں لاسکتے تھے۔ مگر قوم بربرمیں فقیہ عبداللہ نے اسلامیہ قوت و حمیت و عزت کو پھر زندہ کردیا۔ اس نے اسلام کی شان و شکوہ کے لئے قبائل بربر کو جہاد پر آمادہ کیا۔ اور المرابطین انکا نام رکھا۔ اسکے علم کے نیچے لمتونیہ بربر کیساتھ قبائل عظیم مسموداجمع ہوگئے جس سے اُسکے پاس جمعیت کثیر ہوگئی۔ اور ابوبکر اور عبداللہ بن یاسین امیر المسلمین ہوگئے اور پھر وہ اہل سوس سے لڑے۔ اور پھر مرابطین نے سجلماسہ و اغمت فتح کرلیا۔ اور ابوبکر یہاں کا بادشاہ ہوا تو اُسنے اپنے چچازاد بھائی یوسف بن تاشفین لمتونی کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ یہ یوسف بن تاشفین بڑا پکا دیندار تھا عقیل و ذہین جری بہادر بڑی بلا کا تھا۔ ۴۶۴ھ میں ابوبکر کے مرنے کے بعد یہاں کا بادشاہ وہی ہوگیا اور اُسکا لقب امیر المسلمین رکھا گیا۔ وہ مغرب کیطرف گیا اور چند قلعے اُسنے فتح کئے۔ پھر

سنہ ۴۵۴ھ / ۱۰۶۲ء میں مراکش کیطرف گیا یہاں زمین بنجر ہموار غیر آباد پڑی تھی۔ یہاں ایک شہر مراکش اُسنے آباد کیا جسکو مراکو کہتے ہیں اور اُسکو اپنا دار السلطنت بنایا۔ پندرہ برس کے عرصہ میں اُسنے اپنے قرب و جوار کے شہروں۔ فیض۔ مکینا۔ سبتہ۔ طنجہ۔ سلے۔ مغربی مراکش کو اپنی حکومت میں لیلیا۔ ان فتوح سے یوسف بن تاشفین کی شجاعت و سپہ سالاری و لشکر آرائی اور ملک داری کی بڑی شہرت ہوگئی تھی۔ اور مرابطین کے سبب سے اسکا لشکر بھی بڑی شان و شوکت کا ہوگیا اس کو سپین میں عبادیہ سلاطین نے اپنی اعانت کیلئے بلایا اُسوقت اُنپر یہ مصیبت آرہی تھی کہ الفنسو ششم اور بڑے بڑے جری اور بہادر عیسائی سرداروں نے اُنکو گھیر رکھا تھا اور یوسف نے جاکر ۲۳- اکتوبر سنہ ۱۰۸۶ء کو زل لاکا کے میدان میں عیسائیوں کو شکست دیکر انکا کچھو فر نکالدیا۔ اندلس کی حفاظت کیواسطے وہ تین ہزار بربری سپاہی چھوڑکر خود افریقیہ میں چلا آیا۔ لیکن سنہ ۱۰۹۰ء میں سی دل لی (سلی) کے بادشاہ نے پھر اس سے امداد کی التجا کی کہ وہ عیسائیوں کو انکر یہاں سے نکالے اسدفعہ اسنے سپین کا ملک جتنا مسلمانونکے قبضہ میں تھا اسکو سلطنت افریقیہ کیساتھ الحاق کرلیا اور اُسکو ایک صوبہ اپنی سلطنت کا بنادیا باستثنا ء تولی دو کے جو عیسائیونکے پاس رہا اور (زراگوسا) جو ہدیہ کے پاس رہا۔ المرابطین کی فتح مستقل نہ تھی۔ ان کے جوانمرد جفاکش سپاہی بھی اندلس میں رہکر کمزور ہوگئے۔ اور عیسائیونکی مستقل پیشقدمی کی اچھی طرح سد راہ نہوسکی۔ ان کو جو طاقت بحری بحر مڈی ٹرینین میں حاصل ہوئی تھی اور اسمیں ضعف آگیا تھا اُسکے بحال کرنیکا ارادہ نہیں کیا اور فقط اسی پر قناعت کی کہ الجیریا۔ ٹیونس۔ تری پولی مسلمانوں کے پاس رہی۔ اس خاندان مرابطین کا ایک ہی صدی کے اندر خاتمہ ہوگیا۔ انھوں نے بہادرانہ و دلیرانہ چڑھائی تمام شمالی افریقیہ اور جنوبی سپین میں کی اور کسی اپنے رقیب کے گھر کو سلامت نہ چھوڑا۔

۵۲۴ - ۶۶۷ھ - الموحدین (تمام شمالی افریقیہ) ۱۱۳۰ - ۱۲۶۹ء

فرقہ الموحدین کا پیشوا ابو عبداللہ محمد بن تومرت ہے۔ وہ بربر کے قبیلہ مسمودا میں جبل سوس کا باشندہ تھا وہ بڑا صاحب علم شریعت و حدیث نبوی و اصول فقہ سے ماہر تھا۔ لسان عرب و معرب میں بڑا فصیح تھا اور شدید الانکار ایسا کہ جس شخص کو شرع امر اللہ کے خلاف کام کرتے دیکھتا اُسکو بغیر ٹوکے نہیں رہتا۔ اسکو اسی میں لذت آتی تھی کہ بہت لوگ اسکو اذیت پہنچائیں۔ وہ دنیا کے اسباب میں سے سوا عصا و چھٹے پرانے کپڑونکے نہیں رکھتا تھا اُسکے زہد کی نوبت جنوں تک پہنچ گئی تھی اُسنے اپنا نام مہدی رکھا تھا سنہ ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء کو وہ مرگیا اور فرقہ الموحدین کی امارت اپنے دوست اور امیر جیش عبدالمومن کو سپرد کرگیا سنہ ۵۳۵ھ / ۱۱۴۰ء میں عبدالمومن کی فتوح کا دور شروع ہوا اُسنے المرابطین کے لشکر کو بالکل تباہ کرکے اوران تلمسان۔ فاس۔ سلا۔ سبتہ۔ اور اغمت۔ ان سبکو دو برس کے عرصہ میں فتح کیا۔ اور سنہ ۵۴۱ھ / ۱۱۴۶ء میں مراکش کا گیارہ مہینے محاصرہ کرکے فتح کیا اور خاندان المرابطین کا خاتمہ کردیا سنہ ۵۴۰ھ / ۱۱۴۵ء میں اسنے سپین میں سپاہ بھیجی اور پانچ سال کے عرصہ میں

سپین کے اکثر بلاد کو فتح کر لیا اور اپنا لقب امیر المومنین رکھا۔ اور مراکش و سپین پر قبضہ کیا اور اُسنے مشرق کیطرف فتح و ظفر حاصل کی ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء) میں الجیریا میں سے حمادیہ خاندان کی سلطنت کو خارج کیا۔ طوبس میں جو خاندان زیریہ کے جانشین نورمن ہو رہے تھے انکو باہر نکال کر ترپولی کی تسخیر کرنے سے اسکی سلطنت میں سرحد مصر سے بحر اطلانٹک تک کل ساحل اور اسلامی سپین آگیا۔ اسکے جانشینوں کو یہ خطرہ عظیم پیش آیا کہ عیسائی جہادیوں نے ۶۰۹ھ (۱۲۱۲ء) میں مسلمانوں کو بڑی شکست دی جس سے الموحد کا خاندان سپین کے جزیرہ نما سے خارج ہوگیا۔ غرناطہ میں جو نصریہ مسلمان تھے اُنھوں نے عیسائیوں کا سخت مقابلہ کیا اور جبتک انکا دار القرار نہ فتح ہوا اُنھوں نے مقابلہ سے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ مگر آخر کار فردی نند ایزی بلا نے مسلمانوں کو ملک سپین سے ۱۴۹۲ء میں بالکل خارج کر دیا۔ جسوقت مسلمانوں کے ہاتھ سے ملک سپین نکل گیا افریقہ میں خاندان الموحدین کی سلطنت میں تنزل آگیا۔ صلاح الدین نے ترپولی کو انسے ۱۱۷۲ء میں چھین لیا۔ اور ٹیونس میں جو انکی طرف سے نائب خاندان حفصیہ کے رہتے تھے اُنھوں نے بھی اطاعت سے کنارہ کشی کی اور اپنی خود مختار سلطنت ۱۲۲۸ء میں بنائی اور الجیریا کے مغرب میں تلمسان میں بھی خاندان زیانیہ نے یہی طریقہ اختیار کیا اور ۱۲۳۵ء میں ایک جدا اپنی حکومت بنائی سلطنت مراکش کے تخت کے لئے بھی بہت سے مدعی کھڑے ہوئے۔ کوہستانی قوموں مرینیہ نے خاندان الموحدین کی دار السلطنت مراکش کو فتح کرکے ۶۶۷ھ (۱۲۶۹ء) میں اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔

۶۲۵ - ۹۴۱ ۲۱ حفصیہ (ٹیونس) ۱۲۲۸ - ۱۵۳۴ء

الموحدین نے ٹیونس میں اپنی طرف سے اول اول اپنا نائب حفص کو بنایا اور یہ نیابت نسلاً بعد نسلٍ اس خاندان میں چلی آئی۔ پھر یہ خاندان خود مختار اور آزاد ہوگیا۔ اس خاندان نے تین سو برس تک ٹیونس میں نہایت عدل و انصاف و فرزانگی سے حکمرانی کی۔ اہل اٹلی کے ساتھ دوستانہ تجارت کا بازار گرم رکھا۔ مگر امیر البحر خیر الدین بربروسا نے ۱۵۳۴ء میں ٹیونس کو سلطان عثمان کے نام سے فتح کر لیا۔ شہنشاہ چارلس پنجم نے حفصیہ بادشاہ کو پھر ۱۵۳۵ء میں ٹیونس میں بحال کیا اور ٹیونس کے اندر گولیتیا کے قلعہ میں سپین کی سپاہ رکھی۔ اس صوبہ کی حکومت اکثر بحری لیٹروں کے ہاتھ میں رہی جنھوں نے ٹیونس کو دوبارہ ۱۵۷۰ء میں لیلیا اور گولیتیا کو ۱۵۷۴ء میں۔ اسکے بعد وہ سلطنت عثمانیہ کا ۱۸۸۱ء میں ٹیونس عملاً فرانس کے قبضہ میں آگیا۔ ۱۵۱۰ء میں جو ٹیونس کی مملکت میں سے اہل سپین نے ترپولی کو لے لیا تھا ۱۵۵۱ء سلطنت عثمانیہ پر اسکا اضافہ ہوگیا۔

۶۳۳ - ۷۹۶ھ ۲۲ خاندان زیانیہ الجیریا ۱۲۳۵ - ۱۳۹۳ء

دولت الموحدین کیطرف سے الجیریا میں خاندان زیانیہ کا جو نائب رہتا تھا اُسنے بھی اپنا ہمسایہ حفصیہ کا

طریقہ اختیار کیا کہ آقاؤں کو ضعیف دیکھکر خود خود مختار اور ذی اقتدار ہوگیا انکا دارالسلطنت تلمسان تھا ۶۶۹ھ ۱۲۶۹ء میں مراکش مری نیہ نے زیانیہ حکومت کا گلا گھونٹ کر بے جان کردیا۔

بحری قوت اور سلطنت عثمانیہ

سولھویں صدی سے اس صدی تک شمالی افریقہ کے اضلاع الجیریا۔ ٹیونس۔ تری پولی سلطنت عثمانیہ میں رہی انکو بربری بحری قوت نے سلطنت میں داخل کیا تھا۔ اس سے پہلے سپین نے ساحل افریقہ پر اپنے بڑے مستحکم مقامات بنائے تھے مگر خیرالدین امیرالبحر سلطنت عثمانیہ نے اہل سپین سے اکثر مقامات چھین لئے اور ٹیونس کو دولت حفصہ سے چھین لیا۔

۱۵۱۹ء میں صوبہ الجیریا اور ۱۵۷۵ء میں ٹیونس اور ۱۵۵۱ء تری پولی سلطنت عثمانیہ میں داخل ہوئے۔ الجیریا میں قسطنطنیہ کی طرف سے ۲۷ پاشا مقرر ہوئے اور پھر ۱۶۷۱ء میں الجیریا کے خود سر انے پیادہ سپاہی اپنے میں سے حاکم مقرر کرنے لگے جنکا لقب ڈے انھوں نے رکھا تھا (اسی سے دایہ مشتق ہے) جس سے پاشاؤں کی حکومت کو زوال آگیا۔ پھر ۱۷۱۰ء میں وا دو عہدوں کا کام دینے لگا۔ ۱۸۳۰ء میں فرانسیسیوں نے الجیریا پر قبضہ کرلیا۔ ٹیونس میں سلطان روم کی طرف سے مقرر ہوکے ۱۷۰۵ء تک وہ حکومت کرتے رہے۔ پھر ترکی کی سپاہ نے اپنے میں سے انہیں حاکم مقرر کرنا شروع کیا جنکا لقب اُنھوں نے بے رکھا تھا اسکو ۱۸۸۱ء میں فرانسیسیوں نے لیلیا۔ تری پولی میں ابتک سلطان روم کی طرف سے پاشا مقرر ہوتے ہیں شمالی افریقہ کے صوبوں میں صرف مراکش میں کبھی عیسائیوں کا تسلط نہیں ہوا۔ اگرچہ ساحل پر اہل سپین نے بہت مستحکم قلعہ بنا رکھے ہیں اور سبتہ اُن کے پاس ہے۔ انگریزوں نے تنجیر کو ایکدفعہ لیلیا تھا مگر اُسکو اپنی غفلت سے کھو دیا۔

۵۹۱ - ۸۷۵ھ مرینیہ - مراکش ۱۱۹۵ - ۱۴۷۰ء

مرینیہ کا خاندان ۵۹۱ھ ۱۱۹۵ء سے مراکش کے مرتفع زمینوں پر حکومت کرتا تھا مگر ۶۶۸ھ ۱۲۶۹ء تک انکو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ الموحدین کی دارالسلطنت پر دست درازی کرکے قبضہ کرلیتے۔ مگر اس سنہ میں اُنھوں نے اُسپر قبضہ کرکے ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ء میں غربی الجزائر کا ملک زیانیہ سے چھین کر شامل کرلیا۔ انکو اپنے ہی خاندان کے شعبے وطاسیہ نے برباد کردیا اور خود انکا قائم مقام ہوگیا۔

۹۵۱ - ۱۳۱۱ھ ۲۴ شریف (مراکش) ۱۵۴۴ ۱۸۹۴ء

شریف سے مراد یہاں سید ہے۔ اہل مراکش اپنے تئیں حسنی سید بتاتے ہیں ۱۵۱۰ء میں یہ شریف ترودنت میں فرمانروا تھے اور مراکش اور فاس کو انھوں نے بہت بہت جلد اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ مگر انکی سلطنت کا آغاز ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء سے شروع ہوتا ہے اس خاندان کے دو شعبے ہوئے۔ ایک حسنی شریف اور دوسرا فلالی شریف چھ برس تک ان دونوں میں لڑائی جھگڑا رہا انکی سلطنت کی حدود تو وہی رہیں جو آج تک ہیں۔ مگر ان حریفوں اور رقیبوں میں سے ایک شریف فاس میں اور دوسرا شریف اُس کے

مقابل ہیں۔ مراکش میں رہتا تھا۔ یہ شریف اپنے تئیں خلیفہ اور امیر المومنین کے لقب کا مستحق سمجھتے ہیں۔

فصل چہارم۔ مصر و شام

۲۵ طولونیہ ۲۶ اخشیدیہ - ۲۷ فاطمیہ - ۲۸ ایوبیہ - ۲۹ مملوک - عثمان لی ۳۰ خدیو

مسلمانوں کے عہد سلطنت میں مصر و شام اکثر ایک سلطنت میں شامل رہے ہیں۔ شام کو ۱۳-۱۷ھ (۶۳۴-۶۳۸ء) میں اور مصر کو ۲۱ھ (۶۴۱ء) میں اہل عرب نے فتح کیا تھا۔ مصر میں آغاز فتح سے ۲۵۴ھ (۸۶۸ء) تک ۹۸ حاکم اپنی طرف سے خلفاء بنی اُمیہ اور خلفاء عباسیہ نے مقرر کئے۔ مگر ۲۵۴ھ (۸۶۸ء) میں احمد بن طولون ایسا حاکم مقرر ہوا کہ اُس نے اپنے ایک آزاد سلطنت جمائی اور ۲۷ برس تک اسکے خاندان میں وہ چلی۔ اس خاندان کی سلطنت کے ختم ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اخشیدیہ خاندان کی سلطنت قایم ہوئی جسکے بعد زمانہ متوسط میں خلفاء فاطمیہ نے سلطنت بڑی شان و شوکت سے کی۔ اس آخر سلطنت کے زمانہ میں ملک شام میں آزادانہ سلطنت مرداسیہ۔ بوریہ۔ زنگیہ خاندانوں کی۔ مگر سلطان صلاح الدین نے پھر اُن کو مصر کی سلطنت میں داخل کرلیا۔ سلطان صلاح الدین خاندان ایوبیہ کا بانی ہے۔ یہی صورت ان دونوں ملکوں کی اس زمانہ تک رہی کہ دونوں سلطنت عثمانیہ کے جدا جدا صوبے بنگئے۔ ۱۸۳۱ء میں ابراہیم پاشا نے جو محمد علی کا بڑا بیٹا تھا ملک شام کو سلطنت مصر میں شامل کرلیا۔ یورپ کی سلطنتوں نے ۱۸۴۰ء میں پھر سلطان روم کو اُسے دلا دیا اب وہ ترکی ولایت ہے یعنے ترکوں کی سلطنت میں ہے۔

۲۵۴ - ۲۹۲ھ ۲۵ دولت طولونیہ ۸۶۸ - ۹۰۵ء

طولون ایک ترکی غلام تھا جسکو بخارا کے امیر نے خلیفہ مامون کو تحفتہً بھیجا تھا۔ دار السلطنت بغداد اور سر من رائے میں وہ بڑے درجہ پر پہنچ گیا۔ اُسکے مرنیکے بعد ۲۴۰ھ میں اُسکا بیٹا احمد اپنے باپ کے منصب پر مقرر ہوا اور ۲۵۴ھ (۸۶۸ء) میں مصر میں نائب مقرر ہوا اور یہاں وہ عملاً خود مختار ہوگیا۔ ۲۶۴ھ (۸۷۸ء) میں اُسنے ملک شام کو بھی اپنی سلطنت میں داخل کرلیا۔ یہ سلطنت اس خاندان میں ۲۹۲ھ (۹۰۵ء) تک قایم رہی اور پھر اُسکا خاتمہ ہوگیا۔ فسطاط اور قاہرہ کے درمیان اس خاندان کا دار السلطنت قطائع تھا۔ وہ دولتمندی اور عیش و عشرت میں بڑا نامور تھا اور بڑی بڑی عمارات عالیشان اُسنے بنائیں۔

۳۲۳ - ۳۵۸ھ ۲۶ دولت اخشیدیہ ۹۳۵ - ۹۶۹ء

بعد خاندان طولونیہ کے کچھ عرصہ تک مصر و شام میں پھر خلفاء عباسیہ بغداد کیطرف سے حاکم مقرر ہونیلگے تھے مگر اُنکی حکومت غیر مستقل غیروں کی مرضی پر موقوف رہی۔ محمد اخشید نے اپنے خاندان کی سلطنت جمائی۔ جیحوں کے پرے فرغانہ کے حاکموں کا لقب اخشید تھا محمد اخشید فرغانہ کے امیر طغج کا بیٹا تھا جو خلیفہ بغداد کیطرف سے وہاں مقرر تھا۔ طغج دمشق کا حاکم مقرر ہوا مگر ذلیل و خوار ہوکر وہ قیدخانہ میں مر گیا۔ محمد کی خوش نصیبی سے باپ کی بدنصیبی کا معاوضہ ہوگیا۔ مقتدر باللہ خلیفہ بغداد نے ۳۱۶ھ میں پہلے

اُسکو رملہ کا حاکم مقرر کیا اور راضی خلیفہ بغداد نے اسکو ۳۱۸ھ میں دمشق کا حاکم مقرر کیا اور ۲۳ رمضان ۳۲۳ھ کو وہ مصر کا حاکم مقرر ہوا ۳۲۷ھ ۹۳۸ء میں اُسنے اپنا لقب اخشید رکھا ۳۳۳ھ میں اُسنے ملک شام کو اپنی سلطنت میں داخل کر لیا۔ اور آئندہ سال میں مکہ مدینہ کو بھی اُس پر اضافہ کیا۔

۲۷ دولت بنی فاطمہ - ۲۹۷-۵۶۷ھ - ۹۰۹-۱۱۷۱ء

۲۹۷ھ ۹۰۹ء میں خلفاے سادات کی افریقہ میں ابتدائی ہوئی اور اُنکی سلطنت کا خاتمہ ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء میں ہوا۔ اول خلیفہ سادات ابو محمد عبداللہ ہوا۔ دولت ادریسیہ نے اس دولت سادات بنی فاطمہ کے لئے سلطنت کا دروازہ کھولدیا تھا۔ بہت سے شیعی داعی پیدا ہو گئے تھے۔ جو شیعہ مذہب کی طرف قبائل بربر کی دعوت کرتے تھے۔ اب ایک نیا پیشوا عبداللہ پیدا ہوا جسنے اپنا لقب المہدی رکھا اور خلافت اور امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں اُس نے دولت اغلبیہ کے بقیہ کو باقی نہ رکھا اور شمالی افریقہ کا باستثناے مراکش دار السلطنت ادریسیہ کے خود مالک ہو گیا اور ۳۰۳ھ میں موضع مہدیہ جو تونس کے قریب تھا بڑا شہر بنایا اور اُس کو اپنی دار السلطنت مقرر کیا۔ نصف صدی کے بعد اُنہوں نے مصر اور شام کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اُن کے سپہ سالار جواہر نے ۳۵۸ھ ۹۶۹ء میں خاندان اخشیدیہ کے ایک طفل خرد سال سے مصر چھینا اور قاہرہ کی بنیاد رکھی اور اُسکی فصیل نہایت مضبوط بنائی اور جنوبی شام کو بھی اسی سنہ میں فتح کر لیا ۳۸۱ھ ۹۹۱ء حلب بھی سلطنت میں داخل ہو گیا اب اس سلطنت کی وسعت صحراے شام اور تیونس سے لیکر مراکش تک ہو گئی۔ یہ اس سلطنت نے بڑی غلطی کی کہ قیروان اور مہدیہ سے دار السلطنت کو قاہرہ میں منتقل کیا جس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں کہ جس کے سبب سے مغربی اضلاع اُس کی حکومت سے نکل گئے۔ نورمن نے ۱۰۷۱ء میں سسلی ۱۰۹۰ء میں مالٹا کو ۱۱۴۷ء ترپولی کو ۱۱۴۸ء میں مہدیہ اور قیروان کو اُن سے چھین لیا۔ مگر بنی فاطمہ کے خلفار کی سلطنت مدتوں تک مصر اور شام میں بڑی شان و شوکت کی رہی اور اس میں تنزل نہیں آیا اور تمام ممالک مڈی ٹرینین میں ان کی دولت تجارت عظیم الشان جاری رہی ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء میں صلاح الدین نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

۲۸ دولت ایوبیہ مصر و شام - ۵۶۴-۶۴۸ھ - ۱۱۶۹-۱۲۵۰ء

دولت ایوبیہ کی ابتدا ۵۶۴ھ کی ماہ ربیع الاول سے ہوئی۔

شادی کے دو بیٹے شیرکوہ اور ایوب تھے۔ شیر دوین کا وہ رہنے والا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ اصل ان دونوں کی اکراد ہے یعنی وہ کردستان کے رہنے والے تھے وہ روداہ میں رہتے تھے عراق میں چلے آئے تھے۔ ایوب بڑا شیرکوہ سے تھا وہ بہروز سلجوقی کوتوال کے پاس رہا کرتا تھا اس کو توال نے اس کو شہر تکریت کا محافظ مقرر کر دیا تھا۔ پھر یہ دونوں بھائی عماد الدین زنگی کی خدمت میں رہنے لگے۔ عماد الدین نے شہر بعلبک کا محافظ ایوب کو مقرر کر دیا اور پھر وہ شیرکوہ

دمشق کا بڑا سردار ہو گیا شیرکوہ عماد الدین کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے نور الدین کے پاس رہنے لگا اُسنے شہر حمص اور رحبہ عطا کیے اور اُسکی شجاعت دیکھکر اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ عاضد الدین خلیفہ مصر فرنگیوں اور شاور کے ہاتھ سے تنگ تھا اُس نے نور الدین سے امداد کی التجا کی۔ نور الدین نے شیرکوہ اور صلاح الدین کو بھیجا۔ انہوں نے ملک مصر کے فساد اور جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔ عاضد الدین نے شیرکوہ کو اپنا وزیر مقرر کیا اور اُسکو وہ اختیارات دیئے جو پہلے کسی خلیفہ نے وزیر کو نہیں دیئے تھے۔ جب شیرکوہ ۵۶۴ھ ۱۱۶۹ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا تو اپنے چچا کی جگہ صلاح الدین مقرر ہوا۔ اور عاضد الدین نے سارا ملک اُسکو سپرد کر دیا۔ اسطرح اس سنہ میں وہ مصر کا بالکل مالک ہو گیا۔ گو خلیفہ بنی فاطمہ عاضد تین برس تک زندہ رہا ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء کے اول مہینے میں قاہرہ میں خلیفہ عباسیہ مستضی کا نام بجائے عاضد کے خطبہ میں پڑھا گیا۔ اُس پر کچھ فساد نہیں ہوا۔ اور مصر کی حکومت شیعہ خلفا سے پھر اہل سنت خلفا کے ہاتھ میں آگئی۔ حجاز کے مقدس شہروں میں اکثر سلاطین مصر کا قبضہ رہتا تھا۔ ۵۶۹ھ ۱۱۷۴ء میں صلاح الدین نے اپنے بھائی توران شاہ کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔ ۵۶۸ھ ۱۱۷۲ء میں ترپولی کو نورمن سے صلاح الدین نے چھین لیا۔ اسی سال میں نور الدین نے وفات پائی۔ شام کی حملہ آوری کیلئے رستہ کھلا۔ ۵۷۰ھ ۱۱۷۴ء میں دمشق میں صلاح الدین داخل ہوا اور تمام ملک شام کو ہلا مارا۔ ۵۷۰-۵۷۲ھ میں باوجود زنگیوں کی مخالفت کے اُسنے اپنی سلطنت کو دریائے فرات تک پھیلا دیا۔ جب نور الدین کے بیٹے صالح کا انتقال ہوا تو ۵۷۹ھ ۱۱۸۳ء میں موصل پر قبضہ کر لیا اور ۵۸۱ھ میں عراق عربی کے بہت سے امیروں کو اپنا خراج گزار اور تابع بنایا۔ اب دریائے فرات سے لیکر دریائے نیل تک سوائے ان گڑھیوں کے جو عیسائی جہادیوں کے پاس تھیں وہ فرمان روائی کرتا تھا۔ جنگ حطین ۴ جولائی ۱۱۸۷ء کو ہوئی تھی جسکے سبب سے اورشلیم سے عیسائی سلطنت اُٹھ گئی۔ اور تین مہینے میں بیت المقدس پر صلاح الدین کا تسلط ہو گیا اور کوئی قلعہ عیسائیوں کے پاس سوائے ٹائر کے باقی نہیں رہا۔ اہل یورپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو جہاد کیلئے تیسری دفعہ آمادہ ہوئے اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اور فلپ آگسٹس شاہ فرانس دونوں ۱۱۹۰ء میں بیت المقدس کی طرف چلے اور ۱۱۹۱ء میں عکہ کے محاصرہ میں دونوں شریک ہو گئے ڈیڑھ برس تک یہ جہاد جاری رہا اور ۱۱۹۲ء میں تین برس کیلئے صلح ہو گئی جس سے اس لڑائی سے کوئی فائدہ عیسائی جہادیوں کو نہیں ہوا۔ سُلطان صلاح الدین ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء میں بارہ روز بیمار رہا اور پھر اس دنیا سے سفر کیا۔ وہ تکریت میں ۵۳۲ھ میں پیدا ہوا تھا عمر اُسکی ۵۷ برس کی تھی ۲۴ برس تک ملک مصر پر حکومت کی اور ۱۹ برس شام میں سلطان کے مرنیکے بعد اُسکے بھائیوں بھتیجوں نے اس وسیع سلطنت کے حصے کر کے تقسیم کر لیا۔ اس خاندان میں اسکے بھائی سیف الدین عادل نے بڑا نام پایا۔ اور بہ تدریج بڑے اعلیٰ درجہ پر پہونچا۔ ابتدا میں سلطان صلاح الدین کے بیٹے اسطرح فرمانروا مقرر ہوئے کہ

افضل دمشق میں۔ عزیز قاہرہ میں ظاہر حلب میں ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ء میں افضل کی جگہ دمشق میں عادل مقرر ہوا اور عزیز کے جانشین منصور کی جگہ بھی ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ء قاہرہ کے اندر عادل مقرر ہوا۔ حلب ۶۴۸ھ ۱۲۶۰ء تک سلطان کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔ عادل نے مصر اور شام کے بڑے حصے میں ۵۹۲-۵۹۶ھ کے اندر سلطنت حاصل کرلی اور ۵۹۷ھ ۱۲۰۰ء میں اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو عراق عربی کا حاکم مقرر کیا۔ غرض دولت ایوبیہ میں عادل بڑا اقبال مند ہوا اور بڑے کروفر کے ساتھ سلطنت کی ۶۱۵ھ ۱۲۱۸ء میں اسنے انتقال کیا۔ اسکی اولاد مختلف ملکوں میں سلطنت کرتی رہی اور اسکی شاخیں مصر۔ دمشق عراق عربی میں حکمراں رہیں۔ یہ سب عادل کی اولاد میں سے تھیں۔ مگر حماہ اور ابھی ساہ یمن میں خاندان ایوبیہ کی اور شاخوں کی اولاد فرمانروا رہی۔

۶۴۸ھ ۱۲۵۰ء میں مصر میں عادلی ایوبیہ کی شاخ عظیم سلطنت کرتی تھی اور اکثر ملک شام بھی اُنکے تحت حکومت رہتا تھا اسنے بحری مملوک (غلاموں) کو سلطنت کی راہ دکھادی۔ دمشق میں جو اس خاندان کی شاخ سلطنت کرتی تھی وہ شام کی سلطنت کیلئے ان شاخونسے لڑتی تھی جو مصر و حلب میں حکومت کرتی تھیں۔ اُن دونونکو تاتار کے چنگیز خاں نے ۶۵۸ھ ۱۲۶۰ء میں ٹھکانے لگا دیا اور برباد کردیا۔ یہی حال عادل کے جانشینونکا عراق عرب میں ۶۴۳ھ ۱۲۴۵ء میں اسنے کیا۔ مملوک نے ان سے ۶۶۱ھ ۱۲۶۲ء میں ابی ساکو چھین لیا۔ ۶۲۵ھ ۱۲۲۸ء کے شروع میں عرب میں دولت ایوبیہ کی جگہ دولت رسولیہ قائم ہوئی۔ مگر حماہ میں سلطان صلاح الدین کے خاندان کی ایک شاخ ۷۴۲ھ ۱۳۴۱ء تک سلطنت کرتی رہی۔ گو کبھی اس میں خلل آگیا ابوالفداء نے ان سب کا حال مفصل لکھا ہے +

۶۵۰-۹۲۲ھ ۲۹ مملوک سلاطین ۱۲۵۲-۱۵۱۷ء

مملوک جسکے معنی غلام کے ہیں اسکا اطلاق اکثر سفید رنگ کے غلام پر کیا جاتا تھا۔ مصر کے مملوک سلاطین ترکی اور سرکیشی غلام تھے۔ سلطان صالح ایوبیہ کو ان غلامونکا بڑا شوق تھا اس لئے انکو خاص اپنی ذات کی محافظ سپاہ میں بھرتی کیا تھا۔ ایک عورت درۃ الشجر دولت سلاطین مملوک کی بانی ہوئی ہے وہ ملک صالح کی بیوی تھی جسکے مرنیکے بعد اسنے اپنے خاوند کے غلام بغرابیک ترکمانی سے نکاح کیا اور اس کو اس سبب سے کہ اسنے بدرالدین لولو حاکم موصل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا ارادہ کیا تھا حمام میں مار ڈالا۔ ملک مصر میں اسکا خطبہ پڑھا گیا۔ مگر اسکے ساتھ برائے نام خاندان ایوبیہ میں سے موسیٰ ابن یوسف شریک تھا درۃ الشجر سے سلطنت کا سلسلہ غلامونکے خاندان میں یعنی مملوک میں چلا۔ ان غلاموں کے خاندان کے شعبے تھے ایک بحریہ (دریائی) اور دوسرا برجی (قلعہ) کہلاتا تھا۔ ان دونوں شاخوں نے شروع سولھویں صدی تک سلطنت کی۔ اگرچہ ان سلاطین کی سلطنت تھوڑے تھوڑے دنوں رہی اور بہت سے ملکی جھگڑے اور فسادات باہم رہے اور سلاطین قتل ہوتے رہے مگر اُن کی سلطنت کا نظم و نسق بخوبی قائم رہا کچھ خلل نہیں پڑا۔ قاہرہ زبان حال سے

بیکار رہا ہر کہ اُن کو کیسا عمارات کا شوق اور علوم و فنون کا ذوق تھا۔ اُنہوں نے اپنے جوہر شجاعت کو عیسائی جہادیوں کے اور تاتاریوں کے مقابلہ میں دکھایا۔ تیرہویں صدی میں تاتاریوں نے ایشیا کو اپنے تاخت و تاراج سے پامال کر دیا تھا اور مصر کو بھی دھمکایا تھا۔ مگر سلاطین مملوک کا وہ بال بیکا نہ کر سکے۔

۶۴۵ - ۷۹۲ھ	ا	بحری مملوک	۱۲۵۰ - ۱۳۹۰
۷۸۴ - ۹۲۲	ب	برجی مملوک	۱۳۸۰ - ۱۵۱۷
۱۲۲۰ - ۱۳۱۱	۳۰	خدیو مصر	۱۸۰۵ - ۱۸۹۳

۹۲۲ھ ۱۵۱۷ء میں سلطان روم سلیم اول نے مصر کو فتح کر لیا تھا اس زمانہ سے تین سو برس تک ملک مصر سلطنت روم کا ایک صوبہ رہا۔ سلطان روم کی طرف سے یہاں پاشا مقرر ہو کے قسطنطنیہ سے آتے تھے۔ مگر ان پاشاؤں کے اختیارات میں مملوک بے کی کونسل کے مقرر ہونے سے کمی آگئی تھی ۱۷۹۸ء میں مصر میں نپولین کے آنے سے جو انتظام سلطنت مصر کا تھا اسکا خاتمہ ہو گیا تھا لیکن ابو بکر اور اسکندریہ میں جو انگلستان کو فتوحات حاصل ہوئیں تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۰۱ء میں فرانسیسیوں کو مصر چھوڑنا پڑا اور پھر آپس میں لڑائی جھگڑے قائم ہوئے ۱۸۰۵ء میں مصر کی سیاہ ترکی میں محمد علی البانین رجمنٹ کا افسر تھا اُسنے بہت سے مملوک سرداروں کو قتل کر ڈالا اور آپ قاہرہ کا مالک بن بیٹھا۔ ایک ایسا ہی اور قتل عام ہوا اسلئے ملک مصر میں برائے نام سلطان روم کی سلطنت باقی رہ گئی اصل میں سلطنت محمد علی کے خاندان میں تھی ۱۸۶۶ء میں اس خاندان کے چوتھے فرمانروا مصر نے اپنا خطاب خدیو اختیار کیا۔ ۱۸۳۱ء ملک شام بھی اس سلطنت میں داخل ہو گیا تھا مگر انگلستان کے دباؤ سے پھر ۱۸۴۱ء میں سلطان روم کو واپس مل گیا۔ سوڈان پر بڑی ناکام چڑھائیاں ہوئیں مگر جنرل گارڈن کی وفات کے بعد ۱۸۸۵ء میں سوڈان مصر کی ماتحتی سے نکل گیا۔ مصر کی جنوبی سرحد رود نیل کے دوسرے آبشار تک ہے اور جب سے عربی پاشا کی بغاوت کو انگریزوں نے فرو کیا ہے مصر کا نظم و نسق سلطنت انگلشیہ کی صلاح سے ہوتا ہے۔

فصل پنجم یمن

۳۳ زیادیہ (زبید) ۳۴ یعفوریہ (شاو جند) ۳۵ نجاحیہ (زبید) ۳۶ صلیحیہ (صنعا) ۳۷ ہمدانیہ (زبید) ۳۸ زوریہ (عدن) دولت ایوبیہ میں سے ۳۹ رسولیہ (یمن) ۴۰ طاہریہ (یمن) ۴۱ ائمہ رسد (سعدا) ۴۲ ائمہ صنعا

یمن

یمن میں ایک حاکم اور اُسکا نائب مکہ یا مدینہ میں خلفا مقرر کیا کرتے تھے۔ انکے سوا اور آبادیاں تھیں۔ انہیں شیخ

اپنے اپنے قبیلہ کا انتظام کرتے تھے۔ تیسری صدی میں جب شمالی افریقہ میں دولت ادریسیہ و دولت اغلبیہ آزاد و خود مختار ہوگئیں تو ان کی دیکھا دیکھی یمن بھی ایک جدا خود مختار آزاد سلطنت ہوگئی جس زمانہ میں دولت عباسیہ کے دست راست کو خراسان طاہر قطع کر رہا تھا محمد زیاد نے بھی تہامہ میں ایک شہر زبید تعمیر کر کے اپنی جدا سلطنت جمائی۔ اگرچہ کبھی کبھی خلفا کی طرف سے بھی یمن میں حاکم مقرر ہوتے رہے۔

۲۰۴ - ۴۰۹ھ ۳۳ دولت زیادیہ (زبید) ۸۱۹ - ۱۰۱۸ء

محمد آل زیاد سے تھا۔ وہ فضل بن سہیل ذو الریاستین کے پاس رہتا تھا جب یمن میں خلیفہ مامون کے عہد میں خلل پڑا تو فضل کی سفارش کر کے محمد ابن زیاد کو یمن میں امیر مقرر کرا دیا ۲۰۳ھ میں تہامہ کو فتح کر لیا ۲۰۴ھ میں اُسنے شہر زبید کی بنا ڈالی اور اسکی فصیل بنائی۔ جعفر اپنے غلام کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر خلیفہ مامون پاس بھیجا اور مامون کے پاس سے ۲۰۶ھ میں جعفر مع لشکر دو ہزار سوار کے یمن میں آیا تو ابن زیاد کی حکومت کو استواری ہوئی اور ولایت یمن کا مالک ہوگیا جعفر اسکا غلام بڑا دانشمند و دلاور تھا اُسکے سبب سے ابن زیاد کی سلطنت کو بڑی ترقی و رونق ہوئی۔ دو سو چار برس تک اس خاندان میں حکومت برقرار رہی ۲۰۴ھ میں اسکا آغاز اور ۴۰۹ھ میں اسکا انجام ہوا جب سلطنت کا تنزل شروع ہوا تو ملک کے مختلف حصوں میں نئے نئے خاندان خود مختار مطلق العنان حاکم بن بیٹھے اور دولت زیاد کے غلاموں میں سلطنت تقسیم ہوئی صنعا اور جند میں یعفری نے اپنی حکومت قایم کی سلیمان بن طرف نے یمن کے مغربی اطراف میں بہت کچھ حصہ ملک کا دبا لیا اور عثر کو اپنا دار السلطنت بنا لیا ۲۹۲ھ میں قرمطی علی بن فضل نے زبید کو خوب لوٹا۔ دولت زیاد کے آخر بادشاہ ابراہیم کے زمانہ میں غلاموں کے ہاتھ سلطنت کے کل اختیارات تھے۔ نجاح حبشی نے جو مرجان کا غلام تھا ملک پر قبضہ کر لیا اور زبید میں ۴۱۲ھ سے دولت نجاحیہ کا دور شروع ہوا۔

۲۴۷ - ۳۴۵ھ ۳۴ یعفوریہ صنعا اور جند - ۸۶۱ - ۹۵۶ء

۴۱۲ - ۵۵۴ھ ۳۵ دولت نجاحیہ (زبید) ۱۰۲۱ - ۱۱۵۸ء

نجاح نے ۴۵۲ھ تک سلطنت کی اور پھر اس دنیا سے سفر کیا ۴۷۳ھ میں زبید کو صلیحی نے فتح کر لیا مگر نجاح کے بیٹے نے پھر اسپر قبضہ کیا۔ غرض نجاح و صلیح کے خاندان میں دو دو ہاتھ ہمیشہ ہوتے رہے آخر کو نجاح کے خاندان کا خاتمہ صلیح کے خاندان نے کر دیا۔

۴۲۹ - ۴۹۵ھ ۳۶ دولت صلیحیہ صنعا - ۱۰۳۷ - ۱۱۰۱ء

تمام ملک یمن میں علی بن محمد بن علی صلیحی کا قبضہ و تصرف ہوگیا علی الصلیحی کے باپ قاضی محمد کا مذہب سُنی تھا اور جبل حراز کے سب آدمی اُسکے مطیع و منقاد تھے اسکے بیٹے علی نے عامر بن عبد اللہ رواحی سے تعلیم شیعہ مذہب کی پائی اور اس کا

قائمقام ہوا۔ اور شیعہ مذہب کی دعوت لوگوں کو کرتا رہا۔ ۴۲۹ھ ۱۰۳۷ء میں وہ اس کام کو چھوڑ کر سراۃ میں جاکر خود مختار اور آزاد ہوگیا۔ نجاح کے مرنے کے بعد ۴۵۲ھ ۱۰۶۰ء میں زبید کو اور ۴۵۵ھ ۱۰۶۳ء میں کل یمن کو فتح کرلیا اور ۴۵۵-۴۵۶ھ میں مکہ پر قبضہ کیا اور صنعا کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ ۴۷۳ھ ۱۰۸۰ء میں انتقال کیا مرتے تک زبید اُسکے قبضہ میں رہا مگر پھر نکل گیا۔ ۴۷۵ھ میں اسکے بیٹے مکرم احمد نے پھر اُسپر قبضہ کیا مگر پھر ۴۷۹ھ میں اُسکے ہاتھ تلے سے وہ نکلگیا۔ پھر اُسنے ۴۸۱ھ ۱۰۸۸ء میں اُسے فتح کیا مگر فتح ہوتے ہی پھر اُسکے ہاتھ سے ایسا گیا کہ پھر ہاتھ نہ آیا۔ ۴۸۰ھ میں مکرم نے اپنی دار الحکومت کو مخلف جعفر میں ذوجبلہ میں بدلا تھا۔

۴۹۲-۵۶۹ھ ۳۷ دولت ہمدانیہ صنعا۔ ۱۰۹۸-۱۱۷۳ء

یمن کی عرب بنی حاشد اور بکیل کی قبائل بڑے مشہور و معروف تھی اور صنعا و سعدا کی قریب رہتے تھی اُنکی بہت سی شاخیں بنو ہمدان بنیں۔ خاندان صلیحیہ کے بعد خاندان ایوبیہ کے حملوں تک پون صدی تک بنو ہمدان میں سے ہی صنعا کے حاکم ہوتے رہے۔

۵۵۴-۵۶۹ھ ۳۸ دولت مہدیہ۔ زبید۔ ۱۱۵۹-۱۱۷۳ء

علی بن مہدی نے یمن سے نجاح کی ریاست کو دور کرکے ۵۵۴ھ میں اپنی ریاست جمائی۔ علی بن مہدی قبیلہ حمیر میں تھا اور عنبرہ میں رہتا تھا جو زبید کے محاذات میں سے ہے اسکا باپ مہدی مرد صالح عزلت نشین تھا۔ اسکا بیٹا بھی اپنے باپ کے طریقہ پر چلا۔ اول حاجی ہوا۔ پھر واعظ بنا وہ بہت حسین و فصیح عالم تھا۔ کچھ غیب کی باتیں بھی بتایا کرتا تھا۔ غرض دلوں کے تسخیر کرنیکے سب گر اُسے یاد تھے۔ جب ایک جم غفیر اُسکا معتقد اور مطیع ہوگیا تو ۵۴۱ھ میں پہاڑوں میں چلا گیا اور وہاں ایک قلعہ میں جسکا نام الشرف ہے گیا یہاں کے باشندوں نے جو قبیلہ جولان کے تھے اُسکی اطاعت کی غرض ان لوگونکا نام مہاجرین رکھا تھا جو تہامہ سے اسکے ساتھ گئے تھے اور قبیلہ جولان کا نام انصار رکھا۔ غرض آنحضرت کی نقل آتاری۔ پھر مہاجرین اور انصار کے امام الگ الگ مقرر کرلئے اور اماموں کا شیخ الاسلام لقب دیا۔ اور رات دن لوٹنے کا شیوہ اختیار کیا۔ اسکی لوٹ سے سوداگروں کی راہیں بند ہوگئیں۔ کاروان اور قافلے ویران و تباہ ہوگئے۔ بعد ازاں زبید کا محاصرہ کئے رہا جبتک کہ فاتک بن محمد نے جو آخر بادشاہ ملوک بنی نجاح میں سے تھا مقتول ہوا۔ بعد اسکے قتل ہونیکے اُسکے غلام علی بن مہدی سے خوب لڑتے رہے مگر آخر کار علی بن مہدی کو فتح ہوئی۔ چنانچہ بروز جمعہ ۱۴ تاریخ ماہ رجب ۵۵۴ھ میں دار الملک زبید پر اُسکا قبضہ ہوا۔ دو مہینے ۱۲ روز سلطنت کی پھر ماہ شوال میں وفات پائی۔ اسکی اولاد تہامہ اور بعض اور اضلاع پر قابض رہی جبتک خاندان ایوبیہ نے اُسکو برباد کیا۔

۴۷۶-۵۶۹ھ ۳۹ دولت زوریہ۔ عدن۔ ۱۰۸۳-۱۱۷۳ء

۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء میں کرم صلیحی نے عباس اور مسعود دونوں کو عدن میں حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تھا۔ یہاں کئی

نسلوں تک یہ مشترک نظام چلا۔ ابو مسعود اور ابو غرات نے بادشاہ صنعا کی اطاعت سے سرتابی کرکے آزادی حاصل کی مگر وہ اُس آزادی کو ہمیشہ سنبھال نہ سکے یمن میں صلیحیہ کے اس خاندان کی عظمت بھی مانی جاتی ہے۔ دولت ایوبیہ نے اُسے بھی برباد کیا۔

۵۶۹ - ۶۲۵ھ - ایوبیہ یمن ۱۱۷۳ - ۱۲۲۸ء

عرب کے زمانہ متوسط کی تاریخ میں ایوبیہ کی فتح ۵۶۹ھ ۱۱۷۴ء میں واقعہ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ سلطان صلاح الدین کے رشتہ داروں نے یمن کے تمام خاندانوں کا خاتمہ کیا اور اسکو بالکل تاخت و تاراج کیا اور جس شان و شکوہ سے سلطنت مصر، شام، عراق، عرب میں کی تھی ایسی ہی یہاں کی صنعا سے ہمدانیوں کو زبید سے مہدیہ کو عدن سے زوریہ کو توران شاہ بن ایوب نے خارج کردیا۔ اور نصف صدی تک (۵۶۹ - ۶۲۵) تک یمن اسی خاندان کے قبضہ میں رہا جو مصر و شام میں حکومت کرتا تھا۔

۶۲۶ - ۸۵۸ھ ۴۰ رسولیہ یمن۔ ۱۲۲۹ - ۱۴۵۴ء

ملک مسعود بن کامل جب حج کو گیا ہے تو اُسنے داروغہ علی بن رسول کو یمن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اولاد ایوب کی حکومت تک نائب رہا۔ علی بن رسول کے چند بھائی بطور اول کے مصر میں لاکر اس خیال سے رکھے گئے تھے کہ وہ کوئی تغلب و خیانت یمن میں نہ کرنے پائے۔ جب اس کا انتقال ہوا تو عمر بن علی اپنے باپ کی جگہ مقرر ہوا۔ جب اس کے چچاؤں نے چند ایلچی اسکے معزول کرنیکے لئے اس لئے بھیجے کہ وہ خود یمن کی نیابت کے خواہاں تھے تو اُسنے ایلچیوں کو قید کیا اور یمن میں مطلق العنان ہوکر سلطنت کرنے لگا۔ حضرموت سے مکہ تک دو سو برس اس خاندان نے سلطنت کی۔

۸۵۰ - ۹۲۳ھ ۱۴ طاہریہ یمن - ۱۴۴۵ - ۱۵۱۷ء

جب خاندان رسولیہ تباہ ہوا تو یمن میں بنی طاہر اسکا جانشین ہوا۔ اور جبتک اسنے سلطنت کی کہ مصر کے سلاطین مملوک میں سے آخر سلطان قانصوہ غوری نے ملک عرب کو فتح کیا۔ پھر ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء میں عثمان لی ترک نے فتح کرلیا۔ مگر ۱۶۳۳ء میں اس کو چھوڑ دیا اور وہیں کے اماموں کو حکومت دیدی۔

۲۸۸ - ۷۰۰ھ - ۴۲ - ائمہ رسّد - سعدا - ۸۹۳ - ۱۳۰۰ء

شیعوں میں ائمہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے جسکو قاسم رسّی کے پوتے ہادی یحیی نے اول یمن میں سعدا کے اندر قائم کیا تھا خلیفہ مامون کے عہد میں قاسم رسّی ایک ضعیف الاعتقاد وسیع المشرب تھا۔ یہ فرقہ زیدیہ اماموں کا ابتک قائم ہے گو کہیں کہیں ان کے سلسلہ میں شکستگی آگئی ہے۔

۱۰۰۰ھ - ۴۳ - ائمہ صنعا - ۱۵۹۱ء

ائمہ مذکورہ بالا اپنا صدر مقام سعدا میں رکھتے تھے مگر انکے جانشین اکثر صنعا میں بھی ہوتے تھے۔ عثمان لی ترک نے

کا اخراج جبتک کہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء میں نہیں ہوا یمن میں اماموں کا مستقل دار الحکومت صنعا نہیں ہوا۔ جو امام یہاں حکومت کرتا ہے اُسکو امام صنعا کہتے ہیں۔ وہ حقیقت میں انھیں اماموں کی نسل میں سے ہیں جو سعدا میں رہتے تھے۔ ہادی یحییٰ کے بڑے پوتے یوسف داعی کی اولاد میں قاسم منصور تھا جس نے ائمہ صنعا کی بنا ڈالی۔ ہادی یحییٰ ائمہ سعد کا بانی تھا۔

فصل ششم۔ شام و عراق۔ عرب (زمانہ اہل عرب)

(۴۴) حمدانیہ (موصل، حلب) (۴۵) مرداسیہ حلب (۴۶) عقیلیہ (موصل وغیرہ) (۴۷) مردانیہ (دیار بکر) (۴۸) مزیدیہ (حلہ)

ایشیا میں دول اسلامیہ کی تقسیم اسطرح ہے۔ اوّل شام اور عراق عرب کی دول اسلامیہ عرب قبل از حملہ سلجوقی ترک دوم دول ایران و ماوراالنہر قبل از سلجوق۔ سوم دولت سلجوقیہ اور اُس کی شاخیں۔ چہارم ان امرا کی دول جنہوں نے سلجوق کی ملازمت میں کارہائے عظیم کئے تھے۔ اور وہ دولت سلجوقیہ کے تنزل اور مغلوں کے حملوں کے درمیان قائم ہوئیں۔ پنجم دولت سلجوقیہ کے قائمقام خصوصاً عثمان لی۔ ششم چنگیز خاں کی دولت مغلیہ اور اُسکی شاخیں ہفتم دولت مغلیہ کے تنزل کی حالت میں جو ایران میں دول قائم ہوئیں۔ ہشتم دولت تیموریہ ماوراالنہر میں جو قدیمی مغلوں کی سلطنت کے زوال سے پیدا ہوئی۔ نہم دول ہندوستان جسمیں افغانستان بھی شامل ہے۔ اس ترتیب میں جغرافیہ کے جو ترقی مغرب سے مشرق کو ہوئی ہے وہ قائم رہتی ہے۔ ان دول کا بیان اسطرح کرینگے۔ شام و عراق عرب کا بیان جبتک کہ سلجوقیوں کا حملہ ہوا۔ ایران اور ماوراالنہر کا۔ سلجوق اور اُنکے امرا سلجوقیہ کے قائمقام جو مغرب میں پھیلے۔ ایک نئی دولت مغلیہ کا پیدا ہونا جسنے کل دول کو سوا دولت عثمانیہ کے غارت کردیا۔ مغلوں کی دولت کا تنزل اُسکے قائمقام شاہان ایران جو مختلف خاندان کے تھے اور وہ ابتک قائم ہیں شمال اور مشرق میں دولت تیموریہ کی جدا ایک شاخ کا قائم ہونا ماوراالنہر میں دولت تیموریہ کا قائمقام ازبک کا ہونا جو ابتک موجود ہیں۔ مشرق میں دول اسلامیہ ہندوستان میں اور افغانستان میں دولت غزنویہ کا قائم ہونا دولت اسلامیہ ہند کی بجاے برٹش گورنمنٹ کا قائم ہونا۔

۳۱۷ - ۳۹۴ھ ۴۴ ۔ دولت حمدانیہ (موصل و حلب وغیرہ) ۹۲۹ - ۱۰۰۳ء

خاندان حمدانیہ عرب کے قبیلہ تغلب التغلبی کی نسل سے تھا۔ وہ موصل کے قریب رہتا تھا۔ حمدان بن حمدون ۲۶۰ھ ۸۷۳ء سے اس کے معاملات ملکی میں بہت دخل دیتا تھا۔ ۲۸۱ھ ۸۹۴ء میں محمد بن حمدان نے ماردین پر قبضہ کرلیا۔ مگر خلیفہ المعتضد باللہ نے ۲۹۲ھ ۹۰۵ء اُسے نکالدیا۔ ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان کو موصل اور اُسکے محالات کا حاکم مقرر کیا۔ اُسوقت سے معاملات ملکی میں خاندان حمدانیہ کو زیادہ اقتدار حاصل ہوا۔ ۳۰۷ھ ۹۱۹ء میں دیار ربیعہ کا حاکم ابراہیم بن حمدان مقرر ہوا اور ۳۰۹ھ ۹۲۱ء میں داؤد اُسکا بھائی جانشین اُسکا ہوا اور ۳۱۲ھ ۹۲۴ء میں سعید بن حمدان نہاوند میں حاکم مقرر ہوا اور اس خاندان کے

بعض اور ارکان نے بھی اسیطرح کے اعلیٰ عہدے پائے۔ عبداللہ نے اپنے بیٹے حسن کو موصل میں اپنا نائب بنایا جب عبداللہ ابوالہیجا بغداد میں مارا گیا تو موصل میں اُسکا بیٹا حسن باپ کی جگہ مقرر ہوا۔ ابوالعلا بن حمدان اُسکا چچا اس امر کا ذمہ لیکر کہ میں اپنے بھتیجے کے قبضہ سے مال نکالکر خلیفہ کے دربار میں بھیجونگا۔ موصل گیا مگر وہاں بھتیجے کے ہاتھ سے مارا گیا جب یہ خبر خلیفہ مکتفی باللہ کو پہونچی تو اُس نے وزیر ابن مقلہ کو لشکر دیکر موصل بھیجا۔ حسن بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ ابن مقلہ موصل میں سنہ ۳۱۳ھ - ۹۲۵ء تک رہا اور پھر بغداد میں چلا آیا تو حسن نے خلیفہ کو عرضی بھیجی اور مال مذکور کے دینے کا ضامن ہوا خلیفہ نے اس کا قصور معاف کردیا۔ ان سالوں کے سوا، وہ دیار ربیعہ اور دیار بکر و موصل میں فرمانروائی جبتک کرتا رہا کہ اُسکے بیٹے ابوتغلب نے اسے معزول کیا۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے سنہ ۳۳۰ھ - ۹۴۱ء میں اُس کو ناصرالدولہ کا اور اُسکے بھائی علی کو سیف الدولہ کا خطاب دیا۔ سیف الدولہ نے اوّل واسط پر حکمرانی کی پھر سنہ ۳۳۳ھ - ۹۴۴ء میں احمد بن سعید الکلابی صاحب الاخشید سے حلب لے لیا اور یونانیوں کیساتھ رزم آرائی میں بڑا نام پیدا کیا۔ خاندان حمدانیہ شیعہ تھا۔ اور سیف الدولہ دولت بنی فاطمہ کی اطاعت کرتا تھا جب ان دونوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا تو دولت حمدانیہ میں زوال آگیا۔ دولت بنی فاطمہ نے سیف الدولہ کے پوتے سے اُسکی سلطنت جو شام میں تھی چھین لی اور سنہ ۳۶۷ھ میں ابوتغلب سے عراق عرب کی سلطنت دولت بویہ نے لے لی اُنکے بھائیوں حسین اور ابوطاہر نے جو موصل کو پھر لے لیا تھا اُسپر قبضہ چندروز رہا اور پھر وہ چھن گیا۔ ناصرالدولہ کے حالات میں کئی دفعہ انقلاب ہوا۔ اسکو اپنے بھائی سیف الدولہ سے نہایت محبت تھی جب وہ مرگیا تو اُسکے غم میں وسیع الاخلاق اور ضعیف العقل ہوگیا کہ اولاد کے نزدیک بھی اسکی حرمت باقی نرہی۔ اُسکے بیٹے ابوتغلب فضل اللہ الملقب بہ عدۃ الدولہ المعروف بالغضنفر نے باپ کو قلعہ زردشت میں قید کیا جہاں وہ جمعہ کے دن ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۵۶ھ کو مرگیا۔

۴۱۴ - ۴۷۲ھ - ۵۴ دولت مرداسیہ حلب - ۱۰۲۳ - ۱۰۷۹ء

قبیلہ بنو کلب میں اسدالدولہ ابوعلی صالح بن مرداس تھا۔ اسنے بدوؤنکو ساتھ لیکر سنہ ۴۰۲ھ - ۱۰۱۱ء سے بغاوت اختیار کر کے شہر شہر حلب صالح کے حوالہ کیا۔ وہ یہاں فرمانروائی کرتا رہا۔ مصریوں کیساتھ لڑا اور اُسمیں سنہ ۴۲۰ھ - ۱۰۲۹ء میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا شبل الدولہ نصر اسکا جانشین ہوا مگر اُسکو بھی سپاہ بنی فاطمہ نے سنہ ۴۲۹ھ - ۱۰۳۸ء میں مار ڈالا۔ اسپر پانچ برس نہ گذرنے پائے تھے کہ معزالدولہ ثمال حاکم رحبہ نے مصریوں سے حلب کو دوبارہ لے لیا سنہ ۴۴۹ھ - ۱۰۵۷ء میں ثمال نے پھر مصریوں کو حلب دیدیا۔ رحبہ پر اُسکا بھائی عطیہ قبضہ رکھتا تھا سنہ ۴۵۲ھ - ۱۰۶۰ء میں بنی فاطمہ کی جو تازی عملداری ہوئی تھی اسکا رشید دولہ بن شبل الدولہ نے حلب کو فتح کر کے خاتمہ کردیا۔ معزالدولہ اُسکے چچا نے اُسکو یہاں سے خارج کردیا مگر وہ سنہ ۴۵۴ھ میں مرگیا اور حلب میں فرمانروائی کی وصیت اپنے بھائی کیلئے کرگیا۔ رشیدالدولہ اسی سال میں حلب پر پھر مستولی ہوگیا۔ اور عطیہ نے

رقہ پر قبضہ کیا یہاں سے عقیل مسلم بنی قریش نے ۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء میں اسے نکالدیا۔ رشید الدولہ کے بعد اسکا بیٹا جلال الدولہ تخت نشین ہوا اور یونانیوں سے اس نے من بج چھین لیا۔ حلب اسکے بھائی شبیب کے پاس جبتک رہا کہ ۴۷۲ھ/۱۰۷۹ء میں عقیل بن سلیم نے فتح کرلیا۔

۳۸۶ - ۴۸۹ھ - ۴۶ دولت عقیلیہ (موصل وغیرہ) ۹۹۶ - ۱۰۹۶ء

بنو قبائل موورائت میں جو بنو کعب کے پانچ قبائل تھے اُنمیں سے بنو عقیل بھی ایک تھا اور جب اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا تو اُنکی شاخیں شام۔ عراق۔ شمالی افریقہ اور اندلس میں پھیلیں دولت عباسیہ کے ابتدا میں ملک عراق قبیلہ بنو عقیل سے خوب معمور تھا۔ انکی ایک شاخ بصرہ کے قریب بطیحہ میں چلی گئی (بطیحہ کے معنی عربی میں دلدل کے ہیں) بنو خفاجہ نے خاندان معروف کے ماتحت صدیوں تک کاروانوں کے لوٹنے کیلیے صحرا عراق میں اقامت اختیار کی۔ ۱۳۲۷ء میں بنو عبادہ نے بنو منتفق کے ساتھ شریک ہوکر کوفہ۔ واسط۔ بصرہ کے درمیانی ملک میں رہنا شروع کیا تھا موصل میں عقیلیہ امرا کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ چوتھی صدی میں شام اور عراق کے بنو عقیلیہ دولت حمدانیہ عرب کے جو بڑی شان و شکوہ کی تھی خراجگذار تھی مگر جب اس دولت کا زوال آیا تو بنو عقیلیہ نے اپنی خود مختار آزاد سلطنت قائم کرلی ۳۷۹ھ/۹۸۹ء میں دولت حمدانیہ کے آخر خلیفہ نے ابو جواد محمد کو نصیبین اور بلد کے شہر عطا کئے جیپر اسنے موصل کا اور اضافہ کیا مگر دولت بویہ نے اُسکو ۳۸۱ھ میں خارج کردیا اسکے بھائی مقلد کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی کہ ۳۸۶ھ/۹۹۶ء میں موصل کو اُس نے لے لیا۔ کوفہ قصر جامعین سلطان بہاء الدولہ بویہ نے اس شرط سے اُسکو دیدیئے کہ وہ خراج دیا کرے اور نیز بالفعل انبار۔ مداین وقوفہ کا اور اضافہ ہوا مسلم بن قریش کے عہد میں سلطنت عقیلیہ موصل سے لیکر بغداد کے قریب حلب تک تھی۔ مگر اسکے مرتے ہی سلطنت پر زوال و وبال آگیا۔ موصل جو اسکی دار السلطنت تھا اُسکو قوام الدولہ کربغانے ۴۸۹ھ/۱۰۹۶ء میں فتح کرلیا۔ اور وہ دولت سلجوقیہ میں شامل ہوگیا۔ جب عراق میں بنو عقیل کی سلطنت یوں بگڑ گئی تو پھر غرضیکہ جاکر اپنی قدیمی زمینوں میں خیمہ زن ہوئے۔

۳۸۰ - ۴۸۹ھ - ۴۷ دولت مروانیہ (دیار بکر) ۹۹۰ - ۱۰۹۶ء

۳۸۰ھ/۹۹۰ء میں جب حصن کیفہ کا حاکم باد مرگیا تو اُسکا بھانجہ ابو علی بن مروان جانشین ہوا وہ خاندان کرد سے تھا اسکی مملکت میں دیار بکر کے ایسے بڑے بڑے شہر تھے جیسے کہ آمد ارزن۔ میافارقین اور کیفہ۔ اسکے جانشین مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کے تابع تھے اس اطاعت کے عوض میں خلفا نے انکو حلب کی حکومت دیدی تھی وہ گویا خلیفہ کی طرف سے معزول حمدانی افسروں کے قائمقام چند عرصہ تک رہے۔ مروانیہ دولت بویہ کی بھی اطاعت کرتے تھے۔ مگر جب انہیں سلجوقیوں نے

حملہ کیا تو انکا خاتمہ ہو گیا۔ ۴۸ مزیدیہ ۴۰۳-۵۴۵ھ حلہ ۱۰۱۲-۱۱۵۰ء

بنواسد کے قبائل میں سے بنو مزید بھی تھے۔ وہ عرب کو چھوڑ کر صحرا ر قادسیہ میں دریا دجلہ کے بائیں کنارہ کی طرف چلے گئے۔ چوتھی نسل میں ۴۹۵ھ ۱۱۰۱ء میں صدقہ نے اپنی دار السلطنت حلہ بجائے جامعین کی بنائی۔ اس شہر کی عمارات کی خوبصورتی اور اُسکے صناعوں کی کاریگری مدتوں تک ضرب المثل رہی۔ عرب کی تاریخ میں صدقہ بھی بڑے بڑے مشہور شجاعوں میں شمار ہوتا ہے۔ شعراء اسکی بہت تعریف کرتے ہیں اور تاریخ میں بھی اسکے بڑے بڑے کارنامے لکھے جاتے ہیں۔ اسکے مرنے کے بعد ہی اس خاندان کا تنزل ہو گیا۔ ۵۵۸ھ ۱۱۶۲ء میں خلیفہ مستنجد باللہ نے عراق میں قبائل بنواسد پر حملہ کیا اور چار ہزار آدمی انمیں سے مار ڈالے۔ ملک فرات سے انکا نام و نشان مٹا دیا۔ بطیحہ کے بنو منتفق انکے ملک پر متصرف ہوئے مگر اُن سے زنگیوں نے چھین لیا۔

فصل ہفتم۔ ایران و ماوراء النہر (زمانہ ایرانی)

(۴۹) دلیفیہ (کردستان) (۵۰) ساجیہ (آذربائجان) (۵۱) علویہ (طبرستان) (۵۲) طاہریہ (خراسان) (۵۳) صفاریہ (فارس) (۵۴) سامانیہ (ماوراء النہر و فارس) (۵۵) ایلک خاں (ترکستان) (۵۶) زیاریہ (جرجان) (۵۷) حسنویہ (کردستان) (۵۸) جنوبی فارس و عراق (۵۹) کاکوانیہ (کردستان)

زمانہ ایرانی

فارس اور ماوراء النہر میں جن خاندانوں نے سلجوقیوں کی حملہ تک سلطنت کی ہے وہ زمانہ ایرانی سے تعلق رکھتے ہیں مامون الرشید کی ماں کنیزک ایرانی تھی۔ اس خلیفہ نے خراسان میں ایرانی سپاہ بھرتی کر کے اپنے بھائی امین کو معزول کیا تھا۔ اسکی تدبیر مملکت یہ تھی کہ ایرانیوں سے جہاں تک ممکن ہو اتحاد و داد پیدا کیا جائے پس اسکا نتیجہ یہ تھا کہ انتظام ملکی میں جتنا اہل ایران کا رعب و داب زیادہ ہوتا جاتا تھا اتنا قدیمی اہل عرب کا اثر کم ہوتا جاتا جس سے سلطنت میں ضعف آتا جاتا تھا صوبوں اضلاع میں اعلیٰ عہدے اور حاکم اعلیٰ سپہ سالار ایرانی مقرر ہوتے تھے اور اُنکی خود مختاری اور آزادی اتنی بڑھ گئی تھی جس سے سلطنت معرض خطر میں آگئی تھی۔ ایرانیوں کو نہ خود ماموں رشید نہ اُسکے جانشین دبا سکے اور بہت سی دول ایرانیہ برائے نام خلیفوں کو مانتے تھے۔ اہل ایران کا حال عجم میں بعینہ ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ قبائل عرب کا حال عراق میں تھا کہ شکستہ حال خلافت کے خلاف وہ فرمانروائی کرتے تھے۔ بعض خاندان جیسے کہ خان بویہ ہے وہ اہل سنت وجماعت نہ تھے بلکہ شیعہ تھے۔ ہمیشہ سے اہل ایران کو جیسا کہ آجکل شیعہ مذہب پسند ہے ویسا ہی ہمیشہ سے پسند رہا ہے۔ اگرچہ یہ عہد ایرانی کہلاتا ہے مگر یہ نہیں کہ سارے خاندان شیعہ ایرانی ہی ہوں۔ مثلاً ابو دلف کا خاندان عرب کا تھا۔ خاندان حسنویہ کُرد تھا۔ ایلک خاں کا خاندان ترک تھا۔ مگر اکثر خاندان ایرانی الاصل تھے۔

۲۱۰ - ۲۸۵ھ - ۴۹ دولت دلفیہ کردستان - ۸۲۵ - ۸۹۸ء

ابو دلف عجلی کو خلیفہ امین نے ہمدان میں حاکم مقرر کیا اسکے بعد عبدالعزیز اس کا بیٹا جانشین ہوا اور اسکے بیٹے عمر بن عبدالعزیز نے ۲۸۵ھ میں اپنی مملکت میں اصفہان و نہاوند کو زیادہ کیا اور اسکے بعد اسکے بھائی خلیفہ کیطرف سے حاکم مقرر ہوتے رہے

۲۶۶ - ۳۱۸ھ - ۵۰ دولت ساجیہ - آذربائجان - ۸۷۹ - ۹۳۰ء

کوفہ اور اہواز کا حاکم ابو الساج دیوداد تھا ۲۶۶ھ ۸۷۹ء میں وہ مرگیا اسکے مرنیکے وقت اسکا بیٹا محمد حجاز میں حاکم تھا وہاں سے ۲۶۶ھ میں انبار میں بدل گیا تھا اور ۲۸۰ھ میں پھر یہاں سے آذربائجان میں آگیا تھا اُسنے آرمینیا کو اپنی مملکت میں اور بڑھایا جب وہ مرگیا تو اُسکا بھائی یوسف جو ۲۸۸ھ میں والی مکہ تھا آذربائجان اور آرمینیا کا حاکم مقرر ہوا اُسنے محمد کے بیٹے دیوداد کو ریاست سے معزول کردیا۔ یوسف نے ۲۹۶ھ میں رے پر حملہ کیا آیندہ سال میں خلیفہ نے اُسے قید کیا مگر پھر وہ ۳۱۰ھ میں اپنے پہلے عہدے پر بحال کیا گیا اور اسنے ۳۱۴ھ میں ملک رے کو اپنی مملکت میں الحاق کیا اور قرملیوں سے لڑائی شروع کی ۳۱۸ھ میں آذربائجان کی حکمرانی مفلح کو جو یوسف کا ایک آزاد غلام تھا سپرد ہوئی۔

۲۵۰ - ۳۱۶ھ ۵۱ علویہ (طبرستان) ۸۶۴ - ۹۲۸ء

ہمنے اوپر ذکر کیا ہے کہ ائمہ علویہ یا زیدیہ کی ایک شاخ یمن میں سعدا کے اندر حکمران تھے۔ اس خاندان کے اور ممبر جو حسنی یا حسینی سید تھے مدتوں تک وہ استحقاق امامت کا یا خلافت کا ان اضلاع میں رکھتے تھے جو بحر کیسپین (خزر) کے جنوب میں واقع ہیں جیسے دیلم۔ طبرستان۔ گیلان ۲۵۰ھ ۸۶۴ء میں طبرستان پر خاندان علویہ نے قبضہ کرلیا اور اپنا سکہ چلایا اور اس ضلع پر چونسٹھ برس تک کرتے رہے دولت سامانیہ نے اُنکو غارت کیا اس واقعہ کے بعد بھی کئی ایک رقیب علویہ خاندان کے گیلان و دیلم میں سلطنت قائم کی اور انہیں سے ابوالفضل جعفر طاہر فلاح نے اپنا سکہ شاہانہ چلایا۔

۲۰۵ - ۲۵۹ھ - ۵۲ طاہریہ (خراسان) - ۸۲۰ - ۸۷۲ء

خلیفہ مامون رشید کا بڑا نامور سپہ سالار طاہر ذوالیمینین تھا۔ اسکی ماں ایرانی کنیزک تھی خلیفہ کیطرف سے ۲۰۵ھ ۸۲۰ء میں وہ خراسان کی حکومت پر مقرر ہوا۔ یہاں وہ خود اور اُسکا گھرانا عملاً تو آزاد تھا مگر اپنی حکومت کے لئے خلفا سے سند حکومت کی حاصل کرتا تھا اور اپنے تئیں اس کا ماتحت جانتا تھا۔ اُسنے اپنی حکومت کو خراسان کی حد پر سے نہیں بڑھایا۔ نصف صدی کے بعد یعقوب بن لیث صفاریہ کے حملہ سے وہ بالکل مغلوب ہوگیا۔

۲۵۴ - ۲۹۰ھ ۵۳ صفاریہ (فارس) ۸۶۷ - ۹۰۳ء

یعقوب بن لیث صفار (رویں ساز) کا اقبال وہ چمکا کہ یا تو اوباشوں کے مجمع کا سرغنہ تھا یا سجستان (سیستان یا نیمروز)

پر حکمرانی کرنے لگا۔ ۲۵۴ھ/۸۶۸ء سے کچھ دنوں پہلے وہ اس عہدہ عظیم پر خلیفہ معتمد باللہ کی عنایت سے کامیاب ہوا۔ اسی سنہ میں اُس نے ہرات کو اپنی ممالک میں الحاق کیا۔ اور فارس کو تسخیر کر لیا جسمیں اُسکا دارالسلطنت شیراز بھی داخل تھا پھر اُس پر بلخ طخارستان کا اضافہ کیا اور دولت طاہریہ سے خراسان کو ۲۵۹ھ/۸۷۳ء میں چھین لیا۔ طبرستان پر لشکر کشی کی اور حسن بن زید علوی کو شکست دی اور خلیفہ معتمد باللہ سے کھلی بغاوت اختیار کی شیراز اور اہواز میں ہوتا ہوا بغداد پہونچا مگر خلیفہ کے بھائی موفق باللہ نے اُسے شکست دی اور ۲۶۵ھ/۸۷۸ء میں وہ مرگیا اسکا بھائی عمر اسکا جانشین ہوا اور خراسان و فارس و کردستان سجستان کا حاکم مستقل مقرر ہوا۔ مگر خلیفہ کو عمر پر اعتبار نہوا۔ اُس نے اسمٰعیل سامانی کو اُکسا کر ۲۸۷ھ/۹۰۰ء میں اُس پر حملہ کرایا۔ عمر کو شکست ہوئی اور قید ہوا۔ اسکا بڑا پوتا طاہر سجستان میں اسکا جانشین ہوا۔ فارس میں وہ اپنے خاندان کی سلطنت پر جما چاہتا تھا مگر اس لئے ۲۹۶ھ/۹۰۸ء میں وہ قید ہوا اسی خاندان کے دو اور ممبروں نے اپنی گئی ہوئی سلطنت بحال کرنے میں کوشش کی مگر اُنکی سعی رائگان گئی ۲۹۸ھ میں سامانیوں کو خلیفہ نے سجستان عطا کیا مگر سو برس تک خاندان صفاریہ اس صوبہ کی سلطنت کے مدعی رہے اور کئی ایک انمیں سے کامیاب ہو کر فرمانروا رہے۔

۲۶۸ - ۳۸۹ھ - دولت سامانیہ (ماوراالنہر اور ایران) ۸۷۴ - ۹۹۹ء

سامان ایک ایرانی امیر بلخ کا تھا۔ اپنا مذہب زردشتی ترک کر کے مسلمان ہوا تھا۔ خراسان کا حاکم اسد بن عبداللہ اسکی امداد کرتا تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے کا نام اسد اپنے محسن کے نام پر رکھا تھا۔ اسد کے چار بیٹے تھے۔ نوح۔ احمد۔ یحییٰ الیاس جنھوں نے خلیفہ ماموں رشید کی خدمت میں کارہائے نمایاں کئے اور اعلیٰ عہدوں پر وہ سرفراز اور ممتاز ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ/۸۱۹ء خلیفہ نے انپر یہ عنایت کی کہ نوح کو سمرقند میں۔ احمد کو فرغانہ میں یحییٰ کو شاش میں اور الیاس کو ہرات میں حاکم مقرر کیا۔ احمد اپنے بھائیوں میں زیادہ سرفراز ہوا وہ اپنے بھائی نوح کا سمرقند میں جانشین ہوا اور کاشغر کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ اسکے بیٹے اسمٰعیل نے ۲۹۰ھ/۹۰۲ء میں خراسان دولت صفاریہ سے چھین لیا اور محمد بن زید علوی حاکم طبرستان کو شکست دی اور اپنی حکومت میں تمام وہ ملک کر لئے جو صحرائے ایران اور خلیج فارس کے درمیان اور ہندوستان کی حدود سے بغداد تک پھیلے ہوئے تھے۔ ماوراالنہر میں اسکی حکومت نہایت استوار و مستقل قائم ہوئی اور اسمیں بخارا اور سمرقند تہذیب و شائستگی و علوم و فنون کے مرکز بنے اور وہاں وہ عالم کامل پیدا ہوئے کہ اسلامی دُنیا میں اُنکی شہرت ہو گئی۔ خراسان اور سجستان کی سرکشیوں سے اور خاندان بویہ کی قوت بڑھنے سے اس دولت سامانیہ کا تنزل شروع ہوا۔ نصف صدی کے بعد انکی حکومت ماوراالنہر اور خراسان سے کچھ ہی پرے باقی رہی اور اصل سلطنت کی قوت ترکی غلاموں کے ہاتھوں میں تھی جو اسکے دربار میں بہت بھرے ہوئے تھے اور بڑا رسوخ رکھتے تھے۔ انمیں سے

ایک الپتگین تھا جس نے دولت غزنویہ کو قائم کیا اور ۳۸۴ھ (۹۹۴ء) میں قائمقام دولت سامانیہ کا اس ملک میں جو دریائے جیحوں کے جنوب میں تھا۔ اس دریا کے شمال میں سلطنت سامانیہ کو ایلک خاں ترکستانی نے کتر لیا تھا وہ ترکی قوموں کی فرغانہ سے لیکر سرحد چین تک پیشوائی کرتا تھا اُسنے ماوراء النہر پر حملہ کیا اور ۳۸۹ھ (۹۹۹ء) میں بخارا پر قبضہ کیا اور ۳۸۹ھ (۹۹۹ء) میں دولت سامانیہ کو بالکل ستیاناس کر دیا۔ اگرچہ ابراہیم منتصر ۳۹۵ھ (۱۰۰۴ء) تک سلطنت کے لئے لڑائی جھگڑے کرتا رہا۔

۳۲۰ - ۵۶۰ھ - ۵۵ - ایلک خاں (ترکستان) ۹۳۲ - ۱۱۶۵ء

فرغانہ کے مشرق میں جو قبائل ترک مسلمان ہو گئے تھے اُنہوں نے چوتھی صدی میں اپنی سلطنت قائم کی جنکا دار الخلافہ کاشغر تھا۔ دولت سامانیہ سے جب ماوراء النہر چھین لیا تو ۳۸۹ھ (۹۹۹ء) میں ایلک خاں قبائل ترک پر حکمرانی کرنے لگا۔ یہ قبائل ترک بخارا سے بحر کیسپین (خزر) سے چین کی حدود تک خانہ بدوش بادیہ گرد رہتے تھے۔ اُنہوں نے دریائے جیحوں کے جنوبی اضلاع کے فتح کرنے میں ۳۹۸ھ (۱۰۰۷ء) میں محمود غزنوی سے شکست پائی۔ اُس وقت سے ایلک خاں ماوراء النہر کاشغر مشرقی تاتار سے آگے نہیں بڑھے۔ انکی حکومت میں بہت سے قبائل ترک نے ماوراء النہر میں اقامت اختیار کی اور بعد ازاں وہ ایران میں ڈھکیلے گئے جنمیں سے سلجوق کی قوم ترکمان نہایت مشہور اور نامور ہوئی۔ ان خاندانوں کی سلطنت کی تاریخ بڑی بے ربط لکھی گئی ہے اُس پر کچھ اعتبار نہیں ہو سکتا۔

۳۱۶ - ۴۳۴ھ - ۵۶ دولت زیاریہ (جرجان) ۹۲۸ - ۱۰۴۲ء

بحر کیسپین (خزر) کے جنوبی کنارہ پر خلفا کی سلطنت بخوبی کبھی نہیں ہوئی۔ اکثر حضرت علیؓ کے پیروان اضلاع میں اپنی حکومت جماتے رہے۔ جیسا کہ خلفا کی حکومت کا یہاں حال تھا ایسا ہی دولت سامانیہ کی سلطنت کا رہا۔ مرداویج بن زیار جو خاندانی امیرزادہ تھا اُسنے طبرستان اور جرجان میں اپنے تئیں خود مختار حکمران بنایا اور ۳۱۶ - ۳۱۹ھ کے درمیان اصفہان اور ہمدان کو بھی دبا لیا اور اپنی حکومت کو عراق کی سرحد پر حلوان تک پہنچایا۔ وہ خاندان بویہ کا مربی تھا علی بن بویہ کو سب سے اعلیٰ درجہ عہدہ کرج کی حکومت کا دیا۔ مرداویج اپنے تئیں دولت عباسیہ کا ماتحت سمجھتا تھا۔ اسکا بھائی وشمگیر اسکا جانشین ہوا۔ وہ بھی خاندان سامانیہ کی اطاعت برائے نام کرتا تھا ۳۳۲ھ (۹۴۳ء) میں جب خاندان بویہ بلند اقبال ہوا تو دولت زیاریہ کی حکومت صرف جرجان اور طبرستان میں رہ گئی اور موید الدولہ بویہ نے قابوس کو اٹھارہ سال کے لئے (۳۷۱ - ۳۸۹ھ) کے درمیان جلاوطن کیا۔ جب وطن میں اسنے مراجعت کی تو اُسنے گیلان کو اور جن اضلاع میں پہلے اسکی سلطنت تھی تسخیر کر لیا۔ اسمیں اسکی اولاد جبتک جانشین ہوتی رہی کہ خاندان نے یہ اضلاع اس سے چھین لئے۔

۳۴۸ - ۴۰۶ھ - ۵۷ حسن ویہ (کردستان) ۹۵۹ - ۱۰۱۵ء

قبائل قریش کا حسن ویہ بن حسین بزرکانی بڑا امیر تھا۔ چوتھی صدی میں اُسنے نسل مروانیہ کے والا پائگی پر اپنے تئیں پہنچایا تھا۔ اور اس صدی کے وسط سے پیشتر اُس نے کردستان پر قبضہ کر لیا جسمیں یہ مشہور شہر بھی داخل تھے دینا ور ہمدان۔ نہاوند۔ قلعہ سرماج وغیرہ۔ اسکی قوت وہ زبردست تھی کہ دولت بویہ اس سے کچھ نہیں بولی اسکے مرنیکے بعد عضد الدولہ بویہ نے اسکی مملکت کو اپنے ملک میں شامل کر کے اسکے بیٹے بدر بن حسنویہ کو اسکی قلمرو میں حکمران مقرر کیا۔ بدر نے اپنے خاندان کی شان و شکوہ کو اور بڑھایا اور خلیفہ نے اُسکو لقب ناصر الدولہ کا عنایت فرمایا۔ اسکا پوتا طاہر ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء میں اسکا جانشین مقرر ہوا۔ ایک ہی برس حکمرانی کرنے پایا تھا کہ شمس الدولہ نے اُسنے نکالدیا اور پھر اُسکو قتل کر ڈالا۔

۳۲۰ - ۴۴۷ھ - ۵۸ بویہ (جنوبی ایران و عراق) - ۹۳۲ - ۱۰۵۵ء

قدیمی خاندان شاہی ایران کی نسل میں بویہ تھا اور دیلم کے ایک کوہستانی قبیلہ جنگجو کا امیر تھا۔ اور اپنے اہل وطن کی مثل اکثر لڑائیوں میں شریک رہتا تھا اور پھر کیسپین (بحر خزر) کے اضلاع پر دست درازیاں کرتا رہا اپنے ہموطنوں کیطرح اُسنے بھی دولت سامانیہ کی خدمات سے کنارہ کشی کر کے مرداویج زیاریہ کی خدمات ۳۱۸ھ ۹۳۰ء میں اختیار کی تھی اور اُسکے بڑے بیٹے علی (عماد الدولہ) کو مرداویج نے کرج کی حکومت سپرد کی تھی۔ علی نے اہل دیلم اور گیلان کو سپاہ میں بھرتی کیا اور اُنکی مدد سے اپنی عملداری کو جنوب کیطرف بڑھایا اور کچھ مدت تک اصفہان پر قابض رہا اور ۳۲۰ھ ۹۳۲ء ارجان پر اور ۳۲۱ھ میں نوبندجان پر قبضہ کیا اور اُسکے بھائی حسن (رکن الدولہ) نے کازرون سے عرب کی فوج کو نکالدیا۔ یہ دونوں بھائی مشرق کی طرف آگے بڑھے چلے گئے اور تیسرے اپنے بھائی احمد (معز الدولہ) کو شریک کر لیا اور ۳۲۲ھ میں شیراز پر قبضہ کیا۔ خلیفہ کو زبردستی انھیں اپنا نائب اضلاع میں ماننا پڑا۔ کرمان سے معز الدولہ مغرب کیطرف آگے بڑھا اور اضلاع اہواز یا خوزستان کو مطیع کر لیا اور ۳۳۴ھ ۹۴۵ء میں بغداد میں داخل ہوا تو خلیفہ مستکفی نے فقط ان تینوں بھائیوں کو خطاب عماد الدولہ۔ رکن الدولہ و معز الدولہ ہی کے نہیں عنایت کئے بلکہ معز الدولہ کو امیر الامراء کا خطاب عطا کیا جو اُس کے خاندان میں مدت تک قائم رہا گو انہوں نے سلطان کا لقب اپنا نہیں اختیار کیا اور اپنے سکوں میں امیر اور ملک کا خطاب جاری کیا۔ مگر اُنکی حکومت مطلق العنان بغداد میں تھی اور خلفاء انکے ہاتھ کی کٹ پتلی تھے۔ اس خاندان کا رجحان شیعیت کیطرف تھا اگر وہ خلفائے بغداد کی ظاہری تعظیم و تکریم و ادب بہت کرتے تھے پھر اس خاندان نے ایران اور عراق کو آپسمیں تقسیم کر لیا۔ اس تقسیم میں کچھ افراط تفریط ہوئی اور یہ وسیع دولت بویہ ٹکڑے ہو کر دولت غزنویہ دولت کاکویہ و دولت سلجوق میں مل گئی۔

۳۹۸ - ۴۴۳ھ - ۵۹ کاکویہ (کردستان) ۱۰۰۷ - ۱۰۵۱ء

محمد بن دشمن زار معروف بہ ابن کاکویہ چچیرا بھائی مجد الدولہ بویہ کا تھا جو ہمدان حکمرانی کرتا تھا ۴۱۴ھ ۱۰۲۳ء میں سماء الدولہ کو اُسنے معزول کرکے اُسکی قلمرو کو اپنی مملکت میں ملا لیا تھا ۳۹۸ھ ۱۰۰۷ء میں اصفہان کو پہلے ہی لے لیا تھا۔ اس خاندان کی سلطنت اصفہان، ہمدان، یزد، نہاوند وغیرہ میں رہی جبتک کہ ۴۴۳ھ ۱۰۵۱ء میں طغرل بیگ سلجوقی نے ان کو فتح سے مغلوب کیا۔

فصل ہشتم۔ سلجوق

۶۰ (ا) سلجوق اعظم (ایران) (ب) سلجوق کرمان (ت) سلجوق شام (ث) سلجوق عراق (ج) سلجوق روم (۶۰) (ا) دولت دانشمندیہ (کیپ پڈوشیہ)

۴۲۹ - ۷۰۰ھ - ۶۰ سلجوق (مغربی ایشیا) ۱۰۳۷ - ۱۳۰۰ء

مسلمانوں کی تاریخ میں وہ زمانہ بھی مشہور ہے جسمیں ترکی سلجوق نے اسلام اختیار کیا۔ جب انکا اقبال چمکا ہے تو خلافت کا ادبار آ چکا تھا۔ وہ سلطنت عظیم الشان جسمیں ایک مسلمان خلیفہ حکومت کرتا تھا وہ ٹکرے ٹکرے ہو کر مختلف خاندانوں میں تقسیم ہو چکی تھی جنمیں سوائے بنی فاطمہ (شیعہ) کے ملک مصر میں کوئی شاہانہ حکومت نہیں رکھتا۔ اسپین۔ افریقہ جنمیں صوبہ مصر داخل تھا مدت سے خلفاء بغداد کی سلطنت سے خارج ہو گئے تھے۔ شمالی شام اور عراق عرب جنگجو قبائل عرب کے ہاتھ میں تھے جنمیں سے بعض نے اپنے خاندان میں سلطنت قائم کر لی تھی۔ ایران بہت سے بویہ شاہزادوں میں منقسم تھا جو شیعہ ہونیکے سبب سے خلفاء بغداد کی جنکا حال کاٹھ کی پتلی کا سا ہو گیا تھا اطاعت نہیں کرتے تھے۔ یہ شاہزادے آپسمیں ایک دوسرے پر حملہ آوری کیلئے تلے بیٹھے رہتے تھے آپسمیں کٹے مرتے تھے اور اسطرح ایک دوسرے کو ضعیف کرتے تھے۔ اس آپس کی پھوٹ نے زوال پذیر سلطنت سے بہت سے صوبوں اور اضلاع کو جدا کر دیا تھا جب سلطنت اسلامیہ ایسی علیل ہو رہی تھی تو اُسکی شفا کے واسطے خدا تعالیٰ نے ترکوں کو دوا بنا دیا جنسے اسمیں پھر جان ڈالدی۔ ترکوں کی خانہ بدوش صحرا نورد قوموں میں وہ خرابیاں نہیں پیدا ہوئی تھیں جو شہر کی سکونت سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ مہذب تھے اُنہوں نے نہایت طیب خاطر سے اسلام قبول کیا اور مردہ سلطنت اسلامیہ کو اپنے تازہ اسلام سے زندہ کر دیا۔ اُنہوں نے ایران۔ عراق۔ شام۔ ایشیائے کوچک میں جو خاندان سلطنت کر رہے تھے سبکو معزول کر دیا۔ اور اُنہوں نے ایشیا میں افغانستان کی مغربی سرحد سے بحر مڈیٹرینین تک ایسی سلطنت اسلامیہ قائم کر دی جسمیں ایک سلطان واحد سلطنت کرے مسلمانوں کا عزم جو مُردہ ہو چلا تھا اُسکو ایسا زندہ کیا کہ اُسنے بائی زین ٹین کی دولت کو جو قریب آتی جاتی تھی پرے ڈھکیل دیا۔ اور وہ بہادر جوانمرد شجاع مسلمان پیدا کر دیئے جو میدان جنگ سے کبھی منہ موڑنا جانتے ہی نہ تھے۔ عیسائیوں کے جہادوں میں اُنہوں نے بڑی دلاوری اور دلیری دکھائی۔ غرض تاریخ سلطنت اسلامیہ کے تاج کا ایک گوہر بے بہا قوم سلجوق بھی ہے۔ سلجوق بن یکاک ایک ترکمانی امیر

تھا اور ترکستان کے امیروں کے ہاں صاحب منصب تھا، اسکی اولاد کو سلجوقی یا سلجوق کہتے ہیں۔ کرغیز کی غیر مزروعہ زمینوں سے سلجوق نے مع اپنے قبائل کے چند ضلع بخارا میں نقل مکان کیا اور اسکے تمام گروہ نے یہاں آنکر بڑے شوق و گرمجوشی سے اسلام قبول کیا۔ وہ خود اور اسکے بیٹے پوتے ان لڑائیوں میں شریک ہوئے جو دولت سامانیہ اور ایلک خانان اور محمود غزنوی میں ہوئی تھیں انمیں سے دو بھائی طغرل بیگ و چغر بیگ آخر کو ایسے قوی صاحب طاقت ہوگئے کہ انہوں نے اپنی جنگجو قوم ترکمان کو ہمراہ لیکر خراسان پر حملہ کیا اور لشکر غزنویہ پر کئی دفعہ فتح پائی اور بڑے بڑے شہر انہوں نے تسخیر کر لئے ۱۰۳۷ء ۴۲۹ھ میں چغر بیگ داؤد شہنشاہ کے نام کا خطبہ مرو کی مسجد ونمیں نماز میں پڑھا گیا۔ اسیطرح سے اسکے بھائی طغرل بیگ کا خطبہ نیشاپور میں پڑھا گیا بلخ۔ جرجان۔ طبرستان خوارزم کو جلدی سے انہوں نے اپنی قلمرو میں داخل کر لیا اور (۴۳۳ھ) میں جبال ہمدان۔ دینا ور۔ حلوان۔ رے۔ اصفہان فتح ہوگئے اور ۱۰۵۵ء ۴۴۷ھ میں طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا اور اس دار الخلافت میں اپنا لقب سلطان مشتہر کیا۔ اور ترکی قومیں بھی انکے ساتھ شامل ہوگئیں جس سے اسکی سپاہ کی جمعیت کثیر ہوگئی اور کل مغربی ایشیا حدود افغانستان سے لیکر یونانیونکی سلطنت ایشیائے کوچک کی حد تک اور مصر کی بنی فاطمہ کی سلطنت یہ سب ملکر ایک سلطنت سلجوقیہ ۱۰۷۷ء ۴۷۰ھ سے بنگئی۔ کل اس وسیع سلطنت پر طغرل بیگ الپ ارسلان ملک شاہ نے نہایت عدل و انصاف و شان شکوہ و حشمت سے سلطنت کی مگر ملک شاہ کے انتقال پر ملکی فساد آپسمیں کھڑے ہوئے اور برک یارق اور محمد میں آپسمیں لڑائی جھگڑے ہوئے جس سے سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوکر خاندان سلجوق میں منقسم ہوئی اور ان حصونمیں وہ آزادانہ خود مختار سلطنت کرتے رہے اور سلجوق کے خاندان کے آخر سلطان سنجر کی اطاعت برائے نام کرتے رہے۔ اس سلطان کی سلطنت کی حدود خراسان میں محصور تھی اور اس نے ۱۱۵۷ء ۵۵۲ھ میں وفات پائی۔ اس خاندان کی شاخہائے عظیم یہ ہیں سلجوقیان کرمان۔ سلجوقیان عراق سلجوقیان شام۔ سلجوقیان روم یا ایشیائے کوچک اور باقی اور چھوٹی چھوٹی شاخیں اسکی آذربایجان۔ طخارستان اور اور اضلاع میں حکومت کرتی تھیں۔ مشرق میں سلطنت سلجوقیہ کا خاتمہ خوارزم شاہ کے حملہ سے پہلے ہوگیا تھا۔ آذربایجان۔ فارس۔ ماوراء النہر۔ دیار بکر میں سلاطین سلجوقیہ کے افسروں اتابک نے اپنے اپنے خاندانونکی سلطنتیں جمائیں۔ مگر روم میں سلطنت سلجوقیوں کی ۷۰۰ھ تک باقی رہی۔ اسکو اس سنہ میں عثمان لی ترکوں نے ختم کیا۔

۴۹۰-۵۶۰-۶۰۲ - ا دولت دانشمندیہ (سیواس۔ قیصریہ۔ ملطیہ) ۱۰۹۷-۱۱۶۵ء

ایشیائے مائنر میں جس وقت سلجوقی ترک اپنی سلطنت بڑھا رہے تھے تو ایک اور ترکی امیر گمشتگین بن دانشمند نے سلطنت کپی ڈوشیا کے شہروں سیواس۔ قیصریہ۔ ملطیہ میں قائم کی اور ملطیہ کے قریب اسنے فرنگیوں کو سخت شکست

دی۔ اسکے جانشینوں نے عیسائی جہاد میں بڑا نام پیدا کیا مگر جلدی سے یہ سلطنت سلجوقیوں کی بڑی سلطنتوں میں شامل ہو گئی

فصل نہم۔ اتابیگ (سلجوقی افسر)

(۶۱) بوریہ (اتابیگ دمشق) ۶۲۔ (زنگی (موصل) (ب) حلب (ت) سنجار (ث) جزیرہ (۶۳) بگ تگینیہ (اربلا) (۶۴) ۲ اور توقد (کیفہ) (ب) دین (۶۵) شاہان آرمینیا (۶۶) اتابیگ (آذربائجان) (۶۷) سلغاریہ اتابیگ (فارس) (۶۸) ہزار اسپیہ اتابیگ (لرستان) (۶۹) شاہان خوارزم (۷۰) قتلغ خانان۔

سلجوقیونکی سلطنت ایک جنگی قوت تھی۔ اور سپاہ جس پر اُسکی بقا کا مدار تھا اُسکے تمام افسر ترکی غلام تھے اس خاندان کی یہ رسم تھی کہ وہ عہدے جنمیں اعتماد و وفا کی ضرورت ہوتی تھی سوا غلاموں کے کسی آزاد آدمی کو نہیں دیتے تھے اور دور دور کے صوبوں میں حاکم انہیں غلاموں میں سے مقرر کرتے تھے۔ غرض انہیں زرخرید غلاموں کی وفاداری پر اعتبار ہوتا تھا جو دربار میں سلاطین اور امرا کے پاس تربیت تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ ہر سلجوق سلطان پاس مملوک ہوتے اور اکثر وہ دشت قپچاق سے منگا کے خریدے جاتے اور انہیں میں سے سپاہ اور دربار میں اعلیٰ عہدو نپر سرافراز اور ممتاز ہوتے۔ ان غلاموں نے اپنے آقاؤں کی نہایت سخت خدمتگزاری کر کے اپنے تئیں آزاد کیا۔ اس انتظام کا لازمی نتیجہ آخر کو یہ ہوا کہ بوڑھے مالکوں کی جانشین جوانمرد مملوک ہو گئے جب سلاطین سلجوقیہ ضعیف ہو جاتے اور انکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے۔ تو مملوک جو اُنکے واسطے سخت لڑائیاں لڑے تھے اُنکی نوعمر والوں کے اتابیگ مقرر ہوتے رشیدی میں لکھا ہے کہ اتابک بکسر ہاے موحدہ و کاف فارسی مرکب ہے لفظ اتا سے کہ بمعنی پدر ہے اور لفظ بگ مخفف بیگ سے جسکے معنی امیر کے ہیں پس اسکے معنی یہ ہوئے کہ ایسا امیر جو بجائے پدر ہو) پس اتابک ان کی محافظت کرتے اور نیابت کا کام دیتے اور جلدی سے اپنے کام کو بادشاہی سے بدل لیتے اسطرح سے طغتگین جو سلجوق تو توش کا مملوک تھا اسکے نوعمر بیٹے دقاق کا اتابک مقرر ہوا اور اُسکے مرنے پر خود بالکل سلطنت کا مالک ہو گیا اور دمشق میں فرمانروائی کرنے لگا۔ امام الدین زنگی سلجوقی سلطان سوم ملکشاہ کے مملوک کا بیٹا تھا۔ اُسنے موصل اور حلب وغیرہ میں اتابک کی سلطنت قائم کی عراق کا سلجوقی سلطان مسعود تھا اُسکا ایک غلام قپچاقی تھا جسنے آذربائجان میں اتابک کی سلطنت جمائی۔ سلطان ملکشاہ کا ساقی انوشتگین تھا جو شاہان خوارزم کا باپ دادا تھا اور توق اور سلغریہ سلجوقی افسر تھے جو دولت دیار بکر اور فارس کے بانی ہوئے اور بگتگین ہزار اسپیہ اور قتلغ خاں سلجوقی غلاموں کے افسر تھے۔ چھٹی صدی میں کل سلطنت سلجوقیہ اُنکے لشکر کے افسروں کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے جدا جدا اپنے خاندان کے حصوں میں سلطنت کو قائم کیا۔

۴۹۷ - ۵۴۹ھ - ۶۱ بوریہ اتابگ دمشق - ۱۱۰۳ - ۱۱۵۴ء

سلجوق کی سپاہ کے افسروں میں ایک اعلیٰ درجہ کا عہدہ دار طغتگین تھا اور نوعمر سلجوق شاہزادوں کی نیابت میں سلطنت کے کاروبار کرتا تھا۔ آخر کو اسنے انکے اختیارات کو غصب کرلیا۔ وہ سلطان تتش کا آزاد غلام تھا اور سنہ ۴۹۸ھ (۱۱۰۴ء) میں اسکے بیٹے دقاق کا اتابک دمشق میں ہوا جس کے بعد وہ خود جانشین ہوا۔

۵۲۱ - ۶۴۸ھ - ۶۲ زنگی شام وعراق کے اتابک - ۱۱۲۷ - ۱۲۵۰ء

ملک شاہ کا ترکی غلام اق سنقر تھا اور اسکا حاجب بھی تھا اور سنہ ۴۷۸-۴۸۷ھ (۱۰۸۵-۱۰۹۴ء) نائب تتش کا حلب میں رہا تھا اسنے بغاوت کی اور مارا گیا۔ سنہ ۵۲۱ھ (۱۱۲۷ء) میں اسکی جگہ اسکا بیٹا امام الدین زنگی عراق کا جسمیں بغداد بھی شامل تھا حاکم مقرر ہوا۔ اسی سال میں اسنے موصل۔ سنجار۔ جزیرہ۔ حران کو اور سنہ ۵۲۲ھ میں حلب کو اور شام کے اور شہروں میں اپنی عملداری کرلی۔ اسنے جہادوں میں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوئے اپنی ذاتی شجاعت کو دکھایا۔ اور حقیقت میں سلطان صلاح الدین کا وہ داہنا ہاتھ تھا۔ جب وہ عالم جاودانی کو رخصت ہوا تو اسکی سلطنت اسکے بیٹوں میں اسطرح تقسیم ہوئی کہ نور الدین محمود کو شام ملا اور سیف الدین غازی کو موصل اور عراق۔ نور الدین نے بھی جہادوں میں بڑے بڑے کام کئے تھے جس کے سبب سے اسکا نام ابتک مشہور ہے۔ شام کی سلطنت کی شاخ تو دوسری نسل میں بالکل مردہ ہوگئی مگر اسکا ایک نیا شعبہ سنجار میں قائم ہوا اور ایک اور اسکی چوتھی شاخ جزیرہ ہوئی۔ سنہ ۶۱۸ھ (۱۲۲۱ء) میں خاندان سنجر کی قائمقام دولت ایوبیہ ہوئی اور باقی اور سلطنت لولو کی قبضہ اختیار میں آئی اور وہ آخر موصلی زنگی بادشاہ کا غلام تھا اور آخر کو کل سلطنت مغلوں کی سلطنت میں داخل ہوگئی۔

۵۳۹ - ۶۳۰ھ ۶۳ بک تگینہ اتابک اربلا وغیرہ - ۱۱۴۴ - ۱۲۳۲ء

امام الدین زنگی کے ترکی افسروں میں ایک زین الدین علی کوچک بن بکتگین تھا۔ سنہ ۵۳۹ھ (۱۱۴۴ء) میں اسنے اپنا نائب موصل میں اسکو مقرر کیا اور سنہ ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء) میں پہلے سنجار اور پھر حران۔ تکریت۔ اربل (اربیلا) وغیرہ اسنے اپنے ماتحت کرلئے۔ سنہ ۵۶۳ھ (۱۱۶۷ء) میں اربل میں زین الدین کا انتقال ہوگیا تو اسکا بڑا بیٹا مظفر الدین کوک بری حران میں بھاگ گیا اور چھوٹے بیٹے زین الدین یوسف کو اربل ہاتھ لگ گیا اور اسکا اتالیق امیر مجاہد الدین قائماز بنا۔ جب یوسف کا انتقال ہوا تو سنہ ۵۸۶ھ (۱۱۹۰ء) میں سلطان صلاح الدین نے جس کا شام وعراق پر بڑا اختیار و اقتدار تھا مظفر الدین کوک بری کو اسکے بھائی کا جانشین اربل۔ شہرزور میں مقرر کیا اور حران رہا (ادیسا) سوئی ساط کو اسکے بھتیجے تقی الدین عمر کو حوالہ کیا۔ کوکبری نے سنہ ۶۳۰ھ (۱۲۳۲ء) میں وفات پائی۔ لاولد تھا وصیت کرگیا کہ اربل خلفائے عباسیہ لے لیں۔

۴۹۵ - ۶۱۲ھ - ۶۴ - ارتوقیہ (دیار بکر) ۱۱۰۱ - ۱۲۱۳ء

ارتق بن اکسب اس خاندان کا بانی اول تھا وہ افواج سلجوقی میں ایک ترکمانی افسر تھا۔ اور جب بیت المقدس

فتح ہوگیا تو تتوش سلجوقی سلطان دمشق کیطرف سے وہ اورشلیم کا حاکم مقرر ہوا۔ اُسکے دونوں بیٹوں سکمان اور ایل غازی نے عیسائی شاہزادوں پیلیسٹائن (فلسطین) کیساتھ لڑنے میں بڑا نام پیدا کیا تھا وہ ۴۸۴ھ (۱۰۹۱ء) میں اپنے باپ کے جانشین ہوئے مگر جب ۴۸۹ھ (۱۰۹۶ء) میں کو اس شہر دولت بنی فاطمہ نے لے لیا تو سکمان رُوہا (ایڈیسہ) کو اور ایل غازی عراق کو چلا گیا پھر ۴۹۵ھ میں سلجوق سلطان محمد نے ایل غازی کو بغداد میں اور سکمان کو حصن کیفا کا حاکم دیار بکر میں مقرر کیا اور دو برس بعد اُسپر ماردین کا اور اضافہ کیا ۴۹۸ھ (۱۱۰۵ء) میں ماردین کو اُسکے بھائی ایل غازی پاس منتقل کر دیا۔ اب اس خاندان ارتوقیہ کے دو شعبے ہوگئے ایک کیفا میں دوسرا ماردین میں ایل غازی جو خاندان ماردین کا بانی تھا اُسنے ۵۱۱ھ (۱۱۱۷ء) میں حلب پر قبضہ کرلیا۔ اور دیار بکر میں میافارقین بلیدون اور جوسی لن سی جو سکمان کے کارزار عظیم ہوئے اسلئے کیفا شعبہ اس خاندان کا آشتی امن کی تاریکی میں منقسم ہوا اور جب سلطان صلاح الدین کی طاقت نے اسے دھمکایا تو جلدی سے اُسکی اطاعت قبول کرلی جسکے صلہ میں ۵۷۹ھ (۱۱۸۳ء) میں شہر زند کا اُسکی ریاست پر اضافہ ہوگیا۔ وہ ۶۲۹ھ (۱۲۳۱ء) تک حکمران رہا مگر اس سنہ میں سلطان کامل ایوبیہ نے اُسکو غارت کردیا۔ مگر اسکی ایک چھوٹی سی شاخ دیار بکر میں خرت برت میں ۵۸۱ھ (۱۱۸۵ء) سے ۶۲۰ھ (۱۲۲۳ء) تک حکومت کرتی رہی۔ ایل خان غازی جو دولت ماردین کا بانی تھا اسنے ۵۱۱ھ (۱۱۱۷ء) میں حلب پر قبضہ کیا۔ اور ۵۱۵ھ (۱۱۲۱ء) میں اور دیار بکر میں میافارقین کی حکومت سلطان محمود نے اسے دیدی۔ عیسائیوں کے جہاد میں وہ بڑا جری و دلاور شجاع لڑنیوالا تھا کہ جسکے نام سے عیسائی جہادی کانپتے تھے۔ اسکی اولاد میں ماردین اور میافارقین کی حکومت ۵۸۰ھ (۱۱۸۴ء) تک جاری رہی۔ میافارقین میں حکومت ۵۸۰ھ (۱۱۸۴ء) تک قائم رہی اور ماردین میں حکومت جبتک قائم رہی کہ وہ تیمور کی مطیع ہوئی۔ اور قراقیوں لی نے ۸۱۱ھ (۱۴۰۸ء) میں اسکو مٹا دیا۔ مگر ماردین کے امرا کا جب سے زوال شروع ہوا کہ دولت ایوبیہ کو عروج کی شام و عراق میں ابتدا ہوئی ۵۱۷ھ (۱۱۲۳ء) میں ارتوقیہ امیر بلک بن بہرام نے حلب کو تسخیر کرلیا۔ اسنے ۴۹۷ھ میں آنا کو اور ۵۱۵ھ میں خرت برت کو فتح کرلیا۔ اور عیسائیوں کے جہاد میں بڑا نام سپہ سالاری میں پیدا کیا۔

۴۹۳ - ۶۰۴ھ - ۶۵ شاہان آرمینیا - ۱۱۰۰ - ۱۲۰۷ء

آذربائجان میں مرند کا حاکم سلجوقی قطب الدین اسماعیل تھا اسکا غلام سکمان قطبی تھا قطبی آقا کے نام کے سبب سے نام قطبی تھا ۴۹۳ھ (۱۱۰۰ء) میں آرمینیا میں شہر خلاط کو دولت مروانیہ سے چھین لیا۔ اسکی اولاد اور مملوک اسمیں جبتک حکمرانی کرتے رہے کہ ۶۰۴ھ میں دولت ایوبیہ نے اسے فتح کیا۔

۵۳۱ - ۶۲۲ھ - ۶۶ - اتابک (آذربائجان) ۱۱۳۶ - ۱۲۲۵ء

ایل دی گز ایک ترکی غلام دشت خفچاق کا رہنے والا تھا وہ عراق کے سلجوق سلطان مسعود کے بہت منہ

چڑھا اور اُسکے دربار میں اقبال اُسکا خوب چمکا۔ وہ آذربائجان کا حاکم مقرر ہوا اور سلطان کی بیوہ سالی اسکے ساتھ
حکومت میں شریک ہوگئی۔ اسکا بیٹا محمد حقیقت میں عراق کی سلجوقی سلطنت کا فرمانروا اور اس صوبہ پر حکمرانی
کرتا تھا۔ محمد کا بھائی قزل ارسلان جو آذربائجان میں اسکا نائب تھا وہ اسکا جانشین مقرر ہوا اور امیر الامرا کا خطاب
ملا۔ مگر جب وہ بادشاہی کا دعویٰ کرنے لگا تو قتل کیا گیا۔ اسکے دو بھتیجوں نے پھر اپنی عالی ہمتی میں اعتدال پیدا کیا۔

۵۴۳ - ۶۸۶ھ - ۶۷ سلغریہ (اتابک فارس) ۱۱۴۸ - ۱۲۸۷ع

ایک ترکانی گروہ کا سردار سلغر تھا۔ وہ خراسان میں آگیا تھا کچھ زمانہ اپنا تاخت و تاراج میں بسر کیا۔ پھر سلجوق
طغرل بیگ سے جا کر یارانہ جوڑا۔ اسکی اولاد میں سے سنقر بن مودود ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ع میں صوبہ فارس کا مالک بن بیٹھا اور اس نے
خاندان کی سلطنت ایسی جمائی کہ ڈیڑھ سو برس تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ اتابک سعد خراجگذار شاہ خوارزم کا ہوا
جسکو اُسنے استخر اور اسکوران حوالہ کئے پھر اسکی جگہ اتابک ابوبکر نے اگدائی خاں مغل کی اطاعت اختیار کی اور اس کو
قتلغ خاں کا خطاب ملا پھر سلاطین مغلیہ کے اتابک ایران باجگذار اور تابع رہے اور انمیں سے آخر ملکہ ابش زوجہ منکو
تیمور بن ہولاگو کی ہوئی۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے اسی اتابک ابوبکر کا ذکر اپنی تصنیفات میں کیا ہے۔

۵۴۳ - ۷۴۰ھ - ۶۸ دولت ہزار اسپیہ - اتابک لرستان - ۱۱۴۸ - ۱۳۳۹ع

اس خاندان کی دولت کا بانی اوّل ابو طاہر تھا۔ اسکو ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ع میں سلغری اتابگ نے لرستان بزرگ کے فتح
کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ اصل ملک پر مغل اباقا نے صوبہ خوزستان کا اپنی عطا سے اور اضافہ کردیا تھا۔ اتابک افراسیاب
اوّل نے اصفہان کو ارغون کے مرنے پر تسخیر کرلیا مگر اسکو بہت جلد اس حرکت پر سزا دیگئی۔ یہ چھوٹا سا خاندان تقریباً
۷۴۰ھ/۱۳۳۹ع تک حکمرانی کرتا رہا انکا دار الحکومت ایدج تھا۔ لکھا ہے کہ یوسف شاہ ثانی نے شوستر خوزیزا۔ بصرہ میں اپنی
عملداری کرلی تھی۔ اس خاندان کا ایک اور چھوٹا سا شعبہ ہے جو لرستان کوچک پر چھٹی صدی سے دسویں صدی تک حکومت
کرتا رہا۔

۴۷۰ - ۶۲۸ھ - ۶۹ شاہان خوارزم - ۱۰۷۷ - ۱۲۳۱ع

بلگاتگین غزنوی کا ایک ترکی غلام انوشتگین تھا جو اقبال کی یاوری سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آبدار ہوگیا اور
اُسکو سلطان نے خوارزم (خیوا) کا حاکم مقرر کیا۔ اور پھر اُسکا بیٹا جانشین ہوا جس کا لقب خوارزم شاہ ہوا۔ اس
خاندان میں اتسیز اوّل شخص تھا جس نے اپنی علو ہمت آزادی کیلئے دکھائی تھی ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ع میں اُسنے سرکشی کی
جس کے سبب سے سلطان سنجر نے اُسکو خوارزم سے معزول کیا مگر تھوڑے دنوں بعد اتسیز نے مراجعت کی اور پھر شاہان
خوارزم کو شاہانہ قوت حاصل ہوگئی اتسیز نے اپنی حکومت دریائے سیحون کے کنارہ تک جند اتک پھیلائی

میں بادشاہ توتوش نے۔ خراسان رے۔ اصفہان کو اس سلطنت پر اضافہ کیا اور ۱۱۹۶ء میں اُسکے نامور بیٹے علاءالدین محمد نے غوریوں سے خراسان میں بعد ایک سخت جنگ کے ایران کے ایک بڑے حصہ کو فتح کر لیا۔ بخارا اور سمرقند تسخیر کیا۔ قراخطے کے گوخاں کے ملک پر حملہ کر کے اُسکی دارالسلطنت اترار کو فتح کر لیا ۱۲۱۴ء میں وہ افغانستان میں داخل ہوا اور غزنین کو فتح کر لیا۔ شیعہ مذہب کو اختیار کر کے اُسکا یہ عزم بلند ہوا کہ دولت عباسیہ کا خاتمہ کر دے۔ مگر اُسکی سلطنت کی شمالی سرحد پر چنگیز خانی مغلوں کے حملوں نے اُسکے سارے ارادوں کو پست کر دیا۔ ان بیشمار خونخوار دشمنوں کے گروہ کے سامنے وہ بھاگتا پھرا اور مایوسانہ خاتمہ اُسکی زندگی کا جزیرہ بحر کیسپین (بحر خضر) میں ۱۲۲۰ء میں ہوا اُسکے تین بیٹے تھے وہ کچھ دنوں اضلاع ایران میں پریشان پڑے پھرے اور انمیں سے جلال الدین ہندوستان میں بھی دو برس رہا۔ ۱۲۲۸ء تک وہ خوارزم کے فتح کرنیکی تدبیریں کرتا رہا اور ادھر اُدھر یورشیں کرتا رہا مگر آخر کو ۱۲۳۱ء میں مغلوں نے اُسے بالکل خارج کر دیا۔ ایک زمانہ میں خوارزم شاہ کی سلطنت سلجوق کی سلطنت کے ہم پلہ تھی۔ مگر اس وسعت سلطنت کو بارہ برس سے زیادہ قرار نہیں رہا۔

۷۰ خانان قتلغ۔ کرمان۔ ۶۱۹ - ۷۰۳ھ ۱۲۲۲ - ۱۳۰۳ء

جب چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کی سلطنت میں ہل چل ڈالکر پامال کیا ہے اور اسمیں مؤلف الملوک و بدنظمی نے پاؤں جمائے ہیں تو بوراک حاجب باشندہ قراخطے کا تھا۔ اور علاءالدین خوارزم شاہ کے ہاں ایک افسر تھا۔ اُسنے ۱۲۲۲ء میں کرمان میں اپنی عملداری کر لی۔ اور مغل اگدائی خاں نے اُسکو حاکم مستقل مقرر کر دیا۔ اور اُسکو قتلغ خاں کا خطاب دیا۔ اس خاندان کی حکومت فقط کرمان ہی میں محدود رہی اور وہ ایران کے مغل بادشاہوں کی اطاعت وفاداری کے ساتھ کرتی رہی۔ اس خاندان میں جو آخر امیر تھا اُسکی بیٹی فارس کے بادشاہ مظفر شاہ کو بیاہی گئی۔

فصل دہم۔ مغربی ایشیا میں سلجوقیوں کے جانشین

امراء ایشیا مائنر (ایشیا کوچک)

(۱) کراسی (میسیا) (۲) حمید (پیسی دیا) (۳) کرمیان (فریجیا) (۴) تکا (لائی سیا) (۵) صاروخان (لیڈیا) (۶) آئی دین (لیڈیا) (۷) منتشا (کیریا) (۸) قزل احمدلی (پفلے گونیا) (۹) قرامان (لائی کے اونیا) (۱۰) عثمانلی سلاطین ترکی۔

مغرب میں سلاطین سلجوقی کے جانشین

ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ کس طرح اتابک اور افسران سلجوقی نے اپنی اپنی سلطنتیں ایران۔ شام کے صوبوں میں

قائم کیں مگر وہ اپنے دول کو مستقل اور قوی نہ کر سکے اور ساتویں صدی میں مغلوں کے مطیع ہوگئے مگر سلطنت سلجوقیہ کا ایک حصہ ایسا تھا کہ وہاں مغلوں کی سلطنت کا مستقل نقشہ نہ جم سکا اور وہاں دولت سلجوقیہ سے برتر دولت عثمان لی ترک پیدا ہوئی پہلے اس سے کہ مسلمانونکی تاریخ کے اس حصہ کا بیان کریں جو سلطنت مغلیہ سے تعلق رکھتی ہے ہم ان امیرونکا ذکر کرتے ہیں جو مغرب میں دولت سلجوقیہ کے جانشین ہوئے۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں روم کے یا بہتر ایشیا کے ایران سلجوقی شاہان مغلیہ ایران کے تابع ہوئے۔ جو اناتولیا میں اپنی طرف سے حاکم مقرر کرکے حکمرانی کرتے تھے۔ مگر اس دور دراز صوبے پر مغلونکی سلطنت کا قبضہ و تسلط کم تھا اور دیرپا نہ تھا جو سلجوقی ضعیف پیر تھے وہ اسکی اطاعت کرتے تھے مگر جو انکی اولاد نوجوان ہوئی وہ ایران کی حکومت شخصیہ کو مانتی نہ تھی۔ شاہان ایران نے بھی ان کی آزادی کے روکنے میں بہت کوشش نہیں کی۔ مملکت روم جو سلجوقیوں کے پاس تھی دس ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ کراسی کا خاندان می سیامین۔ صاروخان اور ائی دین کا گھرانا لیدیا میں اور منتشا کے شاہزادے کیریا میں تکا کے شاہزادے لائی سیا میں۔ اور پیم فی لیا میں۔ حمید کا خاندان پی سی دیا۔ اور ائی سوریائی میں کرمیان فریجیا میں۔ قزل احمد لی کا خاندان بے فلے گونیا میں اور عثمان کا خاندان فریجیا ایک ٹی ٹس میں قرمان لائی کے نویان میں عثمان لی کا خاندان کا وہ ستارہ اقبال چمکا کہ یہ تمام ریاستیں اُسکی تابع ہوگئیں۔ گیا اُنکی ریاست سب سے چھوٹی تھی یا سب سے بڑی ہوگئی ۷۳۶ھ ۱۳۳۶ء میں عثمان لی ریاست میں کراسی شامل ہوئی ۷۸۴ھ ۱۳۸۲ء میں ریاست حمید جہیز میں آئی اور ۷۹۲ھ ۱۳۹۰ء میں بایزید نے کرمیان تکا۔ صاروخان۔ آئی دین۔ منتشا کو ایک فوجکشی میں تسخیر کرلیا۔ اور قرامان قزل احمد لی کو ۷۹۴ھ ۱۳۹۲ء میں فتح کرکے اپنی لشکر آرائی کو پورا کیا۔ چودھویں عیسائی صدی کے آخر میں ایک سو برس کے اندر عثمان اول کے بڑے پوتے نے اپنی رقیب سلطنتوں کو مطیع کرلیا ۸۰۴ھ ۱۴۰۲ء میں انگورا کی لڑائی ہوئی جسمیں بایزید کو شکست ہوئی اور تیمور نے اسے قید کیا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایشیا میں عثمان لی کی قوت تاتاریوں کے ہاتھ سے بالکل برباد ہوجائیگی۔ ان ریاستوں میں سوا کراسی یا حمید کے تیمور نے سب کو بحال کردیا۔ اور چوتھائی صدی کیلئے انمیں از سر نو جان پڑگئی اور وہ زندہ رہیں۔ پھر دولت عثمان لی اس صدمہ عظیم کو اٹھاکر جو سنبھلی اور اُسنے اپنے تئیں بحال کیا تو ۸۲۹ھ ۱۴۲۶ء میں پانچ ریاستیں جو اس عرصہ میں اپنی اصلی حالت میں آگئی تھیں اُن کو پھر دوبارہ مراد ثانی امورث نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا ۸۷۱ھ ۱۴۶۷ء میں قرمان میں دوسری فتح حاصل کی اور محمد ثانی کے زبردست ہاتھ میں عنان سلطنت عثمانیہ جب آئی تو تمام وہ اضلاع جو دس امیروں کی حکومت مانتے تھے اب دولت عثمانیہ کے مطیع ہوگئے اور آجتک چلے جاتے ہیں۔ اب آگے

اور حال بیان ہوتا ہے۔

۶۹۹ - ۱۳۱۱ھ - ۸۰ عثمان لی یا عثمانی سلاطین ترکی - ۱۲۹۹ - ۱۸۹۳ء

قوم اوغوز کا ایک چھوٹا سا جرگہ عثمان لی یا عثمانی ترک تھے۔ خراسان میں جب مغل آباد ہوئے تو انہوں نے عثمانی ترکوں کو مغرب کی طرف نکال دیا۔ اور ساتویں صدی میں ایشیا ر کوچک میں جاکر وہ پناہ گزین ہوئے۔ چونکہ سلجوقی بادشاہوں کے جنگ و پیکار میں وہ مددگار رہتے تھے اس لئے انکو یہ اجازت سلجوقی بادشاہوں نے دیدی کہ وہ اس ضلع میں اپنی مویشی چرایا کریں جس کا نام تہ یمی زمانہ میں فرائی جیا ای پکٹی ٹس تھا اور وہ قوم بائی زین ٹائن کی تھی نیا کے کناروں پر تھا۔ ان ترکوں کے آباد ہونیسے اب اسکو سلطان ادنی کہتے ہیں اور انکا صدر مقام سکت (تھی بی ثینن) تھا۔ یہاں عثمان نے اپنے خاندان کی وہ سلطنت با شان و شوکت عظیم الشان قائم کی کہ اس خاندان کے ۳۵ سلطان ہو چکے ہیں۔ اور یہ بانی خاندان ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں پیدا ہوا تھا اس نے بائی زین ٹائن کی حد کو پرے پیچھے ہٹا دیا اور اسکے بیٹے اورخان نے بروسا تائی کے آکو تسخیر کرلیا۔ اور اپنے ہمسایہ کی ریاست کراسی کو اپنی سلطنت میں داخل کرلیا اور ایک سپاہ جرار قہار رمانی چری (سپاہ نو) تیار کی جو کئی صدیوں تک افواج عثمانیہ کی گل سر سبد رہی ۷۵۹ھ ۱۳۵۸ء میں یہ ترک دریائے ہیلس پونٹ سے اُترے اور انہوں نے گیلی پولی میں قلعہ نبا کے سپاہ کی چھاؤنی ڈالی۔ یورپ میں بائی زین ٹائن کی سلطنت کو فتح کرنا شروع کیا۔ ایڈری نوپل فلیپو پولس کو چند سال بعد انہوں نے فتح کرلیا ۱۳۶۱ء میں مری ٹزا کی اور ۱۳۸۹ء میں کوسودو کی اور ۱۳۹۶ء نکوپولس کی فتوح سے بلقن کے جزیرہ نما پر سوا قسطنطنیہ کے ضلع کے قبضہ ہوگیا اور ترکوں نے یورپ کے سارے شہسواروں کے دانت کھٹے کردیئے لیکن مشرقی سلطنت کا دار السلطنت ترکوں کے ہاتھ سے اس سبب سے بچا رہا کہ انکی توجہ تیمور کے ساتھ لڑنیکی طرف مصروف ہوئی۔ اور ۸۰۴ھ ۱۴۰۲ء میں بایزید کو بڑی شکست فاش انگورا کے میدان میں ہوئی تھوڑی دیر کیلئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب سلطنت ترکی کی ترکی تمام ہوئی۔ انکی سلطنت جو دریائے ڈینوب سے اور نٹو تک پھیلی ہوئی تھی وہ اس صدمہ عظیم سے بالکل غارت و تباہ ہوجائے مگر محمد اول نے وہ دانشمندانہ نظم و نسق کیا کہ پھر سلطنت کا بحال ہونا ایک اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ ایسا امن و امان قائم کیا کہ سلطنت کو ایسا استقلال حاصل ہوگیا کہ مراد ثانی نے اپنی سلطنت کو ہن یاڈی وائٹ نائٹ آف ولیچیا کے حملوں سے محفوظ رکھا اور ۱۴۴۴ء میں ورنا میں فتح عظیم اور فیصلہ کرنیوالی حاصل کی اور عیسائی جہادیوں کے لشکر عظیم کو ہزیمت دی۔ ان عیسائیوں نے عہد نامہ کو توڑا تھا اسلئے انکو سخت سزا دی۔ اس فتح نمایاں نے ترکوں کو شتالی حملوں سے محفوظ کردیا دوسو

برس تک مظفر و منصور رہے ۱۴۵۳ء میں محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کرلیا۔ رہی سہی بازین ٹائن کی سلطنت کو نیست و نابود کردیا ۱۴۷۵ء میں کریمیا کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا ایجی این کے جزائر عثمان کی سرزمین بنگئی اور اٹلی میں قلعہ اوٹ رین ٹو پر ترکونکا پھریرا اہرا تا تھا۔ آٹھ سال کے عرصہ میں سلیم اول نے شاہ ایران کو شکست دی اور ترکی سلطنت پر کردستان اور دیار بکر کا اضافہ کیا ۱۵۱۷ء میں شام مصر۔ عرب کو فتح کرلیا اور صرف مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہی کو تسخیر نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے لقب عظیم کو حاصل کیا۔ اسوقت تک یہ لقب قاہرہ میں برائے نام خاندان عباسیہ میں چلا جاتا تھا۔ اب وہ سلطان ترکی کو حاصل ہوگیا اور اس لقب کے سبب سے جو مسلمانوں میں تعظیم و تکریم ہوتی ہے وہ سلطان ترکی کی ہونے لگی۔

سلطان سلیمان اعظم کی فتوح عظیم نے سلطان سلیم کی فتوح کو بھی مات کردیا ۱۵۲۲ء میں اس نے رہوڈس کے نائیٹوں کو بحری کمینگاہوں سے نکالدیا جہاں انکے جہاز غارتگری کیلئے لگے رہتے تھے۔ شمال میں اس نے بلگریڈ کو فتح کیا اور ۱۵۲۶ء میں ہنگری والوں کو بالکل پیس ڈالا۔ میدان جہاسن میں انکے بادشاہ لوئیس دوم کو اور اسکی بیس ہزار سپاہ کو قتل کیا۔ ہنگری ڈیڑہ سو برس تک ترکی سلطنت کا ایک صوبہ رہا ۱۵۲۹ء میں سلطان سلیمان نے دینا کا محاصرہ کیا۔ اگرچہ اسکو وہ بالکل مطیع نہیں کرسکا مگر آرچ ڈیوک فرڈے نند کو اسنے خراجگزار بنایا۔ سلطان سلیمان اعظم کی عظمت اس سبب سے نہیں ہے کہ اس نے بہت سا ملک یورپ میں فتح کیا بلکہ ایسے زمانہ میں فتح کیا کہ بڑے بڑے فرمانروا یورپ میں ایسے موجود تھے جیسے کہ چارلس اوّل۔ فرین سیس اوّل۔ الیزبتھ۔ لیوو ہم اور ایسے ایسے جہاز ران موجود تھے جیسے کہ کولمبس۔ کورٹش۔ رے لیف۔ چارلس کے عین زمانہ اقبال میں اسنے ہنگری کو اپنی عملداری میں داخل کرلیا اور دنیا کا محاصرہ کیا۔ اور اس زمانہ جہاز رانی میں کہ امیر البحر ڈوری آ ڈریک کی بڑی دھاک تھی اس نے سپین کے کنارہ تک سمندر کو چھان ڈالا اور اسکے امیر البحرون۔ بروس بائی الی اور ڈراگٹ کے خوف سے تمام ساحل بحر مڈیٹرنین پر لوگ لرزاں رہتے تھے۔ اسنے بربری کی ریاستوں سے اہل سپین کو نکالدیا ۱۵۳۸ء میں بڑی جنگ بحری پری ویسا میں پوپ کو اور شہنشاہ کو شکست دی۔ سلطان سلیمان کی سلطنت دریائے ڈینوب کے کنارہ پر بودا پسٹھ سے لیکر اسوان تک جو رود نیل کے آبشار پر ہے اور دریائے فرات سے جبل طارق تک۔ سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ میں سلطنت عثمانیہ اپنے معراج پر پہونچی بعد ازاں اسکا صعود سے تنزل شروع ہوا ۱۵۷۱ء میں آسٹریا کے ڈون جان نے لے پین ٹو میں ترکی ایسی شکست دی کہ اسکی بحری قوت پر صدمہ عظیم ایسا پہونچا کہ پھر وہ نہ پنپی۔ گو ۱۵۷۱ء میں ترکوں نے جزیرہ سائی پرس (قبرس)

فتح کرلیا اور ۱۵۹۶ء میں کیرس زٹس کے میدانمیں آسٹریا والونکو شکست دی مگر ترکی کی جو عظمت و شوکت و سطوت اہل یورپ کے دلونمیں پہلے بیٹھی ہوئی تھی وہ باقی نہیں رہی۔ سلطان مراد چہارم نے ۱۶۳۸ء میں اپنی ایشیائی سلطنت میں بغداد کا اضافہ کیا اور ۱۶۴۵ء میں اہل وینیشیا سے کینڈیا اور اور جزیرے لے لئے۔ مگر یورپ میں انکو شکستیں ہوئیں ۱۶۶۴ء میں سینٹ گوتھرڈ میں ۱۶۷۳ء میں چوک زم میں ۱۶۷۵ء میں لیمبرگ میں جان سوبیسکی کے ہاتھ سے ۱۶۸۳ء میں دیانا کے محاصرہ میں ان شکستوں کا عروج تھا۔ مہاکز کی شکست کے بعد ۱۶۸۶ء میں ہنگری بالکل ہاتھ سے نکل گیا اور بوسنیا۔ گریس (یونان) پر اہل آسٹریا اور اہل وینیشیا نے کئی حملے کئے۔ ۱۶۹۷ء میں زنٹا کی لڑائی میں شاہزادہ یوجین نے صدمۂ عظیم ترکونکو پہنچایا اور ۱۶۹۹ء میں صلحنامہ کارلووٹز اور ۱۷۱۸ء کی پاس سرو دُز کے عہدنامہ نے ہنگری۔ پوڈولیا اور ٹرین سال وے نیا میں ترکونکا تسلط کچھ باقی نہیں رکھا۔ ۱۷۷۴ء تک ترکی کی سلطنت کی حدود تقریباً بدستور قائم رہیں۔ ۱۷۳۶ء سے روسیوں نے ترکوں پر دست درازی کرنا اور انکی ملکونکا دبانا شروع کیا۔ اوک زےکو۔ ازدو کو ترکوں سے انہوں نے لے لیا۔ ۱۷۸۳ء میں کریمیا دبا لیا اور دریائے ڈینیوب کی ملکتوں پر کئی حملے کئے۔ ترکی پر خود یہ آفت آرہی تھی کہ اسکی سپاہ ماں چیری بغاوت کر رہی تھی۔ آخر زمانہ کے سلاطین میں سلطان محمود ثانی معظم تھا۔ اسنے ۱۸۲۶ء میں ماں چیری کے سارے باغی سپاہیونکو اڑا دیا۔ مگر سلطنت عثمانیہ کے جو ٹکڑے ہو رہے تھے اسکو وہ نہ بچا سکا۔ افریقہ میں مصر کو اس صدی کے اول چوتھائی میں محمد علی نے ترکی سلطنت سے عملاً آزاد کرلیا۔ ۱۸۸۲ء میں برٹش گورنمنٹ کے تسلط نے مصر میں رہا سہا بھی ترکی کا تعلق ان سے کم کردیا۔ ڈے بے جو سلطان ترکی کی طرف سے الجیریا اور ٹیونس میں حاکم مقرر ہوتے تھے انکی حکومت کے سبب سے الجیریا ۱۶۵۹ء میں اور ٹیونس ۱۷۰۵ء میں آدھے خود مختار ہوگئے اور فرانس نے ۱۸۳۰ء میں الجیریا پر اور ٹیونس پر ۱۸۸۱ء میں قبضہ کرلیا۔ افریقہ میں صرف ترپولی باقی ہے جہیں سلطان روم کی طرف سے حاکم مقرر ہوتا ہے۔ جب سے سلطان مراد چہارم نے بغداد کو ایران سے چھین کر اپنی ایشیائی سلطنت میں ملایا ہے۔ ترکی سلطنت کا بہت کم نقصان ایشیا میں ہوا ہے۔ ۱۸۷۸ء برلن کے عہدنامہ کے موافق فقط قرص اور باطوم روس نے لے لیا اور سائی پرس (قبرس) میں برطانیہ اعظم سلطان کی طرف سے سلطنت کرتی ہے۔

ترکی کی سلطنت کا نقصان عظیم تو یورپ میں ہوا ہے۔ ۱۸۶۶ء میں ریاستہائے ڈینیوب سے ریاست رومینیا سے اور ۱۸۶۷ء میں سرویا سے ترکی سپاہ کی چھاؤنی قلعہ سے اٹھی۔ ۱۸۵۴ء و ۱۸۵۵ء میں جو روسیونکا ارادہ عظیم کریمیا کی لڑائی میں ہوا تھا اور انگلستان اور فرانس نے اسے روکا تھا ۱۸۷۷ء میں پھر اسکا اعادہ ہوا۔ مگر یورپ کی سلطنتہائے عظیم نے اس ارادہ کو پورا ہونے دیا کہ اسکے پورا ہونے سے روس کی سلطنت اور یورپ کی سلطنتوں پر غالب ہوجاتی۔ گو اسنے روس کو تو ملک تھوڑا ہی سا ہاتھ لگا۔ مگر یورپ میں ترکی کی سلطنت کے ٹکڑے ہونے شروع ہوگئے۔ رومینیا میں اور سرویا میں جدا

سلطنت قائم ہوئی مونٹی نگرو آزاد و خود مختار ہوئی۔ گریس کو تھسلی ملا۔ بوسینیا۔ ہرزی گوینا دونو آسٹریا کو سپرد ہوئے۔ اب ۱۸۸۵ء میں ایک نئی باجگزار ریاست مشرقی رومیلیا قائم ہوئی جس کے سبب سے کوہ بالکن کی شمال میں ترکی سلطنت باقی نہیں رہی۔ صرف اس کے جنوب میں ایک قطعہ ملک یورپ میں سلطان روم کے پاس رہ گیا ہو گیا یہ تنگی ہو یا وہ فراخی تھی کہ سلطان سلیمان اعظم کے عہد میں دنیا کے دروازہ پر ڈنکا اس کا بجتا تھا۔

فصل یازدہم

(۸۱) مغل کے خانان اعظم (۸۲) ایران کے مغل بادشاہ (۸۳) قفچاق کے سیر اوردا (۸۴) قرم (کریمیا) کے خانان (۸۵) خانان جغتائی۔

مغل یا موغل

قاعدہ ہو کہ جب کوئی قوم اعلی درجہ کی نامور ہوتی ہو تو جس زمانہ کا حال اسکا نہیں معلوم ہوتا ہو اسکی بابت بہت سے قصے کہانیاں گھڑے جاتے ہیں مغلونکا ستارہ اقبال کا طلوع چنگیز خاں سے ہوا اور جب ہی سے مغلونکی تاریخ کا آغاز سمجھنا چاہیے اس زمانہ سے پہلے انکے حالات کی افسانے بے سروپا ہیں کہ ترک بزرگترین فرزند حضرت یافث کا تھا حضرت عصمت قباب حجاب قدسی نقاب النقوا خواب راحت میں تھیں کہ ایک نور شگرف انپر نازل ہوا اور حضرت مریم بنت عمران کی طرح وہ حاملہ ہوئی اور بچہ جنا بیت حکایات مریم اگر بشنوی + با لعو نیا ہیچان باوری۔ اصل حال فقط اتنا تحقیق سے معلوم ہوتا ہو کہ دشت گوبی (جسکو چینی شاموکہتے ہیں) شمالی ملکوں میں مغلونکے جرگے خانہ بدوش بادیہ گرد رہتے تھے۔ پانی اور چراگاہونکی تلاش میں پڑے پھرتے تھے۔ شکار میں اور چوپایونکے پالنے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ گوشت اور ترش دود کھاتے پیتے تھے۔ اور ہم قوموں ختن سے یا ترکوں اور چینیوں سے جنکے وہ دوست تھے۔ کھالوں اور جانورونکا مبادلہ کرتے تھے اور اس سے نفع کماتے تھے۔ غیر ملکوں میں دسویں صدی تک کوئی مغلونکا نام ہی نہیں جانتا تھا مغلونکا بادشاہ سوغی جن تھا اسکا سپہ سالار یسوگائے بہادر تھا۔ بادشاہ نے اس سپہ سالار کو تاتار پر لشکر کشی کے لئے بھیجا۔ وہ تاتار پر غالب آیا۔ (اور موضع دیلون بلدق میں ذیقعدہ ۵۴۹ھ) اسکی حاملہ بیوی اولون کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام باپنے تموچین رکھا ۵۶۲ھ میں باپنے انتقال کیا تو تموچین کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ بادشاہ سوغوجن نے جسپر مدار ملک و سلطنت و کرو دار لشکر و سپاہ کا تھا چند روز میں اپنے ہمدوفا میں کوچ کیا۔ اس کا بڑا بیٹا قراچار نویان صغرسن تھا یسوگائے اگرچہ دولت مغلیہ کی عظمت کا بانی مبانی نہ تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اسکا بڑا معین و مددگار تھا۔ شاید یہ اول اسی کے خیال میں آیا تھا کہ مغلونکو کنده بسیے چینیونکی اطاعت کا جوا اتار پھینکے اور مطلق العنان اور آزاد ہو جئے۔ گو اسکو سلطنت حاصل نہ تھی مگر پہلی چالیس ہزار خیمے (خانوادے) اسکو اپنا سردار مانتے تھے

غرض یہ ساری ثروت تھی جو چنگیز خاں کو باپ سے ورثہ میں ہاتھ لگی مگر اسی ثروت کو بیٹے نے بیس برس کے عرصہ میں وہ سلطنت عظیم الشان بنا دیا کہ دنیا نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ مغل سیزدہ سالہ کو جین اپنے باپ کی جگہ اون کی کناروں کے قبائل بادیہ گرد پر حکومت کرتا تھا۔ اسکو ایشیا کا سکندر اعظم کہتے ہیں اسکی پوری تاریخ لکھنا ہمارا مطلب نہیں ہے بلکہ اسکا مختصر حال جو مسلمانوں کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے لکھتے ہیں۔ قوم نیرون نے تموجین سے سر وگردانی کی اور قوم تاجوت سے ارتباط کیا۔ اس سے تموجین کو بہت سی تکلیف اٹھانی پڑی اور بہت سی بلاؤں میں مبتلا ہوا مگر ان خطروں سے اسنے نجات پائی۔ قوم جاموقہ۔ تاجوت وتنفرات وجلائر وغیرہ سے لڑائیاں لڑا جب اسکی عمر تیس برس سے آگے بڑھی تو وہ اپنے ایل دالوس کا سردار ہو گیا۔ بعض فرمانروایان ترکستان کی مخالفت کی سبب سے چالیس برس کی عمر میں وہ قراچار نویان کی رہنمونی سے آونگ خاں حاکم قوم کریت پاس گیا یہ حاکم اسکے باپ بیسوگائے بہادر سے سابقہ محبت رکھتا تھا وہاں جاکر کارہائے پسندیدہ بجالایا۔ قرب منزلت علو مرتبت کو اس حد پر پہونچایا کہ امراء عظام ویگانوں کو اسپر حسد ہوا جاموقہ کہ جاجرات کا سردار تھا اسنے منکوسپر آونگ خاں کو اپنے ساتھ متفق کیا اور تموجین کے حق میں نیشزنی کی اونگ خان کو اسکی طرف خیال فاسد ہوا۔ تموجین اندیشہ مند ہوا مگر اپنی درست تدبیروں سے اس مہلکہ سے اسنے نجات پائی۔ دو دفعہ محاربات عظیم اس سے ہوئے جنمیں تموجین کو فتح ہوئی۔ انچاس سال یا پچاس سال کی عمر میں ۵۹۹ھ کو وہ دولت سلطنت وجہانداری پر کامران ہوا جب اسکو فرمانروائی اور جہانبانی پر تین سال گذرے تو اسنے کیورل تائی یعنی مجلس عظیم ضیافت عام میں کل قبائل مغل کی سرداروں کو بلایا اور اس تب تنگری نے جو مبشران عالم غیب و مژدہ رسایان درگاہ کبریا میں سے تھا اپنے الہام ربانی سے تموجین کو خطاب چنگیز خاں (یا چنگیز قاآن) سے مخاطب کیا جسکے معنی شاہ شاہان ہیں۔ روز بروز اسکا نجم اقبال فروزاں تر اور سال بسال برق دولت اسکی سوزاں تر ہوتی جاتی تھی۔ تمام خطای وختن وچین وماچین ودشت قپچاق وسغین وبلغار وآس وروس وآلان وغیرہ پر وہ سرور ہو گیا۔ ۶۱۵ھ میں ماوراء النہر کی جانب اسنے محمد خوارزم شاہ کے مغلوب کرنیکا قصد کیا اپنے قہر وظلم سے اس دیار کے آدمیونکی جان باقی نہیں رکھی جب ماوراء النہر سے فارغ ہوا تو آب آمو یہ سے عبور کیا۔ بلخ کیجانب عنان کشورکشائی پھیری۔ تولی خان اسکا بیٹا لشکر گراں کیساتھ ولایت خراسان کیطرف روانہ کیا۔ خود ممالک ایران و توران تسخیر کرکے بلخ سے طالقان پر آیا۔ یہاں سے سلطان جلال الدین منکبرنی کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا اور ۶۲۴ھ میں اسکو آب سندھ تک ہزیمت ہوئی پھر یہاں سے ماوراء النہر میں مراجعت کی اور چہارم صفر ۶۲۴ھ چونسٹھ برس کی عمر میں ولایت تنقوت میں سفر آخرت کیا۔ اسکے چار بیٹے تھے۔ جوجی۔ چغتائی۔ اگدائی یا اکتائی۔ تولی یا تولو۔ بزم وشکار کی ترتیب جوجی خاں سے متعلق تھی سیاسات کا کرنا کہ ممالک آرائی کا نظام اس سے مربوط ہے چغتائی خاں کے سپرد تھا۔ تدبیرات جہانبانی و ترتیب امور ملکی

اوگدائی خاں کو مخصوص تھیں۔ سرانجام مہام سپاہ و محافظت اردو تولی خاں سے متعلق تھیں۔ جو ملک اسنے خود اور اُسکے بیٹوں نے فتح کئے تھے وہ بیلوسی (بحر زرد) سے جیحون تک اور وہ سرزمینیں اور قومیں اس میں داخل تھیں جو چینیوں تنکوت یا تنغوت۔ افغان ایران کے ماتحت تھیں۔

امرا مغل میں یہ دستور تھا کہ جن قبائل پر ان کو حکومت ہوتی تھی اُنکو بطور التمغا کے اپنے بیٹوں میں تقسیم کرتے تھے اور چنگیز خاں کی سلطنت جو بیٹوں میں تقسیم ہوئی۔ اسمیں قبائل کی تقسیم ملک کی تقسیم سے زیادہ تر عمل میں آئی۔ چنگیز خاں نے ہر ایک بیٹے کو خاص قبائل مغل آل تمغا میں دیئے مگر انکے خیمے لگانیکی زمینوں کی حدیں اچھی طرح متعین نہیں کیں اور اپنا قائمقام سریر خانی پر اوگدائی خاں کو مقرر کیا۔ اب اول خاقانوں کا ذکر جو سب پر فائق تھے کرتے ہیں۔ اور پھر آگے اس ترتیب سے حالات لکھیں گے۔

(اوّل) خاندان اگدائی خاں جسنے قوم زنگوریا۔ خاقانوں پر جبتک حکومت کی کہ تولی خاں نے اس کا خاتمہ کیا۔

(دوّم) خاندان تولی خاں جسنے اپنی قوموں مغلستان۔ خاقانوں پر بعد اوگدائی خاں کے خاندان کے حکومت جبتک کی کہ منچو نے اُسپر غلبہ پایا۔

(سوّم) تولی خاں کے خاندانوں کا شعبہ ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) اور اُسکے جانشینوں ایران کے ایل خانوں کا۔

(چہارم) خاندان جوجی خاں جسنے قبائل ترکی خانیت خنجاق پر حکومت کی۔ خانان سیرا اور داد و آق اوردا جس کا ضمیمہ خانیت استراخاں اور اُسکے شعبے خانیت کزن۔ کزی موف و قرم تھے اور آخر کو خانان خیوا و بخارا ہوئے۔

(پنجم) خاندان چغتائی خاں جس نے ماوراء النہر پر سلطنت کی۔

۶۰۳ - ۳۴ ۱۰ھ - ۸۱ خانان اعظم - ۱۰۲۶ - ۳۴ ۱۲ع

(۱) خاندان اوگدائی خاں۔ التمغا۔ زنگوریا۔ اعظم خاقانان۔

اوگدائی کی رعایا نے زنگوریا کے اندر یا قریب خیمہ زنی کی جگہ فقط التمغا زنگوریا لکھنا اس بات کے بتانے کے لئے آسان ہے کہ اوگدائی خاں کی رعایا کا مقام خیمہ زنی کہاں تھا۔ چنگیز خاں کو وثیقت نامہ یا وصیت نامہ کے بموجب اوگدائی خاں کو علاوہ التمغا زنگوریا کے خانی بھی ملی تھی۔ یہ چنگیز خاں کی تعظیم و ادب کی بڑی دلیل ہے کہ اس دودمان مغلیہ کے بانی کے احکام کا پاس و لحاظ بعد اُسکی موت کے اتنا تھا کہ باوجودیکہ اوگدائی خاں اسکے بیٹوں میں نہ سب سے بڑا تھا نہ لیاقت و قابلیت میں زیادہ تھا مگر تمام قبائل مغلیہ کے امرا اور خاندان اور باجگذاروں نے اسکی شاہنشاہی کو قبول کرلیا۔ ۱۲۲۹ع میں کیورل تائی (ضیافت عظیم) میں اسکی خانی و خاقانی کو تسلیم کرلیا۔ اوگدائی خاں کی سلطنت

میں بھی مغلونکی فتوحِ عظیمہ کا سلسلہ جاری رہا اور پہلا ہی سا دور دوران اسکا رہا۔ چین کی نصف شمالی سلطنت یعنی کین پر چنگیز خاں کی زندگی ہی میں مغلونکا کچھ تسلط ہوا تھا۔ مگر اب ۱۲۳۴ء میں بالکل تابع ہوگئی۔ اور نصف جنوبی یعنی سنگ کی سلطنت مغلونکے حملونکا مقابلہ قوبلے خاں کے زمانہ تک کرتی رہی ۱۲۴۱ء میں کوریا مغلونکی سلطنت میں شامل ہوا شجاع جوانمرد جلال الدین جو خوارزم شاہ محمد کا بیٹا تھا۔ وہ اپنے باپ کی ساری سلطنت عظیم الشان میں مغلوں کے ہاتھ سے مارا مارا پڑا پھرا۔ اور مغلوں نے اورکہیں اسکو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ جبتک کہ اس بدنصیب کی ساری سلطنت پر تسلط نہ کرلیا۔ ایک مہم عظیم یورپ پر یہ ہوئی کہ جوجو خاں کے بیٹے باتو خاں نے مغلونکو موسکو اور نوگورڈ میں داخل کیا۔ ہنگری میں ہنگامہ برپا کیا۔ کراکو کو جلا دیا پیسٹھ کا محاصرہ کیا۔ یورپ کی خیر مغلونکے ہاتھ سے اس سبب سے ہوگئی کہ اوگدائی خاں کا انتقال ہوا جس کے سبب سے سارے خاندان کو کیورل تائی کی مجلس عامہ کیلئے جانا پڑا۔ اور گرینڈ ڈیوک آسٹریا نے لیک نٹر میں مغلونکو شکست بھی دی۔ اس عرصہ میں اعلیٰ وزیر تیلیو حیت سائی نے امور مملکت کا نظم و نسق بہت عمدہ طرح سے کیا۔ مستانہ نوشی مغلونکی عادت میں داخل ہوگئی یہ بلا اوگدائی خاں کے پیچھے بھی لگ گئی تھی۔ مگر اس وزیر نے اسکی اس غفلت کا معاوضہ اپنی ہوشیاری سے کیا کہ ہر ہر صوبہ و ضلع میں امن و امان رعایا پروری اور عدل گستری کے ساتھ قائم رکھا۔

اوگدائی خاں ذیقعدہ ۶۶۳ھ میں مرا تھا۔ کئی برس تک اسکے بعد کوئی بادشاہ نہیں ہوا اسکی بیوی ترکینہ نیابت سلطانی کا کام کرتی تھی اور منتظر تھی کہ کب اسکا بڑا بیٹا گیوک خاں یا کیوک خاں یورپ سے مراجعت کرے۔ یورپ میں کیوک خاں نے ہنگری کی فتح کرنے میں اپنے چچیرے بھائی باتو خاں کیساتھ بڑی ناموری اور شہرت شجاعت اور دلیری میں حاصل کی تھی ۱۲۴۶ء میں قراقورم یا کراکورم میں اور کیورل تائی کی مجلس میں وہ خاقان مقرر ہوا اور اس مجلس میں سب امرا مغل شریک ہوئے مگر جوجو خاں کے بیٹے نہیں آئے انہوں نے یہ عذر کیا کہ ہمکو یہ جانشینی پسند نہیں ہے گیوک خاں نے جو اسکی ماں کے عہد میں کچھ بدنظمی ملک و سپاہ میں پھیلگئی تھی اسکو دور کیا اور سپاہ کو چین و ایرانمیں سلطنت کے بڑھانیکے لئے بھیجا۔ خاندان اوگدائی خاں میں فقط گیوک خان ہی سریر خاقانی پر جلوہ افروز ہوا جب وہ ۱۲۴۸ء میں مرگیا تو کوئی اسکے بیٹوں اور خاندانمیں سے جانشین نہیں ہوا بلکہ تولی خاں کے خاندانمیں سلطنت منتقل ہوگئی۔ اس نئے خاندان کے اول خاقان منگو خان کے معزول کرنیکا ارادہ اوگدائی خاں کے خاندانمیں سے کسی نے نہیں کیا۔ مگر جب منگو خاں مرگیا اور اسکی جانشینی کیلئے قبلے خاں منتخب ہوا اور چین میں ایک بے قاعدہ مجلس کیوملتائی میں وہ خاقان مقرر ہوا تو اوگدائی خاں کے خاندان نے بغاوت اختیار کی اور ایک ہنگامہ کارزار گرم کیا۔ اوگدائی خاں کا پوتا قیدو خاں اکتالیس سے کم لڑائیاں مشرق

میں حامیان خاندان تغلق خاں سے نہیں لڑا اور خنجاق میں جو جو دوست خاندان تولی خاں کے تھے انسے مغرب میں پندرہ لڑائیاں لڑا۔ مگر یہ جنگ برابر والوں میں تھی جب قیدو خاں نے ۱۳۰۱ء میں قید حیات سے رہائی پائی تو خاندان اوگدائی خاں خاندان تولی خاں کا مطیع ہوگیا۔ اس خاندان کے جو قبائل دوست تھے وہ ماوراء النہر اور خنجاق کے قبائل میں پراگندہ ہوکر ملگئے اور انکے امیر گمنامی کی حالت میں جغتائی خاں کی عملداری میں زندگی بسر کرنے لگے۔ بدنظمی کی حالت میں خاندان اوگدائی خاں میں سے ایک فرمانروا ماوراء النہر کے تخت سلطنت میں بادشاہ ہوگئے اور تیمور نے پھر اس دودمان کی شمع کو روشن کرنا چاہا اور امیر سیورغاتمس کو اور اسکے بیٹے محمود کو جغتائی معزول بادشاہوں کی جگہ تخت سلطنت پر بٹھایا مگر خاندان ایسا مردہ ہوگیا تھا کہ اسمیں جان نہیں پڑسکتی تھی۔ اس تخت نشینی سے وہ اصل خاقان نہیں بن سکتے تھے۔ یہ تخت نشینی ایک جھوٹ موٹ کا تماشا تیمور نے دکھایا تھا۔

دوم۔ خاندان تولی خاں التمغا مغولستان۔ خاقان ۱۲۴۸–۱۳۳۴ء تک تین عہد۔ (۱) یوانن خاندان چین میں ۱۲۴۸–۱۳۷۰ء (۲) قراقورم میں گھٹیا راج ۱۳۷۰–۱۵۴۳ء (۳) قبائل کا تقسیم ہونا اور انکا منچو کا بتدریج مطیع ہونا ۱۵۴۳–۱۶۳۴ء تولی خاں کا بیٹا منگو خاں بڑا سپہ سالار اور صاحب جلادت و شجاعت تھا جنگ کے سارے اصول اور کاموں سے خوب ماہر تھا سوا اسکے قبائل مغلیہ جو مغلوں کی سپاہ چنگیز خانی کی جان تھی وہ تولیخاں کی التمغا تھی۔ ان دونوں باتوں نے ملکر منگو خاں کو خاقان ۱۲۵۱ء میں بنایا اور ۱۲۵۹ء میں پیغام اجل اسکے پاس آیا۔ مگر اس مختصر عرصہ میں دو عظیم انقلابوں کی افتاد پڑی ایک یہ کہ منگو خاں دشت گوبی کے شمال میں اپنا قدیمی دارالسلطنت قراقورم رکھتا تھا اور اپنے بھائی قبلے خاں کو جنوبی ضلاع میں حاکم مقرر کر رکھا تھا پس یہ ابتدا تھی کہ قراقورم سے پیکنگ میں دارالسلطنت تبدیل ہوجاوے۔ دوم یہ کہ ایران ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) کو حاکم مقرر کیا جس نے ایران میں اپنے خاندان کی سلطنت جمائی اور وہ قاعدہ جو ہمیشہ ایرانمیں حاکموں کے تقرر کا بدلتا رہتا تھا موقوف کیا اور ایرانمیں چنگیز خاں کے خاندان میں سے بادشاہوں کا سلسلہ قائم ہوا۔ جیسا کہ سلطنت مغلیہ کے اور صوبوں میں تھا۔

۱۲۵۹ء میں منگو خاں نے انتقال کیا جسکا اوپر ذکر ہوا ہے اور ادہر منگو کے بھائی ارک بوکا نے ادہر قبلے خاں نے اپنے گھر مغلستان کی سلطنت کا دعویٰ کیا۔ چین کی سپاہ نے قبلے خاں کے خاقان کے ہونیکی سلامی آتاری۔ قراقورم میں مجلس کورل تائی نے ارک بوکا کو خاقانی کیلئے انتخاب کیا اور مغرب میں قبائل اوگدائی اور جغتائی نے قیدو خاں کو خطاب خاقان دیا۔ خنجاق میں جو جو خان نے خاقانی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ خاندان تولیخاں کا حامی بنا۔ ان سب میں قبلے خاں کا پلہ بھاری رہا اور وہی خاقان ہوا۔ اور تمام جھگڑوں و فسادوں کو اس نے پاک صاف کردیا۔ ارک بوکا کو جلد شکست دیدی۔ قیدو خاں کو دور دور پھینکتا رہا اور جبتک تکلیف دیتا رہا کہ قبلے خاں کو موت آگئی۔

اب چنگیز خاں کی نسل کے خاقان چینی ہوگئے اور وہ چینی کہلانے لگے ۱۲۸۰ء میں چین کی جنوبی مملکت یعنی

سونگ کو بالکل انہوں نے فتح کر لیا۔ اور اسطرح کل ملک کی ایک سلطنت بنالی جسمیں اسکے سوا کوئی فرمانروائی نہیں کرتا تھا
اپنے اپنا دار الحکومت خان بلغ (کام بلوک) یعنی خان کا شہر بنایا جسکو اب پیکنگ کہتے ہیں اور پرانا دار السلطنت
قراقورم ایک صوبہ کا مرکز ان تینوں عہد ونمیں رہا کہ جسمیں قبلے خاں کی اولاد کی تاریخ منقسم ہوتی ہے۔ اوّل عہد میں یہ یکی
ہے کہ جو چین کی سلطنت مغلیہ کے آغاز اور حملہ آوروں کے دفع کرنمیں دسویں جانشین تغان تیمور تک گذری یعنی [illegible] تک
چین کی تاریخ میں ان مغلوں کے خاقان کو یوان کا خاندان کہتے ہیں۔ اس خاندان کی والاشکوہی کے تنزل کے اسباب
بیان کئے جاتے ہیں کہ دربار کا اسراف اور عیش و عشرت و آرام طلبی و تن آسانی۔ لاماگروہ کی تعظیم و تکریم اور انکی مونت رعایا
کی مفلسی و بیماری۔ وبائیں۔ قحط۔ زلزلے اور ایسی ہی اوبلائیں سلطنت کے دعویدار بہت کھڑے ہوئے۔ آخر کو چو یوان چنگ نے خاندان
منگ کو قائم کر کے ۱۳۶۸ء میں پیکنگ کو لے لیا اور دو سال میں چین نے مغلوں کے ہاتھ سے فراغت پائی۔ پھر تاریخ میں انکی خاقانی
کی اقبالمندی کے زمانہ کا ذکر نہیں ہوا۔ دوسرا عہد اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ چین سے مغلوں کی سلطنت خارج ہوئی اور
کچھ دنوں پھر دیان خان کے زمانہ ۱۴۷۰ سے ۱۵۰۵ء میں وہ اپنی بجلی کی چمک دکھا گئی۔ اس عہد کو مغلوں کا گھٹیاراج کہتے ہیں کہ وہ
ان مزروعہ زمینوں میں مقید تھی جہاں سے وہ دریا کرولون اور اونن کے پار اتر کر دشت گوبی کے شمال میں خیمہ زنی کی زمینوں کو
فتح کرنے گئے تھے۔ منگ کی سپاہ نے مغلوں کو بویور کی جھیل پر جالیا اور اسکو بالکل شکست دی اور اسّی ہزار آدمی قید کئے
اور ڈیڑھ لاکھ مویشی پکڑ لئے اور بہت سامال اسباب انکا لوٹا۔ پس اس شکست سے خاقانوں کا دم نکل گیا اور فقط انکی بزرگی
نام ہی میں باقی رہی اور وہ بالکل تابع منگ کے شاہنشاہ کے ہو گئے۔ منگ کے شاہنشاہ ہی پیکنگ میں قبائل مغلیہ کے حاکم
اپنے حکم سے مقرر کرتے اور انکو سند حکومت دیتے۔ پندرہ صدی میں ایک اور آفت آن پڑی۔ کچھ مدت کیلئے بہت سے قبائل یوائی رٹ کی
رعیت بنگئے۔ مگر اسی صدی کے آخر میں دیان خاں نے جو تغان تیمور کے جانشینوں میں چودہواں تھا اس نے متفرق قبائل کو یکجا جمع کیا اور
انکو بالترتیب جماعتوں میں تقسیم کیا۔ تیسرا عہد تاریخی یہ ہے کہ قبائل جو تقسیم ہو کر جدا جدا ہو گئے تھے انکے معاملات ملکی میں فساد و عناد کا
اور آپس کی نااتفاقی اور عناد کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ یکے بعد دیگرے منچو کی قوت کے محکوم ہو گئے۔ چین میں جب منگ کا ستارہ اقبال
غروب ہوا تو منچو کا اقبال چمکنا شروع ہوا تھا اندرونی جنگ آرائیاں خاندانوں کا اختلاف اور عام نااتفاقی سے خاقان کی
بادشاہی برائے نام رہ گئی تھی اسکا نام بھی باقی نہیں رہا۔ ۱۶۳۴ء کے قبلے خاں کی اولاد فقط چین کی رعیت ہو گئی۔

۶۵۴ - ۷۵۰ھ ۸۲ مغلان ایران - ۱۲۵۶ - ۱۳۴۹ء

منگو خاں نے اپنے خاقانی کے عہد میں تولیخاں کی اولاد میں سے ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) کے گھرانے میں ایران کی
بادشاہت دیدی جنکو ایل خانان یعنی خانان اضلاع کہتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ خاقان معظم کے مطیع ہیں۔ ایل خانان

ہمیشہ خاقانوں کی اطاعت کا زبانی اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہلاکو خاں جب ایران میں حاکم مقرر ہوا تو اُسکو اپنی فرمانروائی
قائم کرنے میں کوئی دقت نہیں واقع ہوئی۔ عالی ہمت اولوالعزم خوارزم شاہ نے (جسکو چنگیز خاں نے شکست دی تھی)
ایران کے بہترین حصوں کو فتح کرکے اور انکو ایران کے فتح کرنیکا رستہ بتا دیا تھا۔ اور کوئی قوی مقابلہ کرنیوالا باقی نہیں چھوڑا
تھا اس نے جو سلطنت ایران کو شکستہ کرکے پارہ پارہ کیا تھا اور ان پاروں کو جو شاہزادگان اپنی سعی و کوشش سے جوڑ رہے تھے ان سبکو
ہلاکو خاں نے اپنے آگے سے اُڑا دیا۔ وہ بغداد میں آیا اور خلیفہ مستعصم باللہ کو جو خلفاء عباسیہ میں سے تھا نہایت ظلم سے قتل کیا۔ اور
پھر وہ آگے بے مزاحمت بڑھتا چلا گیا۔ مگر شام کے بہادر مملوک مصر نے کامیابی کیساتھ اپنے قریب اُسکو روکا۔ اب ہلاکو خاں ممالک ایران
اور ایشیا مائنر کا مالک سندھ سے لیکر بحر قلزم تک ہوگیا۔ اسکی سلطنت کی حدود شمال میں برابر چغتائی و جوجی کی سلطنت سے اور جنوب
میں سلاطین مصر سے ملی ہوئی تھیں۔ ان حدود کے اندر اُسکے خاندان نے سو سال تک سلطنت کی اور عملاً وہ مطلق العنان اور خود مختار
رہی۔ دُور دراز کے فاصلہ پر برائے نام چین کے خاقان کی اطاعت کا اقرار کرتی رہی۔ کبھی کبھی کچھ جانشینی کے لئے جھگڑا
ہو جاتا تھا ورنہ ملک میں سب طرح سے امن امان رہتا تھا رعایا سکھ چین سے رہتی تھی۔ اور ان خانان ایل نے علوم و فنون و
علم ادب کی وہ قدر شناسی کی کہ جس سے اُنکی وہ ترقی ہوئی کہ کبھی شاہان ایران کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ ہمنے پہلے بیان
کیا ہے کہ دولت خلفاء و دولت سلجوقیہ و دولت مملوک مصر کا زوال کن سببوں سے آیا۔ انہیں سببوں سے ابوسعید کے زمانہ میں
اس دولت ایل خانیہ پر تباہی و بربادی آئی کہ اُمراء وزراء سپہ سالار جو آپسمیں رقابت رکھتے تھے وہ ملک کے نظم و نسق میں زیادہ
دخیل ہوگئے انکے آپس کے رشک و حسد و عداوت مخالفت نے اول دولت ایل خانیہ کو خوف و خطر میں ڈالا۔ جب ابوسعید کا
انتقال ہوا تو پھر سلطنت ایران کا تخت ایسا ہوگیا کہ اُس پر رقیب اُمراء و وزراء جسکو چاہیں بٹھائیں اور کٹ پتلیوں کی طرح
نچائیں۔ ایران کے ٹکڑے دو خاندانوں نے کئے۔ ایک امیر چوپان نے جو غزن خاں اور اُسکے جانشینوں کا بڑا منہ لگا پیارا
جنرل تھا۔ دوسرا امیر حسین جالیر تھا جسکو ایلکانین بھی کہتے ہیں۔ ان میں چوپان کا بیٹا امیر حسین کوچک تھا اور جالیر کا
بیٹا امیر شیخ حسین بزرگ تھا۔ ابوسعید کے مرنے کے بعد ارپا خاں جو ہلاکو خاں کی اولاد میں سے تھا بلکہ اس کے بھائی
ارک بوکا کی اولاد میں سے تھا وہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر اسی سال ۱۳۳۶ء میں موسے نے اُسکو معزول کیا جسکا سلسلہ
نسب بیدو خاں تک پہنچتا ہے جو چھٹا ایل خاں تھا۔ شیخ حسین بزرگ کے طرفداروں نے موسی کو بھی بہت جلد تخت سے اُتار دیا
اب حسین بزرگ کا رقیب خاندان چوپان تھا جس نے اس تخت نشینی کا دعویٰ ابوسعید کی بہن ساتی بیگم کی طرف سے کیا۔
اور اُسکو بادشاہ بنایا۔ اس بیگم کی پہلی شادی چوپان خاں سے ہوئی تھی پھر ارپا خاں سے۔ اور آخر کو سلیمان سے جس نے اسکی
برتری کو مٹا دیا آخر بادشاہ نوشیرواں تھا جسکی سلطنت میں فساد برپا ہے آخر کو ایران میں جالیر کی قوت و قدرت

وسطوت سب سے زیادہ ہوگئی اور ہلاکو خاں کا خاندان بالکل ختم ہوگیا۔ جالیر مظفریہ۔ سربدار یہ وغیرہ نے ملک میں جب تک بڑی ہل چل مچائی کہ تیمور یہاں آیا اور اُس نے ان سب پر جھاڑو پھیر دی۔

۶۲۱-۹۰۷ھ - ۰۳ - خانان سیراوردا (خیمہ زریں) ۱۲۲۴-۱۵۰۲ء

چنگیز خاں کے سب سے بڑے بیٹے جوجی خاں کے حصہ میں قدیمی سلطنت قراختے کے قبائل آئے تھے۔ یہ قبائل دریا سیحون کے شمال میں رہتے تھے۔ جوجی خاں (توشی خان) اپنے باپ کے سامنے مرگیا تھا اور اُسکے بیٹے بہت سے تھے انمیں سے بڑے بیٹے اوردا خاں کو جانشین کر دیا تھا۔ مگر جوجی خاں کے سب سے چھوٹے بیٹے باتو خاں نے یورپ کے مشہور حملے میں بڑا نام پیدا کیا تھا اور اُسنے اپنے خاندان کے التمغا کو مغرب میں بہت بڑھایا تھا اور اپنے تئیں اُس نے ترکی خانیت خفچاق کا بادشاہ بنایا۔ باتو خاں کے ملک کے شمال میں جسکا بھائی توکا تیمور ضلع بلگیر یا بزرگ کا دریاء وولگا کے اوپر حکومت کرتا تھا اور جوجی خاں کا چوتھا بیٹا شیبان خاں غیر مزروعہ سرزمینوں پر حکومت کرتا تھا جنکو اوردا خاں کے التمغا کے شمال میں کرغیز کزکس کہتے ہیں پانچواں بیٹا تیول خاں تھا جنکو پچھلے زمانہ میں تو پریس کہتے تھے یورال اور یمبا میں یہ کل قبائل تھوڑی یا بہت اطاعت خاندان باتو کی کرتے تھے اگرچہ دوشاخ کو جو کہ تھی اسنے بڑی بزرگی حاصل کی تھی اور اس نے دریاے وولگا کے اوپر سلطنت جو جیہ کا پایہ تخت سرائے کو بنایا۔ ان سب اقوام کو اس سبب سے کہ ان کا خان بادشاہانہ خیمہ زریں لگاتا تھا سیراوردا یعنی زریں خیمہ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہنا ضرور چاہیے کہ جو خاندان حکومت رکھتا تھا اُس کی سپاہ کا عطر ولب لباب نسل مغلیہ ہوتی تھی۔ جوجی خاں کے حصہ میں جو قبائل آئے تھے انمیں سے زیادہ تر وہ مفتوحہ ترک یا ترکمان تھے جنکو مغلوب کیا تھا۔

جوجی خاں کے کنبے کے خانان سیراوردا (زریں خیمہ) کے مختلف خاندان یہ ہیں۔

(۱) خاندان باتو خاں۔ سیراوردا کے خانان معظم جو مغربی خفچاق میں سنہ ۱۲۲۴-۱۳۵۹ء تک قبائل توق اوردا (نیلے خیمہ) پر حکومت کرتے رہے۔

(ب) خاندان اوردا (اوردا خاندانی لقب سے مشرقی خفچاق پر سنہ ۱۲۲۶-۱۴۲۸ء تک قبائل آق اوردا (خیمہ سفید) پر حکومت کرتا رہا مغربی خفچاق میں قبائل سیراوردا کے بعد باتو خاں کا خاندان سنہ ۱۳۷۸-۱۵۰۳ء میں کرتا رہا اور بعد تنزل کے استرخان کے خانان سنہ ۱۴۶۶-۱۴۵۴ء تک وہ رہے۔

(ت) خاندان توکا تیمور شمالی خفچاق میں بلگیریا میں خانان رہی۔ مغربی خفچاق میں اُنھوں نے خانان قبائل سیراوردا پیدا کر دئے آخر کو اور خانان کزن سنہ ۱۴۵۰-۱۶۷۸ء میں اور خانان قرم سنہ ۱۴۲۰-۱۷۸۳ء میں پیدا کئے۔

(ث) خاندان شیبان ۱۲۲۴ - ۱۶۵۹ء میں ازبگ یا کرغیز کی غیر مزروعہ سرزمینوں میں حکومت کرتے تھے انھوں نے
۱۵۰۰ - ۱۸۷۲ء میں نقل مکان کرکے اپنے تیئں خیوا اور بخارا کا خانان بنایا۔

(ذ) باتوخاں کا خاندان۔ سیراوردا کے خانان معظم۔ التمغا مغرب میں خفچاق کے قبائل آق اوردا ۱۲۲۴-۱۳۵۱ء
مغرب کی خانیت معظم میں باتوخاں کے خاندان کی حکومت بڑی کروفر سے ہوئی۔ چونکہ وہ روسیوں کی ترقی ونشوونما سے
علاقہ رکھتی ہے اسلئے وہ تاریخ میں بڑی عظمت ووقعت رکھتی ہے۔ وہ روسی امرا و شاہزادوں کی خداوند نعمت تھی۔ ان سے
خراج لیتی تھی۔ انکی لڑکیوں کی مالک تھی۔ مگر خفچاق کے خانان معظم کی تقدیر میں یہ تھا کہ وہ جنکے حاکم تھے انکے محکوم
بنیں۔ جنکو وہ غلامی میں رکھتے تھے انکی غلامی میں رہیں۔ مگر پہلے اس سے کہ اس تنزل کی نوبت پہونچی۔ باتوخاں کا خاندان
مٹ چکا تھا اُسکے بھائیوں کی اولاد اسکی قایم مقام ہوگئی تھی۔ جبتک باتوخاں کی اولاد کے ہاتھ میں عنان حکومت رہی
وہ بڑی باقبال اور با اختیار و اقتدار رہی۔ اس خاندان میں سے دس خانان معظم نے فرمانروائی کی۔ جانی بیگ آخر
فرمانروا تھا ۱۳۵۷ء میں اُسکے مرنے کے بعد بدنظمی پھیلی۔ جانی بیگ کا بیٹا بردی بیگ اُسکا جانشین ہوا۔ دو برس تک
فرمانروا رہا۔ جانی بیگ کے بیٹے ہونے کا دعوی دو خانوں نے کیا اور وہ ایک ہی سال میں جانشین ہوئے۔
پھر بعد اسکے بیس برس تک سلطنت کے مدعی اور رقیب آپس میں لڑتے رہے۔

جب باتوخاں کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا تو جوجی خان کے گھرانے کی پانچ شاخیں سیراوردا کی خانیت کے
دعوی کیلئے کھڑی ہوئیں اور انھوں نے اپنی سلطنتیں اسطرح جمائیں کہ تیمور کی بہت سی اولاد نے تو بلگہ یار بزرگ کے
شمال اور جنوب اور قرم میں۔ باتوخاں کے دوسرے جانشین اور اُسکے بھائی براکا (براق خاں) کی اولاد نے جنوب
میں کوہ قاف کے پاس تیریک۔ کماین خیمے لگائے۔ براق خاں کے سبب سے قبائل سیراوردا نے اپنی بڑی عزت
پیدا کی تھی۔ اوردا کے کنبے کے سرداروں نے اور قبایل آق اوردا نے خانیت معظم کے مشرق میں اپنا سکہ جمایا شیبان خاں
کی سربراہی میں قبائل ازبگ نے مشرق میں بھی اور زیادہ تر شمال میں حکمرانی کی اور بحر خزر کیسپین کے شمالی کنارہ
پر قبائل نوگا ئے نے اپنے مویشی چرائے ان رقیب خاندانوں میں سے پندرہ خانوں نے حکومت کی اور
۱۳۸۰ء میں قبائل سیراوردا کے خاندان کی حکومت اوردا کے خاندان میں توقتمش کے ہاتھ میں آگئی۔

(ب) خاندان اوردا۔ التمغا قبائل آق اوردا مشرق خفچاق میں ۱۲۲۶-۱۴۲۸ء قبائل سیراوردا مغربی خفچاق
میں ۱۳۷۶-۱۵۰۲ء خان استراخان ۱۴۶۶-۱۵۵۴ء دمشرقی خفچاق میں دریا جیحون کے نیچے کے ملک اور بلوغ کوہستان
کو چک تاغ شامل تھے۔ اور انکی سرحدیں مغرب میں باتوخاں کے قوق اوردا سے اور شمال میں شیبان ازبگ سے

مشرق میں چغتائی خانیت ہے۔ جنوب میں دشت قزل قم اور الگزنڈر دوسکی کے سلسلہ ہائے سے ملی ہوئی تھیں قبائل سیر اوردا (خیمہ زریں) دو حصوں میں منقسم تھے ایک قبائل آق اوردا یعنی سفید اوردا اور دوسرے قبائل کوک (فوق) اوردا یعنی نیلگوں اوردا کہلاتے تھے اور ایک خیالی بات ان قبائل کے ذہن میں تھی کہ سفید رنگ کو برتری نیلے رنگ پر ہے اسلئے فوق اوردا کا نام اس نیلے رنگ پر رکھا گیا تھا کہ وہ آق اوردا (سفید) کے تابع تھیں۔

جوجی خاں کی اولاد میں سب سے زیادہ شجاع اور قوی و صاحب جلادت باتو خاں تھا۔ مگر باپ کی التمغا میں اوردا خاں جانشین ہوا اور خاندان کی سرداری اُسکے ارث میں ہمیشہ رہی۔ یہ التمغا دریائے جیحوں کے پاس تھی۔ وہ سیر اوردا کے بائیں حصے پر حکومت کرتا تھا جسکو آق اوردا کہتے ہیں۔ بحر خزر کی دور کی غیر مزروعہ زمینوں میں وہ رہتا تھا آق اوردا نے ڈون۔ دولگا پر اپنے بھائیوں نُن توق اوردا کو مطیع کر لیا۔ انکے سردار کوچی خاں نے بلادغزنہ بامیان پر قبضہ کر لیا اس خاندان میں سردار اروس خاں ایسا ہوا کہ جس نے تیمور کی سپاہ کو کئی دفعہ شکست دیدی۔ تیمور نے جوجی خاں کے قبائل اقوام پر توق تامش خاں کو حاکم مقرر کر دیا جسکے باپ کو اروس خاں نے قتل کیا تھا خود اُسکو جلا وطن کیا تھا۔ اروس خاں نے کئی دفعہ توق تامش کے حملہ کو دفع کر دیا۔ مگر جب اروس خاں مر گیا اور اُسکا بیٹا توق تاکیا کچھ دنوں باپ کا جانشین رہا۔ پھر توق تامش خاں نے اروس خاں کے دوسرے بیٹے تیمور ملک سے آق اوردا کی حکومت چھین لی۔

قبائل سیر اوردا کی تاریخ میں توق تامش آخری فرمانروا ہی جب اُسنے قبائل آق اوردا کا تخت سلطنت چھین لیا تو خفچاق کی مغرب میں گیا اور سرائے کے بادشاہ ممائی خاں کو شکست دیدی۔ اس فتح نے ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں قبائل آق اوردا میں جو تفریق ہو رہی تھی اُسکو مٹا دیا۔ اور اُسنے مشرقی اور مغربی خفچاق کو ملا کر ایک کر دیا۔ مگر اوردا خاندان کے چراخور زمینیں شیبا خاں کی اولاد کے قبضہ میں آگئی تھیں اُنکو سیر اوردا نے توق تامش سے چھین لیں اُسپر توق تامش نے ایک بڑی لشکر کشی کی اُسکی دارالسلطنت عظیم ماسکو کو ۷۸۴ھ/۱۳۸۲ء میں غارت و برباد اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا خفچاق کی سلطنت کا اس فتح عظیم سے چمکنا ایسا تھا جیسا کہ چراغ بجھنے کیوقت اپنی روشنی دکھاتا ہے۔ توق تامش خاں کی یہ بداقبالی تھی کہ اُسنے اپنے محسن تیمور سے جسکی بدولت یہ فتح نصیب ہوئی تھی سرتابی کی۔ بھلا تیمور کے آگے کسکو تاب تھی کہ وہ سرتابی کرے اور سزا سے بچے۔ تیمور اعظم نے دو دفعہ اُسپر لشکر کشی کی۔ ایک لڑائی ۱۸ جون ۱۳۹۱ء کو ارتوپا میں اور دوسری لڑائی تیریک میں ۱۳۹۵ء میں ہوئی ان دونوں لڑائیوں نے توق تامش کی سپاہ کا بھرکس نکال دیا اور وہ خود جلاوطن ہوا جب تیمور یہاں سے چلا گیا تو سرائے میں پھر وہ آیا۔ مگر اُسکو اروس خاں کے بیٹے تیمور قتلغ نے نکال دیا اور ۱۴۰۶ء میں مر گیا۔

یہاں کی سلطنت خستہ حال خفچاق کے تین دعوی دار پیدا ہوئے ایک اروس خاں کا کنبہ جسکے حامی قوم نوگائے سردار

ایدوکو خاں ہوا۔ دوم خنچاق کے بادشاہ گرتوق تامش خاں کے بیٹے۔ سوم شیبان کے کنبے کے بعض نوجوان۔ انہیں آپس میں جھگڑے فساد ہوتے رہے۔ انمیں جو ایک غالب و حاکم ہوا پھر وہی مغلوب و محکوم ہوا۔ یہ سانگ ہوتے رہی جنکی یوں قبائل سیراوردا کی حکومت کا زوال آیا۔ ۹۰۸ھ ۱۵۰۲ء میں روس نے اسکو اپنا محکوم بنالیا۔ اب آگے اسکی تاریخ میں کچھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ذکر آتا ہے۔ اوردا خاں کے کنبے میں سے کوچک محمد کے پوتے قاسم خاں نے ۱۴۶۶ء میں ایک چھوٹی سی ریاست استرخاں کی قایم کرلی تھی جسکو روسیوں نے ۱۵۵۶ء میں اپنے قبضے میں کرلیا۔

۸۲۳ – ۱۱۹۷ھ – ۸۴ – قرم یا کریمیا کے خانان – ۱۴۳۰ – ۱۷۸۳ء

(ت) خاندان توکا تیمور۔ التمغا۔ بلگیر یا بزرگ بعد ازاں قرم اور کافہ۔ کبھی کبھی قبائل سیراوردا کے خانان آخر کو کزن۔ کزبی موف۔ قرم کے خانان۔ جوجی خاں کا سب سے چھوٹا بیٹا توکا تیمور تھا۔ اور قبائل سیراوردا میں قبائل توق اوردا اس سے متعلق تھے اور غالباً اُسکی اپنی خیمہ زنی کی زمین دونگا کے حصہ بالا میں تھی جس میں بلگیر یا، بزرگ شامل تھی۔ اس شعبے کے اصلی مقامات ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم باتو خاں کے خاندان میں منگو تیمور نے توکا تیمور کے بیٹے یورنگ تیمور کو قرم اور کافہ دیے اسطرح سے باتو خاں کی خانیت کے شمال اور جنوب میں اس خاندان کی ریاست کی بنا پڑی۔ باتو خاں کے خاندان کی جانشینی میں وہ دخل دینے لگا۔ رقیب خاندانوں کے تین خانان جو غالباً توکا تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے انکا بیان اوپر ہم کر دیا ہے تیمور کے حملوں کے بعد جب قبائل سیراوردا کا زوال ہوا ہی تو اس خاندان کی شاخ سرسبز و بارآور ہوئی۔ اس خاندان میں اولغ محمد نے براق خاں کی موت کے بعد خانیت معظم پر قبضہ کرنیکی کوشش کی اور ۱۴۳۸ء میں اپنی موروثی بلگیریا بزرگ پر قابض ہوا اور اپنے باپ دادا کی حکومت کو دوبارہ زندہ کرلیا۔ اُس نے خانیت کزن اسکا نام رکھا۔ مگر وہ روسیوں کو جنکی سلطنت روز بروز بڑھتی جاتی تھی کانٹے کیطرح دلمیں کھٹکتی تھی ۱۵۱۹ء میں جب محمد امین خان کا انتقال ہوا اسکی موت کے ساتھ ہی کزن کی باقی سلطنت کی اولاد کا خاتمہ ہوگیا۔ انکی جگہ سلیمان خانان کزنی موف قرم۔ استرخان کی فرمانروائی کرتے رہی مگر آخر کو روسیوں نے اس حکومت کا قبضہ کیا اور روسیوں کی طرف سے بھی مسلمان خانان مقرر ہوتے موقوف ہوئے اور ۱۵۵۲ء میں کزن میں روسی گورنر مقرر ہوا۔

جب اولغ محمد کو اُسکے بیٹے محمود کے نے مار ڈالا تو اُسکے دو بیٹے بھاگ کر روسیوں کے پاس ۱۴۴۶ء میں گئے اور روسی افواج میں اُنھوں نے خدمات بزرگ کین۔ انمیں سے قاسم خان کو روسیوں نے ضلع و شہر گورودیز دکیا اوکا پر قسمت ریزن میں دیدیا۔ اُسنے اس شہر کا نام اپنے نام پر رکھا۔ یہاں اس خاندان کے خانان کی حکومت شروع

ہوئی۔ انکا خطاب خانان کزی موف ہی۔ کزن میں جو روسیوں کے زبردست ہمسایہ تھے انکے برخلاف ان خانون سے
کام لیتے رہی اور انہیں سے خانیت معظم میں بھی الغ محمد کے مرنیکے بعد دو خان مسلمان مقرر کئے جو اسکے ہم خاندان
تھے۔ یہ خانیت جو کبھی آزاد و خود مختار نہیں ہوئی اسکو ۱۷۸۳ء میں روسیوں نے ہضم کرلیا۔

توکا تیمور کے خاندان کے جو تین شعبے تھے انمیں وہ شعبہ بڑا تھا جو قرم میں فرمانروا تھا۔ الغ محمد کا ایک بھائی تاش تیمور
تھا جو توق تامش جسکے ماتحت سپہ سالار بھی رہ چکا تھا اور بڑا دلاور شجاع تھا وہ دراصل قرم یا کریمیا کے خاندان کی
دولت کا بانی مبانی تھا۔ عوام اسکے بیٹے حاجی گیرائے خان کو پہلا خان سمجھتے ہیں مشرقی معاملات عظیم میں قرم کا
خاندان بھی ایک رکن اعظم سمجھا جاتا ہے وہ سلطنت ترکی کی تو دور دراز فوج کا مقام تھا اور روسیوں کا وہ دوست تھا
اسلئے دونوں ترکی اور روس کو اسکی طرف خیال پیدا ہوا۔ اسکے دونوں طرف قاہر وجابر ہمسائے لگے رہتے تھے ۱۷۷۴ء
میں روسیوں اور ترکی کے درمیان ایسا عہدنامہ ہوا کہ جسمیں خانان قرم کے خاندان کا چراغ گل ہوا۔ ان قوی دلاور خانوں
میں سے سلطان قرم گیرائے کتی خاں نے ایڈنبرگ میں ایک سکوٹ لینڈ کی لیڈی سے شادی کرکے وہیں کی سکونت اختیار کی
(ش م) خاندان شیبان التمغا ازبک کا ملک (یورال اور چو دریاؤں کے درمیان) کبھی کبھی قبائل سیر اوردا کے خانان یعنی
زارتائی یومین کے ۱۲۲۶-۱۲۵۹ء بخارا کے خانان ۱۵۰۰-۱۵۹۸ء اور خیوا کے ۱۵۱۵ء سے ۱۸۷۲ء تک۔ ۱۲۴۲ء میں جب
باتو خاں نے ہنگری پر حملہ کیا تھا تو اسکے بھائی شیبان خاں نے جو اسکے ہمراہ تھا ایسے ایسے کار نمایاں کیے تھے کہ باتو خاں نے اسکو ہنگری کا
بادشاہ برائے نام مقرر کیا تھا۔ مگر اسکی التمغا میں اوردا کی خانیت میں سے خاص قبائل شمالی دیدیئے تھے جو گرمی میں کوہستان یورال سے
لیکر دریائوں ایلک و ارغیز تک خیمہ زنی کرتے تھے۔ اور جاڑے میں ان سرزمینوں میں جو دریاؤں سیر۔ چو۔ سری سو سے سیراب ہوتی
تھیں منگو تیمور اسکی چھٹی نسل میں پیدا ہوا۔ قبائل سیر اوردا کے خان معظم ازبک کا وہ ہمعصر تھا۔ اور اسی کے سبب سے شیبان کے جرگوں کا نام
ازبک رکھا گیا اور وہی مشہور ہو گیا۔ باتو خاں کے خاندان کا زوال آیا تو شیبان خاں کے خاندان میں سے کوئی ایک قبائل سیر اوردا کے خان
ہوئے۔ اور ان قریب خاندانوں کے دورے عہد میں جب توق تامش برباد ہو گیا تو شیبان کے گھرانے کا نام غالباً درویش خان و سید احمد ہو گیا۔

اس خاندان کے شعبے بڑے یہ ہوئے ایک منگو تیمور کے بیٹے پولاد خاں کی اولاد جو ایک قبائل سیر اوردا کے بھی خان ہوگئے
تھے پولاد خاں کے دو بیٹے تھے ایک ابراہیم خاں دوسرا عرب شاہ یہی بخارا اور خوارزم یعنی خیوا کے خانان کی باپ دادے تھے۔ اول خانیت کا
بانی ۱۵۰۰ء میں محمد شیبانی پوتا ابوالخیر کا تھا۔ یہ خانی ابتک چلی جاتی ہے۔ اگرچہ جرنیل کوف مین نے ۱۸۶۸ء میں اس کو
سلطنت روس کا باجگزار بنالیا ہے خیوا کی خانیت کا بانی عرب شاہ ہے جسنے توق تامش کے حملہ سے پہلے خفچاق میں اپنا سکہ
چلایا تھا۔ گو وہ قبائل اوردا سیر کا خان نہ تھا۔ اسکی پانچویں نسل میں ایل برس خاں نے ۱۵۱۵ء میں محمد شیبان کے

مرنے کے بعد ماوراءالنہر اُسکے متصل کے بلاد پر بزور قبضہ کرلیا۔ اُسکی اولاد ابتک خان خیوا کہلاتی ہے مگر وہ ۱۸۷۳ء میں سلطنت روس کے باجگزار ہوگئی ہے۔ یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ جوجی خان کا بیٹا تیول خاں تھا اور نیچے نیگ کا سردار تھا اور جنوبی روس میں دریا بگ کے قریب خیمہ زنی کیا کرتا تھا اور نوگے کا دادا تھا جو قبائل سیر اوردا کے معاملات میں بڑا حصہ رکھتا تھا۔ مگر توق تو نے اُسکو پامال کر دیا تھا۔ اور اُسکو معہ اُسکے جرگو نکے نکال دیا جنھوں کا نام دولگا کے پرے نوگا مشہور ہوا وہ اکثر خانہ بدوش بادیہ گرد رہے۔ انکی تاریخ پراگندہ ہی مربوط نہیں۔

۱۲۴ - ۷۰۰ - ۸۵ خانان چغتائی (ماوراءالنہر) - ۷۲۲ - ۱۳۵۸ء

چنگیز خان کے تین بیٹوں اوگدائی خاں۔ تولی خاں۔ جوجی نے جو خانیت قایم کی اسکا بیان اوپر ہوا۔ آب چغتائی خان کا حال باقی رہا جسکے التمغا ماوراءالنہر (بخاریہ) کاشغر کے ملک کا کچھ حصہ بدخشاں اور بلخ اور غزنہ تھے اور اس نے اس بلاد میں خانیت قایم کی۔ اس خاندان کی تاریخ بہت کم لکھی گئی ہے۔ انکی تاریخ میں صرف ایران کی سرحد پر جو انھوں نے تاخت تاراج کی یا اُنمیں جو خانگی فساد ہوئے اُنکا بیان لکھا جاتا ہے۔ اس خاندان کے شجرہ کا حال تحقیق نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ دونوں خاندان اوگدائی خاں اور چغتائی خان کو علی اور دانشمند خان نے خلط ملط کردیا ہے یہ دونوں اوگدائی خاں کے خاندان کے تھے اور چغتائی خاں کے سلسلہ میں شامل تھے۔

فصل دوازدہم شاہان ایران

(۸۶) جالیر (عراق) (۸۷) مظفریہ (فارس) (۸۸) سربہ داریہ (خراسان) (۸۹) کرت (ہرات)

تیموریہ فصل سیزدہم دیکھو

(۹۰) قراقیون لی (آذربائیجان) (۹۱) شاہان ایران (۹۲) صفویہ (۹۳) افغانیہ (۹۴) افشاریہ (۹۵) زند (۹۶) قاجار

ایران

جب ایران کی سلطنت کا تنزل ہوا تو اُسکے ہر صوبہ میں جدا جدا حاکم بن بیٹھا اور خود مختار اور مطلق العنان ہوکر فرمانروائی کرنے لگا۔ ان سب میں زیادہ صاحب اقتدار قوم جالیر ہوئی۔ وہ اضلاع عراق اور آذربائجان میں حکومت کرتی تھی۔ اسکے بعد قراقیون لی۔ آق قیون لی۔ ترکمان فرمانروا ہوئے اکثر اضلاع شرقیہ میں خاندان مظفریہ حکومت کرتا تھا۔ ابواسحاق سے اور محمد شاہ انجو کے خاندان سے ہمیشہ اسکا دنگہ فساد رہتا تھا۔ اسکا دارالسلطنت اصفہان تھا شمال مشرق میں ایک زمانہ میں خراسان کی حکومت خاندان سربہ داریہ اور ہرات کے ملوک کرت میں منقسم رہی ۱۳۸۴-۹۳ء میں ایران کو تیمور نے فتح کیا۔ اور اُسکے ایک حصہ میں اُسکی اولاد ایک صدی تک فرمانروائی کرتی رہی۔ سولہویں صدی

کے شروع میں اُن تمام صوبوں میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے اپنی حکومت جمائی جنمیں تیموریہ ترکمان اور چھوٹے چھوٹے خاندان حکومت کرتے تھے اور اسپر خراسان کا اور اضافہ کیا۔ اس زمانہ سے سلطنت ایران کی حدود میں کچھ فرق نہیں آیا ترکی کے مغرب میں اسکا کچھ نقصان ہوگیا ہی۔

۷۳۶-۸۱۴ھ جالیر (عراق وغیرہ) ۱۳۳۶-۱۴۱۱ء

قوم جالیر کے امراء کو ایل کانی کہتے ہیں جب مغلی فرمانروا ابوسعید کا انتقال ہوا تو اس قوم کا اقبال یاور ہوا انکا سردار شیخ حسن بزرگ تھا جسکا ذکر پہلے ہوچکا ہی کہ اسنے ایران کے تخت پر مغل بادشاہونکو کاٹ کی پتلیونکی طرح نچایا تھا۔ اسکے بعد وہ خود سلطنت کرنے لگا۔ عراق پر اُسنے قبضہ کرلیا اور بغداد کو اپنی دارالسلطنت بنایا۔ اسکا بیٹا اویس خاں ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء میں اسکا جانشین ہوا اس نے ۷۵۹ھ میں آذربائجان اور تبریز کو ترکمانوں سی لیلیا اور ۷۶۶ھ میں اپنی سلطنت پر موصل اور دیاربکر کا اور اضافہ کیا۔ حسین جو اسکا جانشین تھا اُسنے خاندان مظفریہ اپنے ہمسایوں سے مشرقی ایران میں لڑائیاں شروع کیں اور سیاہ میشی ترکمانوں سی لڑتا بھڑتا رہا۔ یہ ترکمان آرمینیا اور نہر دجلہ کے جنوبی ملک میں حکومت کرتے تھے ۷۷۶ھ میں ان ترکمانوں سی مصالحت ہوگئی ۷۸۴ھ ۱۳۸۲ء میں اسکا انتقال ہوا اور اُسکی سلطنت اُسکے دو بیٹوں میں اسطرح تقسیم ہوئی کہ عراق اور آذربائجان سلطان احمد کو اور کردستان کا ایک حصہ ایک سال کیلئے بایزید کو ملا ۷۸۶ھ ۱۳۸۴ء میں تیمور نے شمالی ایران کو اور آرمینیا کو تاخت و تاراج کیا۔ اور ۷۹۶ھ ۱۳۹۴ء میں بغداد۔ عراق۔ دیاربکر۔ دین کو مطیع کیا سلطان احمد مصر کو بھاگ گیا مملوک سلطان برقوق کے پاس جاکر پناہ گزیں ہوا۔ بغداد سے جب تیمور سمرقند چلا گیا تو سلطان برقوق نے سلطان احمد کو بغداد پھر دلادیا۔ اس وقت سے لیکر تیمور کی موت تک جو ۸۰۷ھ ۱۴۰۵ء میں واقع ہوئی سلطان احمد کی زندگی ایسی بسر ہوئی کہ کبھی سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی کبھی پھر ہاتھ میں آگئی ۸۰۸ھ میں ایکدفعہ پھر بغداد کا وہ مالک ہوگیا۔ قرایوسف خاں ترکمان کیساتھ بدعہدی کرنیسے اور آذربائجان پر حملہ کرنے سے ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء میں اُسکو شکست بھی ہوئی اور جان بھی گئی اسکا بھتیجا شاہ ولد بغداد میں ۱۴۱۱ء تک حکومت کرتا رہا۔ پھر سیاہ میشی ترکمانوں نی اس سے حکومت لے لی۔ شاہ ولد کی بیوہ تندو جسکی شادی پہلے مملوک برقوق سے ہوئی تھی وہ ۸۱۹ھ تک واسط بصرہ۔ شوستر میں حکومت کرتی رہی اور تیموریہ شاہرخ مرزا کی اطاعت کرتی رہی۔ پھر اسکا سوتیلا بیٹا حکمراں ہوا اور اُسکے بعد اُسکے بھائی اویس ۸۲۲-۸۲۹ھ اور محمد اور آخر اسکا چچیرا بھائی حسین حکمران ہوئے جس کو سیاہ میشی ترکمانوں نے مار ڈالا۔

۷۱۳-۷۹۵ھ - خاندان مظفریہ (فارس کرمان - کردستان) ۱۳۱۳-۱۳۹۲ء

حاجی غیاث الدین خراسانی کا پوتا امیر مظفر اس خاندان کا بانی تھا۔ ایران کے سلاطین مغلیہ کے دربار

میں وہ خدمات بزرگ پر مامور رہا تھا اور وہ اصفہان کے قریب میبذ کا حاکم مقرر ہوا۔ اسکا بیٹا ۱۳ ھ میں مبارزالدین محمد جانشین ہوا ۷۱۵ھ (۱۳۱۵ء) میں مغل بادشاہ ابوسعید نے یزد۔ فارس کی حکومت عالیشان اسکو عطا کی ۷۴۱ھ (۱۳۴۰ء) میں کرمان کا اور اضافہ ہوا۔ محمد اسحق انجو سے بعد بہت سی لڑائی جھگڑوں کے شیراز اسکو ہاتھ لگا ۷۵۴ھ (۱۳۵۳ء) میں تمام فارس پر اسکا قبضہ ہوا اور ۷۵۵ھ (۱۳۵۴ء) میں اصفہان کا اور اضافہ ہوا اور ابواسحاق قتل کیا گیا وہ ۷۵۹ھ میں تبریز تک ملکوں کو فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ بعدازاں ۷۵۹ھ (۱۳۵۸ء) میں مبارزالدین محمد پھر معزول ہوا اور آنکھیں اسکی نکلوائی گئیں۔ اگرچہ وہ پھر کچھ تھوڑے دنوں کے لئے بحال ہوگیا تھا۔ مگر دوبارہ ۷۶۵ھ (۱۳۶۴ء) میں جلا وطن کیا گیا۔ اور اس دنیا سے بھی رخصت ہوا۔ اسکے جانشینوں کی سلطنت میں فارس۔ کرمان۔ کردستان جبتک رہا کہ تیمور نے ۱۳۸۷ء میں طوفان اٹھایا۔ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ اس خاندان کے بادشاہ شجاع کے دربار کو رونق دیتے تھے۔

۷۳۷-۷۸۳ھ - سربداریہ خراسان - ۱۳۳۷-۱۳۸۱ء

خراسان میں باشتین ایک گانوں ہے اسکا رہنے والا عبدالرزاق تھا اور ۷۳۷ھ (۱۳۳۶ء) میں ابوسعید کی خدمت میں رہتا تھا ایک دفعہ وہ اپنی قوم کا سرغنہ بنا جس نے حاکم ضلع کے ظلم کے سبب سے بغاوت اختیار کی تھی۔ ان باغیوں نے اپنا نام سربدار رکھا تھا جسکے معنی یہ تھے کہ ہم اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جان کی پروا نہیں کرتے سر کو دار پر لئے پھرتے ہیں۔ انھوں نے سبزوار اور قرب وجوار کے ملک پر قبضہ کرلیا اور اسپر نصف صدی تک قابض رہے۔ اس عرصہ میں بارہ حکمران ہوئے جنمیں سے نو بڑے ظلم سے مارے گئے۔

۶۴۳-۷۹۱ھ - کرت (ہرات) ۱۲۴۵-۱۳۸۹ء

غور میں جو کرت کی نسل تھی وہ ایران کے سلاطین مغلیہ سے بہت دنوں پہلے سے ہرات میں حکومت کرتی تھی خراسان میں جب مغلوں کا ادبار آیا تو کرت کا اقبال چمکا اور جب تک چمکتا رہا کہ تیمور نے ۷۸۳ھ (۱۳۸۱ء) ہرات کو فتح کیا۔ کچھ دنوں یہ خاندان تابع رہ کر ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء) میں بالکل نیست و نابود ہوگیا۔

۷۸۰-۸۷۴ھ - قراقیون لی (ترکمان سیاہ میشی) (آذربائجان وغیرہ) ۱۳۷۸-۱۴۶۹ء

ان ترکمانوں قراقیوں لی (سیاہ میشی) اسلئے کہتے تھے کہ وہ اپنے علم پر سیاہ بھیڑ کی تصویر بناتے تھے وہ چودھویں صدی کے آخر چوتھائی حصہ میں نہرین کے جنوبی ملک میں حکومت کرتے تھے جالیر سلطان حسین سے انھوں نے دوستی پیدا کرکے اپنے خاندان کی سلطنت آرمینیا اور آذربائجان میں قائم کی تھی۔ قرا یوسف جو اس خاندانمیں پہلے امیر کا جانشین ہوا اسکو تیمور نے کئی دفعہ جلا وطن کیا مگر جتنی دفعہ وہ جلا وطن ہوا اتنی ہی دفعہ

وہ پھر آیا۔ اور جب تیمور ۸۰۷ھ ۱۴۰۵ء میں مرگیا تو اُس نے اپنی مملکت پر پھر آن کر قبضہ کر لیا۔ ان ترکمان سیاہ میشی کو ۸۷۲ھ ۱۴۶۹ء میں انکے رقیبوں ترکمان آق قیون لی (سفید میشی) کے امیر ازن حسین نے معزول کیا۔

۷۸۰ - ۹۰۸ھ - آق قیون لی (سفید میشی) آذربائجان وغیرہ - ۱۳۷۸ - ۱۵۰۲ء

آق قیون لی (سفید میشی) اپنے رقیبوں قراقیون لی (سیاہ میشی) کی جگہہ آذربائجان اور دیار بکر پر مسلط ہوئے مگر تیس سال بعد ۹۰۸ھ ۱۵۰۲ء میں اسکو شرور کی لڑائی میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے وہ شکست دی کہ پھر تھوڑے دنوں بعد اُن کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

شاہان ایران

شاہان ایران کا سلسلہ ان پانچ خاندانوں سے جو مختلف النسل ہیں بنتا ہی صفوی۔ افغان۔ افشار۔ زند قاچار۔ انہیں سے اول صفوی اپنے تئیں حضرت موسی کاظم کی اولاد میں سے بتاتے ہیں۔ اس خاندان میں سے بہت سے شیخ مقدس اتقا و ورع و زہد میں مشہور و معروف ہوئے۔ اُن سب کا سرتاج شیخ صفی الدین اردبیلی ہوا۔ اسکے نام نامی سے اس خاندان کا لقب صفوی ہوا شیخ صفوی کی اولاد کی پانچویں نسل میں حید پیدا ہوا جسنے اپنے آبائی پیشہ زہد پر جنگ آزمائی کا ہنر اور اضافہ کیا آق قیون لی ترکمانوں نے سردار ازن خاں سے لڑائی جھگڑا شروع کیا اور اُسکے تیسرے بیٹے اسمٰعیل نے اپنے باپ کی تدابیر ملکی کو جاری رکھکر شروان پر قبضہ کیا اور ۹۰۷ھ ۱۵۰۱ء میں شرور کے میدان میں ترکمانوں کو بڑی شکست دی اور تبریز کو اپنا دارالسلطنت بنا کے تمام ایران کو فتح کر لیا۔ حاکمان تیموریہ اور چھوٹے موٹے اور امرا سب اسکے مطیع ہوگئے اور چند سال میں شاہ اسمٰعیل کی لشکر کشی خراسان پر ہونے لگی اور ہرات تک اسکی نوبت پہونچی۔ اپنی قلمرو میں اس نے جنوبی اضلاع شامل کئے اور سوا اسکے اُسنے اپنی فتح وظفر سے سلطنت کو ایسی وسعت دی کہ دریا جیحون سے خلیج فارس تک اور افغانستان سے دریاے فرات تک اسی کی عملداری ہوگئی۔ اسکی مملکت عثمانیہ مملکت کے ساتھ چلنے لگے۔ سنیوں و شیعوں میں ہمیشہ سے سخت عداوت چلی آتی ہے جب ایشیاء مائی نر میں شیعوں کا پھیلاؤ بہت سا ہوگیا تھا تو عثمانی ترکوں سے اس کی جنگ ہونی شروع ہوئی۔ سلطان سلیم نے اپنی ایشیائی سلطنت میں چالیس ہزار شیعہ قتل کر ڈالے اور شاہ اسمٰعیل پر لشکر کشی کی۔ اسّی ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل کو ساتھ لیکر ایران پر چڑھ گئے اور ۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء میں چالدران کے میدان میں شاہ اسمٰعیل کو بمجبوری لڑنا پڑا۔ شبان پاشا اور یانی چیری کی بہادری نے میدان جیت لیا سلطان سلیم فتحمند ہوکر تبریز میں داخل ہوا۔ دیار بکر اور اسکی نواح کے اضلاع کو اپنی مملکت میں داخل کرکے مشرق کی طرف سے آگے سلطنت بڑھانے سے وہ مصر پر حملہ آوری کو بہتر سمجھا۔ اس زمانہ سے ایران و ترکستان کی سرحد پر دنگہ فساد

ہوتا شروع ہوا اور جارجیا اور آرمینیا کے اضلاع کبھی ایران کے ہاتھ آ گئے کبھی ہاتھ سے نکل گئے۔ سرحد عام میں اسے انقلاب نہیں ہوا مگر جب ہوا کہ سلطان مراد چہارم نے بغداد کو فتح کیا اور عراق کو سنہ ۱۶۳۸ء میں سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا۔ اسی طرح سے شمالی حد پر ازبگ لڑتے رہے اور افغانستان کبھی ایران کی سلطنت کا ایک حصہ بنا کبھی ہندوستان کی سلطنت کا ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ دُرانی نے افغانستان کی ایک جدا سلطنت آزاد و مطلق العنان قائم کی۔ بابر جس نے ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد رکھی شاہ اسمٰعیل کا بڑا یکدل دوست تھا۔ اُسکے بیٹے ہمایوں کی دوبارہ سلطنت حاصل کرنے میں بہت مدد کی تھی۔ خاندان صفویہ میں ۱۵۸۷–۱۶۲۹ء میں سب سے زیادہ عظیم الشان بادشاہ ایران کا شاہ عباس ہوا ہے۔ سر انتھونی شرلی نے اُسکی سپاہ کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ اُسنے مغربی اضلاع سلطنت عثمانیہ سے چھین لئے اُسکی سلطنت علم و ہنر کی قدرشناسی کیلئے بڑی مشہور ہے اسکے عہد میں علوم و فنون اور علم و ادب کی بڑی ترقی ہوئی۔ عمارات بڑی رفیع البنیان تعمیر ہوئیں اور اسنے غیر سلطنتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا نہایت ہی شایستہ انتظام کیا تو یہ اس زمانہ میں تھا کہ اور ملکوں میں بھی بڑے بڑے نامور حکمران تھے جیسے سلطان سلیمان۔ شہنشاہ اکبر اعظم ملکہ ایلزبیتھ خاندان صفویہ کا زوال اسوقت سے آ گیا کہ افغانوں نے محمود کو اپنا افسر بناکے سرکشی کی اور ہرات اور مشہد پر قبضہ کر لیا اور شاہ حسین کو شکست دی اور سات مہینے محاصرہ کرکے ۱۱۳۵ھ ۱۷۲۲ء میں دارالسلطنت اصفہان کو فتح کر لیا مگر مازندران میں کچھ اسکی سلطنت کی علامت باقی تھی۔ دس برس تک ایران میں طوائف الملوکی اور بدنظمی رہی اور روسیوں اور ترکوں کے حملے ہوتے رہے۔ نادر قلی ایک افشار ترک نے یہ بہانہ بناکے کہ میں خاندان صفویہ کی سلطنت کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں اپنی قوت و قدرت و اختیارات کو بڑھا لیا اور ۱۱۴۸ھ ۱۷۳۶ء میں آخر میں ایسا بادشاہ ہو گیا کہ اُسکی سلطنت کو سب نے مان لیا۔ نادر شاہ نے ایران کی سلطنت کو جتنی وسعت میں تھی اپنے قبضہ میں رکھا اور افغانستان کو مطیع کر لیا اور ۱۷۳۸ء میں کابل و قندھار کو تسخیر کیا اور لاہور پر آگے بڑھ کر آیا اور کرنال میں محمد شاہ کو شکست دی دہلی کو ۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء میں لوٹا۔ پھر محمد شاہ سے عہدنامہ ہو گیا۔ اور کچھ زمانہ تک ایران کی سلطنت دریاے سندھ سے لیکر کوہ قاف تک رہی۔ نادر شاہ نے سلطنت ایران پر بڑا احسان کیا ہے اسی کے سبب اس سلطنت کا نام چلا جاتا ہے اس افشاریہ خاندان کے صرف چار بادشاہ ہوئے بعد اسکے بدنظمی ایران میں پھیلی جسمیں افغان آزاد خاں آذربائیجان کو دبا بیٹھا اور علی مردان خاں بختیاری اصفہان پر متسلط ہوا۔ محمد حسین جو قوم قاچار ترک کا افسر تھا وہ استرآباد پر فرمانروائی کرتا تھا اور شاہ رخ افشار سے تخت سلطنت کے لئے کریم خاں زند لڑا۔ آخر کو زند غالب ہا ۱۱۶۳ھ ۱۷۵۰ء سے ۱۱۹۳ھ ۱۷۷۹ء تک وہ کل ایران پر سوا خراسان کے سلطنت کرتا رہا۔ شاہ رخ افشار بھی اگرچہ بوڑھا اور اندھا ہو گیا تھا مگر پھر بھی

سلطنت کی نمود کچھ دکھاتا تھا۔ جب کریم خاں نے رحلت کی تو بارہ برس تک زند کے جانشینوں اور آقا محمد
قاچار کے درمیان جنگ وپیکار کا ہنگامہ برپا رہا۔ آخر کو قاچار غالب ہوا۔ اسی خاندان کے حصہ میں سلطنت آگئی
بالفعل جو شاہ ایران ہے اور طہران اسکی دارالسلطنت ہے وہ چوتھا بادشاہ خاندان قاچار کا ہے۔

باب سیزدہم۔ ماوراءالنہر

۹۷ تیموریہ۔ ۹۸ شیبانیہ۔ ۹۹ خانیہ استراخان۔ ۱۰۰ امنگت۔ ۱۰۱ خان قوقند۔ ۱۰۲ خان خیوہ

۹۷ تیموریہ۔ ۷۷۱ - ۹۰۶ھ - ۱۳۶۹ - ۱۵۰۰ء

چنگیز خاں سے تیمور کچھ قرابت رکھتا تھا۔ اور اُسکے بیٹے چغتائی خاں فرمانروائے ماوراءالنہر کا وزیر کوئی تیمور کے
باپ دادا میں سے تھا۔ تیمور ۷۳۶ھ ۱۳۳۵ء میں پیدا ہوا اور توغا تیمور نے اسکو کش کا حاکم مقرر کیا۔ پھر وہ چغتائی خاں سورغتمش
کا وزیر مقرر ہوا جسکی حکومت کو اُسنے ۷۷۱ھ ۱۳۶۹ء سے پہلے غصب کرلیا گو اسنے خان اور اُسکے جانشین محمود کو برائے
نام سلطنت رکھنے کی ۸۰۰ھ ۱۳۹۷ء میں اجازت دی ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء میں تیمور نے ایران میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری رکھا اور سات
برس میں خراسان۔ جرجان۔ مازندران۔ سجستان۔ آذربائیجان۔ کردستان کو تسخیر کرلیا۔ ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں قبائل
سیراوردا خاں توق تاموش کے حملہ نے تیمور کو گھر کی طرف بلایا۔ اسنے ۷۹۲ھ ۱۳۹۱ء میں ۷۹۷ھ ۱۳۹۵ء میں دو متواتر سخت شکستیں
دیں۔ اس اثنا میں ۱۳۹۳ء میں بغداد کو جالیروں سے لیلیا۔ عراق کو فتح کیا ۱۳۹۷ء میں شمالی ہندوستان داخل ہوا
۸۰۱ھ میں کشمیر اور دہلی کو تاخت وتاراج کیا۔ پھر ایک مہم عظیم مغرب کی طرف کی ۸۰۲ھ ۱۴۰۰ء میں انتولیہ پر حملہ کیا اور
سیواس اور ملطیہ پر قبضہ کیا ۸۰۴ھ ۱۴۰۲ء میں انگورا میں عثمانی ترکوں کو شکست دی اور سلطان بایزید کو قید کرلیا۔ ایشیا
مائی نر کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں قدیمی رئیسوں کو بحال کیا شام کو فتح کیا اور ۸۰۳ھ میں حلب و دمشق پر قبضہ کیا عصر کے
مملوک سلطان نے اطاعت اختیار کی چین کی تسخیر کیلیے سفر کیا کہ اترار میں ۷۰ برس کی عمر میں ۸۰۷ھ میں سفر آخرت
پیش آیا۔ تیمور کی ان فتوح وفیروزی نے ماوراءالنہر کی سلطنت کو دریائے جیحون سے پرے بڑھایا اور اُسکو وہ عظمت و
شان وشوکت وسطوت حاصل ہوئی جو پہلے کبھی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ سمرقند اس سلطنت کا دارالسلطنت بنا جسکی
وسعت عظیم یہ تھی کہ دہلی سے دمشق تک اور بحرارال سے خلیج فارس تک۔ گو بہت سے ملک ماوراءالنہر کی حکومت سے
نکل گئے مگر پھر بھی مدتوں تک اسمیں یہ ملک شامل رہے۔ ایران اور افغانستان کا بڑا حصہ سوا ان اضلاع کے جو دریاء
جیحون سے باہر تھے۔ تیمور کی سلطنت ایسی وسیع ملک پر پھیل گئی تھی کہ کوئی تیمور ہی جیسا فرزانہ یگانہ ہوتا تو اُسکو
سنبھالتا ایران کے چھوٹے چھوٹے خاندان امرا کی کثرت۔ سربدار۔ مظفریہ۔ جالیر بالکل تباہ کردئیے گئے تھے

ترکوں کو اناتولیہ سے نکال دیا تھا۔ اور مغربی ایشیا میں ہندوکش سے لیکر بحر قلزم تک اسکے خوف سے بادشاہ تھراتے تھے خدا نے اس ایک آدمی کو وہ حکومت و سلطنت دی تھی جو کمتر کسی اور کو عطا کی تھی جب ان فتوح عظیمہ کا حاصل کرنیوالا اس دنیا سے رحلت کر گیا تو عثمانلی ترکوں نے۔ جالیروں۔ ترکمانوں نے اپنے اپنے ملکوں پر جو قبضہ اختیار سے باہر ہوگئے تھے پھر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ اولاد تیمور نے ایک سو برس تک شمالی ایران پر قبضہ رکھا مگر وہ اپنے ضعف کے سبب سے خاندان صفویہ کے اقبال کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور جب سولھویں صدی میں چنگیز خاں کے خاندان میں سے شیبان کا خاندان دارالسلطنت تیموریہ کے تخت پر بیٹھا تو تیمور کی اولاد کی سلطنت اتنی رہگئی جسکو خانات بخارا نے مدتوں تک قائم رکھا۔ ادھر تیمور کی خود اولاد میں آپس میں بڑے سخت ہنگامۂ کارزار گرم ہوئے ادہر رقیبوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ غرض شدہ شدہ میں سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوئی۔ ایران میں خاندان دولت صفویہ کا اور ماوراءالنہر میں دولت سامانیہ کا تسلط ہوگیا مگر اس خاندان تیموریہ میں بابر ایسا خوش اقبال لا فرزانہ پیدا ہوا کہ اُسنے ہندوستان میں سلطنت عظیم مغلیہ کی وہ بنیاد ڈالی کہ جسکو صدیوں کے بعد اُنیسویں صدی میں موت آئی۔

۹۰۶-۱۰۰۷ھ - ۹۸ شیبانیہ - ۱۵۰۰- ۱۵۹۹ ء

ماوراءالنہر کے آخر سلطان محمود کے تین بیٹے اس شکستہ حال سلطنت کے لئے آپس میں لڑ رہے تھے کہ ایک اور قوت ایسی پیدا ہوئی کہ جسنے ماوراءالنہر کے تمام شہزادوں کا خاتمہ کر دیا اور طوائف الملوکی کی بجائے ایک زبردست سلطنت قایم کی یہ قوت قوم ازبگ کی تھی جسکا سردار محمد شیبان تھا جو چنگیز خاں کے خاندان کی بڑی لڑنیوالوں میں سے آخر تھا۔ اُن کا گھر سائی بیریا میں تھا۔ جہاں تائی یومین کے زار رہتے تھے جنکا ذکر پہلے ہوا۔ مگر اُنہیں سے ایک بڑا گروہ ازبگ کا محمد شیبان اپنے ہمراہ لیکر ماوراءالنہر میں آگیا اور شاہزادگان تیموریہ کو جو آپسمیں عداوت کے سبب سے لڑ رہے تھے نکالدیا۔ اور قوم ازبگ کی سلطنت قائم کی جو بخارا اور خیوہ کے خانات میں جبتک نہ رہی کہ روسیوں نے اُسکو مطیع کیا جسپر چوتھائی صدی کا عرصہ گذرا ہی۔ ازبک کی سلطنت میں کئی خاندانوں نے سلطنت کی۔ اول شیبانیوں نے سولھویں صدی میں ماوراءالنہر پر حکومت کی اور خوارزم (خیوا) میں اسی خاندان کے خان جو محمد شیبان کے اولاد میں تھے حکومت کرتے رہے۔ دو خراسان کو دولت صفویہ دیکر یہاں آئے تھے۔ دوسرے جانی یا استراخانی فرمانروا تھے جو ماں کیطرف سے محمد شیبان سے رشتہ رکھتے تھے اُنہوں نے سلطنت کی مگر سترھویں اٹھارھویں صدی میں اُنکی سلطنت گھٹتی گئی۔ تیسرا خاندان منگت کا تھا جس نے رشتہ شیبان کے خاندان سے مصاہرت سے پیدا کیا تھا اُسنے بخارا کے خانات کا حق غصب کیا۔ جنکا دم ضیق میں اپنے ہمسایہ خانات قوقند سے آرہا تھا۔ اور بہت سی ریاستیں خودمختار ہوگئی تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ تاشکند۔

یورینیا۔ اور اور جگہ افغانستان کے دُرّانی بھی ستا رہے تھے۔ آخر کار ۱۸۶۸ء میں بخارا خیوا۔ خوقند سب روسیوں کے قبضہ میں آگئے۔ اگرچہ شیبانیوں کا دار السلطنت سمرقند تھا مگر اکثر زیادہ طاقتور اور بعض اوقات خود مختار سلطنت بخارا میں تھی۔ کئی دفعہ امیر بخارا عملاً امیر ماوراء النہر ہو چکا تھا۔

۱۰۰۸ - ۱۲۰۰ھ - ۹۹ جانیہ یا خاندان استراخان - ۱۵۹۹ - ۱۷۸۵ء

جب روسیوں نے استراخان لے لیا۔ سولھویں صدی کے وسط میں اُسکے دو امیر معزول یار محمد اور اُسکا بیٹا جان بخارا میں اسکندر شیبانی پاس جاکر پناہ گیر ہوئے۔ اسکندر نے فوراً اپنی بیٹی جان سے بیاہ دی جس سے باقی محمد پیدا ہوا جب اس کا ماموں عبداللہ دوم کا انتقال ہوا تو اس انتقال کے ایک برس بعد باقی محمد اپنے ماموں کا جانشین ہوا۔ اور اُسکی اولاد نے سترھویں صدی کے آخر زمانہ میں۔ سمرقند۔ بخارا۔ فرغانہ۔ بدخشاں۔ بلخ پر حکومت کی۔ بعض اوقات بیچ میں خود مختار ریاستیں بھی ہوگئیں۔ اب اس خاندان کی سلطنت کا تنزل شروع ہوا۔ اور آخر کو دُرّانیوں نے اُنکے تمام ملک جو بحر جیحون کے اس طرف تھے لے لئے ۱۷۰۰ء کے قریب خوقند (فرغانہ) میں ایک اور خاندان انکا رقیب کھڑا ہوا ۱۷۸۵ء میں قوم منگت نے جانی خاندان کو نکالدیا ہنوز آخر جانی امیر ابو الغازی سے تخت سلطنت نہیں چھینا تھا کہ ساری سلطنت کے اختیار خان منگت کو حاصل ہو گئے تھے

۱۲۰۰ - ۱۲۸۴ھ - ۱۰۰ منگت - ۱۷۸۵ - ۱۸۶۸ء

منگت کے معنی چوڑی ناک یا فراخ بینی والے کے ہیں۔ یہ قوم منگت ہم نسل نوگائی کے تھی سولھویں صدی کے شروع میں انھوں نے اپنے وطن دشت قپچاق کو محمد شیبان کی تقلید کرکے چھوڑا۔ وہ دولت استراخان میں بتدریج ذی جاہ ہوئے۔ اور اٹھارھویں صدی کے آخر نصف میں اُنکے سردار فرمانروایان بخارا کے وزیر ہوئے۔ پھر جنکے وزیر بنے تھے اُنھیں کو معزول کرکے بادشاہ ہوگئے۔ اب اس مملکت میں وہ وسعت نہیں رہی جو شیبانیوں کے عہد میں تھی وہ بہت کم ہوگئی تھی۔ معصوم شاہ نے دُرّانیوں سے اس لئے لڑائیاں کیں کہ دریا جیحون کے اس طرف کی ممالک کو پھر لے لے اسکو چند روزہ کامیابی ہوئی۔ بالفعل جو خان ہے وہ روسیوں کا باجگذار ۱۸۶۸ء سے ہو گیا ہے۔

۹۲ - ۱۲۸۹ھ - خیوا کے خانان - ۱۵۱۵ - ۱۸۷۲ء

خوارزم یعنی خیوا میں کسی زمانہ میں اسکے اپنے خاندان کے بڑے بڑے بادشاہ حکومت کرتے تھے وہ جوجی خان کے خاندان کا جاگیردار تھا۔ اور وہ ماوراء النہر کے خانان سے تیمور کے وقت تک ٹھیک طور سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا اور قبائل سیر دریا سے تعلق رکھتا تھا۔ جب تیمور کے زمانہ کے بعد ملک میں ہل چل پڑی تو محمد شیبانی کے ازبکوں نے خیوا پر اسیطرح قبضہ کیا جس طرح ماوراء النہر پر اور ۱۵۱۵ء میں ازبگوں کی ایک ریاست قایم ہوگئی جسکی ابتدائی

تاریخ معلوم نہیں۔ بخارا کیساتھ برابر لڑائیوں میں کامیابیاں اور ناکامیاں ہوتی رہیں ۱۷۴۰ء میں نادر شاہ نے خیوا کو فتح کرلیا اور ایک برس تک وہاں ایک ایرانی حاکم رہا۔ آخر کو جرنیل کوف مین نے ۱۸۷۳ء میں اسکو روسیوں کی سلطنت کا ایک ضلع بنالیا۔

۱۱۱۲ - ۱۲۹۳ھ - ۱۰۲ خانان خوقند - ۱۷۰۰ - ۱۸۷۶ء

شاہ رخ جو چنگیز خاں کی اولاد میں تھا وہ فرغانہ میں خود مختار رئیس بنگیا ۱۷۰۰ء میں خوقند کی ریاست قائم کی۔ خوقند میں تاشقند شامل ہوگیا۔ یہ سب ۱۸۷۶ء میں روسیوں کے قبضہ میں آگئے۔

باب چہاردہم۔ ہندوستان و افغانستان

(۱۰۳) غزنویہ (۱۰۴) غوری (۱۰۵) سلاطین دہلی (۱۰۶) شاہان بنگال (۱۰۷) شاہان جونپور (۱۰۸) شاہان مالوہ (۱۰۹) شاہان گجرات (۱۱۰) شاہان خاندیس (۱۱۱) دکن کے شاہان (۱۱۲) برار کے عماد شاہی (۱۱۳) احمد آباد کے نظام شاہی (۱۱۴) بیدر کے برید شاہی (۱۱۵) بیجاپور کے عادل شاہی (۱۱۶) گولکنڈہ کے قطب شاہی (۱۱۷) ہندوستان کے شاہنشاہان (۱۱۸) امیران افغانستان۔

ہندوستان و افغانستان

خلفاء عرب سے کبھی ہندوستان کے کسی حصہ عظیم کا تعلق نہیں ہوا جب اہل عرب نے ہرات کو فتح کرلیا تو اُس کے بعد ۴۴ھ/۶۶۴ء میں وہ کابل میں آن دھمکے اور یہاں سے ملتان میں اُترے مگر انھوں نے یہاں مستقل اقامت و حکومت کا ارادہ نہیں کیا۔ جنوب کیطرف سے جو آگے بڑھے تو اُس سے نتائج مستقل پیدا ہوئے۔ اہل اسلام نے اپنی ابتدا ہی میں بحری چھیڑ چھاڑ سمندر میں سندھ کے دہانے تک شروع کردی تھی اور ۹۲ھ/۷۱۱ء میں محمد قاسم نے سندھ کو فتح کرلیا اور ملتان تک قبضہ کرلیا۔ مگر پھر اہل عرب نے یہاں اپنی سلطنت کے وسیع کرنے کا خیال نہیں کیا۔ تقریباً دو سو برس تک اہل عرب نے سندھ پر حکمرانی کی اور یہاں حاکم اپنی طرف سے مقرر کرتے رہے۔

اہل اسلام نے ہندوستان کو ملک سندھ کی راہ سے نہیں فتح کیا بلکہ افغانستان کی راہ سے۔ ہندوکش کے جنوبی کوہستانی ملکوں کو اہل عرب کا اپنی مملکت میں ابتداءً ملانا عارضی اور چندروزہ تھا مگر سجستان کے امیر یعقوب بن لیث صفاریہ نے اول کابل میں اہل اسلام کی مستقل حکومت جمادی دولت صفاریہ کی حکومت کے بعد دولت سمانیہ اپنی طرف سے یہاں حاکم مقرر کرنے لگی خلفاء سمانیہ کی طرف سے ایک صوبہ کا حاکم الپتگین تھا اس نے غزنی (غزنہ) میں ایک خود مختار و آزاد سلطنت دولت اسلامیہ کی قایم کی۔

اسکے بعد غزنی دوسو برس تک دارالسلطنت خاندان غزنویہ کا رہا۔ یہ خاندان بھی سلطنت اسلامیہ میں پایہ بلند رکھتا ہے۔ سلاطین غزنویہ نے ہندوستان پر حملہ کرکے اور لاہور میں اقامت اختیار کرکے درحقیقت ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کی ابتدا کی ہے۔ لاہور میں سلطنت غزنویہ نے محمد بن سام غوری کو ہندوستان میں فتح وظفر کی راہ بتائی اور دہلی میں اسی کے سبب سے وہ سلاطین ہوئے جنھوں نے سارے شمالی ہندوستان میں اپنی حکومت وتسلط کو قائم کرلیا۔ پھر بابر نے ہندوستان پر حملہ کرکے ان تمام جھگڑوں کو مٹادیا جو دہلی کی سلطنت کی بابت آپس میں ہورہے تھے اور جنکے سبب سے حکومت میں ضعف آگیا تھا۔ بعد ازاں بابر کے پوتے اکبر نے کل ہندوستان پر اپنی سلطنت کا نقارہ بجوایا اور سلطنت بڑی شان وشوکت وعظمت کی قایم کی جسکا خاتمہ اس صدی میں ہوا۔

۳۵۱-۵۸۲ھ - ۱۰۳-۱ غزنویہ (افغانستان وپنجاب) ۹۶۲ - ۱۱۸۶ء

سلاطین سامانیہ کو شوق تھا کہ وہ ترکی غلاموں کو اعلیٰ عہدے دینے سے اور صوبوں میں حاکم مقرر کرنے سے بڑے خوش ہوتے تھے چنانچہ سلطان عبدالملک نے اپنے غلام الپتگین کو خراسان میں اپنی سپاہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ لیکن جب عبدالملک نے اس دنیا سے رحلت کی تو الپتگین اپنے منصب عالی سے محروم کیا گیا وہ ناراض ہوکر ۳۵۱ھ میں شہر غزنی میں چلا آیا۔ جو کوہستان سلیمان کے مرکز میں واقع تھا الپتگین کا غلام سبکتگین تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا داماد بھی تھا اُسنے دولت غزنویہ کو قائم کردیا اور اُس نے اپنی سلطنت کو دونوں طرف ہندوستان میں راجپوتوں کو شکست دیکر پشاور میں اپنی حکومت قائم کی اور ایران میں خراسان کو چھین لیا۔ سبکتگین کا بیٹا سلطان محمود تو ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کی تاریخ کا سرتاج ہے۔ اسکے بارہ حملے ہندوستان پر مشہور ہیں۔ تاریخ میں سلطان محمود کا حال مفصل پڑھو گے کہ اُسنے اپنی سلطنت لاہور سے سمرقند اور اصفہان تک قائم کرلی۔ پھر ۵۸۲ھ میں سلطنت غزنویہ غوریوں کے ہاتھ لگی۔

شجرۂ خاندان غزنویہ

نقطہ دار خط غلام اور آقا کے تعلق کو بتاتا ہے

۵۴۳ - ۶۱۲ ھ - ۴ - ۱۰ غوری (افغانستان وہندستان) ۱۱۴۸ - ۱۲۱۵ ء

مدتوں سے غور کا کوہستانی ضلع جو ہرات اور غزنی کے درمیان تھا ایک ریاست خودمختار چلی آتی تھی اور فیروزکوہ اُسکی دارالریاست تھی۔ محمود غزنوی نے ۱۰۱۰ء میں اس ریاست کو جبوقت افغان محمد بن سوری اسمیں حکومت کرتا تھا۔ فتح کرلیا۔ اسی سردار کی اولاد میں سے دولت غزنویہ کیطرف سے فیروزہ کو اور بامیان میں حکمران مقرر ہوتے تھے۔ جب بہرام شاہ غزنوی نے اس خاندان میں سے اپنے داماد قطب الدین محمد کو قتل کروا دیا تو اسکے بھائی سیف الدین سوری حاکم غور نے انتقام لیا اور ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء میں غزنی کو تسخیر کرلیا۔ مگر آیندہ سال میں بہرام شاہ پھر داخل ہوا اور اُس نے سیف الدین کو قتل کر ڈالا مگر اس وحشیانہ قتل نے ایک اور غزنی پر قیامت برپا کی کہ اُسکے بھائی علاؤالدین جہانسوز نے شہر غزنی کو تباہ اور جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ اس شہر کو جلا پھونک کر وہ غور میں آیا۔ کچھ دنوں خراسان میں سلطان سنجر سلجوقی کی قید میں رہا اور ۵۵۶ھ ۱۱۶۱ء میں مرگیا اسوقت بدنظمی پھیلی رہی تھی غز خاں ترکمان افغانستان کو پامال کر رہا تھا اور اُس نے دونوں غزنی والوں اور غوریوں کی حکومت کو اُٹھا دیا تھا غزخان تو یہاں سے ایران کو گیا علاءالدین جہانسوز کے دو بھتیجوں نے دولت غوریہ کو پھر قایم کردیا۔ بڑا انمیں غیاث الدین بن سام تھا اُس نے ۵۶۹ھ ۱۱۷۳ء میں غز سے غزنی لے لیا اور دو برس بعد ہرات کو اپنی مملکت میں شامل کرلیا۔ غرض وہ اپنی زندگی میں اپنے خاندان کی کل مملکت پر بادشاہ رہا اور ۵۹۹ھ ۱۲۰۲ء میں اس جہان سے رخصت ہوا۔ اسکا چھوٹا بھائی شہاب الدین جسکو معز الدین بھی کہتے ہیں جسکا عرف محمد غوری ہے وہ اس مملکت کا بادشاہ ہوا۔ اور اُس نے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اس نے سلجوقیوں سے خراسان کا ایک حصہ چھین لیا اور پھر ہندوستان پر حملوں کا سلسلہ باندھ دیا ۵۷۱ھ میں سندو ملتان کو فتح کرلیا۔ یہاں کے لوگ غزنی حاکموں کی سلطنت کے سبب سے مسلمانوں کی سلطنت سے آشنا ہوگئے۔ خاندان غزنویہ کو محکوم کیا جو بھاگ کر آخر کو ۵۸۳ھ ۱۱۸۶ء میں لاہور میں آئے تھے پھر اُس نے اجمیر کے راجہ پرتھوی ناتھ چوہان سے لڑائی کی۔ مگر ۵۸۷ھ کی لڑائی میں اسکا بڑا نقصان ہوا سال آیندہ میں تھانیسر کے میدان میں اس راجہ کو شکست فاش دی اس میں راجہ پرتھی راج اور ۱۵۰ راجہ جو ہندوستان کی حفاظت کیلئے جمع ہوئے تھے مارے گئے۔ اس فتح نے سارے شمالی ہندوستان کو مسلمانوں کا محکوم بنا دیا ۱۱۹۴ء میں قنوج فتح ہوا۔ اور محمد غوری کے سپہ سالاروں نے گوالیار۔ بندیلکھنڈ۔ بہار۔ بنگال۔ بعد ایکدوسرے کے فتح کرلئے۔ اول دفعہ تھی کہ کل ہندوستان مسلمانوں کا کم وبیش مطیع ہوگیا۔

جبتک محمد غوری کا بھائی غیاث الدین زندہ رہا وہ اسکا نائب وفادار اور خیرخواہ رہا ۵۹۹ھ ۱۲۰۲ء میں اسنے انتقال کیا

تو اسکا جانشین ہوا اول کام اسکا یہ تھا کہ وہ خوارزم شاہ سے اپنی سلطنت کو بچائے۔ خوارزم شاہ نے ایران کو فتح کر لیا تھا اور افغانستان کی طرف وہ بزور دخل کرتا ہوا چلا آتا تھا۔ اسکی حملہ آوری میں محمد غوری کو ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء میں گھکروں نے قتل کر ڈالا پھر اُسکے خاندان میں بہت دنوں تک سلطنت نہیں باقی رہی۔ اسکا بھتیجا محمود اس سلطنت عظیم میں کہ چچا نے پیدا کی تھی سلطان ہوا۔ ترکی غلام جو محمد غوری کی سلطنت میں سپہ سالار تھے وہ خود مختار اور آزاد ہو گئے۔ غلام بادشاہوں میں اول سلمان بادشاہ ہندوستان کا قطب الدین ایبک دہلی میں ہوا۔ سندھ میں ناصر الدین قباجہ حکومت کرنے لگا غزنی میں یلدوز خاں سلطنت کرتا تھا جو غوریوں کے برائے نام سلطان فیروزہ کوہ میں ہوتے تھے وہ فقط مغربی افغانستان میں غور اور ہرات پر حکومت کرتے تھے کچھ حصہ خراسان کا بھی اُنکے پاس تھا۔ ۶۱۲ھ ۱۲۱۵ء میں خوارزم شاہ نے ان بلاد سے بھی غوریوں کو نکالدیا۔ مدتوں کے بعد اس خاندان نے اپنی موروثی سلطنت کا کچھ حصہ پھر لے لیا۔ ہرات کے شاہزادہ کرت اپنے تئیں سلطان محمود غوری کی اولاد سے بتاتے ہیں۔
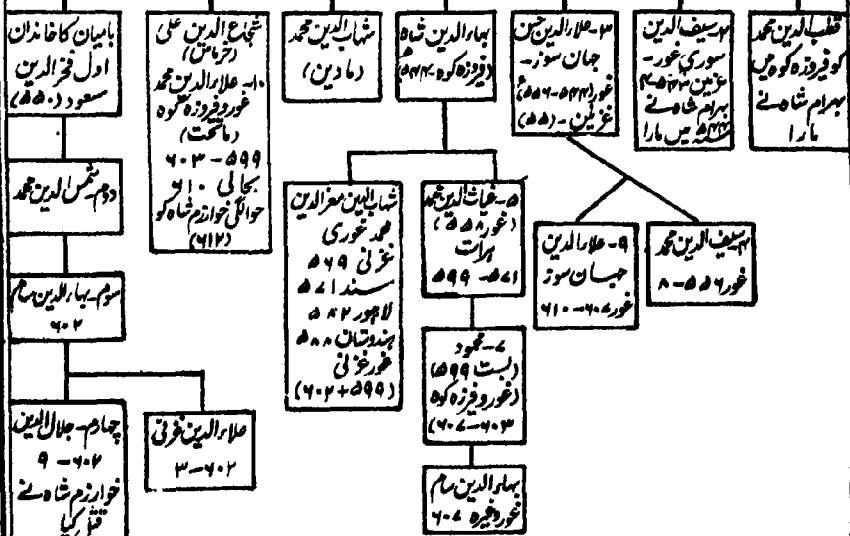
۶۰۲ – ۹۶۲ھ – ۱۰۵ سلاطین دہلی ہندوستان – ۱۲۰۶ – ۱۵۰۴ء

چونکہ تمام سلاطین کا حال مفصل تاریخ میں بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں فقط بادشاہوں کے نام اور اُن کی تخت نشینی کے سنہ لکھے ہیں

(الف) غلام بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۶۰۲	قطب الدین ایبک	۱۲۰۶
۶۰۷	آرام شاہ	۱۲۱۰
۶۰۷	شمس الدین التمش	۱۲۱۰
۶۳۳	رکن الدین فیروز شاہ اول	۱۲۳۵
۶۳۴	رضیہ بیگم	۱۲۳۶
۶۳۷	معز الدین بہرام شاہ	۱۲۳۹
۶۳۹	علاء الدین مسعود شاہ	۱۲۴۱
۶۴۴	ناصر الدین محمود شاہ	۱۲۴۶
۶۶۴	غیاث الدین بلبن	۱۲۶۵
۶۸۶	معز الدین کیقباد	۱۲۸۷
	(ب) خلجی بادشاہ	
۶۸۹	جلال الدین فیروز شاہ دوم	۱۲۹۰
۶۹۵	رکن الدین ابراہیم شاہ	۱۲۹۵
۷۱۵	علاء الدین محمد شاہ	۱۲۹۵
۷۱۵	شہاب الدین عمر بادشاہ	۱۳۱۵
۷۱۶	قطب الدین مبارک شاہ	۱۳۱۶
۷۲۰	ناصر الدین خسرو شاہ	۱۳۲۰
	(ت) تغلق بادشاہ	
۷۲۰	غیاث الدین تغلق شاہ	۱۳۲۰
۷۲۵	محمد دوم بن تغلق	۱۳۲۴
۷۵۲	فیروز شاہ سوم	۱۳۵۱

سنہ ھ	نام بادشاہ	سنہ ع
۷۹۰	تغلق شاہ دوم	۱۳۸۸
۷۹۱	ابوبکر شاہ	۱۳۸۸
۷۹۲	محمد شاہ سوم	۱۳۸۹
۷۹۵	سکندر شاہ اول	۱۳۹۲
۷۹۵	محمود شاہ دوم	۱۳۹۲
۷۹۷	نصرت شاہ (وقفہ)	۱۳۹۴
۸۰۲	محمود ثانی۔ بحال ہوا	۱۳۹۹
۸۱۵	دولت خاں لودی	۱۴۱۲
	(ث) سید بادشاہ	
۸۱۷	خضر خاں	۱۴۱۴
۸۲۴	معز الدین مبارک شاہ دوم	۱۴۲۱
۸۳۷	محمد شاہ چہارم	۱۴۳۳
۸۴۷	عالم شاہ	۱۴۴۳
	(ج) لودی بادشاہ	
۸۵۵	بہلول لودی	۱۴۵۱
۸۹۴	سکندر شاہ دوم بہلول	۱۴۸۸
۹۲۳	ابراہیم بن سکندر	۱۵۱۷
۹۳۰	حملہ بابر	۱۵۲۶
	(ح) افغان بادشاہ	
۹۴۶	شیر شاہ	۱۵۳۹
۹۵۲	اسلام شاہ	۱۵۴۵
۹۶۰	عادل شاہ محمد	۱۵۵۲
۹۶۱	ابراہیم سور	۱۵۵۳
۹۶۲	سکندر شاہ سور	۱۵۵۴

۱- غلام بادشاہ
۱ قطب الدین ایبک غلام محمد غوری
۲- آرام شاہ
دختر
۳- التمش
۴- فیروز شاہ اول
۵- رضیہ بیگم
محمود بنگال
۶- بہرام
۸- محمود اول
دختر
۹- بلبن
۷- مسعود اول
خاندان بلبن
بغراخان - بنگال
فیروز شاہ بنگال
کیکاؤس بنگال
۱۰- کیقباد
بغراشاہ مغربی بنگال
بہادر شاہ مشرقی بنگال
ناصر الدین لکھنوتی
قتلو خاں
حاتم خاں بہار

ہندوستان
ب ۔ شاہان خلجی
۱۱۔ فیروز شاہ
نامعلوم
۱۲۔ ابراہیم اول
۱۳۔ محمد اول
۱۴۔ عمر
۱۵۔ مبارک اول
۱۶۔ خسرو شاہ
ت ۔ شاہان تغلق
۱۷۔ تغلق اول
سپہ سالار پنجاب
۱۸۔ محمد جونا
۱۹۔ فیروز شاہ سوم
محمود
فتح خاں
۲۱ ظفر خاں
۲۲۔ محمد خاں سوم
۲۰۔ تغلق دوم
۲۵۔ نصرت
۲۳۔ سکندر اول
۲۴۔ محمود دوم
ث ۔ شاہان سید
۲۷۔ خضر
۲۷۔ مبارک شاہ دوم
فرید
۱۹۔ محمد چہارم
۳۰۔ شاہ عالم

افغان بادشاہ

- ۳۴-شیر شاہ
  - ۳۵-اسلام شاہ
- نامعلوم
  - ۳۶-محمد عادل شاہ
    - شیر خاں
- غازی خاں سُور
  - ۳۷-ابراہیم سوم سُور
    - فیروز
- ۳۸-سکندر سوم

ہندوستان کے صوبوں میں جنھوں نے بادشاہی کی

محمد تغلق کی سلطنت میں سارا ہندوستان داخل تھا۔ بنگالہ اور اضلاع دکن بھی اسمیں شامل تھی۔ اسکی موت سے پہلے دُور کے اضلاع نے خود مختاری اختیار کی تھی اور پندرھویں صدی کا آغاز ہی تھا کہ اسکی مملکت کا بڑا حصہ سوا ہندو راجاؤں کے سات مسلمانی خاندانوں کے تصرف میں تھا۔

سنہ ھ			سنہ ع
۵۹۹ — ۹۸۴	۱	حکام اور بادشاہ بنگال	۱۲۰۲ — ۱۵۷۶
۷۹۶ — ۹۰۵	۲	جونپور کے شاہان شرقی	۱۳۹۴ — ۱۵۰۰
۸۰۴ — ۹۳۷	۳	شاہان مالوہ	۱۴۰۱ — ۱۵۳۰
۷۹۹ — ۹۸۰	۴	شاہان گجرات	۱۳۹۶ — ۱۵۷۲
۷۳۵ — ۹۹۵	۵	شاہان کشمیر	۱۳۳۴ — ۱۵۸۷
۸۰۱ — ۱۰۰۸	۶	خاندیس کے شاہان فاروقی	۱۳۹۹ — ۱۵۹۹
۷۴۸ — ۹۳۳	۷	گلبرگہ کے شاہان بہمینہ	۱۳۴۷ — ۱۵۲۶

جب شاہان بہمینہ کا زوال آیا تو اُن کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس طرح تقسیم ہوئی

سنہ ھ			سنہ ع
۸۹۰ — ۹۸۰	۸	عماد شاہیہ برار	۱۴۸۴ — ۱۵۷۲
۸۹۶ — ۱۰۰۴	۹	نظام شاہیہ احمد نگر	۱۴۹۰ — ۱۵۹۵
۸۹۰ — ۱۰۱۸	۱۰	برید شاہیہ بیدر	۱۴۹۲ — ۱۶۰۹
۸۹۵ — ۱۰۹۷	۱۱	عادل شاہیہ بیجاپور	۱۴۸۹ — ۱۶۸۶
۹۱۸ — ۱۰۹۸	۱۲	قطب شاہیہ گولکنڈہ	۱۵۱۲ — ۱۶۸۷

اکبر نے دکن میں ہندو راجاؤں کی ملک کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ اورنگ زیب نے ان مسلمانوں کی مملکتوں کو اپنی سلطنت میں داخل کرلیا۔

۵۹۹ - ۹۸۴ھ - ۱۰۶ بنگال کے حاکم اور بادشاہ - ۱۲۰۲ - ۱۵۷۶ء

بنگال کا اول فتح کرنیوالا اختیار تھا۔ اسوقت جو صوبہ بنگال ہے زیادہ تر اسکا ایک حصہ اس نے اپنی دار السلطنت لکھنوتی کے گرد فتح کیا تھا۔ تیرھویں صدی کے پہلے حصہ میں ستارگاؤں (ستگاؤں) کو مسلمانوں نے اپنے حاکموں کے رہنے کیلئے دار الخلافت مقرر کیا۔ فیروز آباد (پنڈوہ) تین صوبوں کا دار الحکومت سنہ ۸۵۰ھ/۱۴۴۶ تک رہا۔ اسکے بعد پھر دار الحکومت لکھنوتی میں منتقل ہوا جسکا نام پہلے پہل گور مشہور ہوا اور سنہ ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ تک دار الحکومت رہا۔ پھر اسکے بعد ٹانڈہ دار الحکومت مقرر ہوا۔ بعض اوقات بنگال کے حاکموں کے ماتحت بہار رہتا تھا اور کبھی کبھی چٹاگاؤں (چٹ گام) اور اوڑیسہ بھی اُنکے زیر فرمان رہتے تھے۔ جب شاہان دہلی کی قوت و قدرت میں ضعف آتا تو حاکمان بنگالہ خودمختاری اختیار کرتے اور بعض حاکموں کے خاندان بادشاہی حاصل کرلیتے۔ بنگال میں یہی حال سنہ ۹۴۲ھ میں تھا مگر جب سنہ ۹۴۶ھ/۱۵۳۹ میں شیر شاہ نے شکست دی تو پھر حاکم مقرر ہونے شروع ہوئے اور سنہ ۹۶۲ھ میں پھر وہ آزاد خودمختار ہوکر بادشاہ بن بیٹھے۔ شہنشاہ اکبر نے بہار کو سنہ ۹۸۲ھ میں فتح کیا اور سنہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ سے سلاطین مغلیہ کا تسلط پورا ہوگیا۔

۱- حاکمان بنگالہ

نام	سنہ	نام	سنہ
محمد بختیار خاں خلجی	۵۹۹/۱۲۰۲	عزیز الدین طغرل توغان خاں	۶۳۱/۱۲۳۳
عزیز الدین محمد شیران	۶۰۲/۱۲۰۵	قمر الدین تمر خاں قران	۶۴۲/۱۲۴۴
علاء الدین مردان	۶۰۵/۱۲۰۸	اختیار الدین (معیث الدین) یوسبک	۶۴۴/۱۲۴۶
غیاث الدین عوض	۶۰۸/۱۲۱۱	جلال الدین مسعود ملک جانی	۶۵۶/۱۲۵۸
ناصر الدین محمود	۶۲۴/۱۲۲۶	عز الدین بلبن	۶۵۷/۱۲۵۸
علاء الدین جانی	۶۲۷/۱۲۲۹	محمد ارسلان تاتار خاں	۶۵۹/۱۲۶۰
سیف الدین ایبک	۶۲۷/۱۲۲۹	شیر خاں	
امین خاں		یہ چھ حاکم سلطان بلبن دہلی کے خاندان کے ہیں	
مغیث الدین تغلق طغرل	۶۷۷/۱۲۷۸	ناصر الدین	۶-۷۲۳ / ۵-۱۳۲۳
ناصر الدین بغرا خاں	۶۸۱/۱۲۸۲	بہادر بہرام کے ساتھ ہوا	۳-۷۲۵ / ۳۰-۱۳۲۴
رکن الدین کے کاؤس	۶۹۱/۱۲۹۱	مشرقی بنگال	
شمس الدین فیروز شاہ	۷۰۲/۱۳۰۲	بہرام شاہ تنہا	۹-۷۳۱ / ۸-۱۳۳۰
شہاب الدین بغرا شاہ مغربی بنگال	۷۱۸/۱۳۱۸	قدر خاں لکھنوتی	۴۰-۷۲۶ / ۳۹-۱۳۲۵
غیاث الدین بہادر مشرقی بنگال	۷۱۰/۱۳۱۰	عز الدین اعظم الملک ست گاؤں	۴۰-۷۲۴ / ۳۹-۱۳۲۳
تمام بنگال	۷۱۹/۱۳۱۹		

سنہ ھ		سنہ ع
۷۳۹–۹۸۲ھ	ب شاہان بنگال	۱۳۳۸–۱۵۷۶
۷۳۹–۵۰	فخرالدین مبارک شاہ مشرقی بنگال	۱۳۳۸–۴۹
۷۵۰–۵۳	اختیارالدین غازی شاہ مشرقی بنگال	۱۳۴۹–۵۲
۷۴۰–۴۶	علاءالدین علی شاہ مغربی بنگال	۱۳۳۹–۴۵
	(خاندان الیاس)	
۷۴۰–۴۶	شمس الدین الیاس شاہ (مغربی بنگال)	۱۳۳۹–۴۵
۷۴۶	،، ،،	۱۳۴۵
۷۵۳–۹	شمس الدین الیاس شاہ تمام بنگال	۱۳۵۲–۸۹
۷۵۹–۹۲	سکندر شاہ اول بن الیاس	
۷۹۲	غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر نے سرکشی کی اور سلطنت کی	۱۳۸۹
۷۹۹	سیف الدین حمزہ شاہ بن اعظم	۱۳۹۶
۸۰۹	شمس الدین احمد شاہ بن محمد	۱۴۳۱
	(راجہ کنس کا خاندان)	
۸۱۲	شہاب الدین بایزید شاہ (راجہ کنس کے ساتھ)	۱۴۰۹
۸۱۷	جلال الدین محمد شاہ بن راجہ کنس	۱۴۱۴
۸۳۵	شمس الدین احمد شاہ بن محمد شاہ	۱۴۳۱
	(خاندان الیاس پھر بحال ہوا)	
۸۴۶	نصیر الدین محمد شاہ	۱۴۴۲
۸۶۴	رکن الدین باربک شاہ	۱۴۵۹
۸۷۹	شمس الدین یوسف شاہ بن باربک	۱۴۷۴
۸۸۶	سکندر شاہ دوم بن یوسف	۱۴۸۱
۸۸۶	جلال الدین فتح شاہ بن محمود اول	۱۴۸۱
	(شاہان حبشی)	

سنہ ھ		سنہ ع
۸۹۲	سلطان شہزاد باربک	۱۴۸۶
۸۹۲	سیف الدین فیروز شاہ	۱۴۸۶
۸۹۵	ناصر الدین محمد شاہ دوم بن فتح شاہ خاندان الیاس	۱۴۸۹
۸۹۶	شمس الدین ابونصر مظفر شاہ	۱۴۹۰
	(خاندان حسین شاہ)	
۸۹۹	علاء الدین حسین شاہ	۱۴۹۳
۹۲۵	ناصر الدین نصرت شاہ بن حسین	۱۵۱۸
۹۳۹	علاء الدین فیروز شاہ دوم بن نصرت	۱۵۳۲
۹۳۹	غیاث الدین محمد شاہ سوم بن حسین کچھ حصّہ پر فرمانروا	۱۵۳۲–۱۵۴۲
۹۴۴	ہمایوں کی فتح	۱۵۳۷
	(خاندان محمد افغان سُور)	
۹۶۰	شمس الدین محمد۔ غازی شاہ پور	۱۵۵۲
۹۶۲	بہادر شاہ (خضر) محمد غازی شاہ سُور	۱۵۵۴
۹۶۸	غیاث الدین جلال شاہ بن محمد غازی خاں سُور	۱۵۶۰
۹۷۱	اوپر کے بادشاہ کا بیٹا	۱۵۶۳
	خاندان سلیمان قرارانی (کرانی)	
۹۷۱	سلیمان خاں قرارانی (بہار و بنگال)	۱۵۶۳
۹۸۰	بایزید شاہ بن سلیمان	۱۵۷۲
۹۸۰	داؤد شاہ بن سلیمان	۱۵۷۲
۹۸۴	شاہان مغلیہ	۱۵۷۶
۷۹۶۔۹۰۵	مشرقی شاہان (جونپور)	۱۳۹۴–۱۵۰۰

شاہان شرقی

تغلق کے گھرانے میں سلطان محمود کا وزیر خواجہ جہان تھا۔ وہ اپنے بادشاہ صغیرسن کو چھوڑ کر جونپور میں چلا آیا۔ اور یہاں جدا اپنی خودمختار سلطنت قایم کی۔ اُسنے اور اُسکے جانشینوں نے بہار۔ اودھ۔ قنوج۔ بہرایچ اور کچھ دور ملک پر خوب سلطنت کی۔ انکی عمدہ یادگاریں اس امر کی شہادت دیتی ہیں اور شاہان دہلی سے جو اُن کے آقا ہیں خوب لڑائیاں لڑے۔ شاہان دہلی اور شاہان مالوہ نے دو دفعہ انکا محاصرہ کیا ۱۴۷۶ء میں اور بعض کے نزدیک ۱۴۹۳ء میں سکندر بن بہلول نے جونپور کو فتح کرکے دہلی میں شامل کرلیا۔ مگر حسین شاہ مخروج کے جو وابستہ تھے انھوں نے کئی برسوں تک پھر اُسکے آزاد کرکے بحال کرنے میں کوشش کی۔

سنہ		سنہ ع
۷۹۶	خواجہ جہان	۱۳۹۴
۸۰۲	مبارک شاہ	۱۳۹۹
۸۰۳	شمس الدین ابراہیم شاہ مشرقی بن مبارک شاہ	۱۴۰۰
۸۴۴	محمود شاہ بن ابراہیم شاہ	۱۴۴۰
۸۶۱	محمود شاہ بشراکت اپنے باپ محمود	۱۴۵۸
	بنگال کو بھاگا ۸۸۱ میں مرگیا	بعد ازاں سلاطین دہلی کی سلطنت شروع ہوئی

۸۰۴ — ۹۳۷ شاہان مالوہ ۱۴۰۱ — ۱۵۳۰

مالوہ راجپوتوں کی قدیمی سلطنت تھی اس نے مسلمانوں کے حملوں کا بہت دنوں تک مقابلہ کیا۔ یہاں کے راجپوتوں کا خاندان بڑا مشہور اور نامور تھا اور انکا دارالسلطنت اُجین تھا جو ہندوستان میں علم و فضل و ہنر میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا تین سو برس تک لڑتے رہے مگر آخر کو سلطان بلبن نے اُسے فتح کرلیا۔ اُس کی قدیمی حدود یہ تھیں جنوب میں دریاے نربدا۔ شمال میں دریاے چنبل اور مغرب و مشرق میں گجرات اور بندیلکھنڈ۔ شاہان خلجی کے عہد میں اس میں ہوشنگ آباد۔ اجمیر۔ رنتھنبور اور ایلچپور بھی داخل تھے اور کبھی کبھی وہ چیتوڑ سے بھی زبردستی خراج لیتا تھا۔ اس میں مسلمانوں کی دارالسلطنت پانڈو تھی جسکی بنیاد ہوشنگ غوری نے رکھی تھی۔ وہ ایک مرتفع زمین پر واقع ہے اور پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسمیں محل اور مساجد بڑی رفیع الشان اور عظیم البنیان بنی ہوئے ہیں اس پر دو مسلمانوں کے خاندانوں نے سلطنت کی ہر ایک خاندان کا بانی اول دلاور خاں تھا جسکو دہلی کے بادشاہ نے وہاں حاکم مقرر کیا تھا۔ اس خاندان میں فقط اُس نے اور اُسکے بیٹے اور پوتے نے سلطنت کی

دوسری خاندان کا بانی اول محمود خلجی تھا جو دلاور خاں کے پوتے کا وزیر تھا۔ اس خاندان کا جب زوال آگیا کہ ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں ہمسایہ میں شاہ گجرات نے مالوہ اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اسکے ساتھ مالوہ کے حاکم ہمیشہ لڑائیاں لڑتے رہے۔ خلجیوں کی قوم جنگجو تھی اور وہ مالوہ کے ہتیاروں کو شمال میں دہلی کے دروازہ تک لے گئی تھی اور جنوب میں بیدر تک۔ چتوڑ اور چندیری کے راجپوتوں سے ہمیشہ انکا عناد وفساد رہا۔

سنہ ء	دوم خلجی	سنہ ھ	سنہ ء	اول غوری	سنہ ھ
۱۴۳۵	محمود شاہ اول خلجی	۸۲۹			
۱۴۷۵	غیاث شاہ بن محمود	۸۸۰			
۱۵۰۰	ناصر شاہ بن غیاث	۹۰۶	۱۴۰۱	دلاور خاں غوری	۸۰۴
۱۵۱۰	محمود دوم بن ناصر	۹۱۶	۱۴۰۵	ہوشنگ کرامت خاں بن دلاور خاں	۸۰۸
۱۵۳۰	شاہان گجرات	۹۳۷	۱۴۳۴	محمد غزنی خاں بن ہوشنگ	۸۳۸

شاہان کشمیر

عالم کے مشہور ملکوں میں کشمیر بھی ہے اس کا مفصل حال ہماری تاریخ میں آئیگا۔ شاہان کشمیر کے خاندان کا بانی و اول شاہ مرزا کشمیر کے راجہ کا وزیر تھا اُس نے اپنے تئیں بادشاہ بنایا اور اپنا خطاب شمس الدین رکھا اور سکہ اور خطبہ اپنے نام جاری کرایا اسکے بعد اسکا بیٹا شاہ جمشید تخت نشین ہوا۔

شمس الدین
شاہ جمشید
سلطان علاؤالدین
سلطان شہاب الدین شیر اسالک
سلطان قطب الدین ہندال۔
سکندر بت شکن
علی شاہ
سلطان زین العابدین

شاہ حیدر حاجی خاں
شاہ حسن
محمد شاہ
فتح شاہ
ابراہیم شاہ
نازک شاہ
شمس الدین بن محمد شاہ
اسمٰعیل شاہ

ان بادشاہوں کے سنہ جلوس اچھی طرح معلوم نہیں:
حبیب شاہ — غازی شاہ
حسین شاہ — علی شاہ
یوسف شاہ — سلطنت مغلیہ

۷۹۹ — ۹۸۰ھ — ۱۰۹ شاہان گجرات — ۱۳۹۶ — ۱۵۷۲ء

گجرات ایسی ایک قلب دشوار گذار بلاد تھی کہ وہ مسلمانوں کے حملوں سے مدت تک بچی رہی۔ صحراؤں اور پہاڑوں سے جو اردلی اور بندھیاچل کو ملاتے ہیں ان سے وہ گھری ہوئی تھی کہ اسپر حملہ کرنا سوا سمندر کی طرف کے دشوار تھا۔

تیرھویں صدی کے آخر میں سلطان علاء الدین نے اس کو فتح کر کے مسلمانوں کی سلطنت کا ایک صوبہ بنایا۔ چودھویں صدی کے آخر میں پھر وہ خود مختار ہوگئی مگر اسکے فرمانروا بجائے ہندوؤں کے مسلمان تھے۔ ظفرخاں پہلے راجپوت تھا پھر مسلمان ہوگیا وہ ۷۹۴ھ میں گجرات کا حاکم مقرر ہوا وہ ۷۹۹ھ ۱۳۹۶ء میں خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ اس کو چاروں طرف سے رجپوت راجاؤں اور وحشی اقوام بھیل نے گھیر رکھا تھا یہ دونوں اس کے دشمن تھے۔ اسکے پاس فقط پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ایک چھوٹی سی سرزمین تھی زیادہ تر اسمیں ساحل بحر سورت تک تھا۔ اس نے ایدر اور دیو کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی جھالور پاٹن و تاراج کی اور ۱۴۲۱ء میں کچھ مدت کیلئے مالوہ پر تسلط کیا اسکا قایم مقام احمد شاہ اوّل ہوا اس نے احمد آباد کو آباد کیا جو اس خاندان کا دارالسلطنت ہوا اور سلاطین مغلیہ کے صوبہ کا صدر مقام۔ اب بھی وہ نہایت عمدہ شہر ہے محمود شاہ اول نے مالوہ اور خاندیس سے اپنے خاندان کی طرف سے لڑائیاں لڑا اور جوناگڈھ کے قلعے کو کاٹھیاواڑ میں اور چمپانیر کو اپنی سلطنت میں ضم کیا اور ایک بڑا بیڑا اپنے جزائر کے بحری قزاقوں کو ٹھیک بنایا اور پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ بہادر شاہ نے مالوہ کو فتح کرلیا اور پرتگیزوں کو اجازت دیدی کہ وہ دیو میں اپنی کوٹھی بنالیں۔ پرتگیزوں ہی کے ہاتھوں سے اسکی موت آئی۔ اس سلطنت کا زوال اس طرح آیا کہ انکی سلطنت میں باہم نفاق ہوا اور بادشاہ انکے ہاتھ میں کاٹھ کی پتلی بنگئے آخرکار سنہ ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں شہنشاہ اکبر نے گجرات کو فتح کر کے اس میں امن امان قائم کر دیا۔

سنہ ھ		سنہ ء	سنہ ھ		سنہ ء
۷۹۹	ظفرخاں مظفرشاہ اول	۱۳۹۶	۹۳۲	ناصرخاں محمود دوم	۱۵۲۵
۸۱۴	احمد شاہ اول	۱۴۱۱	۹۳۲	بہادرشاہ	۱۵۲۶
۸۴۶	محمد شاہ	۱۴۴۳	۹۴۳	میراں محمد شاہ فاروقی (خاندیس)	۱۵۳۶
۸۵۵	قطب الدین	۱۴۵۱	۹۴۴	محمود شاہ سوم	۱۵۳۷
۸۶۳	داؤد شاہ	۱۴۵۸	۹۶۱	احمد شاہ دوم	۱۵۵۳
۸۶۳	محمد شاہ اول بیگر	۱۴۵۸	۹۶۹	جلیب مظفرشاہ سوم	۱۵۶۱
۹۱۷	مظفرشاہ دوم	۱۵۱۱	۹۸۰	سلاطین مغلیہ	۱۵۷۲
۹۳۲	سکندرشاہ	۱۵۲۵			

(شجرہ الصفحہ ۱۵۶)

شاہان گجرات

- اول مظفر شاہ اول
  - تاتار خاں
    - ۲ احمد شاہ اول
      - ۳ محمد شاہ اول
        - ۴ قطب الدین
        - ۶ محمود شاہ اول
          - ۷ مظفر شاہ دوم
            - ۸ سکندر
            - ۹ محمود شاہ دوم
            - ۱۰ بہادر شاہ
            - لطیف خاں
              - ۱۲ محمود شاہ سوم
                - ۱۳ مظفر شاہ سوم
            - دختر = عادل شاہ خاندیس
              - ۱۱ میران محمد شاہ
      - ۵ داؤد شاہ
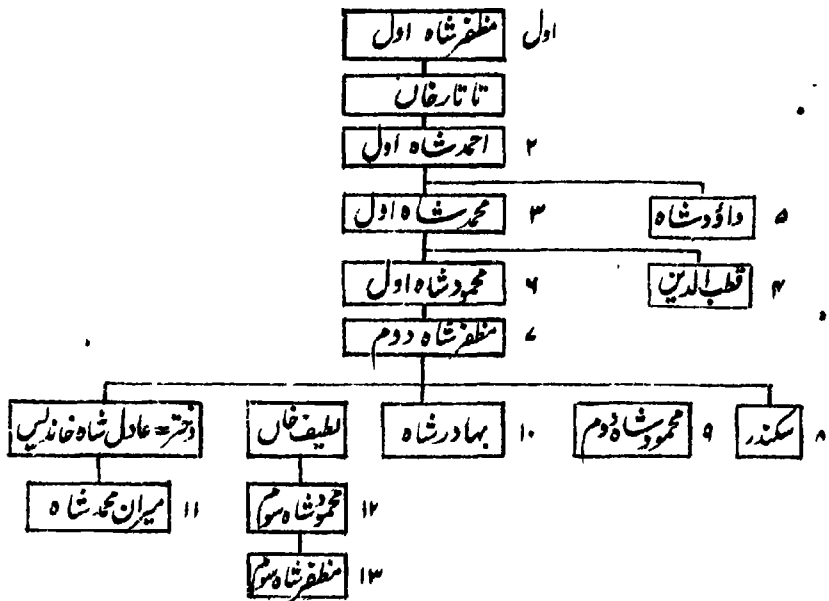
شاہان خاندیس - ۱۳۹۹ - ۱۵۹۹ء ۸۰۱ - ۱۰۰۸ھ

خاندیس میں اول مسلمان حاکم ناصر خاں تھا جس نے شاہان دہلی سے اپنا تعلق چھوڑا اور خود مختار آزاد فرمانروا بنا اور اپنے تئیں فاروقی یعنی حضرت عمر کی اولاد میں بنایا۔ شاہان گجرات سے رشتہ مصاہرت کیا تھا۔ خاندیس جس میں وادی زیرین تاپتی بھی داخل ہے اور گجرات کی سلطنت کے درمیان ایک جنگل کا حلقہ حد فاصل تھا۔ قلعہ اسیر گڈھ کے پاس برہانپور کو آباد کر کے دار السلطنت اس نے بنایا۔ شہنشاہ اکبر نے ۱۵۶۲ء برہانپور فتح کر لیا۔ اور یہاں کے بادشاہ کو باجگزار بنایا۔ مگر ۱۵۹۹ء میں قلعہ اسیر گڈھ فتح ہوا ہے تو خاندیس پوری سے سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا ہے اسیر گڈھ چھ مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا ہے

سنہ ھ		سنہ ء	سنہ ھ		سنہ ء
۷۷۲	ملک رجا	۱۳۷۰	۹۴۲	میراں مبارک دوم	۱۵۳۵
۸۰۱	ناصر خاں	۱۳۹۹	۹۷۴	میراں محمد دوم	۱۵۶۶
۸۴۱	میراں عادل خان اول	۱۴۳۷	۹۸۴	علی خاں	۱۵۷۶
۸۴۴	میراں مبارک اول	۱۴۴۱	۱۰۰۵	بہادر شاہ	۱۵۹۶
۸۶۱	عادل خاں دوم	۱۴۵۷	۱۰۰۸	سلاطین مغلیہ	۱۵۹۹
۹۰۹	داؤد خاں	۱۵۰۳			
۹۱۶	عادل خاں سوم	۱۵۱۰			
۹۲۶	میراں محمد شاہ اول	۱۵۲۰			

دکن

۷۴۵ - ۹۳۳ ھ - شاہان بہمنیہ - ۱۳۴۷ - ۱۵۲۶ء

شاہان گلبرگہ وغیرہ

دکن کا کچھ حصہ سلطان علاءالدین دہلی نے فتح کیا تھا ۱۲۹۴ء میں اُس نے دیوگیری اور ایلچپور کو فتح کرکے ایک صوبہ کوہستان ست پڑا کے جنوب میں بنایا تھا۔ محمد بن تغلق نے اس دکنی صوبہ کو زیادہ وسعت دی ۱۳۲۲ء میں تلنگانہ پر حملہ کیا اور کچھ دنوں دیوگیری کا نام دولت آباد رکھکر اپنی سلطنت کا دارالسلطنت بنایا اسکی سلطنت میں بہت سی بغاوتیں و فساد برپا ہوئے تو سب سے اوّل یہ صوبہ دکن آزاد ہوا ۱۳۴۷ء سے تقریباً دوسو برس تک شاہان بہمنیہ گلبرگہ - ورنگل - بیدر نے دریا کشنا سے اوپر نصف شمالی دکن پر اپنا تسلط رکھا - بانی اس خاندان کا حسن گانگوی تھا جو دہلی کے ایک برہمن کا ملازم تھا - سلاطین تغلق کے عہد میں وہ بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ پر پہنچا اور اُسکو ظفرخاں کا خطاب ملا - جب دکن میں محمد بن تغلق کے عہد میں بغاوت برپا ہوئی تو باغیوں کا سرغنہ حسن تھا - جسنے بادشاہی سپاہ کو دکن سے بالکل خارج کردیا - اور گلبرگہ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور اپنا لقب علاءالدین حسن گانگوئی بہمنی رکھا - اسکی سلطنت شمال میں برار کیطرف اور مشرق میں تلنگانہ میں بڑھی اور جنوبی مغربی حدیں اسکی دریا کشنا اور سمندر قایم ہوئیں - اسمیں زیادہ تر نظام حیدرآباد کا ملک اور احاطہ بمبئی کا ملک جو سورت کے جنوب میں شامل تھا - سوا اسکے تلنگانہ اور بیجے نگر کے راجاؤں سے بزور شمشیر خراج لیتا تھا - علاءالدین احمد دوم نے کون کان کو تسخیر کیا - اور ہمسایہ کے شاہان خاندیس اور گجرات کو شکستیں دیں ۱۴۷۱ء میں محمد شاہ دوم نے اُڑلیسہ پر لشکر کشی کی اور کنجی درم کو لیلیا اور جنوب میں راجہ بیلگاؤں سے لڑا - غرض شاہان بہمنیہ کی حکومت سمندر سے سمندر تک میسور کے جنوب میں تھی - جب سلطنت میں ملک بڑھا تو اُس کی ضرورت ہوئی کہ وہ صوبوں میں تقسیم ہوا اور ان صوبوں کی تقسیم نے اس وسیع سلطنت کو ٹکڑے کردئے اور ہر ٹکڑے میں ایک جدا خودمختار فرمانروا بن بیٹھا - یوسف عادل شاہ جو محمد شاہ دوم کا فتحیاب سپہ سالار تھا وہ صوبہ جدید بیجاپور میں خودمختار حکمران ہوگیا - نظام الملک نے جونیر کو جدا کرلیا - عمادالملک برار میں بادشاہ بنگیا - جب سلطنت سے یہ صوبے نکلگئے تو باقی ملک میں سلطنت باقی نہ رہی اور خاندان بہمنیہ کا جو سب کا مربی تھا خاتمہ ہو - برار میں عمادشاہ - احمدنگر میں نظام شاہ بیدر میں بریدشاہ - بیجاپور میں عادل شاہ - گولکنڈہ میں قطب شاہ بادشاہ بن گئے اور مملکت بہمنیہ ان میں تقسیم ہوگئی

سنہ		سنہ	سنہ		سنہ
۷۴۸	حسن گانگوئی علاء الدین ظفرخاں	۱۳۴۷	۸۶۲	علاء الدین ہمایوں شاہ	۱۴۵۷
۷۵۹	محمد شاہ اول	۱۳۵۸	۸۶۵	نظام شاہ	۱۴۶۱
۷۷۶	مجاہد شاہ	۱۳۷۵	۸۶۷	محمد شاہ دوم	۱۴۶۳
۷۸۰	داؤد شاہ	۱۳۷۸	۸۸۷	محمود شاہ دوم	۱۴۸۲
۷۸۰	محمود شاہ اول	۱۳۷۸	۹۲۴	احمد شاہ سوم	۱۵۱۸
۷۹۹	غیاث الدین	۱۳۹۷	۹۲۷	علاء الدین شاہ	۱۵۲۰
۷۹۹	شمس الدین	۱۳۹۷	۹۲۹	ولی اللہ شاہ	۱۵۲۲
۸۰۰	تاج الدین فیروز شاہ	۱۳۹۷	۹۳۲	کلیم اللہ شاہ	۱۵۲۵
۸۲۵	احمد شاہ اول	۱۴۲۱	۹۳۳	خاندان دکن	۱۵۲۶
۸۳۸	علاء الدین احمد شاہ دوم	۱۴۳۵			

بہمن گانگوئی

- ۱ حسن گانگوئی
  - ۲ محمد شاہ اول
    - ۳ مجاہد شاہ
  - ۴ داؤد شاہ
    - ۸ فیروز شاہ
    - ۹ احمد شاہ اول
      - ۱۰ احمد شاہ دوم
        - ۱۱ ہمایوں شاہ
          - ۱۲ نظام شاہ
          - ۱۳ محمد شاہ دوم
            - ۱۴ محمود شاہ دوم
              - ۱۵ احمد شاہ سوم
                - ۱۸ کلیم اللہ شاہ
              - ۱۶ علاء الدین
              - ۱۷ ولی اللہ شاہ
      - احمد شاہ
  - ۵ محمود شاہ اول

(۸۹۰-۹۸۰ھ (۱۲) عماد شاہیہ برار- ۱۴۸۴-۱۵۷۲ء)

سنہ		سنہ ء
۸۹۰	فتح اللہ	۱۴۸۴
۹۱۰	علاء الدین	۱۵۰۴
۹۳۶	دریا شاہ	۱۵۲۹
۹۶۸	برہان شاہ	۱۵۶۰
۹۷۶	تو فال (غاصب)	۱۵۶۸
۹۸۰ـ		۱۵۷۲

(۱۳) نظام شاہیہ احمد نگر

۸۹۶	احمد شاہ اول بن نظام شاہ	۱۴۹۰
۹۱۴	برہان شاہ اول	۱۵۰۸
۹۶۱	حسین شاہ	۱۵۵۴
۹۷۲	مرتضیٰ شاہ	۱۵۶۵
۹۹۶	میراں حسین شاہ	۱۵۸۸
۹۹۷	اسمٰعیل	۱۵۸۹
۹۹۹	برہان شاہ دوم	۱۵۹۰
۱۰۰۳	ابراہیم شاہ	۱۵۹۴
۱۰۰۴	احمد شاہ دوم	۱۵۹۴
۱۰۰۴	بہادر شاہ	۱۵۹۵

(سلاطین مغلیہ)

مرتضیٰ دوم برائے نام بادشاہ ۱۵۹۸-۱۶۰۷ء میں
سارا اختیار ملک عنبر کے ہاتھ میں تھا

(۸۹۷-۱۰۱۸ھ (۱۴) برید شاہیہ بیدر ۱۴۹۲-۱۶۰۹ء)

سنہ		سنہ ء
۸۹۷	قاسم شاہ اول	۱۴۹۲
۹۱۰	امیر شاہ اول	۱۵۰۴
۹۴۵	علی شاہ	۱۵۴۹
۹۹۰	ابراہیم شاہ	۱۵۶۲
۹۹۷	قاسم شاہ دوم	۱۵۶۹
۱۰۰۰	مرزا علی شاہ	۱۵۷۲
۱۰۱۸	امیر شاہ دوم	۱۶۰۹

(۸۹۵-۱۰۹۷ھ (۱۵) عادل شاہیہ بیجاپور ۱۴۸۹-۱۶۸۶ء)

۸۹۵	یوسف عادل شاہ	۱۴۸۹
۹۱۶	اسمٰعیل شاہ	۱۵۱۱
۹۴۱	ملو شاہ	۱۵۳۴
۹۴۱	ابراہیم عادل شاہ اول	۱۵۳۵
۹۶۵	علی عادل شاہ	۱۵۵۷
۹۸۷	ابراہیم عادل شاہ دوم	۱۵۷۹
۱۰۳۵	محمد شاہ	۱۶۲۶
۱۰۷۰	علی شاہ دوم	۱۶۶۰
۱۰۹۷	سلاطین مغلیہ	۱۶۳۶

(۹۱۸-۱۰۹۸ھ (۱۶) قطب شاہیہ گولکنڈہ ۱۵۱۲-۱۶۸۷ء)

۹۱۸	سلطان قلی	۱۵۱۲
۹۵۰	جمشید	۱۵۴۳
۹۵۷	سبحان قلی	۱۵۵۰
۹۵۷	ابراہیم شاہ	۱۵۵۰
۹۸۹	محمد قلی	۱۵۸۱
۱۰۲۰	عبداللہ شاہ	۱۶۱۱
۱۰۸۳	ابو الحسن	۱۶۷۲
۱۰۹۸	سلاطین مغلیہ	۱۶۸۷

(۴۳۲-۹۳۲-۱۲۷۵ھ (۱۱۷) سلاطین مغلیہ ۱۵۲۵-۱۸۵۷ء)

ہم مغلوں کی سلطنت کا حال مفصل تاریخ میں لکھیں گے یہاں فقط فہرست اُنکے سنہ جلوس وغیرہ اور شجرہ لکھ دیتے ہیں

سنہ ھ	نام	سنہ ع
۹۳۲	ظہیر الدین بابر شاہ	۱۵۲۶
۹۳۷	ناصر الدین ہمایوں شاہ	۱۵۳۰
۹۶۳	جلال الدین اکبر شاہ	۱۵۵۶
۱۰۱۴	نور الدین جہانگیر شاہ	۱۶۰۵
۱۰۳۷	داور بخش	۱۶۲۷-۸
۱۰۳۷	شہاب الدین شاہ جہاں	۱۶۲۸
۱۰۶۸	مراد بخش گجرات میں	۱۶۵۸
۱۰۶۸	شجاع بنگالہ میں	۱۶۵۸-۶۰
۱۰۶۹	محی الدین اورنگ زیب عالمگیر	۱۶۵۹
۱۱۱۸	اعظم شاہ	۱۷۰۷
۱۱۱۹-۲۰	کام بخش	۱۷۰۸
۱۱۱۹	قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ	۱۷۰۷
۱۱۲۴	معظم الدین جہاندار شاہ	۱۷۱۲
۱۱۲۴	فرخ سیر	۱۷۱۳
۱۱۳۱	شمس الدین رفیع الدرجات	۱۷۱۹
۱۱۳۱	رفیع الدولہ شاہ جہاں دوم	۱۷۱۹
۱۱۳۱	نکوسیر	۱۷۱۹
۱۱۳۲	ابراہیم	۱۷۲۰
۱۱۳۱	ناصر الدین محمد شاہ	۱۷۱۹
۱۱۶۱	احمد شاہ	۱۷۴۸
۱۱۶۷	عزیز الدین عالمگیر ثانی	۱۷۵۴
۱۱۷۳-۴	شاہجہاں سوم	۱۷۵۹-۶۰
۱۱۷۳	جلال الدین شاہ عالم	۱۷۵۹
۱۲۰۲	بیدار بخت	۱۷۸۸
۱۲۲۱	محمد اکبر شاہ دوم	۱۸۰۶
۱۲۵۳	بہادر شاہ	۱۸۳۷
۱۲۷۵	سلطنت انگلشیہ	۱۸۵۷

۱ بابر

۲ ہمایوں — محمد حکیم حاکم کابل سنہ ۹۹۳ھ

۳ اکبر شاہ

۴ جہانگیر

خسرو سنہ ۱۰۱۳ — پرویز سنہ ۱۰۷۰ — ۵ شاہجہاں — جہاندار سنہ ۱۰۳۵ — شہریار سنہ ۱۰۳۷

داور بخت سنہ ۱۰۳۰ — دارا سنہ ۱۰۶۹ — شجاع — ۶ اورنگ زیب عالمگیر — مراد بخش ۱۰۶۸

محمد شاہ ۱۰۸۸ — اعظم شاہ ۱۱۱۸ — ۷ شاہ عالم بہادر شاہ — اکبر شاہ ۱۱۱۷ — کام بخش ۱۱۱۹

نکوسیر ۱۱۳۵ (ابن اکبر شاہ)

محی الدین (ابن کام بخش) — شاہجہاں سوم ۱۱۴۷

عظیم الشان ۱۱۲۴ — رفیع الشان ۱۱۲۴ — ۸ جہاندار شاہ — خجستہ اختر

۹ فرخ سیر — ۱۱ رفیع الدولہ — ۱۰ رفیع الدرجات ابراہیم

۱۴ عالمگیر ثانی — ۱۵ شاہ عالم — محمد اکبر شاہ — بہادر شاہ دوم

۱۲ محمد شاہ — ۱۳ احمد شاہ — بیدار بخت ۱۲۰۳

۱۱۶۰ - ۱۳۱۱ھ امیران افغانستان ۱۷۴۷ - ۱۸۹۳ء

افغانستان میں جب سے کہ خاندان غوریہ کا زوال آیا تو پھر اسمیں خود اس کے اپنے فرمانروا ہونے موقوف ہوئے اور وہ کبھی سلطنت عظیم کا ایک صوبہ رہا کبھی وہ ایران کا شاہان ایل خان کے عہد میں صوبہ بنا کبھی ہندوستان کا شاہان تیموریہ کے عہد میں صوبہ رہا۔ ان سلطنتوں میں کبھی کبھی وہ پورا صوبہ بنتا تھا۔ مگر اکثر انمیں منقسم رہتا تھا۔ شاہان مغلیہ کی سلطنت میں کابل و قندہار اکثر رہتے تھے۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد ایران سے ہرات متعلق ہو گیا۔ ہرات اس حال میں مستثنےٰ رہا کہ افغانستان کسی سلطنت عظیم کا صوبہ نہ بنتا تھا اسمیں کرت خود مختار حکومت کرتے تھے نادر شاہ ایران نے کابل اور قندہار کو لے لیا ۱۷۴۷ء میں وہ قتل کیا گیا تو افغانوں نے ارادہ کیا کہ ایران کی اطاعت سے آزادی حاصل کیجیے۔ احمد شاہ کو جو ابدالی یا دُرّانی قوم کا سردار تھا اپنا بادشاہ بنایا۔ اور جمال خان کو جو بارک زئی قوم کا سردار تھا وزارت دی اور ایک صدی تک انمیں یہ انتظام جاری رہا کہ بادشاہ دُرّانی ہوا اور وزیر بارک زئی ہو۔ احمد شاہ نے کل افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ ہرات اور خراسان کو فتح کر لیا اور کئی دفعہ ہندوستان پر حملہ کیا اور کچھ دنوں دہلی میں رہا کشمیر سندھ اور پنجاب کے ایک حصہ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ مگر ہندوستان میں جو ممالک اسکے پاس تھے وہ سکھوں نے اس سے چھین لی۔ اٹھارہویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے پنجاب کے مالک سکھ ہو گئے احمد شاہ کے پوتے زمان شاہ نے قوم بارک زئی کے آدمی بہت مار ڈالے اس قتل ہونے سے بارک زئی کا تنزل نہیں ہوا۔ بلکہ اور زیادہ انکا عروج ہوا مصرعہ۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ ان کے اختیارات محمود شاہ کی سلطنت اور شجاع کی آیندہ سلطنت میں بہت بڑھ گئے۔ بہت دفعہ دُرّانیوں نے کوشش کی کہ بارک زئی کو زیر کریں اور انکی قدرت اور اختیار کو گھٹائیں مگر جب ۱۸۱۸ء میں فتح خان بارک زئی کو اندھا کر کے قتل کیا ہے گویا وہ درانی خاندان کے ادبار کے آثار تھے۔ کچھ دنوں بدنظمی کے بعد دوست محمد خان جو فتح خان کا بھائی تھا تخت سلطنت پر بیٹھا وہ اول افغانستان کا امیر بارک زئی تھا۔ افغانستان کے زمانہ حال کی تاریخ ۱۸۴۲ء سے شروع سمجھنی چاہیے جب درانیوں کی سلطنت کمزور ہوئی تو ایرانیوں نے ہرات اپنے زور سے دبایا۔ جب احمد شاہ درانی نے ہرات کو فتح کیا ہے تو اس شہر میں بہت افغان شاہزادے رہتے تھے اور وہ کچھ شاہ کابل کی اطاعت برائے نام کرتے تھے۔ ۱۸۱۶ء میں ایرانیوں نے ہرات پر حملہ کیا جس کو فتح خان بارک زئی نے پرے ہٹا دیا۔ ہرات کو کلید ہند کہتے ہیں ۱۸۳۷ء میں روسیوں کی تحریک سے پھر شاہ ایران نے ہرات پر حملہ کیا دس مہینے تک اسکا محاصرہ رکھا۔ مگر ایلڈرڈ پوٹنجر صاحب نے اس محاصرہ کا مقابلہ ایسی خوبی و بہادری و جوانمردی سے کیا کہ ۱۸۳۸ء میں ایرانیوں کو پسپا کیا۔ شاہ شجاع درانیوں کا معزول شاہ کابل برٹش گورنمنٹ کی پاس آیا

جسکی تخت نشینی کیلیے برٹش گورنمنٹ نے افغانستان پر ۱۸۳۹ء مین فوجکشی کی اور شاہ شجاع کو تخت پر بٹھایا۔ اور سر ولیم میک ناٹن کابل مین برٹش رزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ دوست محمد خان نے اپنے تئین حوالہ کردیا اور چپ چاپ رہا مگر اسکا بیٹا اکبر خان بارک زئی قوم کو ساتھ لیکر مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۸۴۱ء مین میک ناٹن صاحب و برنیز صاحب مارے گئے اور سولہ ہزار سپاہ انگریزی مین صرف ایک آدمی بچا جس نے سبکے قتل ہونیکے حال سے مطلع کیا۔ پالک صاحب نے ۱۸۴۲ء مین اس قتل کا انتقام لیا۔ پھر اس زمانہ سے افغان اپنے ملک کے آپ منتظم و حاکم ہوئے دوست محمد خان نے ۱۸۶۳ء مین اس دنیا سے رحلت کی۔ بعد ازان اس کے بیٹون اور پوتون مین تخت نشینی کے لیے جھگڑے ہوتے رہے پھر برٹش گورنمنٹ نے اپنا رزیڈنٹ کابل مین مقرر کرنا چاہا کہ وہ روسیون کے دخل کو افغانستان مین روکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۷۹ء مین امیر شیر علیخان معزول ہوا۔ کیوک ناری جو رزیڈنٹ مقرر ہوا تھا قتل کیا گیا اور جنرل سٹورٹ اور جنرل روبرٹس صاحب نے فوج کشی کی۔ سبکا انجام یہ ہوا کہ امیر عبد الرحمن خان کل افغانستان کا امیر ہوا۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اسکا اتحاد ہے اور وہ اسکی بڑی حامی و مددگار ہے اور دوستانہ سالانہ روپیہ بھی اس کو دیتی ہے۔

باب سوم

ملک سندھ کی تاریخ اور اسکے تاریخی افسانے اُس زمانہ تک کہ اسکا سلسلہ خلافت سے انقطاع ہوا

سندھ ایک ملک کا نام بھی ہے اور ایک دریا کا نام بھی ہے جسکو انگریز انڈس کہتے ہین۔ ہندو اٹک چینی سن تاؤ۔ ایک اور نام اسکا اباسین ہے جسکا لفظی ترجمہ دریاؤن کا باپ ہے۔ وہ مان سرور جھیل کے شمالی برفستانی پہاڑون کی چوٹی کیلاس کی ڈھلان سے سن گا باب (دہن شیر) سے نکلتا ہے اور ۱۸۰۲ میل بہہ کر بحر عرب مین جا ملتا ہے اور ۳۷۲۷۰۰ میل زمین کے پانی کا نکاس اس مین ہوتا ہے۔ پس اس سرزمین کے مختلف حصون کا نام مختلف زبانون مین ملک سندھ رہا ہے قدیمی ملک سندھ کا جغرافیہ اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا۔ اس لئے کہ جو شہر پہلے اُس مین آباد تھے وہ ایسے برباد ہوگئے ہین کہ کہین سے بعض کا نشان سارے ملک کی خاک چھاننے تو نہین ملتا بعض کے کھنڈر و ڈھیر موجود ہین تو وہ اپنے نام بتانے مین گونگے ہین۔ اشارہ دینے جو اپنے نام بتاتے ہین وہ سمجھ مین نہین آتے۔ بعض کے نامون کی تحریف ایسی ہوگئی ہے کہ وہ حال کے شہرون کے نامون سے کچھ مناسبت نہین رکھتے گو دریا اور پہاڑ اپنی جگہ سے نہ ٹلے ہون مگر نام کچھ سے کچھ ہوگئے ہین محققین جغرافیہ جو انکے نامونکے مطابقت بتاتے ہین وہ قیاسی ہوتی ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ ابن حوقل کی کتاب الممالک والمسالک سے ایک نقشہ کی نقل اتار کر اس کتاب مین درج

گہیرتے ہین۔ اِس مین کُلی ملک سندھ اور اُسکے مضافات اور کچہہ حصے ہند و توران و بدھ کے ملکون کے کہچے ہوئے
ہین اسکی ساری شرقی سرحد پر بحر فارس ہی۔ مغربی حد پر کرمان و سجستان اور اُسکے متعلقات شمالی سرحد پر
بلاد ہند جنوب مین وہ صحرا ہے جو مکران اور ان پہاڑون کے درمیان ہی جس سے پہرے ساحل بحر فارس ہی اس نقشہ
سے تمیز عیان ہی کہ کرمان و سجستان سے جو ملک ایران کے بلاد ہین ملک سندھ کی سرحد ملی ہوئی ہی پس جب
۲۰ھ کے اندر ہی ملک ایران پر اہل عرب کا تسلط ہوگیا۔ اس لئے انکو کرمان اور سجستان پر بہی قبضہ کرنا ضرور پڑا اسی
طرح ملک سندھ سے انکی سلطنت کا ڈانڈا اینڈا آن ملا۔ اور اہل عرب کے حملے ملک سندھ پر شروع ہوئے مگر ہم پہلے
اس سے کہ ملک سندھ پر اہل اسلام کی حملہ آوری اور فتحیابی کا بیان کرین ملک سندھ کے حالات بیان کرتے
کہ اُسوقت مین کیا تہے تحفۃ الکریم مین لکہا ہی کہ اگرچہ ملک سندھ کے قدیم راجاؤن کی ابتدا نہین معلوم کہ کب سے
ہوئی۔ مگر صرف پانچ راجاؤن کے نام بیان کئے جاتے ہین جو مشہور اور نامور ہین اور اُنکا زمانہ سلطنت ۱۳۷ برس ہی
راجہ دیواجی یہ بڑا صاحب اختیار راجہ تہا اسکا دار السلطنت شہر الور تہا اسکی مملکت کی یہ حدود تہین
مشرق مین کشمیر و قنوج مغرب مین مکران اور ساحل بحر عمان یعنی دیبل کا ایک حصہ۔ جنوب مین بندرگاہ سورت
(سوراشٹرا) اور شمال مین قندہار اور سیستان۔ اور کیکانان۔ اس ملک پر وہ فرمانروائی کرتا تہا۔ ہند کے
بہت سے راجاؤن سے رابطہ اتحاد رکہتا تہا۔ اسکے تمام ملک مین کاروان بحفظ و امان رواں دواں رہتے
تہے اسکے مرنے کے بعد اسکا بیٹا راجہ سی ہرس تخت پر بیٹھا۔ باپ ہی کی سی روش پر چلا۔ اسکا عہد سلطنت بہت مدت
تک رہا اور سارے ملک مین امن و امان چین و آرام رہا اسکے بعد اسکا نامور بیٹا راے ساہسی کے ہاتھ مین عصاء سلطنت آیا
بڑی شان و شکوہ سے سلطنت کی باپ دادا کے زمانہ سے جو دستور و آئین چلے آتے تہے انکو بدستور قایم رکہا اور
اپنی ساری دلی تمناؤن کو پورا کیا۔ بعد اسکے اسکا بیٹا سی ہرس دوم راجہ ہوا جسکا بیان چچ نامہ مین اسطرح لکہا
ہے کہ دریاے مہران (دریاے سندھ کو پہلے دریاے مہران کہتے تہے) ملک ہند و سندھ کا دار الملک الور تہا یہ شہر
وسعت مین بڑا تہا طرح طرح باغون اور محلون حوضون نہرون سے آراستہ تہا۔ یہان کے راجہ سی ہرس پاس بڑے
دفینے اور خزانے تہے۔ سارے ملک مین اس راجہ کی عدالت و سخاوت کی دہوم مچی ہوئی تہی اُسکی ممالک و
مسالک کی حدود یہ تہین کہ جانب شرقی کشمیر تک طرف غربی حد مکران تک حد جنوبی محیط آب شور و دیبل تک
طرف شمالی کوہ کردان و کیکانان تک اس ملک کو اب یون سمجہنا چاہیئے کہ وہ سندھ و ملتان اور شاید اٹک کے
پاس کا میدان کالا باغ کے پہاڑون تک نہ تہا) اسنے اپنے ملک کو ان چار حصون مین تقسیم کیا تہا ایک حصہ مین برہمن آباد

وحصار نیرون و دیبل و لوہانہ و لاکہ و سمہ تا زیر دریا۔ دوسرے حصہ مین سوستان و بود ہیپور۔ کن کان و کوہ پایہ رد جہان ۔ تا حد مکران ۔ سوم حصہ مین حصار اسکندہ ۔ و بابیہ جنکو ملوارہ و چہپورہ بہی کہتے ہین اور اس کے مضافات تا حد بودہ پور۔ چہارم ملتان ۔ سکہ ۔ برہمپور۔ کرور ۔ کمبہہ ۔ سرحد کشمیر تک ۔ مہاراجہ خود دار الملک الور مین رہتا تہا۔ اور خاص اپنے تحت حکومت کرمان کیکانان رکہتا تہا! ور باقی چار حصون مین سے ہر ایک حصہ مین اپنی طرف سے راجہ مقرر کرتا تہا اور ہر ایک پر تاکید رکہتا تہا کہ وہ سامان جنگ کے لئے گہوڑون اور ہتہیارون کو تیار رکھے اور اُنکو حکم دیتا رہتا تہا کہ رعایا کی بہبودی و رفاہ مین اور عمارت کی تعمیر مین ایسی کوشش کرتا رہے کہ جس سے ملک محفوظ و مصئون رہے (ملک کو حصون مین تقسیم کرنیکا اور انمین اپنے بہائی بندونکو راجہ مقرر کرنیکا ڈہنگ چیونٹون کا سا تہا) کل ملک کے اندر کوئی ایکا بیری بدخواہ ایسا نہ تہا کہ شور و فساد مچاتا۔ مگر یہ ازغیب گولہ آن کرلگا کہ پارس کے بادشاہ نیمروز کا لشکر کرمان کیطرف وارد ہوا۔ راجہ سہی ہرس ل بے فکر دل دماغ با تکبر رکہتا تہا۔ فارس کے لشکر کی جب اُسکو خبر ہوئی وہ اُس سے جا کر لڑنے لگا۔ طرفین سے مردان نامدار دلیران کارزار تیغ خونخوار کے طعمہ بنے۔ اہل فارس نے اسکے لشکر پر حملہ کرکے شکست دی اور بہگا دیا مگر راجہ اپنی جگہ جما رہا اور لڑتا رہا جبتک کہ دم مین دم رہا۔ شاہ فارس اسکو شکست دینے کے بعد اپنے ملک کو چلا گیا یہان ساہ سہی اپنے باپ کی گدی پر بیٹہا اور باپ کی ساری مملکت پر اپنی فرمانروائی کا سکہ خوب جما لیا ملک کے چارون حصونکے راجہ اسکے مطیع فرمانبردار تہے اور ہمیشہ اسکے خزانہ مین روپیہ داخل کرتے تہے سبطرح سے ملککا انتظام کرلیا۔ اس شرط پر رعایا کی مالگذاری پہیر دی کا وعدہ کیا کہ وہ چہہ قلعونمین جو مٹی کا کام ہے بنا کر پورا کر دین۔ اسکے بنا کر چار بڑے سکہ جین سے رہتی تہی اسکا وزیر بدہی مین تہا اور اسکا کارپردار سلطنت یعنی حاجب رام بن ابی کا تہا۔ راجکا سارا کام کاج اس کے حوالے تہا جو چاہے سیاہ سفید کرے۔ کوئی شخص اس کے کام کاج مین دخل دیسکتا تہا نہ مزاحمت کرسکتا تہا۔ اس کے سارے احکام نافذ و ناطق تہے وہ بڑا حکیم و عالم تہا راجہ اسکی قلم بلاغت رقم پر بڑا اعتبار رکہتا تہا۔

ایکدن دیوان عام مین بدہی سن وزیر اور رام دونون بیٹہے ہوئے تہے کہ چچ بن سیلائج وہان وارد ہوا رام نے پوچہا کہ یہان آپکا آنا کیونکر ہوا۔ چچ نے عرض کیا کہ جناب کی بلاغت و فصاحت کی شہرت مجہے یہان لائی ہے کہ خدمت بابرکت مین حاضر ہو کر اس سے مستفیض ہون۔ رام نے کہا کہ آپکے کلام سے تو خود فصاحت بلاغت ٹپکتی ہے چچ نے کہا کہ ہان مجہے چارون وید بر زبان ہین اور کچہہ اور استعداد بہی رکہتا ہون یہ باتین ہو رہی تہین کہ دیبل کیطرف سے کچہہ کاغذات رام کی رائے کیلئے آئے۔ اُس نے چچ کو وہ کاغذات دیدیے

آمد چچ بن سیلائج کا دربار مین اور اسکا صاحب منصب ہونا

تو چچ نے اسے نہایت بلیغ عبارت مین اور پاکیزہ خط مین لکھکر اسکے سامنے پیش کی۔ وہ اُس کو پڑھکر نہایت مسرور ہوا اور چچ کی نہایت ستایش کی اور اُسکو اپنا نائب مقرر کردیا۔ ایکروز یہ اتفاق ہوا کہ راجہ ساہسی دربار مین بیٹھا ہوا تھا کہ سیوستان سے کچہ کاغذات آئے راجہ نے رام کو یاد کیا وہ موجود نہ تھا چچ نے عرض کیا کہ بندہ اسکا نائب حاضر ہی جو ارشاد ہو اُسکو بجا لاؤن۔ راجہ نے وہ کاغذات چچ کو دئے اُس نے راجہ کے روبرو انکو بڑی شرح و بسط کے ساتھ پڑہا اور جواب با صواب انکا لکھدیا۔ راجہ خود علم بلاغت سے ماہر تھا اُس نے چچ کی تحریر کی داد دی۔ جب رام سے ملا تو اُس سے کہا کہ یہ برہمن تمکو خوب ملگیا ہی۔ ہمیشہ اسپر ایسی مہربانی رکھو کہ وہ کہین اور جانیکا قصد نکرے۔ غرض جب رام کو موت کا پیغام آیا تو اُسکی جگہ راجہ نے چچ کو حاجب مقرر کیا۔ چچ نے لوگوں کے ساتھ وہ مروت و محبت کا طریقہ برتا کہ وہ اُسکے مطیع ہو گئے اور کل کام اسکی صلاح پر ہونے لگے۔ غرض تو چچ کو اپنی چرب بانی اور سخن سرائی کی بڑی قیمت ملگئی اور تھوڑے زمانہ مین وہ اُلا بالی پر پہونچگیا

ایکدن کا ذکر ہی کہ راجہ و رانی سوبھی دیبی اپنے محل مین بیٹھے ہوئے باتین کر رہے تھے کہ کسی اشد ضرورت کے سبب سے راجہ نے چچ کو خلوتخانہ مین بلالیا۔ جو کام تھا وہ لیکر راجہ نے اُسکو رخصت کیا مگر رانی صاحبہ کی نظر اُس نوجوان برہمن خوش رو پر پڑی دیکھتے ہی دل و جان سے اُسپر فریفتہ ہو گئی اُس نے کسی اپنی بڑی بی کو بلاکر کہا کہ مین تو چچ کے عشق مین دیوانی ہو رہی ہون اگر تو میری چارہ سازی نہ کریگی اور چچ پاس جاکر اسکے وصال کے واسطے دانہ لائیگی تو مین ہلاک ہو جاؤنگی۔ بڑی بی تو چچ پاس پہونچی اور یہ سندیسہ سنایا چچ نے کانوں پر ہاتھ دہرے کہ مجہ سے یہ کام ہرگز نہوگا اسمین جان کا خطرہ ہی آخرت کے عذاب کی گرفتاری ہی اور دنیا کی بدنامی ہی حکما کا قول ہی کہ بادشاہ آتش و مار و آب پر اعتماد نہین چاہئے ابہی راجہ کو اسکی خبر ہوجائے اور اُسکو غصہ آئے تو میری جان مفت جائے بڑی بی نے چچ کی یہ باتین سنکر رانی سے آکر کہین۔ رانی نے پہر اُسکو چچ پاس بہیجا اور کہا کہ میری طرف سے چچ سے کہو کہ اگر آپکو میری مؤانست سے احتراز ہے تو گاہی ماہے یہ عنایت تو مجہپر کیجئے کہ اپنے جمال کو دکھا کر میرے دل بیقرار کو تسکین دیجئے۔ **شعار** خرسندم اگر سال بسالت بینم ٭ وردرعمری شبے خیالت بینم ٭ نومیدم مگردم از خیالت صنما ٭ آخر روزے شبے وصالت بینم

آخر کو ان دونون مین موافقت ہوگئی اور محبت و الفت ایسی بڑھ گئی کہ لوگون کو بدگمانی ہونے لگی انہون نے راجہ کے کان بہرنے شروع کئے کہ چچ نے اپنی بدگوہری اور تباہ سرشتی سے رانی سے یہ پیوند دوستی پیدا کیا ہی مگر راجہ کو چچ پر ایسا اعتماد تھا کہ کسی کے کہنے سننے پر اعتبار نہوا۔ اپنی سلطنت کے سارے چھوٹے

بڑے کام اُسکو سپرد کردیے۔ جو کام وہ کرتا راجہ کو پسند آتا اسکے صلاح و مشورہ بغیر کوئی کام نکرتا۔ غرض ساری
سلطنت پر چچ ہی کے احکام جاری ہوتے تھے۔ راجہ ساہسی ایسا بیمار ہوا کہ موت کے آثار نمودار ہوئے تو اُسنے
چچ کو بلا کر کہا کہ اب میرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہی کوئی میرا بیٹا نہین کہ وارث تاج و تخت ہو ضرور میرے
مرنے کے بعد میرے اقربا ملک پر قابض ہونگے اور دشمنی کے سبب سے میرے نام کو مٹا ئینگے جب میری زندگی مین وہ مجہپر
طعن کرتے تھے تو مرنے پر نہین معلوم کیا میری دُردشا کرینگے اسلئے میری رائے مین یہ تدبیر نیک معلوم ہوتی ہی کہ تجھے
اپنا جانشین بنا جاؤن چچ نے یہ سنکر کہا کہ آپکے فرمان پر میرے دل و جان قربان حضور کا ارشاد عین مصلحت ہی لیکن
خاص مخلص خدمتگارون سے بہی اسمین مشورت کرنی واجب ہی غرض صلاح و مشورہ ہو کر راجہ نے چچ کو حکم دیا کہ تو
پچاس عدد زنجیر و طوق تیار کرا اور انکو رات کو لاکر مکان مین چھپا دے۔ پس چچ نے اس حکم کی تعمیل کی اتنی دیر
مین راجہ کی نزع کی نوبت پہونچی۔ اطبا مایوس ہو کر اپنے گہر جانے لگے۔ رانی سبہہ دیوی نے انہین روکا اور ایک
مکان مین انکو ٹہیرا کر دروازہ بند کر دیا ادہر ساہسی پاس موت کا پیغام آیا اُدہر رانی نے اُسکے تمام رشتہ دارون
کو جو سلطنت کے مدعی تھے پیغام بہیجا کہ بعنایت الہی آج راجہ کی طبیعت اچھی ہی تمکو کسی مہم کی مشورت کیلئے وہ بلاتا
ہی اس بلاوے سے جو رشتہ دار آتا اسکو وہ گہر بتایا جاتا جس مین طوق و زنجیر اُسکے منتظر بیٹھے تھے اُسکے آتے ہی ایک گلے
لگتا دوسرا پاؤن پڑتا جب بڑے بڑے امیر اقربا یون اسیر ہوئے تو اُنکے مفلس اقربا اُنکو یہ فرمایش ہوئی کہ وہ رشتہ دار
جنکی عداوت تمکو چین سے رات مین سونے نہین دیتی تھی وہ راجہ کے عتاب مین آکر اسیر ہوئے ہین اگر تمکو اپنے فقر و فاقہ سے
افاقہ منظور ہو تو قید خانہ پر جاؤ اور اپنے دشمن کا سر اڑاؤ اور اُنکے کُل مال و متاع کے مالک بنجاؤ۔ یہان کیا چاہئے تھا
اندھے کو دو آنکھین وہ دوڑے دوڑے گئے اور اپنے دشمنونکو مار کر انکے گہر گئے اور سارے گہر کے مالک ہو گئے غرض
ایک رات مین چچ اور اس نابکار رانی نے یون سازش کر کے تمام سران لشکر و مدعیان سلطنت کو ایک کو نہین بہیجے
انہین کے بہائی بندونکے ہاتھون سے قتل کرا دیا۔ تو پہر دربار عام بڑی ہوم دہام سے ہوا سنگاسن زر و جواہر سے آراستہ
ہوا۔ پردہ کے اندر ادہر رانی دیوی جلوہ افروز ہوئین اُدہر وزیر بدہی سن یون سخن سرا ہوئے کہ اگرچہ بفضل الہی
راجہ صاحب تندرست ہو گئے ہین مگر دربار مین آنے کی قوت اور کار و بار سلطنت کرنیکی طاقت نہین ہی اسلئے
وہ جیتے جی اپنے چچ کو اپنا قایم مقام مقرر کرتے ہین تاکہ رعایا کی دادرسی مین التوا نہ ہو۔ حاضرین دربار نے یہ سنکر
عرض کیا کہ راجہ کا حکم ہمارے سر و چشم پر۔ رانی سبہہ دیوی نے اپنے مخلص تابعین و روسا و مقدمین کو عہدا اور انکو بڑے
بڑے گران بہا خلعت عنایت کئے اور بدہی سن کو از سر نو بہر وزارت پر مامور فرمایا۔ خواص کو انعام اور امرا کو جاگیرین

عطا کین چھ مہینے بہی نہین گذرے کہ اس عرصہ مین راجہ ساہسی کے مرنے کی خبر اُسکے بہائی دھرت راجہ جے دار کو پہونچی۔ وہ دفعۃً لشکر جرار تیار کرکے آندہی کیطرح الور پر چڑھ آیا اور اُس سے ایک فرسنگ پر خیمے ڈیرے ڈال دئیے اپنے خاص معتمدین کو چچ کے پاس بہیجا کہ اسکو میری طرف سے یہ پیغام پہونچائین کہ مین اس ملک کا حقیقی وارث ہون میرے باپ دادا کا یہ ملک ہی۔ میرے بہائی کا ملک آپ مجھے عنایت کیجیے اور آپ خود بدستور اپنے عہدۂ حجابت پر قایم رہئے مین ہمیشہ آپکا خیر خواہ اور خیر طلب ہونگا یہ سنکر چچ بیٹ پکڑے ہوئی حیران پریشان رانی پاس آیا اور گھبرا کر کہنے لگا کہ دشمن تو گہر مین آپہونچا۔ ملک میراث کا دعویٰ وہ کررہا ہی۔ اب مین کیا کرون۔ رانی یہ حال دیکھ کر ہنسی لو رکہنی لگی کہ مین تو پردہ نشین عورت ہون اگر میدان جنگ مین جانے کے لئے میری ضرورت ہی تو میرے کپڑے تم پہنو اور اپنے کپڑے مجھے پہننے کو دو کہ باہر جا کر ہنگامہ کارزار گرم کردن۔ مین حیران ہون کہ یہ بات مشکل کیا ہی اسمین مجھ سے مشورہ و صلاح کی حاجت کیا ہی۔ میان تم مستعد و کمر بستہ ہو کر شیر کیطرح دشمن پر جاؤ اور اُس کے رفع دفع کرنے مین کوشش کرو عزت کے ساتھ مرنا ذلت کے ساتھ جینے سی بہتر ہے۔ اشعار

ہم فیل داری و ہم حشم ہم خیل داری۔ ہم خدم ؛ مردانہ بیرون نہ قدم زیر و زبر کن خصم را

چچ رانی کا یہ جواب سنکر شرمندگی کے مارے پانی پانی ہوگیا۔ فوراً مسلح ہوگیا اور لشکر کو لیجا کر میدان جنگ گرم کیا طرفین سے مردان دلاور مارے جانے لگے تو راجہ دھرت نے چچ سے کہا کہ دشمنی و عداوت تو ہم مین اور تم مین ہی آؤ ہم تم لڑکر فیصلہ کرلین جو زندہ رہے وہ مالک تخت و تاج رہے ناحق اور شریفون کی جانین کیون ضائع کرتے ہو چچ نے بہی دھرت کی اس درخواست کو منظور کرلیا۔ اور لڑنے کیلئے روبرو آیا۔ آستے رحم سی کہا کہ مین برہمن ہون گہوڑے پر سوار ہوکر نہین لڑسکتا ہون۔ آپ پیادہ ہو کر لڑنے کیلئے آئیے۔ راجہ صاحب بغرور شجاعت گہوڑے پر سوار تہے چچ کی حقیقت اپنے آگے کیا گنتے تہے جہٹ گہوڑے سی اُتر کر کہا کہ آؤ ہم پیادہ ہی لڑنے کو تیار ہین چچ بہی پیادہ پا ہوا مگر یہ چال چل گیا کہ سائیس سے کہدیا کہ میرے پیچھے پیچھے گہوڑے کو ساتھ لاؤ جب دونو آپسمین نزدیک ہوئے تو چچ نے جہٹ پٹ گہوڑے پر چڑھ کر راجہ دھرت کا سر تن سے اُتار لیا جب راجہ کا کٹ گیا تو اسکا لشکر بہی بن سرا ہو کر تتر بتر ہو گیا چچ سے امان کا خواہان ہوا۔ امان پانے پر اطاعت قبول کی چچ اس فریب سے فتح پا کے شہر الور مین آئے اور اس فتح کی خوشی مین ایک جشن شاہانہ کیا۔

جب یہ فتح حاصل ہوئی تو رانی نے تمام اعیان و اکابر شہر کو بلا کر اُنسے کہا کہ راجہ ساہسی مر گیا مجھ سے کوئی اولاد اُسکی نہین پیدا ہوئی کہ وہ وارث تخت و تاج ہوتی اسلئے یہ سلطنت چچ کو دیدی گئی ہے اس سے

اپنا بیاہ کرتی ہون۔ رؤسانے بالاتفاق دربار مین رانی سُبھ دیوی کا بیاہ چچ سی کردیا جس سے دو بیٹے داہر اور دھرسیہ اور ایک بیٹی بائی پیدا ہوئی چچ نے اپنے بھائی چندر کو بلاکر الور مین اپنا نائب مقرر کردیا

بدھی من وزیر کو چچ کا بلانا اور انتظام سلطنت کے باب مین صلاح پوچھنا

بدھی من وزیر کو چچ نے بلایا اور اس سے کہا کہ آپ مجھے یہ تبلائیے کہ ساہ سی کی تحت اقتدار مین جو چار ملک تھے وہ کون کون سے تھے۔ اُنکی حدود کیا تھین تاکہ مین جاؤن اور ہر ایک کی اطاعت و مخالفت کا امتحان کرون جو اُنمین میرے مطیع ہون اُنپر عنایت کرون جو مخالف ہون اُنپر عتاب کرون اُنکے دفع کرنیکا تدارک کرون جس سے سارے ملک قبضۂ اقتدار مین آجائین اور کوئی مخالف سرکش فساد کرنیوالا باقی نرہے یہ سنکر بدھی من نے سر جھکایا اور عرض کیا کہ مہاراج یہ دار الملک دار السلطنت ایک راجہ کی تولیت مین تھے اور راجہ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرلیتے تھے جب مملکت مہاراجہ سی ہرس سیر دیوایج کو پہونچی اور وہ لشکر فارس کے ہاتھ سے منہزم ہوا تو شاہ سی راجہ ہوا اُسنے چارون راجاؤن کو اسلئے مقرر کیا کہ خزانہ شاہی کے لئے وہ تحصیل اموال کرین اور ملک کی حفاظت کرین آپکو چاہئے کہ ان چارون راجاؤن کو اپنا فرمانبردار رکھین جس سے سارا ملک اُنکے ماتحت رہے۔

ممالک الور کی حد بندی کیلئے چچ کا جانا

بدھ من کا یہ کہنا اس کے دل پر جادو کا اثر کر گیا۔ اسکو اپنے لئے بشارت غیبی وہ سمجھا۔ نہایت شاد و خرم ہوکر اس نے اسکی تقریر کی نہایت تحسین و آفرین کی اور اطراف کے معتمدان پاس فرمان روانہ کئے اور ملوک نواحی سے امداد طلب کی۔ اُسنے یہ کہکر کہ ملک ہند مین وہانتک مین جاؤنگا جہان اسکی سرحد ملک ترک سے ملتی ہے۔ بڑا لشکر تیار کیا نجومیون سے طالع سعد صحیح استخراج کرکے منزل پیما ہوا۔ اور بہت سی منزلین طے کرکے قلعہ بابیہ کے پاس پہونچا جو دریائے بیاس کے جنوبی کنارہ پر ہے۔ وہانکا راجہ بمقابلہ پیش آیا لڑائی ہوئی۔ راجہ بابیہ کو ہزیمت ہوئی وہ قلعہ کے اندر چلا گیا راجہ چچ غالب ہوا۔ ایک مدت تک قلعہ کو حصار کئے رہا جب اہل حصار کو غلہ کی تنگی نے اور گھاس لکڑی ایندھن کے توڑے نے بتنگ کیا تو وہ جس وقت کہ عالم نے سیاہ کمبل اوڑھا اور شاہ انجم نے تاریکی شب کی چادر اوڑھی تو راجہ اس حصار سے نکلکر قلعۂ اسکندہ یا اسکلندہ کی نواح مین جاکر فروکش ہوا قلعہ بابیہ سے یہ قلعہ زیادہ مستحکم تھا اور اسکے زیر حکم تھا۔ تھا اُسنے دشمن کے احوال دریافت کرنیکے لئے جاسوس بھیجے انھون نے آکر خبر دی کہ بابیہ کے قلعہ کے اندر چچ موجود ہے

چچ کا حصار اسکلندہ مین جانا

جب چچ کو معلوم ہوا کہ دشمن اسکلندہ کے قلعہ مین چلا گیا ہی تو اُسنے یہانکے قلعہ مین ایک اپنا امین مقرر کیا اور خود اسکلندہ کیطرف چلا۔ وہان پہونچکر اُسکے گرد لشکر کو اُتارا۔ اس حصار مین ہکا ایک قدیمی یار یا وفا فرمانبردار مقدم رہتا تھا۔ وہ بڑا شجاع تھا۔ اہل حصار پر اسکا بڑا رعب و داب تھا۔ اہل حصار اسکی رائے صواب سے استصواب کرتے اور کبھی اس سے تجاوز نہ کرتے اس بابت چچ نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ چندر راجہ بابیہ کو قید کرلے یا مار ڈالے تو اُسکا

خدمت کیے جلد وہین یہ قلعہ اور قلعہ بابیہ دونون اُسکے حوالہ کردئے جاوینگے۔ مقدم نے چچ کی اس شرط کو قبول
کرلیا اور چچ کے پاس اپنے بیٹے کو بہیجدیا اور خود جہترا کی نظر مین ایسا اعتبار پیدا کرلیا کہ اُسکے دربار مین رات کو
بے روک ٹوک جانے لگا۔ ایکدن آدہی رات کو فرصت پاکر جہترا کو مارڈالا اور اُسکے سر کو چچ پاس بہیجدیا۔ رائے
چچ نے اس کام کے عوض مین اسکو بہت انعام دیا اور یہ قلعہ اُسکو دیدیا اور سب عیان شہر سے اُسکو نذرین دلوائین
اُسکی اطاعت کیلئے قول و قسم لئے اور اُسکو ایسی نصیحتین کین کہ وہ ہمیشہ اُنکا مطیع رہا۔

چچ کا ملتان اور سکہ کیطرف چلا جانا

چچ مہم اسکلندہ سے فارغ ہوکر سکہ اور ملتان کیطرف چلا۔ یہان راجہ بجہرا راج کرتا تہا وہ بڑی قابلیت
و لیاقت رکہتا تہا مملکت اسکی وسیع تہی۔ مہاراجہ ساہسی کا وہ رشتہ دار تہا جب اسکو چچ کے آنے کی خبر ہوئی
تو وہ دریائے راوی کے کنارہ پر آیا ملتان کے محاذی شرق مین سکہ تھا اسمین بھتیجا اسہی دل حاکم تہا۔ اپنے عمزاد
بجہرا ایک بڑے لشکر کے ساتھ چچ سے لڑنے کیلئے آیا چچ نے بیاس کی گذرگاہ مین تین ماہ اقامت کی جب دریا کا پانی اُتر
گیا تو وہ معہ لشکر دریا سے اُترکر قصبہ سکہ مین آیا اسہی دل سے لڑائی شروع ہوئی چچ کے تہوڑے سے آدمی اور مخالفون
کے بہت سے آدمی مارے گئے تو اسہی دل بہاگ کر حصار ملتان کو چلا گیا اور دریاے راوی کے کنارہ پر جنگ کے لئے مستعد
ہوا چچ نے قلعہ سکہ پر قبضہ کیا۔ پانچہزار سپاہیون کو مارڈالا اور وہانکے باشندونکو لونڈی غلام و اسیر کیا اور یہان
امیر علاء الدولہ یا یمین الدولہ کو اپنی طرف سے منتظم و حاکم مقرر کیا اور خود دریا کو عبور کرکے ملتان کی جانب چلا
دونو لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ راجہ بجہرا لشکر جرار و جنگی ہاتہی و جنگی مرد ساتھ لیکر باہر لڑنے کیلئے آیا۔ اور چچ سے
جنگ شروع کی۔ خوب لڑائی ہوئی طرفین سے بہت آدمی مارے گئے تو بجہرہ حصار مین چلا گیا۔ اور کشمیر کو خطوط

کشمیر سے بجہرہ کے قاصد کا بیفائدہ واپس آنا

اس مضمون کے قاصد کے ہاتھ بہیجے کہ برہمن چچ بن سلائج بلاد الملک کا ولی ہوگیا اور لشکر فراوان لئے جلد
چلا آتا ہے اور اُسنے سارے حصار فتح کرکے استوار بنالئے ہین۔ ہم مین اُس سے لڑنیکی قدرت نہین ہے حصنہا حصین اسکے
تحت فرمان ہین ابتک کوئی امیر اس سے لڑکر فتحیاب نہین ہوا ملتان مین وہ پہونچگیا ہے۔ ایسے بُرے وقت مین آپ ہماری مدد و اعانت کیجئے
کشمیر مین اس قاصد کے پہنچنے سے پہلے وہان کے راجہ کو موت کا پیغام آچکا تہا۔ اُسکا لڑکا گدی پر بیٹہا تہا۔ وہان وزراء
اور ندما و خواص و اکابر و اعیان ملک نے آپس مین اس بات کا مشورہ کیا اور بجہرہ کے خط کا خوب جواب لکہا کہ
راے کشمیر تو دار البقا کو سدہارا اسکا خردسال بیٹا تخت پر بیٹہا ہے سپاہ جا بجا بگڑی بیٹہی ہے۔ ہمکو اول اسکی
درستی ضرور ہے اسواسطے تمہاری مدد کا سامان ہم سے مہیا نہین ہوسکتا۔ تم خود اپنے کام کا آپ انتظام کرو
جب خط کا جواب قاصد لایا تو راے بجہرہ کشمیر کی استعانت سے مایوس ہوا ناچار اُسنے چچ سے یہ درخواست کی کہ

مین آپکو قلعہ خالی کرکے حوالہ کرتا ہون آپ مجھے بغیر کسی روک ٹوک کے جب تک کہ مین کسی امن کی جگہ نہ پہونچ جاؤن باہر جانے دیجیے چچ نے اس درخواست کو قبول کرلیا بجہرہ کو امان دی وہ معہ اپنے متعلقین کے کوہ کشمیر کو چلا گیا۔ بعد اسکے چچ نے قلعہ مین اپنا عمل دخل کرلیا۔

جب حصار ملتان پر چچ کا قبضہ خاطر خواہ ہوگیا تو وہان اپنا ایک نایب ٹھاکر مقرر کیا خود یہان سے روانہ ہوا۔ راہ مین برہم پور۔ کرور۔ اشہار کے حاکمون نے اطاعت قبول کی۔ یہان سے وہ کشمیر کی حد تک گیا کسی راہ مین کوئی اسکے سامنے نہ لڑنے کو آیا نہ کسی اور طرحکا مقابلہ کیا قاعدہ ہے۔ خدا تعالی جب کسیکو بزرگ بناتا ہے تو ساری مصیبتین آسان اور مشکلین سہل کردیتا ہے اور اسکی آرزوئین پوری کرتا ہے جہان چچ گیا وہان اسکو لوگون نے سر آنکھون پر بٹھایا خدمت و اطاعت کیلئے تیار ہوئے۔ یون وہ حصار شاہ کلہار پر پہونچا۔ اس موضع کی ایک جگہ بلند جسکو کنبہ کہتے ہین اور سرحد کشمیر پر وہ ہے وہان ایک مہینے اس نے قیام کیا۔ اس نواح کے بعض راجاؤن کو اسنے سزا دی اور امراء اور راجاؤن سے عہد و پیمان لئے اور ساری مملکت پر اپنا قبضہ کیا اور یہان سے ایک لشکر فراوان جمع کیا پھر اسنے دو درخت ایک سپیر یعنی سفید بید کا دوسرا دیودار کا منگاکر سرحد کشمیر پر پنج مایات ندی کے کنارہ پر لگائے یہ ندی کوہ کشمیر سے متصل تھی جس سے چشمے جاری رہتے تھے۔ یہان چچ نے جب تک اقامت کی کہ ان دونون درختون کی شاخین بڑھکر ایک دوسرے سے آپسمین ملین جب یہ شاخین مل گئین تو پھر اسنے یہان یہ نشان کندہ کیا کہ اے کشمیر کے اور میرے ملک کی یہ سرحد ہے اس سے آگے مین نہین جاؤنگا۔

نشان ملنے پر چچ کا نایب مقرر کرنا اور وہان سے جانا

چچ جب کشمیر کی حد پر اپنی سرحد مقرر کرچکا تو وہان سے اپنے دار الملک الور کو چلا آیا اور ایک سال تک یہین مقیم رہا جسمین خود سفر کی تکان اتار کر آسودہ ہوا اس عرصہ مین اور سرداران نے اسباب و آلات جنگ کو بھی مہیا کرلیا۔

ایک دن اسنے اپنے وزیر کو بلاکر کہا کہ اب مشرق کیطرف سے میرا دل فارغ ہے۔ مغرب و جنوب کیطرف کا قصد ہے اسکے حالات پر آپ مطلع فرمائیے یہ سنکر وزیر نے عرض کیا کہ بادشاہونکی یہ برگزیدہ خصلت ہے کہ وہ اپنی ولایت کی اخبار و تفحص مین رہا کرین۔ مہاراج وہانکا حال یہ ہے کہ آپکی غیبت کے سبب سے اضلاع بالا کے حاکمونکے دماغ مین یہ غرور سمارہا ہے کہ راجہ ساہسی کے بعد کوئی ہمسے خراج ملکی لینے والا نہین رہا۔ اس سے وہان ضرور فساد و فتور برپا ہونیوالا ہے یہ سنکر اسنے ستجہ گھڑی سفر کے لئے پوچھی اور حصار بدھیہ و سوستان کیطرف روانہ ہوا۔ اسوقت حصار سوستان مین حاکم متتہ تھا۔ دریاء مہران سے عبور اس موضع سے کیا جسکو وہ بائت کہتے تھے اور سمہ اور الور کے درمیان وہ حد فاصل تھی اس جگہ سے بدھیہ کا قصد کیا جس مین حاکم کوتل بن بہندر گو بہگو اور دار الملک اسکا کاکاراج یا ناناراج تھا

کشمیر کی سرحد مقرر کرنے کے بعد چچ کی مراجعت

اور یہان کے ہنود الوناکو سوئیس کہتے تہے چچ نے حملہ کرکے حصار سوئیس کو فتح کرلیا۔ کباہن کا آگے آیا اُسنے اور راجاکے اور متعلقین نے امان چاہی خراج دینے کا اور اطاعت کا وعدہ کیا۔

چچ کا سوستان پر حملہ

یہان سے چچ سوستان کیا وہان مہتہ بڑے سامان کے ساتہ لشکر لیکر چچ سے لڑنے آیا مگر شکست پاکر قلعہ مین چلاگیا چچ نے حصار کا محاصرہ کیا ایک ہفتہ مین محصورین نے عاجز ہوکر اپنے تئین حوالہ کیا اور امان چاہی شرائط صلح منظور ہوئین اہل حصار باہر آئے اور حصار کی کنجیان چچ کے حوالہ ہوئین چچ نے اسپر بڑی مہربانی کی مہتہ ہی کو حصار کی ریاست دیدی اور ایک شحنہ معتمد اپنی طرف سے وہان مقرر کرایا۔ یہان چند روز چچ نے اس لئے اقامت کی کہ ملکی کام سب درست اور ٹہیک ہوجائین۔

[illegible]

جب سوستان کی مہم سے چچ کو فراغت ہوئی تو اُسنے اکہم لوہانہ حاکم برہمن آباد یعنی لکہا وسمہ و ستہا کو خط لکہا کہ میری اطاعت اختیار کیجئے۔ چچ چند دنون کی راہ پر مکران سے تہا کہ پیادون نے جو اُسنے راہ پر متعین کیے تہے ایک قاصد کو پکڑا جسکے پاس خطوط اکہم کے مہتہ کے حاکم سوستان کے نام لکہے ہوئے نکلے جنکا مضمون یہ تہا کہ مینے ہمیشہ آپکے ساتہ الفت وہواخواہی کا طریقہ جاری رکہا کسیوقت آپسے مخالفت و منازعت نہین کی خط جو آپنے بطریق مودت ارسال کئے تہے وہ میرے پاس پہونچے اور پڑہنے سے مجہے فخر حاصل ہوا۔ میری اور آپکی موافقت ہمیشہ مستحکم رہیگی اور کبہی آپسمین مخالفت نہین ہوگی مین آپکے حکمونکی تعمیل کرونگا آپ جو اور ابن راجہ ہین۔ ہم اور آپ ایک ہین ہمیشہ ایسی حالتین بہت آدمیونکو پیش آتی رہتی ہین کہ وہ بلاد سے بچنے کیلئے اور ملکی امداد کے خواستگار ہواکرتے ہین آپکا اعانت چاہنا کوئی نئی بات نہین ہے۔ آپکو اجازت ہے کہ نواح برہمن آباد سے لیکر بحر دیبل تک جس موضع مین آپکی رائے ہو اقامت کیجئے اور اگر کسی اور طرف جانیکا قصد ہو تو کوئی آدمی آپکا مانع اور مزاحم نہین ہوگا خواہ آپ کہین ہون مین آپکا معین اور مددگار ہون۔ میرے پاس اتنا لشکر و سپاہ ہے کہ مین لڑنے سے آپکی مدد کرسکتا ہون۔ مہتہ کی رائے مین یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ ناحیہ ہند مین راجہ رمل پاس چلاجا جسکو بہٹی کہتے تہے۔

چچ کا خط اکھم لوہانہ کے نام

اکہم لوہانہ کو خط مین چچ نے یہ لکہا کہ تم اپنی قوت شوکت اصل نسب کے سبب سے اپنے تئین بادشاہ وقت گنتے ہو اگرچہ یہ مملکت و سلطنت و اموال و نعمت و مکنت و مقدرت مجہے آباواجداد سے میراث مین نہین ملی ہے مگر عنایت و فضل الہی کر عطا ہوئی ہین۔ ملک کو لشکر سے مینے نہین حاصل کیا بلکہ خدائے یگانہ و بیچون نے سیلاج پر مہربانی کرکے مجہے عنایت کیا ہے۔ ہر حال مین خدا ہی سے مدد پاتا ہون کسی دوسرے آدمی کی عنایت کا محتاج نہین ہوتا وہی میرا پروردگار ہے کامونکا اہتمام کرنیوالا ہے۔ وہی مہمات مین میرا یاوری دینے والا ہے۔ وہی کل تمنا[illegible]

ومخالفات مین نصرت وفتح کی بخشنے والا ہی۔ اُسی نے مجھے دوجہان کی نعمتین دی ہین اگر تم کو حول و قوت اپنی شہامت وصولت عدت واہبت پر ہو تو ضرور اسپر زوال آئیگا۔ تمہاری جان کا لے لینا حلال ہوگا۔

اب ایسا ہے چچ نے اکہم لوہانہ سے لڑنے کا عزم کیا۔ وہ برہمن آباد سے اپنے ملک مین کہین گیا ہوا تہا جب اُسنے چچ کے آنے کی خبر سنی تو وہ برہمن آباد مین آیا اور لڑائی کا سارا سامان تیار کرنے لگا۔ جب چچ نے برہمن آباد مین قدم رکہا تو وہ اُس سے لڑنے کو کھڑا ہوا۔ طرفین سے بڑے بڑے نامدار لڑنے والے مارے گئے آخر کو اکہم کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ حصار مین چلا گیا۔ چچ نے حصار کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ ایک سال تک جاری رہا۔ اسوقت ملک ہندوستان مین یعنی کنوج (قنوج) مین ست بال لپسر اسل راج کرتا تہا اکہم نے اسے لکہکر امداد کی درخواست کی۔ جواب آنے نہ پایا تہا کہ اکہم مرگیا۔ اور اُسکا بیٹا باپ کا جانشین ہوا۔ اکہم کا ایک دوست سمنی بدہ رکہوا (یعنی محفوظ الصنم تہا) اُسکی پاس ایک بتکدہ تہا جسکا نام بدہ نودہار تہا اور اُسکے بدہ کا نام دلہا تہا وہ اسکا پجاری تہا۔ اعابد زاہد مشہور تہا اس نواح کے سب آدمی اسکے تابع تہے۔ اکہم بہی اُسکا معتقد تہا اسیکا مذہب اختیار کرلیا تہا اسکو اپنا قطب سمجہتا تہا۔ جب اکہم حصار مین محصور ہوا تو سمنی نے اُسکی امداد کی تہی وہ لڑا نہین۔ عبادتخانہ مین کتابین پڑہتا رہا۔ جب اکہم مرا اور اُسکا بیٹا جانشین ہوا تو سمنی ہراسان ہوا اُسکو ایذا ابہی وہان پہونچی وہ یہ نہین چاہتا تہا کہ ملک اسباب و اقطاع میرے ہاتھ سے نکلجائین اس اضطراب مین آکے دیکہہ بہال کر حکم لگایا کہ چچ کے حوالے ملک ہوگا وہ مجہسے موافق ہوگا جب اکہم کا بیٹا لڑنے سے عاجز ہوا لشکر نے بہی لڑنے سے ہاتھ کہینچے تو حصار چچ کو سپرد کیا گیا اور اُس نے اپنی حکومت کو مستحکم کیا۔

جب چچ نے سمنی کا حال سُنا تہا کہ اُسنے اکہم اور اُسکے بیٹے سے بیعت کی ہو اور اسی کی سحر و تلبیس اور جادو و تدبیر سے یہ ایک سال قلعہ کی فتح مین التوا ہوا تو اُسنے قسم کہائی تہی کہ اگر اِس قلعہ پر مجہے فتح نصیب ہوئی تو سمنی کو گرفتار کرکے کہال اُسکی کہچواؤنگا اور حکم دونگا کہ نقارون پر وہ منڈہی جائے اور اُسکے بدن کی پرزے اڑائے جائین۔ جب سمنی نے اس قسم کو سُنا تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ چچ کو یہ دسترس نہین ہوگی کہ وہ مجہے ہلاک کرسکے برہمن آباد والے مدت تک لڑتے رہے اور بہت آدمی ہلاک ہوئے تو انہون نے لڑائی سے ہاتھ کہینچا اور صلح کی درخواست کی معتمد و معتقدون نے دونون کے درمیان پڑکر صلح کرادی اور حصار چچ کو سپرد ہوا اور چچ نے اہل حصار سے کہدیا کہ جسکا جی چاہے یہان سے چلاجائے کوئی مانع و مزاحم نہین ہوگا۔ جسکا جی چاہے یہان رہے جب اکہم کے بیٹے سربند نے چچ کی یہ مہربانی دیکہی تو وہ متعلقین کے یہین رہگیا۔ چچ یہین مقیم رہا تاکہ رعایا کی مزاج شناسی کرے۔ چچ نے سربند کی ماں سے پیغام اپنے بیاہ کا بہیجا۔ ماں کو بیٹا لے آیا اور بیاہ ہوگیا۔ چچ نے اپنے برادرزادہ کی لڑکی دہرسہ کو سربند سے بڑی دہوم دہام سے بیاہ دیا۔

چچ کا قصبہ برہمن آباد میں آنا اور فتح کرنا

چچ نے ایک سال یہان قیام کیا اور اپنی طرف سے عمال مقرر کئے کہ وہ خراج وصول کرین گرد و نواح کے حاکمونکو بھی اُسنے محکوم کیا۔ آخرکار اُسنے یہ پوچھا کہ وہ سمانی ساحر کہان ہے اس سے ملنا چاہتا ہون لوگون نے کہا کہ وہ بڑا راہب ہے اور وہ راہبون ہی مین رہتا ہے۔ وہ حکماء ہند مین یکتا ہے وہ بدھ نودہار کے بتکدہ کا محافظ ہے اور وہ کل راہبون مین بڑا اور صاحب کمال ہے اسکو وہ سحر اور منتر آتے ہین کہ اُسنے ایک عالم کو تسخیر کر رکھا ہے۔ وہ اپنے علم سحر کے زور سے تمام حوائج کو خود دفع کر لیتا ہے وہ سرہند کا بھی دوست تھا اُسکے باپ کا دوست تھا یہ اُسکی کرامات تھی کہ لڑائی مین ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ جب حصار برہمن آباد فتح ہو گیا تو چچ سلحدار و جاندار ونکو ساتھ لیکر سمنی کے مارنے کے قصد سے بدھ نودہار کو روانہ ہوا سلاحدارون کو سکھا دیا کہ جب مین اس سے باتین کر کے چپکا ہو رہون اور تمکو دیکھون تو تم تلوار کھینچکر اُسکا سر تن سے اتار لینا جب چچ نودہار مین پہنچ گیا سمنی کو دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا معتکف عبادت ہے اور خارہ کی گل اُسکے ہاتھ مین ہے اور بدھون کو بنا رہا ہے اور ایک مہر اُسکے پاس ہے جس کے لگانے سے صورت بدھ کی اس مٹی پر بن جاتی ہے اسطرح وہ بدھون کو بنا کر رکھتا جاتا تھا چچ اس کے سر پر کھڑا رہا مگر وہ اُسکی طرف ملتفت نہوا اسمین گھنٹہ گذر گیا وہ بدھون کے بنانے سے فارغ ہوا تو اُسنے سر اٹھایا اور بولا کہ سیلائج آیا ہے چچ نے جواب دیا کہ ہان اے ناستک (بدھ مذہب والا) سمنی نے کہا کہ تم کس کام کے لئے آئے ہو چچ نے کہا مجھے آپکے دیکھنے کی تمنا تھی اسلئے آیا ہون اُس نے ایک عمدہ فرش بچھا کر چچ کو بٹھایا اور اُس سے پوچھا کہ آپکی کیا حاجت ہے چچ نے کہا میری یہ آرزو ہے کہ آپ میرے ساتھ موافقت رکھئے اور حصار برہمن آباد مین تشریف لائیے تاکہ مین آپکو یہان بناؤن اور بڑے بڑے کام سپرد کرون۔ آپ سرہند کیساتھ رہے اور اسکو مدد آپ دیتے رہے ہیں ویسے ہی میرے لئے بتلائیے۔ ناستک نے کہا کہ مجھے آپکے ملک کی ضرورت نہین ہے۔ اشغال دنیاوی سے مجھے رغبت نہین ہے۔ کارہائے دنیوی کی مجھے ضرورت نہین ہے۔ پھر چچ نے اس سے پوچھا کہ اگر یہ حال ہے تو پھر حصار برہمن آباد مین کیون آپ دیہون کی طرفداری کرتے تھے اُسنے کہا کہ جب اگہم لوہانہ مر گیا تو اُسکا بیٹا سرہند باپ کی جدائی سے نہایت غمناک تھا مین اُسکو صبر کرنے پر تنبیہ کرتا تھا اور خدا کی درگاہ مین دعاء صالحہ کرتا تھا کہ مخالفون مین صلح و موافقت وہ ظاہر کردے میرے لئے تو یہی بہتر ہے کہ مین بدھ کی خدمت کرون اور نجات آخرت کی طلب کرون اور اشغال بہتری دنیوی سے پرہیز کرون مگر تم اس ساری مملکت کے راجہ ہو تمہارے حکم سے مین کل قبائل کو لیکر جوار حصار مین چلا جاؤنگا اگرچہ مجھے یہ خوف ہے کہ اہل حصار زراعت بدھ سے کراہت کرینگے اور ایذا پہونچاوینگے چچ نے کہا کہ بدھ کی پرستش بڑی معظم ہے اور اسپر مداومت کرنی اولی ہے لیکن کوئی تیری حاجت ہو تو مجھ سے کہہ مین اُسکے پورا کرنے مین اپنی سعادت سمجھونگا ناستک نے کہا کہ مجھے کوئی حاجت دنیاوی نہین خدا مجھے مہمات اخروی کی توفیق دے۔ چچ نے کہا کہ مین

بھی نجات اخروی کا خواستگار ہون تو مجھے ہدایت کر کہ مین یہ جانون کہ کسی کام مین اعانت کرنی میری نجات
کا سبب ہوگی سمنی نے کہا کہ تیری ہمت امور خیرات پر و خرید حسنات پر مقصود ہی تو مین تجکو بتاتا ہون کہ ایک
پرستشگاہ ہی جسکا نام بدھ نو دہار مشہور ہے زمانہ کے ہاتھ سے ٹسمین خلل و زلل آگیا ہی اپنی گرہ کے روپیہ سے
از سر نو تعمیر کرا دے اسطرح تیری اعانت سے مجھے فائدہ ہوگا چچ نے کہا کہ آپکی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہون
جب چچ یہان سے برہمن آباد کو سوار ہو کر گیا تو وزیر نے پوچھا کہ آپکا تو عزم مصمم یہ تہا کہ سمنی کو قتل کر دیجے
جب آپ اسکے سامنے گئے تو آپ اُسکی رضاجوئی کے خودخواستگار ہوئے۔ اور اُسکی درخواست کو منظور کرلیا
چچ نے کہا کہ جب مین اسکے پاس گیا۔ تو مینے دیکھا کہ کوئی چیز سحر و شعبدہ کی نہین ہی۔ اور مینے یہ معائنہ
کیا کہ میری نظر کے سامنے اُسکے سر پر ایک پیکر کہڑی ہوئی ہی جب مین بیٹھا تو اُسکی صورت مجھے مکروہ و سہمناک
و بدرو معلوم ہونے لگی اسکی آنکھین آگ کیطرح چمکتی تہین غصہ سے بہری ہوئی تہین۔ اُس کے ہونٹ موٹے
اور لمبے تہے۔ اور اُس کے دانت مثل سنان تھے اس کے ہاتھ مین ایک نیزہ تہا جو الماس کیطرح تابان تہا
یہ معلوم ہوتا تہا کہ اب وہ کسی پر اُسکو چلائیگی۔ اُسے دیکھکر مین بہت ڈرا اور اس سے کوئی بات ایسی نہین کر سکتا
تہا جس کو تم سن سکو مجھے اپنے بچانے کی فکر تہی۔ مین اسکی اعانت کر کے اپنی جان بچا لایا۔

برہمن آباد مین چچ جب تک مقیم رہا کہ مملکت کے تمام کام وجوہ مال و رفیہ رعایا کا استحکام ہوا اُس نے
جاٹون اور لوہانیونکو ڈرا ذلیل کیا اور اُنکے سردارونکو سزا دی۔ اُنسے اول لیکر برہمن آباد مین قید کئے اور انکو
مجبور کر کے یہ شرط ٹہیرائین کہ وہ کبہی تلوار نہ باندہین اگر باندہین تو نقلی تلوار وہ کبہی جامہ زرین و پشمینی نہ پہنین
اگر چادر ریشمانی پہنین تو سُرخ و سیاہ رنگ کی ہو بے زین اسپ پر سوار ہون سر و پا برہنہ کہین۔ گہر سے باہر
نکلین تو کتے ساتہ رکہین والی برہمن آباد کے باورچی خانہ کے لئے لکڑیان بہم پہونچائین رہبری و جاسوسی کیلئے
وہ آدمی بہیجین جو مخصوص اخلاص کیتا ہون سرہند پیر انکے کہتا موافقت کہین اگر کوئی اُنکا دشمن اس ملک
مین لڑنے بہڑنے آئے تو اپنے اوپر سرہند کی مدد کرنی واجب جانین غرض اُس نے یہ سب کام کر کے اپنی سلطنت کو
مستحکم کرلیا۔ اور جسنے گردنکشی کی اور عداوت اُس سے کی اس سے اول لئے اور اُسکو سزا دی تاکہ وہ اپنے تئین درست کرے
جب چچ کو ان کامون سے فراغت ہوئی تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ کرمان کی حدود کو متعین کرے کہ ملوک ہند کی
سلطنت کی حدود سے ملی ہوئی تہین کسریٰ بن ہرمز کے مرنے اور ملک فارس کی بربادی کے بعد اُسوقت سنہ مین عرب
سلطنت ایک شہزادی دختر توران یا دختر زمان کے ہاتہ مین تہی جب چچ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے لشکر عظیم کو ساتہ لیکر روانہ

برہمن آباد مین چچ کا دورہ کرنا

چچ کا کرمان کی طرف جانا اور حدود مقرر کرنا

جانیکا ارادہ کیا۔ اور نجومیون نے سفر کی ساعت نیک مقرر کی ہمین وہ ارمابیل کیطرف روانہ ہوا۔ یہان کا حاکم
اُس کے استقبال کو آیا۔ باہم قول و قرار ایسے ہوگئے کہ جنسے انکی درمیانی لوگون مین مودت و محبت قایم ہوگئی۔
یہان سے وہ مکران کو روانہ ہوا۔ راہ مین جو رئیس ملا اُسنے اطاعت اُسکی اختیار کی۔ بلاد مکران اور کوہستان سے
نکلکر وہ ایک ربلاد مین پہونچا۔ یہان ایک پرانا حصار کزپور تہا۔ اُسکے ازسر نو تعمیر کرنیکا حکم دیا اور تمام گرد کی دہاقین کو
جمع کرکے اس عمارت کو پورا بنا دیا اور یہ حکم جاری کیا کہ ہر روز صبح و شام پانچ باجونکی نوبت بجا کرے یہانسے پہر کرمان کیطرف
گیا۔ اس ندی کے کنارہ پر ٹہیرا کہ مکران اور کرمان کے درمیان روان تہی۔ یہان شرقی حد مقرر کی۔ اور اس ندی کے
کنارے پر کہجور کے درخت لگائے اور یہ نشان کردیا کہ چچ بن سلائج بن بسائس کے عہد مین یہ ہند کی حد تہی اور
آج وہ ہمارے قبضہ مین آئی۔ یہان سے چلکر وہ ارمابیل مین آیا۔ اور توران کے ملک مین گزر کر دشت تورانی مین آیا۔
راہ مین کوئی شخص اُس سے لڑنے کو نہین کہڑا ہوا۔ پہر وہ بلاد قندابیل (قندھار) مین آیا یہان بہی امان کو طلب
کرکے حصار کا قصد کیا۔ آدمیون نے اسمین پناہ لی پس جب ندی سیتی کے کنارہ پر آیا تو یہان خیمہ لگایا۔ اہل حصار
کو ایسا تنگ کیا کہ مالگزاری کے لئے انہون نے لاکھ درہم اور ایکہزار گہوڑے سالانہ دینے کا اقرار کیا یہان سے اپنی
دارالسلطنت الور مین آیا یہین مقیم رہا جبتک کہ سفر آخرت پیش آیا۔ چالیس برس تک سلطنت کی اور ملک کی آبادی
اور افزایش مین کوشش کی۔ چچ کی وفات کے بعد اُسکا بہائی چندر بن سلائج دارالملک الور مین تخت نشین ہوا
اُسنے راہبون اور ناسکون (بدہون) کے مذہب کو بڑی تقویت دی اور اس مذہب کے مسایل کو رواج دیا بہت سے
آدمیونکو بزور شمشیر اس مذہب مین داخل کیا اُسکو سلاطین ہند نے بہت سے خطوط و مکتوب لکہے۔

جب مہتہ رئیس سوستان راجہ کنوج (قنوج) پاس پہونچا ہندوستان کا ملک اُسوقت نہایت سرسبز ہو رہا
تہا۔ قنوج مین سہی رس بن رسل راجہ تہا۔ مہتہ نے اُس پاس جا کر یہ کہا کہ چچ بن سلائج مرگیا اور اُسکا بہائی چندر
جو راہب ہے تخت نشین ہوا۔ وہ ناسک ہی عبادت خانہ مین سارے دن وہ ناسکون اور مذہبی آدمیون کیساتہ
تدریس علم مین مشغول رہتا ہی اُسکے آدمی سے سلطنت کا چہین لینا سہل ہی اور اس ملک پر قبضہ کرکے مجہے
عنایت کرے تو اس نواح کی مالگذاری مین اپنے ذمہ لیکر راجہ کے خزانہ مین بہیجا کرون۔

سہی رس نے مہتہ سے کہا کہ چچ کا ملک بزرگ اور ولایت اُسکی وسیع تہی وہ مرگیا اگر اس کے ملک پر
مین قبضہ کرلون اور کسی حصہ مین تجہے حاکم مقرر کرون تو میری مملکت وسیع ہو جائیگا اور پس سہی رس نے
اپنے بہائی برماس بن کسائیس کو روانہ کیا ملک کشمیر ورمل مین چچ کا نواسہ راج کرتا تہا اُسنے بہی برماس کے

شریک ہونیکا وعدہ کیا اور دونون لشکر لیکر روانہ ہوئے اور دہ ماہی ندی کی کنارہ پر پہونچے حصار دیول مین جو چندر کے گماشتے اور اہلکار تہے وہ بہاگ گئے اس حصار پر حملہ آورون نے قبضہ کیا اور آگے بڑہے اور بندکاہو یہ پر پہونچے یہان ایک مہینہ قیام کیا اور بدہ کی پوجا کی چندر بن سیلائج پاس قاصد اور نامہ بہیجا کہ تم یہان آؤ اور ہماری اطاعت اختیار کرو اور ہم تمہاری حفاظت کرین۔ چندر نے آنے اور اطاعت سے انکار کیا اور سامان جنگ مہیا کیا۔

سی ہرس نے داہر پاس ایلچی بہیجا۔ کچہہ دغا و فریب کی چالین چلا مگر کوئی داؤ اسکا نہ چلا بے نیل مرام رہا۔

چندر کی سلطنت قایم ہوگئی۔ رعایا سکہہ چین سے رہنے لگی سات برس تک اسنے راج کیا آٹہوین سال موت آگئی اور اسکے تخت پر داہر بیٹہا اور برہمن آباد مین چندر کا بیٹا راج راجہ ہوا مگر یہان راج کی حکومت ایک برس ہی کہ وہ مرگیا اس کے بعد دہرسیہ بن چچ نے اس ملک پر قبضہ کیا۔ اسکی بہن بائی اس بہائی کے ساتھ بہت محبت رکہتی تہی اور اس کی اطاعت کرتی تہی اکہم کی بیٹی سے دہرسیہ نے شادی کی اور وہ پانچ برس تک برہمن آباد مین رہا۔ اطراف کے رؤسا نے اسکی اطاعت اختیار کی کچہہ دنون وہ قلعہ راور مین رہا۔ اس قلعہ کی بنیاد چچ نے ڈالی تہی۔ مگر اسکو پورا بنا ہوا اپنی زندگی مین نہین دیکہہ سکا۔ مگر دہرسیہ نے اس کام کو پورا کیا اور آس پاس کے باشندے یہان بسا دیئے اور اسکا نام راور رکہا اور پہر وہ برہمن آباد چلا گیا اور یہان اپنی سلطنت کو نہایت مستحکم کیا

ایکدن دہرسیہ یہہ سوچ ہی رہا تہا کہ میری بہن بیاہنے کے قابل ہوگئی ہے اور کہین اسکا بیاہ نہین ہوتا کہ اُس پاس قاصد یہ پیغام لیکر آئے کہ ملک رامل مین جو بہاٹیہ کا راجہ سوہن ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ اپنی بہن کا بیاہ اسکے کردین۔ اُس نے بہن کا جہیز شاہانہ تیار کیا اور سات سو گہوڑے اور پانچسو پیادے بہن کے ہمراہ کرکے الور کو راجہ داہر پاس بہیجدیا۔ اور بہائی کو لکہا کہ وہ بہن کی شادی بہاٹیہ کے راجہ سے کردے اس راجہ نے یہ اقرار کرلیا ہے کہ وہ حصار کو اپنی بیوی کے مہر مین دیدیگا۔ قاصد الور مین آیا اور ایک مہینہ تک ٹہیرا رہا۔

ارکان شاہی مین سے کسی ایک نے راجہ داہر سے کہا کہ ایک منجم بڑا صاحب کمال آیا ہے راجہ نے کہا کہ تم جاکر ہمارے سفر و حضر و رتق و فتق مملکت و امور سلطنت کے باب مین استفسار کرو اُسنے کہا کہ مہاراج راجاؤنکو یہ زیبا نہین ہے کہ حکما و علما و فضلا کے لئے اپنے دربار مین آنے کا وقت تنگ کرین کیونکہ یہی ہمارے امام اور پیشوا ہین اُنکی خدمت مین جانا اور اُنکا احترام کرنا اپنے اوپر لازم کرنا چاہئے کہ اُنکی رضا سے جاہ و مراتب کو ازدیاد و دوام ہوتا ہے بہتر یہی ہے کہ آپ خود بدولت ہوکر منجمون سے پوچہین گچہین۔ یہ سنکر راجہ داہر خود منجم پاس گیا اور بہت سے سوالات کئے منجملہ انکے ایک یہ بہی تہا کہ ہماری بہن بائی کے طالع کی کیفیت کیا ہے۔ منجم نے کہا کہ حساب سے

چندر کی سلطنت

افسانہ [illegible] بائی کی شادی کا اپنے بہائی داہر کے ساتھ

یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حصار اور سے باہر نہیں جائیگی اور جس شخص کے تحت فرمان ملک ہندوستان ہوگا اُس سے اُس کا بیاہ ہوگا۔ منجم سے یہ بات سُنکر راجہ کو فکر ہوا۔ وزیر بدھی من اپنے باپ کے وزیر کو بلایا۔ یہ سارا حال اُس کو سُنایا۔ وزیر نے کہا کہ مہاراج یہ چار چیزیں جب اپنے مقام سے ٹل جاتی ہیں تو پھر اپنی جگہ پر قائم نہیں ہوتیں۔ بادشاہ اپنے مُلک سے۔ وزیر اپنی وزارت سے۔ گُرو اپنے چیلوں سے۔ بال بدن سے۔ بادشاہ مملکت کے لئے اپنے بھائیوں اور عزیزوں کی جان لے لیتے ہیں ان کو جلا وطن کردیتے ہیں اور اُن کی مداخلت اور مشارکت کو ملک داری میں روا نہیں رکھتے جب بادشاہ معزول ہوجاتا ہے تو عوام الناس کے مساوی ہوجاتا ہے۔ منجم نے جو حکم لگایا ہے اُس کے موافق آپ کو اپنی بہن کے ساتھ بیاہ کرلینا چاہیے اور اسکو اپنے تخت پر اپنی برابر بٹھانا چاہیے تاکہ یہ مملکت تیری قائم رہے۔ داہر نے وزیر سے یہ پوچھکر اُن پانسو آدمیوں کو جو اُسکے خواص اور معتقد تھے بلایا اور یہ فرمایا کہ مجھے ہر حال میں اعتقاد اور اعتضاد تمہاری کفایت و شہامت پر ہے تمہاری مشاورت و مصالحت و مناصحت بغیر میں کوئی کام سلطنت کا نہیں کرتا۔ منجم نے یہ کہا کہ بائی اس حصار سے باہر نہیں جائیگی اور شوہر اُس کا وہ شخص ہوگا جس کے قبضہ میں یہ مملکت ہوگی۔ ایسا نہو کہ سلطنت کا انقلاب ہو۔ راج پاٹ چھوڑنا بڑا دشوار ہے۔ بدھی من وزیر نے جو مصلحت بتلائی ہے وہ نہایت شرمناک ہے۔ اس سے برہمنوں کے خاندان کا مُنہ کالا ہوتا ہے۔ جب اس کا شہرہ ہوگا تو اور راجا اور پرجا ذات سے نکالدینگے۔ اب تم سب سوچ کر جواب دو۔ راجہ کے اس وسوسہ کے دور کرنیکے لئے بدھ من وزیر نے یہ حکمت نکالی کہ ایک بکری کی پیٹھ پر خشخاش کے دانے بوکر اُس کو سرسبز کیا اور اسکو شہر میں چھوڑدیا۔ سارے شہر میں اُس کی دھوم مچگئی۔ جو ہے اسی کا ذکر کرتا ہے اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر تین روز کے بعد پھر کسی نے اسکو نہ پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ وزیر نے یہ تماشا دکھاکر راجہ سے کہا کہ جو کام نیک و بد ہوتا ہے اُس کا چرچا تین چار روز تک رہتا ہے پھر کوئی اسکی خیر و شر کو یاد نہیں کرتا۔ بادشاہ پر یہ فرض ہے کہ وہ کام کرے جس سے سلطنت ہاتھ سے نہ جائے۔ غرض وزیر کی اس فہمائش سے اُن پانسو آدمیوں نے بھی اس پر اتفاق کرلیا کہ راجہ اپنی بہن سے بیاہ کرلے۔ راجہ نے بہن سے شادی کرلی۔ اور اس کا حال سب خاص و عام پر کھلگیا۔ اسکے بعد راجہ داہر نے اپنے بڑے بھائی دہرسیہ کو بعد تعظیم و تکریم خط میں یہ سارا حال اوّل سے آخر تک لکھا۔ دہرسیہ نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ یہ کام تم نے خواہ بہ مجبوری کیا ہو یا باختیار کسی طرح ایسے تمہارا عذر قابل پذیرائی نہیں ہے۔ یہ خط دہرسیہ کا داہر پاس پہنچا تو اُس نے ارادہ کیا کہ بھائی پاس جائے اور معذرت کیجئے اسکی صلاح وزیر سے پوچھی۔ وزیر نے کہا کہ اگر وہاں جانیکا ارادہ رکھتے ہو تو پہلے جان سے ہاتھ دھو لو

اس معاملہ میں دونوں بھائیوں میں بہت کچھ خط کتابت ہوئی جس کا انجام یہ ہوا کہ الور پر دہرسیہ نے چڑھائی کی بہت
دنوں تک داہر کی گرفتاری کی فکر میں رہا۔ اُسکو اپنے پاس بُلاتا رہا۔ داہر کو بدھی من وزیر سمجھاتا رہا کہ تو بھائی پاس
گیا نہیں کہ مارا گیا نہیں۔ غرض دونوں بھائیوں میں خوب داؤ پیچ ہوئے مگر ایک دوسرے کو بچھاڑ نہ سکا۔ دہرسیہ
کو ان رنجشوں سے ایک دن تپ چڑھی دوسرے دن بدن پر آبلے نکلے چوتھے روز جان عزیز رخصت ہوئی۔ داہر کو
اس کی خبر ہوئی اُس نے بھائی کے لشکر میں جانے کا قصد کیا اس حال میں بھی بدھی من وزیر نے جانے سے
منع کیا اور یہ لومڑی کی نقل سُنائی کہ ایک لومڑی چلنے پھرنے سے جب عاجز ہوئی تو مردہ بنکر وہ لیٹ جاتی
مُردار خوار جانور اُسکے کھانے کو اکٹھے ہوتے یہ اُنمیں سے کسی کو نوش جان کرتی۔ راجہ صاحب کہیں یہی واقعہ آپکو
نہ پیش آئے۔ غرض جب سب طرح سے تحقیق ہو گیا کہ دہرسیہ حقیقت میں مر ہی گیا تو داہر اُسکے لشکر میں گیا اور اُسکی
لاش کو جلایا۔

داہر برہمن آباد میں آکر ایک سال مقیم رہا کہ اطراف ملک کے رئیسوں کو مطیع کرے۔ اُسنے دہرسیہ کے بیٹے پر
بڑی مہربانی اور شفقت کی۔ پھر وہ سوستان گیا۔ وہاں سے راور جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا خوش تھی۔
جاڑے کے چار مہینے یہیں بسر کئے۔ آٹھ برس تک وہ ملک کے انتظام میں ساعی رہا تو اُسکی سلطنت ہند و سند میں خوب
قائم ہو گئی۔ اسکے راج کی دھوم مچگئی۔ رمل کے رئیسونکو اُسکی دولت اور ہاتھیوں کا حال معلوم ہوا

رمل کے رئیس ایک لشکر جرار اور ہاتھیوں کو ساتھ لیکر بڑے ساز و سامان سے داہر سے لڑنے کے لئے
بدھیہ کی راہ سے قلعہ راور پر آئے اور اُس کو فتح کر کے وہ الور پہونچے۔ داہر کو جب اسکی خبر پہونچی تو اُس نے بدھی من
وزیر کو بُلا کر کہا کہ ایک دشمن قوی ہماری ولایت کے اندر آگیا ہے آپکی صلاح و مشورہ اس کے دفع کرنیکے لئے کیا ہے
مطلع کیجئے۔ وزیر نے کہا کہ بقا بادشاہ را۔ اگر آپ حرب و مخاصمت میں تقویت و شوکت ایسی رکھتے ہیں کہ اُس سے
لڑ سکتے ہیں تو تلوار میان سے نکالئے اور لڑائی کیلئے کمر باندھئے اور دشمن کو دفع کیجئے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو مصالحت و
موافقت کیلئے مال نذر دیجئے۔ بادشاہ اسی دن کیلئے دفینے رکھتے ہیں کہ کیا اسکو سپاہ میں خرچ کر کے دشمن سے لڑتے
ہیں یا اُس کو دشمنوں کو دیکر دفع کرتے ہیں۔ آدمی کے دین دنیا کے کام دولت ہی سے سرسبز ہوتے ہیں۔ دنیا میں
دشمنوں کو وہ دفع کر دیتی ہے۔ آخرت کیلئے وہ زاد راہ تیار کر دیتی ہے۔ داہر نے کہا کہ مجھے اس عار اُٹھانے سے
کہ دوسرے کے آگے سر جھکاؤں مرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

محمد علافی بنی سامہ میں سے داہر کے پاس پانسو عرب لیکر آگیا تھا اُس کا حال پیچھے بیان ہوگا اسکو بدھی من

وزیر نے راجہ داہر کو بتلایا کہ اہل عرب کی برابر کوئی شیوۂ جنگ نہیں جانتا اس سے استدعا کرکہ وہ تیری طرف سے لڑے راجہ داہر ہاتھی پر بیٹھکر اُسکے گھر گیا اور کہا کہ اے وجیہ العرب میں تجکو عزیز رکھتا ہوں اور بہت رعایت تیرے ساتھ کرتا ہوں۔ مجھ پر یہ کڑا وقت آیا ہے کہ ایک دشمن قوی سر پر آگیا ہے ہمیں تیری رائے صواب کیا ہے اس سے اطلاع دے۔ جو کچھ تو کر سکتا ہے اُسے کہہ۔ محمد علافی نے کہا کہ راجہ کو خوش دل ہونا چاہئیے اور کوئی اندیشہ نہ کرنا چاہئیے کہ میری تدبیر دشمن کے ہٹا دینے کیلئے کافی ہوگی۔ محمد علافی نے پانسو عربی سپاہیوں اور باقی ہندی سپاہیوں سے رل کے لشکر پر شبخوں مارا اور چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دشمن کا لشکر پریشان ہوگیا۔ اسی ہزار آدمی اور پچاس ہاتھی گرفتار کئے اور گھوڑے اور ہتھیاروں کا تو حساب ہی نہیں کہ کتنے ہاتھ آئے غرض بڑی فتح نمایاں حاصل کی۔ دوسرے روز قیدی آئے اُنکے قتل کا حکم ہوا۔ مگر وزیر علافی نے کہا کہ جب بادشاہوں کو خدا تعالیٰ فتح دے اور دشمن کے اکابر و اعیان اسیر ہوں تو اُنپر رحم کرنا چاہئیے۔ بہتر ہے کہ ان قیدیوں کی جان بخشی کی جائے۔ اس سفارش سے داہر نے قیدیوں کو رہا کردیا۔ داہر نے وزیر مبارک تدبیر محمد علافی سے کہا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو مانگو۔ وزیر نے کہا کہ میرے بیٹا کوئی نہیں ہے کہ میرا نام دنیا میں زندہ رہے اسلئے آپ یہ حکم دیدیجئے کہ دارالضرب میں جو سکے ڈھلیں اُنکے ایک طرف میرا نام ہو اور دوسری طرف آپ کا جس سے ہند و سندھ میں میرا نام ہمیشہ یادگار رہے۔ راجہ نے یہی حکم دیدیا اُسکی سلطنت کو بڑا استحکام ہوگیا۔ وہی راجائی جبتک کرتا رہا کہ مسلمانوں کی مداخلت اسکے راج میں شروع ہوئی۔

تحفۃ الکرام میں یہ لکھا ہے کہ چچ نے دھرت راجہ چتور یا چیتور کو مار کر اپنی سلطنت سنہ میں جمائی چالیس برس سلطنت کی۔ اسکے بعد چوراجہ چندر راجہ ہوا اُسنے آٹھ برس راج کیا اُسکے بعد راجہ داہر ۳۰ برس سلطنت کر سنہ ۹۳ھ میں مارا گیا۔ ان برہمنوں کے نسل کے راج کی مدت ۹۲ سال ہوتی ہے مگر جو اوپر آپ نے تفصیل لکھی ہے اس سے ان تینوں سلطنتوں کی مدت ۱۰۱ سال ہوتی ہے۔

ملک سندھ پر اہل عرب کی حملہ آوری اور فتحیابی

ہمنے پہلے بیان کیا کہ بلاد کرمان و سجستان کی فتوح سے اہل عرب کی سلطنت کا ڈانڈا ملک سندھ کی سلطنت سے ملگیا تھا۔ قاعدہ ہے کہ زبردست سلطنت کے ہمسایہ میں جو کمزور سلطنت ہوتی ہے وہ ہمیشہ زبردست سلطنت کی محکوم ہوجاتی ہے اسلئے ضرور تھا کہ ملک سندھ پر اہل عرب کا تسلط ہو۔ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تو اہل عرب کو ملک سندھ کی طرف کچھ خیال نہیں ہوا۔ مگر بعد اس زمانہ کے خلفا کے عہد میں اُنہوں نے اس ملک پر حملے کئے اور نتیجیں پائیں یوں حملات و فتوحات کو بالترتیب اول سے اس زمانہ تک کہ سلسلہ خلافت عرب سے ملک سندھ جدا ہوگیا بیان کرتے ہیں

خلفاے راشدین

اس خلافت میں ۱۵ھ یا ۶۳۶ء میں عثمان بن عاص ثقفی حاکم بحرین و عمان نے حضرت عمرؓ کے بغیر صلاح و مشورہ عمان کی راہ سے ساحل ہند پر ایک لشکر جنگ و غزا کے لئے بھیجا یا وہ بمبئی میں تانا تک آیا اُس پر حضرت عمرؓ نے ناراض ہو کر یہ خط لکھا کہ اے برادر ثقفی تو نے لکڑی میں گھن لگا دیا۔ اس مُہم میں میرے آدمی شکست پا کر جتنے مارے جاتے تو بخدا اُتنے آدمی تیرے قبیلہ سے قتل کرتا۔

اسی زمانہ میں حکم برادر عثمان جو بحرین کا حاکم مقرر ہوا تھا بھروچ پر فوج بھیجی۔ کشتیاں لشکر سمیت دریا کی راہ سے روانہ کیں اور اس لشکر کا سردار اپنے بھائی مغیرہ بن العاص کو مقرر کیا۔ تاکہ اس راہ سے دیبل پر پہونچے۔ اس زمانہ میں ملک سندھ پر چچ بن سلائج کا راج ۳۵ سال سے چلا آتا تھا۔ یہاں کے رہنے والے تجارت پیشہ تھے۔ سمہا بن دیوراج یہاں چچ کی طرف سے حاکم تھا جب اہل عرب کا لشکر دیبل پر پہونچا تو وہ اُنسے لڑنے آیا۔ لشکروں کا مقابلہ ہوا ایک شخص ثقفیوں میں سے یہ حکایت کرتا ہے کہ مغیرہ ابن العاص کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور زبان پر بسم اللہ فی سبیل اللہ کا کلمہ تھا کہ وہ شہید ہو گیا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تو نے یہ آواز کہاں سے سن لی اُس نے کہا کہ ہاتھ لڑتا تھا۔ گوش دل یہ آواز سُنتا تھا۔

تھوڑے دنوں کے بعد عراق کا حاکم ابو موسیٰ اشعری مقرر ہوا۔ ربیع بن زیاد حارثی کو اُسنے بلاد کرمان و مکران میں حاکم مقرر کیا۔ دار الخلافت سے ابو موسیٰ اشعری کے نام حکم آیا کہ ممالک و مسالک ہند کا حال حتی الوسع دریافت کر کے اطلاع دے۔ ابو موسیٰ اشعری ابھی مغیرہ کی مہم کا حال دیکھ چکا تھا۔ اُسنے خلیفہ کو جواب لکھا کہ ہند و سندھ کا راجہ بڑا طاقتور اور متکبر و خبیث الباطن و بدہ پرست ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تاکیدی احکام جاری کر دیئے کہ ہند پر جہاد نہ کیا جائے۔ بحری مہمات حضرت عمرؓ کو پسند خاطر نہ تھیں انہیں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اہل عرب سب طرف ساحل بحر پر بحری کاموں میں مشاق نہیں ہیں۔ بحر قلزم کے ساحل پر اہل عرب بحری کاموں میں ایسے مشاق و چست و چالاک نہ تھے جیسے کہ بحر ہند کے ساحل پر۔ جب ملک مصر فتح ہوا ہے تو اُنہوں نے عمرو بن عاص سے پوچھا کہ سمندر کا حال کیا ہے تو اُسنے جواب میں لکھا کہ سمندر ایک بڑا پوکھر ہے جسمیں بعض بانی اس طرح کاٹ کر چلتے ہیں جس طرح لکڑی کے شہتیروں کو کیڑے۔ یہ دیکھکر حضرت عمرؓ نے بحری مہمات کی ممانعت فرما دی۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں یہ ممانعت دور ہوئی۔ امیر معاویہ نے ۲۷ھ میں جزیرہ قبرس پر جس کو اب سائی پرس کہتے ہیں حملہ کیا بعد میں مسلمانوں میں بحری مہمات کا آغاز ہوا۔ اور امیر معاویہ نے اپنی خلافت میں تو دشمنوں کے مقابلہ میں بحری لشکر روانہ کئے

سنہ ۲۲ھ میں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کرمان کو فتح کر کے سیستان یا سجستان میں داخل ہوا اور اُسکی دار السلطنت کو اشیر کو جو مثل خیمہ بے چوب تھا فتح کیا اور مکران میں آگے قدم بڑھایا۔ اہل مکران نے فرمانروائے سندھ سے امداد طلب کی۔ اُسنے اپنا لشکر اُنکی امداد کے لئے بھیجا مگر دونوں لشکروں نے ملکر لشکر اسلام سے ایک رات میں ہزیمت پائی کوئی لکھتا ہے کہ اس لڑائی میں ہندو سندھ کا فرمان روا بھی مارا گیا۔ ان فتوحات کے جوش میں آکر عبداللہ بن عامر نے حضرت عمرؓ سے دریائے سندھ کے عبور کرنیکی درخواست کی مگر وہ اپنی اُسی محتاط تدبیر کے پابند تھے اس لئے یہ درخواست نامنظور فرمائی۔ اس خلافت میں شہر بصرہ کی نبیاد بھی اس نظر سے ڈالی گئی کہ فارس اور ہند کے راستہ پر قبضہ ہو جائے اور خلیج فارس کی آمد و رفت پر اختیار ہو جائے اور شاہی خاندان فارس کے بھاگ جانے کا یہ رستہ بھی بند ہو جائے بصرہ کے بندرگاہ میں ابتک یورپ کے جہازوں کی آمد و رفت ہے۔ ہند کی تجارت کیلئے یہ عمدہ راستہ و قیام گاہ ہے۔

اس خلافت میں ہر لعزیز ابو موسیٰ اشعری کی جگہ عبداللہ بن عامر بصرہ میں حاکم مقرر ہوا اُس نے یہ خیال کر کے کہ مشرق میں سلطنت بڑھانے کا موقع یہ خوب ہے۔ خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے حکیم بن جبلہ العبدی کو اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ سجستان و مکران کا اور نیز ملک سندھ کا حال تحقیق کر کے اطلاع دے۔ حکیم بڑا سخنگو اور شاعر کامل تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ امیر المومنین عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر کو لکھا تھا کہ حکیم ابن جبلہ کو ہندوستان روانہ کرے کہ وہ ممالک ہند و سندھ کا حال تحقیق کرے۔ عبداللہ نے اُسے بھیجدیا وہاں سے سارے حالات تحقیق کر کے عبداللہ کے پاس آیا اور اُنکو بشرح و بسط اُسکے روبرو بیان کیا۔ عبداللہ نے اُسکو امیر المومنین عثمانؓ پاس بھیجدیا۔ وہ جب اُنکی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ اے حکیم تو نے ہندوستان کو دیکھا وہاں کے حالات کیا ہیں۔ اُسنے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا کہ آب کم یاب میوے ترش و بے مزہ۔ زمین سنگلاخ۔ باشندے وہانکے بہادر اگر تھوڑی فوج وہاں جائے تو اُسے وہاں کے آدمی کھا جائیں اور اگر زیادہ جائے تو بھوکی پیاسی مرجائے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ عہد و پیمان کے ایفا میں اہل ہند کا کیا حال ہے تو اُس نے جواب دیا کہ بڑے خائن اور غدار ہیں۔ پس یہ حالات سُنکر خلیفہ نے عبداللہ کو لکھ بھیجا کہ سندھ پر لشکر کشی سے احتراز کرے۔ حکیم ملک کے ایسے بُرے حصہ میں آیا کہ جنکے حالات دریافت ہونے سے اہل عرب کا خیال اس طرف فتوحات کا سرد ہو گیا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کی خلافت میں عامر بن حارث یہ روایت کرتا ہے کہ انہوں نے تاغر بن دعور کو سرحد ہند کے لشکر پر افسر مقرر کیا۔ اور ایک لشکر اُسکے ساتھ کیا جسمیں ایک جماعت اکابر و اعیان کی تھی سنہ ۳۸ھ میں وہ راہ ہر جد و کوہ پایہ سے روانہ ہوا۔ جہاں گیا وہاں مظفر و منصور ہوا۔ غنیمت و لونڈی غلام اسکے ہاتھ لگے۔ اسیطرح کیکانان

یعنی کیکان میں پہونچا۔ جہاں کے بیس ہزار آدمی اُس کے روکنے اور لڑنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اس لشکر میں حارث بن مرہ بڑا مرد شجاع تھا۔ ایک ہزار سوار مبارز اُسکے لشکر میں تھے سخت لڑائی شروع ہوئی۔ اہل عرب کا رستہ اہل کیکان بند کرنا چاہتے تھے مگر اہل عرب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ سارے چپ و راست کے پہاڑ گونج اُٹھے اور دشمنوں کے لڑائی سے پیر اُکھڑ گئے۔ بعض نے آکر اسلام قبول کیا۔ باقی حیران و پریشان فرار ہوگئے۔ یہ ایک فسانہ بنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آجتک ان پہاڑوں سے اللہ اکبر کی آواز آتی ہے۔ یہ فتح حاصل ہو رہی تھی کہ امیرالمومنین حضرت علی کی شہادت کی خبر آئی۔ جب وہاں سے لشکر پھر کر مکران میں آیا تو سنا کہ امیر معاویہ خلیفہ ہوگیا۔ اس لڑائی میں حارث بن مرہ نے بڑا نام پایا۔

خلفاے خاندان امویہ یعنی بنی اُمیہ کی خلافت ۴۱-۱۳۲ھ / ۶۶۱-۷۵۰ء

اس خاندان میں اوّل خلیفہ امیر معاویہ ہوا۔ اُس نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دیکر ہند کی سرحد پر جو کیکان کی طرف ہے حاکم مقرر کیا۔ عبداللہ کی سخاوت کا حال یہ تھا کہ سواے اُس کے گھر کے کسی اور شخص کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ مشرقی سرحد پر اُس نے بہت غنیمت حاصل کی۔ جب وہ امیر معاویہ پاس گیا تو اُسنے کیکان کے گھوڑے نذر کیے۔ وہ تھوڑے دنوں امیر معاویہ کی خدمت میں رہا۔ پھر کیکان میں آیا جہاں ترک نیا سا را لشکر جمع کرکے اُس سے لڑا اور اُسکو مار ڈالا۔

اسی حال کو چچ نامہ میں یوں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دیکر ولایت سندھ حوالہ کی اور یہ کہا کہ وہاں ایک کوہ کیکان ہے جہاں کے گھوڑے بلند قامت و موزوں صورت ہوتے ہیں وہ پہلے غنایم میں میرے پاس آچکے ہیں۔ مگر وہاں کے آدمی غدار ہیں۔ پہاڑوں میں پناہ گیر ہوکر اپنے تمرد اور سرکشی کی سزا سے بچ جاتے ہیں عمر بن عبداللہ بن عامر کو ارمابیل کے فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ اور کے واقعہ کی روایت ایک اور طرح سے بھی کیگئی ہے کہ جب عبداللہ بن سوار چار ہزار سوار کے ساتھ بھیجا گیا تو کوئی شخص اُسکے لشکر میں آگ نہیں جلاتا تھا۔ کل زاد راہ ہمراہ تھا۔ ایک رات کو شعاع آتش نمایاں ہوئی جب اُسکی تحقیقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ کسی زن حاملہ کو آگ کی ضرورت پڑی تھی اُس نے آگ روشن کی تھی۔ عبداللہ نے اس عورت کو آگ روشن کرنیکی اجازت دیدی تو وہ ایسی خوش ہوئی کہ تین روز تک سارے لشکر کو کھانا کھلایا۔ پس جب وہ بلاد کیکان میں پہنچا تو دشمنوں کا غلبہ ہوا پہاڑ کے تمام دروں کو دشمنوں نے بند کردیا۔ عبداللہ اپنے سالار دار و خواص کے ساتھ لڑنے کھڑا ہوا اور پکار کے کہا کہ اے فرزندان مہاجر و انصار دشمنوں سے لڑنے میں روگردانی مت کرو اور اپنے ایمان میں خلل نہ ڈالو مگر کیکانیوں نے لشکر اسلام کو شکست دیدی اور عبداللہ بن سوار شہید ہوا۔ اُسکی جگہ سنان بن سلمہ مقرر ہوا۔ اسکے بعد امیر معاویہ نے زیاد ابن

کو لکھا کہ کسی ایسے شخص کو انتخاب کرو کہ وہ ملک ہند کیلئے لائق و شایستہ ہو۔ زیاد نے قیس کو انتخاب کیا جو مومنین میں سب میں لائق تھا۔ وہ مکران میں گیا اور دو سال ایک مہینہ کے بعد وہ معزول ہوا۔

ایک مورخ اس طرح اس اوپر کے حال کو لکھتا ہے کہ زیاد بن ابو سفیان نے سنان بن سلمہ کو ہندی حکومت حوالہ کی وہ بڑا لائق اور خدا ترس تھا۔ یہی اول شخص تھا کہ جس نے سپاہیوں کو حلف میں بیوی کے طلاق دینے کی سزا داخل کی اس نے اپنے منصب کے کاموں کو بہت اچھی طرح سے کیا۔ مکران کو زیر کیا اور وہاں شہر آباد کیے۔ وہیں سکونت اختیار کی اور تمام اضلاع سے مالگذاری کا روپیہ وصول کیا۔ ابن الکلبی اس فتح کو حکیم سے جس کا اوپر ذکر ہوا منسوب کرتا ہے۔ ہندکی روایت کرتا ہے کہ جب زیاد نے بن سلمہ کو معزول کیا تو اسکی جگہ راشد بن عمر المنذر کو مقرر کیا۔ راشد شریف اور بزرگ ہمت تھا۔ امیر معاویہ نے اسے بلایا اور اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بزرگان سلطنت سے اسنے کہا کہ راشد مرد شریف ہے۔ اسکی اطاعت سب اپنے اوپر واجب جانیں۔ لڑائی میں اسکی مدد کریں۔ تنہا اسکو نہ چھوڑیں جب وہ مکران میں گیا تو اپنے اعیان اور بزرگوں کیساتھ سنان سے ملاقات کرنے گیا۔ اسکو کامل قوی رائے اور لشکر کشی کیلئے ایک مرد بزرگ دیکھا دونوں ساتھ ملے۔ امیر معاویہ نے سنان کو لکھ بھیجا تھا کہ تم راشد سے ملکر سندھ و ہند کے کل رازکے معاملات پر اسے مطلع کردو۔ راشد نے سنان سے سب مخفی معاملات ہند و سندھ خوب دریافت کرکے سرحد کی طرف لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ کوہ پایہ سے مالگذاری کا روپیہ وصول کیا۔ یہاں سے کیکان گیا۔ وہاں سال حال کی اور سالگذشتہ کی باقی مالگذاری کا روپیہ وصول کیا۔ بہت کچھ غنیمت حاصل کی۔ اور سرکشوں کو لونڈی غلام بنایا۔ ایک سال وہاں ٹھیرکر سوستان کی راہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ اور کوہستان مندرا اور بہرج میں پہونچا۔ ان پہاڑیوں کی جماعت پچاس ہزار کی جمع ہوگئی اور راہیں ساری انہوں نے بند کردیں۔ صبح سے شام تک لڑائی رہی جسمیں راشد شہید ہوا تو سنان بن سلمہ اسکی جگہ نہایت اعزاز کیساتھ پھر مقرر ہوا وہ کیکانان کی طرف روانہ ہوا سب جگہ اسکو کامیابی اور فتحیابی حاصل ہوئی وہ اس طرح فتحیاب ہوتا ہوا بدھیہ پر پہونچا۔ یہاں کے آدمیوں نے غدر مچاکے اسکو شہید کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسنے قصدار کو فتح کیا اور وہیں وفات پائی۔

سنہ ۶۰ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرحد ہند کی حکومت کا خلعت منذر بن جارود کو پہنایا گیا جس وقت وہ روانہ ہوا تو اس کا کپڑا کسی لکڑی میں پھنسکر پھٹ گیا تو عبداللہ بن زیاد اسکو فال بد سمجھا اسکو رخصت کیا اور کہدیا کہ منذر اس سفر سے زندہ سلامت نہیں آئیگا وہ ہلاک ہوگا۔ (یہ خیال ایسا ہی تھا جیسا کہ سموئل کی کتاب میں ۱۵ باب ۲۷ و ۲۸ آیتہ میں لکھا ہے کہ جب سموئل پھراکر روانہ ہوا تو اسنے اسکی چادر کا کونہ پکڑا اور وہ چاک ہوگیا تب سموئل نے اس سے

کرما کہ خداوند نے تیری بادشاہت جو تو بنی اسرائیل پر کرتا تھا تجھ سے آج ہی چاک کرلی) پس جب منذر سرحد توران پر پہونچا تو بیمار ہوکر مرگیا۔ اس وقت اس کا بیٹا حکم کران میں تھا۔ وہ عبداللہ کے پاس آیا تو اس نے اسکو باپکی جگہ پر جنگ کے لئے مقرر کیا اور بیس ہزار درہم عنایت کئے۔

خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مورخ کہتے ہیں کہ ۶۵ھ میں سندھ کی راہ سے راجپوتانہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور ان کے ساتھ لڑائی میں اجمیر کا راجہ مانک رائے اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔

• جب عبدالملک اپنے باپ کی مسند خلافت پر بیٹھا تو مملکت میں بہت طرف شور و فساد برپا تھا مگر اسنے ان تمام فسادوں کو مٹا کر اور اپنے ملک پر پورا تسلط کرکے سلطنت کے وسیع کرنے پر کمر ہمت چست کی۔ اسنے اپنے نامدار سپہ سالار حجاج بن یوسف کو عراق کا حاکم مقرر کیا۔ اسنے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کی حکومت پر مقرر کیا۔ جب وہ یہاں آیا تو اسنے سفہوی بن لام الحمانی کو مار ڈالا اور کھال اُتروا کے سر کو حجاج پاس بھیجدیا اور اُسنے تحصیل مال کرنیکے لئے معتمدوں کو مقرر کیا بہت کچھ مال وصول کیا (مال اس خراج سے مراد ہے جو زمین کی پیداوار پر لیا جاتا تھا) سعید کو اپنی بدنصیبی سے حرث کے بیٹوں معاویہ و محمد سے جن کے ناموں کے اوّل علافی لگایا جاتا تھا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ علافی علاف کی اولاد میں سے تھے۔ سفہوی جنکی جان سعید نے لی تھی وہ ان علافیونکا رشتہ دار تھا اس لئے علافیوں نے سعید پر حملہ کیا اور اُسکو پکڑ کر بدن کی کھال اُتروائی۔ اور مکران پر قبضہ کرلیا۔ حجاج نے یہ سُنکر سلیمان علافی کو جو علافیوں کے قبیلے کا ایک سردار تھا حکم دیکر قتل کرادیا اور اسکے سر کو سعید کے اہل و عیال پاس بھجوادیا جسے دیکھکر وہ شاد ہوگئے۔ اسلئے حجاج نے عبدالرحمن بن عشا کو علافیوں سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ علافیوں نے اسے مار ڈالا۔ حجاج نے جب مجاعہ بن سعید کو خراسان میں حاکم مقرر کیا تو اس سے علافیوں نے لڑنا مناسب نہ جانا۔ وہ ۸۵ھ میں بھاگ کر ملک سندھ میں راجہ داہر پاس چلے آئے جسنے انپر یہ مہربانی کی کہ انکو نوکر رکھ لیا۔ یہ علافی سندھ میں جبتک رہے کہ یہاں محمد قاسم آیا۔ مکران میں مجاعہ ایک سال حاکم رہا اور پھر بیمار ہوکر اس دنیا سے سفر کرگیا۔ اسی سال میں عبدالملک کا بھی انتقال ہوا۔

اس خلیفہ کی خلافت بڑی شان و شوکت و جلالت و سطوت کی ہوئی سلطنت اسلامیہ نے وسعت عظیم پائی مجاعہ کے بعد حجاج نے محمد بن ہارون کو سرحد ہند پر حاکم مقرر کیا تھا اور اُسکو اختیار مطلق دیدیا تھا کہ یہاں جو چاہے سو کرے اُسکو حکم تھا کہ وہ علافیوں کو جس طرح چاہے گرفتار کرکے سعید کے خون کا انسے انتقام لے۔ اُسنے خلیفہ کے حکم سے ایک علافی کو قتل کرکے اسکا سر حجاج پاس بھیجدیا اور اُسکے ساتھ خط میں یہ لکھا کہ اگر محمد بنی

عمر نے وفا کی اور نصیبہ نے یاری دی تو علاقیوں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑونگا۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال تک
کوئی کہتا ہے کہ پانچ مہینہ تک وہ دریاؤں اور صحراؤں کو فتح کرتا پھرا۔

حجاج یہ چاہتا تھا کہ فقط عراق ہی نہیں بلکہ جتنا ملک اہل ایران کے اختیار میں تھا وہ سارے کا سارا میرے
قبضۂ اقتدار میں ہو اسلئے اُس نے ایک لشکر کتیبہ کو حوالہ کیا جسنے خوارزم کو فتح کر کے بخارا ۔ خجند ۔ شاش ۔ ثمرقند
فرغانہ کو فتح کیا اور کاشغر تک پہونچا جہاں شاہ چین کے سفیروں کی معرفت اُسکے عہد و پیمان ہوئے ۔ ایک اور لشکر
شاہ کابل کے راجہ سے لڑنے کے لئے بھیجا اور تیسرا لشکر اُسنے دریائے سندھ کے نیچے مکران کو روانہ کیا۔

اس آخر فوجکشی کا سبب یہ تھا کہ راجہ سراندیپ (سی لون ۔ لنکا) نے یہ چاہا کہ میں بھی حجاج حاکم عراق کا مورد
عنایت و مکرمت ہوں ۔ اُسنے آٹھ جہازوں میں بہت سے تحائف بھرے ۔ جن میں لونڈی غلام بھی تھے ۔ اُسکی عملداری میں
جتنے مسلمان رہتے تھے اور اُنکے بچے یتیم ہو گئے تھے وہ بھی ان جہازوں میں سوار تھے اور حج کے ارادے سے بھی کچھ
مسلمان آن بیٹھے تھے ۔ یہ جہاز بلاد قادروں میں پہونچے تو باد مخالف نے انکو راہ راست سے برگشتہ کر کے ساحل دیبل پر
پہونچایا یہاں بحری قزاق رہتے تھے ۔ اُنھوں نے آٹھوں جہازوں کو پکڑ لیا ۔ تمام مال اسباب لوٹ کر اور عورتوں مردوں
بچوں کو گرفتار کر کے لیگئے ۔ ہر چند شاہ سراندیپ کے معتمدوں نے اور عورتوں نے اس سے کہا کہ یہ مال خلیفۂ وقت کی نذر
کیلئے لئے جاتے ہیں مگر اس داد فریاد پر لٹیروں نے کچھ التفات نہیں کیا اور کہا کہ اگر کوئی تمہارا فریاد رس ہو تو بلاؤ ۔
اُسپر ایک عورت نے کہا کہ یا حجاج یا حجاج اغثنی ۔ بھاگ کر جو لوگ بچے تھے وہ اور آر دیبل کے لوگ حجاج پاس آئے اور
اُنھوں نے یہ سارا حال بیان کیا کہ مسلمانوں کی عورتیں فریاد کر رہی ہیں کہ یا حجاج اغثنی (اے حجاج مجکو بچاؤ)
یہ سُنکر حجاج نے داہر کے پاس سفیر روانہ کیا ۔ اور محمد بن ہارون کو بھی لکھا کہ وہ اس سفیر کے ساتھ اپنے معتمد ہمراہ
کر کے داہر پاس بھیجے تاکہ وہ گرفتار مسلمان عورتوں کو خلاص کرے اور تحائف دار الخلافت کو واپس کرے ۔ داہر کے
پاس حجاج کا خط یہ سفیر لایا تو اُسنے خط کو سُنکر یہ معذرت نامہ لکھایا کہ سمندری چوروں نے جہاز کا مال اسباب لوٹا ہے
اور عورتوں کو گرفتار کیا ہے ۔ اُنپر میرا بس کچھ نہیں چلتا اور کوئی اُنسے زیادہ قوی ہندوستان میں نہیں ہے ۔ وہ میری
حکومت کو کچھ نہیں گنتے ۔ اب حجاج کو یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے خلیفہ عبد الملک کو لکھا کہ ہند و سندھ پر غزا کی اجازت
دیجیئے مگر خلیفہ نے اجازت نہیں دی ۔ پھر دوبارہ اجازت مانگی تو خلیفہ نے دیدی ۔ پس حجاج نے عبداللہ بن نابہان
اسلمی کو دیبل پر روانہ کیا یہاں اسکو شکست ہوئی اور اُسکی جان بھی گئی۔

پھر حجاج نے بدیل کو جبکی قوم مجالی تھی لکھا کہ وہ مکران کو جائے ۔ محمد ہارون کو حکم ہوا کہ سندھ پر چڑھنے کے

لئے تین ہزار سپاہ تیار رکھے۔ عبداللہ بن قحطان کو حکم کیا کہ وہ عمان کیطرف سے وہاں پہونچے۔ یہ چلکر نیرون میں بدیل سے ملا۔ بدیل تین سو آدمی لیکر مکران سے چلا۔ راہ میں محمد ہارون کا لشکر ملا۔ غرض یوں دیبل پر بدیل پہونچا۔ وہاں داہر کا بیٹا جے سیہ چار ہزار اسپ و شتر سوار لئے جلد ان پہونچا صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ بدیل کا گھوڑا ہاتھیوں سے ڈرکر بگڑ تا تھا اُس پر اندھیری لگائی گئی۔ میدان جنگ میں بدیل نے داد مردانگی دی مگر گھوڑے کی شرارت سے وہ نیچے گرا دشمنوں نے اُسے گھیر کر شہید کیا۔ اور مسلمانوں کو خوب مارا (مقام جنگ میں مورخین کا اختلاف ہے کوئی اسکو دیبل بتاتا ہے کوئی اور مقام) ہم نے سیہ دیبل میں ہاتھیوں اور لشکر کو متعین کیا۔

حجاج کو جب بدیل کی شہادت کی خبر پہونچی تو نہایت غمگین ہوا۔ موذن کو حکم دیا کہ جب اذان دے تو مجھے بدیل کا نام یاد دلادے سکہ میں انتقام لوں۔ اس لشکر شکست یافتہ میں سے ایک شخص حجاج پاس آیا اُسنے جنگ کا حال بیان کیا اور اسمیں ذکر کیا کہ بدیل بڑی شجاعت دکھا کر کشتہ ہوا۔ میں وہاں حاضر تھا۔ جب وہ اپنی یہ کہانی کہہ چکا تو حجاج نے کہا کہ اگر تو مرد شجاع ہوتا تو بدیل کے ساتھ جان دیتا۔ اس قصور میں کہ تو زندہ رہا وہ کشتہ ہوا میں تجھے سزا دیتا ہوں۔

جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اہل نیرون کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مسلمان بیشک انتقام اس مہم کا لینگے اور ہم اُن کی گذرگاہ میں بیٹھے ہیں۔ اول وہ ہمکو پایمال کرینگے۔ اس وقت یہانکا والی ملک سمنی تھا یعنی بدھ مذہب کا رکھنے والا اُسنے داہر سے مخفی اپنے معتمدوں کے ہاتھ حجاج پاس پیغام بھیجا اور امان نامہ کی درخواست کی اور مالگذاری اپنے اوپر مقرر کرکے عہد کیا کہ وہ ہمیشہ ادا کی جائیگی۔ حجاج نے فوراً امان نامہ لکھدیا اور اپنے عہد واثق سے اُنکا دل قوی کر دیا اور اُنسے کہا کہ ہمارے قیدیوں کو خلاص کرادو ورنہ چین تک کسی کافر کو حسام اسلام زندہ نہیں چھوڑیگی۔

عامر بن عبداللہ نے کہا کہ ولایت ہند کی تولیت مجھے سپرد ہو حجاج نے کہا کہ تجکو یہ طمع ہے مگر منجموں نے یہ حکم لگایا ہے کہ ولایت ہند عماد الدین محمد قاسم کے ہاتھ سے فتح ہوگی۔

محمد قاسم کو کوئی محمد بن القاسم ثقفی اور ابو الفدا محمد بن القاسم لکھتا ہے۔ اسوقت محمد قاسم ایک نوجوان سترہ برس کا تھا وہ حجاج کا چچازاد بھائی اور داماد تھا۔ اور ملک فارس میں نہایت عقل و فراست و شجاعت سے کام کر رہا تھا۔ ہند کی مہم اعظم جو اُس کے حوالہ ہوئی معلوم نہیں کہ اسمیں حجاج کی اس قرابت کو کتنا دخل تھا اور اُسکی فرزانگی و دلاوری کا کتنا اثر تھا۔ مگر اس تقرر میں خواہ اس کا کچھ ہی سبب ہو۔ حجاج کی پرلے درجہ کی دانائی اور روشن ضمیری معلوم ہوتی ہے کہ اس نے فتح ہند کے واسطے ایسا شخص دلاور مقرر کیا کہ سب طرح سے لائق تھا۔

ولید خلیفہ وقت سے حجاج نے درخواست کی کہ فتح ہند کی اجازت دیجئے۔ خلیفہ نے یہ حکم دیا کہ وہاں کی قوم

مخالف ہی اور ولایت دور دست ہی اُسکے واسطے لشکر کی تیاری اور اسباب جنگ کی درستی میں زر کثیر صرف ہوگا اور اسمیں محنت و تکلیف بہت اُٹھانی پڑیگی اسلئے اسمیں توقف کرنا چاہیے وہاں ہر دفعہ لشکر جاتا ہی اور مسلمان ہلاک ہوتے ہیں۔ جب یہ خلیفہ کا حکم حجاج پاس آیا تو اُسنے دوبارہ لکھا کہ اے امیر المومنین مدت سے مسلمان کافرونکے ہاتھوں میں قید ہیں اور لشکر اسلام کو انھوں نے ہزیمت دی ہی اُنسے انتقام لینا ضرور چاہیے۔ فرمان میں جو یہ اشارہ فرمایا ہی کہ ولایت دور دست ہی اور لشکر اور اسباب حرب کی تیاری میں زر کثیر صرف ہوتا ہی ہمارے پاس سب طرح کا سامان جنگ موجود ہے روپیہ کی خرچ کی بابت جو لکھا ہی اُسکی نسبت گذارش یہ ہی کہ جتنا روپیہ اس مہم میں خرچ ہو اُس سے دو چند حضور کے خزانہ معمور میں داخل کرنیکو موجود ہوں۔ جب یہ عرضداشت خلیفہ کے پاس پہونچی تو اُس نے سفر ہند کی اجازت لشکر کو دیدی۔ پھر حجاج نے یہ عرضی بھیجی کہ حضور نے میری درخواست کی منظوری سے مجھے مشرف فرمایا۔ اب چھ ہزار مردوں کو روسا شام میں سے حکم فرمائیے کہ وہ سب طرح سے اپنا سامان درست کرکے میرے پاس آئیں تاکہ ہر ایک سے میں واقف ہوجاؤں۔ پس چھ ہزار سپاہ شام سے حجاج پاس آگئی اُس نے اس سپاہ کو نصیحت کی کہ تم محمد قاسم کے ساتھ وفادار رہو اور جنگ و پیکار میں عزت و شجاعت کے ساتھ قائم رہو۔

جمعہ کے روز یہ خطبہ حجاج نے پڑھا کہ زمانہ دور کر رہا ہی اور حرب ہی ہمارا فخر ہے تیغ وہ ہی روز ہماری روزی رساں ہی۔ ہم خداوند عزوجل کی ستایش زبان سے اور شکر دل سے کرتے ہیں کہ وہ ہمکو غلطت تام ہمیشہ ارزانی کرتا ہی اور کسی دروازہ کو ہمپر بند نہیں کرتا۔ وہ بدیل کی مفارقت کی آواز کو گوش دلمیں پہنچاتا ہی اور اُسکے لشکر کی مصائب کو یاد دلاتا ہی۔ میں واللہ سچ کہتا ہوں کہ تمام عراق کا مال اور جو کچھ میرے پاس ہی اُسکو اس کام میں جبتک خرچ کیے جاؤنگا کہ میں انتقام نہ لے لونگا اور اپنی آتش غضب کو نہ بجھا لونگا۔

حجاج نے محمد قاسم کو سوار کرایا اور بہت سے صدقات دیئے۔ لشکر کو بہت سا مال دیکر مستظہر کیا۔ سفر ہند و سندھ پر اُسکو نامزد فرمایا۔ محمد قاسم سے کہا کہ راہ شیراز سے باہر جاؤ اور بتدریج منزل پیما ہونا تاکہ سارا لشکر شیراز میں جمع ہو جاے تب محمد قاسم نے نیک ساعت میں شیراز میں اقامت کی جبتک کہ سارا لشکر عراق اور شام کا اُس پاس جمع۔ قلعہ کشائی کا سارا سامان منجنیق وغیرہ کو حجاج نے کشتیوں میں لادیا۔ ابن خریم مغیرہ کو سرے کی کشتی پر شحنہ مقرر کیا اور محمد قاسم کو لکھ بھیجا کہ وہ تجھ سے دیبل میں ملیگا۔ وہاں اسکے پہونچنے تک توقف کرنا۔ اس لشکر کے لئے آسائش و آرام کا اسباب یہاں تک تیار کیا گیا تھا کہ سوئی تاگا تک اُسکے ساتھ تھا۔ چار سواروں کو ایک اونٹ ملا تھا کہ اُسپر اپنا اسباب لادیں۔ اُسنے سارے لشکر کو نصیحت لکھی کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو صبر کرتے رہو۔ دشمن کی ولایت پر پہونچو تو صحرا

ہاموں میں کشادہ جگہ میں اترو جنگ کے وقت جب ہاتھیوں کی فوج سامنے آئے تو الگ الگ ٹکڑیاں بنالو۔ اور جب وہ حملہ کریں تو ایک جگہ قائم ہو کر انپر تیر برساؤ۔ برگستوانوں کو شیر اور ہاتھی کی شکل بنواؤ۔ غرض ان خطوط حجاج کے پہونچنے تک وہاں اتنا لشکر اُس پاس جمع ہو گیا کہ چھ ہزار سوار۔ چھ ہزار جمازہ تین ہزار شتر بختی بارکش تھے۔

محمد قاسم جب مکران میں پہونچا تو محمد ہارون سے ملاقات ہوئی وہ پیادہ پا محمد قاسم کے ساتھ چلا تو اُسنے اُسکو سوار کرایا جب منزل میں اپنے گھروں میں اُترے تو اُسکے پاس بہت سے تحفہ تحائف و نزل بھیجے۔ محمد قاسم نے اس تواضع و لطف و کرم کے سبب سے بڑا نام پایا۔ اسی اہلیت و عقل و صلح کل ہنر و کفایت کے سبب سے وہ ملک سندھ کا مالک ہوا۔ مکران سے محمد قاسم ارمابیل کی طرف روانہ ہوا۔ محمد ہارون اگرچہ علیل تھا مگر اُسکے ساتھ ہمراہ ہوا۔ ارمن بیلہ کی منزل پر پہنچکر اس دنیا سے سفر کر گیا اور یہیں مدفون ہوا۔ ارمن بیلہ کو محمد قاسم نے فتح کر لیا۔

ارمن بیلہ (ارمابیل) سے محمد قاسم مع لشکر دیبل کیطرف روانہ ہوا۔ اُسوقت جی سیہ داہر کا بیٹا نیرون میں تھا اُسنے باپ کو لکھا کہ محمد قاسم عرب کا لشکر لیکر سواد دیبل میں آگیا ہے اُسکی جنگ کے واسطے اجازت ہو تو جاؤں داہر نے علافیوں کو بلا کر صلاح پوچھی۔ علافیوں نے داہر سے عرض کی کہ محمد قاسم عمزاد حجاج کا ہے لشکر جرار اُسکے ساتھ ہے۔ انہیں شجاعان نامدار و امیر زادگان دلیر اور گھوڑے اور اسلحہ حرب عمدہ اُن پاس موجود ہیں۔ ہرگز ہرگز اُنسے مقابلہ نہ کیجیے اسیوقت ایک شامی آیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہر سوار عرب داہر سے انتقام لینے آیا ہے۔ داہر نے پسر کو لڑائی سے منع کیا۔

محمد قاسم نے ارمن بیلہ کو جب فتح کیا تھا تو یہاں حجاج کا حکم یہ آیا کہ سندھ و سواد دیبل میں منازل و مراحل میں تم ہمیشہ دشمنوں سے ڈرتے رہا کرو۔ جہاں اُترو وہاں ایک خندق اپنے لشکر کے گرد کھود لیا کرو کہ وہ تمہاری محافظ ہو۔ اکثر جاگتے رہا کرو۔ ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہا کرو۔ دعائیں پڑھتے رہا کرو۔ خدا تعالیٰ کا ذکر ہر وقت زبان پر ہو توفیق الٰہی سے نصرت کے خواہاں رہو۔ خدا عزوجل تجکو نصرت دیگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کو اپنا مددگار بناؤ۔ جب سواد دیبل میں پہونچو تو بارہ گز عرض کی چھ گز عمق کی خندق کھودو۔ جب دشمنوں سے مقابلہ کرو تو خاموش رہو۔ اگر دشمن نعرہ ماریں اور فحش بکیں اور لڑنے آئیں تو اُنسے نہ لڑو جبتک میرا حکم نہ پہونچے میں اپنے مکتوبات میں جو اپنی راے اور تدبیر بتلاؤں اُسی کو تم اپنے لئے صواب جانو وہی تمہارے لئے کافی ہے۔

محمد قاسم کا لشکر کا مستعد کرنا اور مکتوبات حجاج کا آنا و دیبل پر لڑائی کا ہونا

محمد قاسم نے دیبل کے پاس اپنے لشکر کے مقدمہ۔ ساقہ۔ میمنہ و میسرہ و قلب میں لشکر تقسیم کر کے اُنکے افسر نہایت شجاع و دلیر مقرر کئے۔ جمعہ کے روز محرم سنہ ۹۳ھ کو ہتیاروں کی کشتیاں خریم ابن مغیرہ لیکر آ گیا۔ اور حجاج کا نامہ بھی لایا جسمیں محمد قاسم کو لکھا تھا کہ میں تیرے پاس ایسے بزرگوں کو بھیجتا ہوں کہ انمیں سے ایک عبد اللہ الرحمن بن مسلم الکلبی

کہ بہت دفعہ شجاعت و مردانگی میدان کارزار میں ایسی دکھائی کہ دشمنوں کا مُنہ نہیں پڑتا تھا کہ اُسکے سامنے آئیں
وہ بڑا تجربہ کار و آزمودہ کار ہے دوسرا سفیان الابرک ہے کہ فرزانگی و مردانگی و راستگوئی میں کامل ہے جو کام اُسکو
سپرد کیا جاتا ہے اسمیں وہ شرط فرمانبرداری و وفاداری بجالاتا ہے۔ تیسرا اجاشع بن نوبہ بڑا معتمد و امین ہے۔ خریم بن مغیرہ
ایسا شیر دل ہے کہ لڑائی کے وقت متفکر نہیں ہوتا۔ غرض یہ سب تیرے اصحاب ایسے مقرر کئے ہیں کہ تجھسے مخالفت
نہیں کرینگے اور نہ دشمنوں سے مخالطت۔ میرے خط کا جواب اور تمام امور کی روئداد شرح و بسط کے ساتھ جبتک نہ لکھو
کھاؤ پیو نہیں۔ قاسم کو حجاج بہت دوست رکھتا تھا۔ ہمیشہ اُسکے لئے صدقے دیتا اور دعائیں مانگتا۔

محمد قاسم نے لشکر اسطرح آراستہ کر کے اُسکے گرد خندق کھودی۔ نیزہ بردار اُسکے محافظ مقرر کئے۔ جا بجا علم استادہ کئے
ہر علم کی ایک فوج متعین تھی۔ وہ جُدا جُدا اپنے علم کے نیچے تقسیم تھی منجنیق کشتیوں سے اُتار کر درستی سے لگائے گئے
انمیں ایک منجنیق خاص امیر المومنین کا تھا جس کا نام عروسک تھا اُسکو پانسو آدمی کھینچتے تھے تو اُس سے سنگ اندازی
ہوتی تھی۔ چار اور منجنیق تھے۔ دیبل میں ایک بتکدہ تھا اُس کا ایک گنبد بڑا بلند تھا اُس پر ایک جھنڈا لگا ہوا تھا
حریر سبز کا پھریرا تھا۔ اُسکے چار حصے تھے جب اُنکو کھولدیتے تھے تو وہ شہر کے چاروں طرف پھرتا تھا۔ جب دیبل کے
سامنے کشتیوں میں لشکر اسلام آیا تو اُسے کھولدیا اسکے کھلتے ہی سب اہل حصار لڑنے کو آمادہ ہوئے۔ سات دن تک
لڑائی ہوتی رہی آٹھویں روز لشکر اسلام حملہ کر رہا تھا کہ ایک برہمن حصار میں سے باہر آیا اور جان کی امان مانگ کر
یہ کہا کہ امیر عادل کو ہمیشہ بقا ہو ہماری جوتش کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ولایت سندھ کو لشکر اسلام فتح کریگا۔ مگر یہاں
ایک ایسا طلسم ہے کہ جبتک اُسے نہ توڑوگے تو حصار کا فتح ہونا ناممکن ہے جسوقت اس جھنڈے کو توڑدوگے حصار
کو فتح کرلوگے۔ یہ سنکر محمد قاسم نے جعوبہ منجنیقی کو حکم دیا کہ منجنیق لگا کے اس جھنڈے کو توڑوگے تو میں تمکو دس ہزار درم
انعام دونگا۔ جعوبہ نے اقرار کیا کہ ابھی اسے توڑتا ہوں اگر اسے نہ توڑوں تو آپ میرے ہاتھ کاٹ ڈالئے۔ اسی
اثنا میں ایک جوتشی آیا اُسنے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس ملک کی بادشاہی مسلمانوں کے ہاتھ لگے گی۔ اسلئے
جو مسلمانوں کے قیدی ہیں اُنکو یہ کہکر تقویت دیجاتی ہے۔ اگر میری اور میرے اہل و عیال کی جان مال کی امان دیجئے
تو مسلمان قیدیوں کو آپکی خبر سُنا کر قوی دل کردوں۔ محمد قاسم نے اُسکو امان دیکر قیدیوں کے پاس بھیجا جس نے
جا کر اُنکے دل کو تسکین و تسلی دی نویں روز جعوبہ نے منجنیق کو درست کر کے لگایا۔ حجاج کو یہاں کا حال ذرہ
ذرہ تیسرے روز لکھا جاتا تھا اور آئندہ کیلئے صلاح و تدبیر پوچھی جاتی تھی۔ جعوبہ اور اس سے جو شرط ٹھیری تھی
اُسمیں سے بھی اطلاع دی تو اسکا جواب وہاں سے یہ آیا کہ جب لڑو تو آفتاب کو پس پشت رکھو تاکہ دشمن تمہارے

آنکھوں کے سامنے ہو۔ اوّل روز لڑائی کرو۔ منجنیق کو مشرق کی طرف لگاؤ اور اُسکے پائونکو چھوٹا کر دو اور جعویہ سے کہو کہ جھنڈے کو نشانہ بناکے اُڑا دے۔ غرض جعویہ نے اوّل نشانہ میں جھنڈے کو اُڑا دیا۔ اس جھنڈے کا اُڑنا کیا تھا گویا دشمنوں کا دل ٹوٹنا تھا۔ محمد قاسم نے حصار کے شمالی و جنوبی و مشرقی و مغربی برجوں کے لئے سپاہ حملہ آوری کی متعین کی وہ زینے لگاکر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اوّل شخص جو چڑھا وہ خزیمہ کوفی تھا اُسکے بعد عجل بن عبد الملک بصری تھا۔ غرض حصار میں محمد قاسم بتخانہ پر گیا تو پجاریوں نے دروازہ بند کرکے یہ چاہا کہ جلکر خاک ہو جائیں۔ دروازہ پر دو آدمی تھے اُنکو قتل کیا۔ سات سو یا چار سو عورتیں بدھ کی خدمتیں رہتی تھیں اور زر و زیور سے آراستہ تھیں وہ بندی میں آئیں۔ تین روز تک ہتھیار بند سپاہی قتل ہوتے رہے۔ برہمن جو محمد قاسم پاس آیا تھا اور ان قیدیوں کی خبر لایا تھا جو سراندیپ کے جہاز و میں سے گرفتار ہوئے تھے۔ اُس کو محمد قاسم نے بُلوایا۔ اُسنے اُنکو عرض کی کہ دیبل کے قلعہ میں جو عورت مرد مسلمان قید تھے وہ خلاص ہوکر قید خانہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ محمد قاسم نے ان قیدیوں کو اپنے لشکر میں بھیجدیا کہ آسائش و آرام کریں اور اس شخص کو بُلایا جسکی حراست میں یہ قید رہتے تھے۔ یہ شخص ایک پنڈت تھا جو نہایت عادل عالم ادیب تھا جب وہ آیا تو امیر محمد قاسم نے اُسکو سزا کا حکم دیا تو اُسنے ترجمان کی معرفت عرض کی کہ آپ ان قیدیوں سے پوچھئے کہ میں نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ محمد قاسم نے قیدیوں سے پوچھا سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اسنے ہمارے ساتھ ایسی تواضع و مدارات کی ہی کہ ہم اسکے ستایش گر ہیں اور وہ ہمیشہ لشکر اسلام کی خوشخبری سے ہمارے دلکو تسکین دیتا تھا۔ محمد قاسم نے اس پنڈت سے کہا کہ تم اسلام قبول کرو اُسنے اسلام قبول کیا۔ محمد قاسم اُسکو اپنا نائب دیبل میں مقرر کردیا کہ انتظام کرے اور حمید بن وداع کو شحنہ یہاں کا مقرر کیا۔ یہاں چھاونی ڈالی اور اسمیں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا اور ایک مسجد بنوا دی۔

نقود غنائم و بردہ بہت کچھ ہاتھ آیا۔ پس خمس اس کا خزانہ حجاج میں تحویل ہوا اور حاکم دیبل کی دو لڑکیاں حجاج کے پاس بھیجی گئیں اور باقی غنیمت بطریق استحقاق اسطرح تقسیم ہوئی کہ سوار کو دو سہم اور اشتر سوار و پیادہ کو ایک سہم۔

جب راجہ داہر کو خبر پہونچی کہ لشکر اسلام نے دیبل کو فتح کر لیا تو اُسنے حاکم نیرون کو لکھا کہ دریاے مہران سے عبور کرکے برہمن آباد میں آئے اور حفظ حصار میں سعی کرے۔ اور محمد قاسم کو یہ خط لکھا۔

خط داہر۔ داہر بادشاہ ہند و فرمان دہ بحر و بر کا یہ خط ہی۔ بجانب مغرور و مفتون محمد قاسم کہ جو مارنے اور قتل کرنے پر حریص ہی اور بے رحم ایسا ہی کہ اپنے لشکر پر بھی رحم نہیں کرنا جانتا۔ پہلے بھی مسلمانوں کے دماغ میں یہ خبط سمایا تھا کہ ہند و سندھ کو فتح کیجیے۔ لشکر جو حملے کے لئے آیا تھا اُس کو ٹھاکروں نے کہ شکار کے لئے دیبل میں گئے تھے

اُسکو شکست دیکر پریشان کر دیا۔ اب تیرے دماغ میں یہ سودا پھر اُٹھا ہے کہ لشکر لیکر ہم سے لڑنے آیا ہے۔ دیبل کو جسمیں
اہل تجارت و اہل حرفہ و پیشہ رہتے ہیں فتح کرکے اترایا ہے۔ دیبل نہ کوئی حصن حصین تھا نہ کوئی وہاں لشکر با تمکین تھا
جو لشکر اسلام سے مقابل ہوتا اگر وہاں ہمارے نامور لشکر آرا ہوتے تو مسلمانوں کا نشان نہ چھوڑتے۔ راجہ جے سیہ کہ
روے زمین پر بادشاہ اُسکے آگے سر جھکاتے ہیں۔ زمانہ کے بڑے بڑے جابر اُسکے آگے کانپتے ہیں۔ ہند و سندھ
کے تمام فرمانروا اُسکے آستانہ پر ماتھا رگڑتے ہیں۔ بلاد مکران و توران کے باشندے اُسکے طوق اطاعت کو گردن
میں ڈالتے ہیں وہ صاحب صد زنجیر فیل مست اور ایک فیل سفید ہے جس کے آگے گھوڑوں کی کیا مجال جو ٹھیر سکیں
اگر میں اُسکو اجازت دیبل پر لڑنے کی دیتا تو کسی لشکر کی کیا مجال تھی جو وہاں قدم بھی رکھ سکتا۔ اب تو خواب غرور
میں نہ سو نہیں تو تیرا بھی حال وہ ہوگا جو بدیل کا ہوا کہ ہمارے ہاتھ سے بچکر نہ جا سکے گا۔ فقط

جب محمد قاسم پاس یہ خط آیا تو دبیر کو بُلا کر اُس کا ترجمہ سُنا اور یہ جواب لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد قاسم
ثقفی کی طرف سے کافر۔ جاہل۔ متکبر و منکر داہر کی طرف۔ جو کچھ تو نے اپنی جہالت و حماقت و نخوت سے لکھا وہ اور جو کچھ
اپنی قوت و شوکت اور فیل و سوار لشکر کی کثرت کا بیان کیا وہ ہمکو معلوم و مفہوم ہوا۔ صرف کرم الٰہی پر توکل ہے۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پر عمل ہے۔ ہم فیل کو ذلیل جانتے ہیں جو ایک مچھر کو اپنے اوپر سے نہیں اُڑا سکتا
ہم گھوڑوں کی کچھ اصل نہیں جانتے۔ ہم تو صرف خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں ہم نے جو تجھپر لشکر کشی کی تیری اُس
بدافعالی کے سبب سے کی ہے کہ تو نے سراندیپ کے جہازوں کا مال جو خلیفہ کی نذر کے لئے جاتا تھا لُوٹ لیا۔ مسلمانوں کو قید
کرکے لونڈی غلام بنایا۔ آج ہمارے خلیفہ کے فرمان کا ادب ساری دنیا کرتی ہے مگر تو نے اس کا کچھ لحاظ و پاس نہ کیا
اسلئے دارالخلافہ سے فرمان صادر ہوا کہ تیرے ان افعال کا انتقام لیا جاوے اور تجھ سے میں لڑوں۔ خدا تعالےٰ
مجھے جس موقع پر تو میرے مقابل ہو مظفر و منصور کرے۔ میں تیرا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجوں یا راہِ خدا میں میرا
سر تن سے جدا ہو۔ رضاے الٰہی کے لئے یہ کام ہم نے کیا ہے۔ خدا ہی سے اُمید ہے کہ فتح و نصرت ہم کو وہ دے
انشاءاللہ تعالیٰ۔ فقط ۹۳ھ

جب دیبل فتح ہوگیا تو محمد قاسم نے ادھر کشتیوں میں منجنیقوں کو لدوا کر سند ساگر کے دریا میں روانہ کیا اور آدھر خود
خشکی کی راہ سے سیسم کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہاں پہنچا تو امیر حجاج کا فرمان یہ آیا کہ حجاج بن یوسف کی طرف سے
محمد قاسم کو معلوم ہو کہ میرا مقتضاے خاطر یہ ہے کہ تجکو خدا تعالیٰ سب جگہ مظفر و منصور کرے اور تیرے دشمنوں کو
مغلوب۔ یہ جو مال و متاع و فیل و اسپ ہاتھ آتے ہیں اُسکو تو اپنا مت خیال کر تجکو چاہیے کہ یاروں کے ساتھ

نیک زندگانی بسر کر۔ ہر ایک کا احترام و خاطرداری کر جن چیزوں کی لشکر کو احتیاج ہو اُسکے دفع کرنیں کوشش کر۔ مال غنیمت سپاہیوں کو دیدے۔ ایسی فیاضی کر کہ تیرے لشکر میں غلہ ارزان ہو۔ جب مملکت پر حکومت مسلم ہوجائے اور قلعے مضبوط و استوار ہوجائیں تو جو کچھ بچے اُسکو رعایا کی رفاہ و بہبودی میں خرچ کرنیکے اندر دریغ نہ کر زراع و صناع تجار کی مرفع حالی سے ملک مزروع و معمور ہوتا ہی انکے ساتھ رعایت کر کہ وہ تیری طرف راغب ہوجائیں۔ تاریخ تحریر ۲ رجب ۹۳ھ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جب لشکر عرب کو شکست ہوئی تھی اور بدیل شہید ہوا تھا تو اہل نیرون نے امان نامہ حجاج سے لکھا لیا تھا۔ دیبل سے نیرون ۲۵ فرسنگ تھا چھ روز میں اس سفر کو ختم کر کے ساتویں روز یہاں محمد قاسم پہونچا لشکر میں پانی کا کال تھا۔ محمد قاسم نے دوگانہ نماز ادا کر کے مینھ کی دعا مانگی خدا کے حکم سے مینھ برسا۔ سارا شہر سیراب ہوگیا اہل نیرون نے حصار کا دروازہ بند کرلیا۔ اُنکا سردار سمانی یہاں نہیں تھا۔ سامان رسد کا اندیشہ محمد قاسم کو ہوا۔ پانچ چھ روز بعد سمانی نے دو مقدم اور فرمان حجاج اور سامان رسد محمد قاسم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ زبانی پیغام کہلا کہ یہاں میں حجاج کے فرمان کے بموجب مقیم ہوں اور اُسکی تقویت پر قائم ہوں۔ میں یہاں حاضر نہ تھا داہر پاس تھا رعایا نے متردد ہوکر دروازہ بند کرلیا پھر سامانیوں نے دروازہ کھولدیا اور لشکریوں کے ساتھ خرید و فروخت شروع کی۔ محمد قاسم نے اسکا شکریہ ادا کیا۔ حجاج کو اس کا حال لکھا۔ حجاج نے اس کے جواب میں اہل نیرون کی بڑی استمالت کی اور محمد قاسم پر تاکید کی کہ انکی رفاہ و بہبودی میں سعی کرے جو کوئی تجھ سے امان چاہے اُسکو امین کر۔ اگر کسی جگہ کے بزرگ اکابر تجھ سے ملیں تو اُنکو خلعت گرانمایہ دینا اور انعام و اکرام سے انکو سرفراز کرنا اپنے اوپر واجب سمجھ۔ عقل کو اپنا پیشوا بنا تا کہ امرا ولایت و معارف نواحی کو تیرے قول اور فعل پر اعتماد ہو۔

محمد قاسم نے حاکم نیرون کو اپنے معتمد و خواص کی زبانی کہلا بھیجا کہ دروازہ کے بند ہونے سے ہمکو غصہ آیا تھا مگر تیری غیر حاضری کے عذر سننے سے وہ غصہ فرو ہوگیا اب تیرے اکرام و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہوگا۔ یہ سُنکر سمانی حاکم نیرون بہت سے تحائف و نزل لیکر محمد قاسم کی خدمت میں آیا۔ اور پھر اپنے قلعہ میں گیا اور محمد قاسم کی ضیافت کی اور لشکریوں پاس بہت غلہ بھیجا پھر لشکر میں غلہ کی تنگی نرہی۔ محمد قاسم نے حصار کے اندر ایک شحنہ مقرر کیا۔ ایک بتکدہ کی جگہ مسجد بنائی۔ موذن اور امام مقرر کیا۔ یہاں سے سوستان کی طرف کوچ کیا۔

محمد کا سوستان جانا اور جنگ سوستان

جب نیرون کا انتظام خاطرخواہ ہوگیا تو یہاں سے وہ سمانی کی رہبری سے سوستان کی طرف باقاعدہ منزل بمنزل روانہ ہوا۔ بہرج میں جو ۳۰ فرسنگ نیرون سے تھا پہونچا۔ یہاں سمانی مقدم تھا اور حصار میں راجہ داہر کا بھتیجا چندر کا بیٹا بجھرا حاکم تھا۔ یہاں سمانیوں نے ملکر ایک جلسہ کیا اور بجھرا کو پیغام بھیجا ہمارا مذہب سلامت کا اور دین عافیت کا

ہماری کیش میں مارنا لڑنا روا نہیں ہی خونریزی منع ہی۔ آپ تو کوشک بلند پر بخوف و خطر بیٹھے ہوئی ہیں ہمکو خوف ہی کہ لشکر اسلام اس سبب سے کہ ہم تیری تابع ہیں ہمپر آئیگا جان و مال کو لے لیگا۔ یہ ہمکو معلوم ہی کہ محمد قاسم پاس امیر حجاج کا فرمان ہی کہ جو شخص اُس سے امان مانگے اُسکو امن دیکر امین کر۔ اہل عرب بہت باوفا ہیں عہد و پیمان کے بڑے پکے ہیں۔ ایفاء عہد انکا ایمان ہی۔ اگر آپکے نزدیک مصلحت ہو تو ہم اُن سے موافقت کرکے عہد و پیمان کر لیں۔ بجہرا نے انکی اس درخواست کو نامنظور کیا۔ محمد قاسم نے ایک شخص کو بطور مخبر کے شہر میں بھیجا کہ وہ اہل شہر کے مزاج سے اطلاع دے کہ وہ باہم موافق ہیں یا منافق۔ اس مخبر نے خبر دی کہ اہل حصار باہر لڑنے کے لئے مستعد و مہیا کھڑے ہیں۔ محمد قاسم نے منجنیقوں کو درست کر کے لگوایا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ سمانیوں نے اپنے سردار کو لڑائی سے روکا کہ اس لشکر عرب سے تو مقابلہ و جنگ نہیں کر سکتے جان و مال کو کیوں خطرہ میں ڈالتا ہی۔ مگر اُسنے رعایا کی مصلحت کو نہ سُنا۔ سمینیوں نے محمد قاسم پاس پیغام بھیجا کہ تمام رعایا کاشتکار و صناع و تجار اور اوباش بجہرا سے ناراض ہیں اور اُسکے مطیع نہیں ہیں وہ تجھ سے منازعت و محاربت نہیں کرنا چاہتے۔ یہ سُنکر لشکر اسلام کی اور ہمت بڑھی۔ اور محمد قاسم نے رات دن لڑنا شروع کیا ایک ہفتہ کے اندر اہل حصار نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بجہرا نے دیکھا کہ اب اہل حصار پر وقت تنگ آگیا ہی وہ رات کو چھپ کر بھاگ گیا اور بدھیہ کی سرحد میں جا پہنچا اُسوقت بدھیہ میں کاکا بیٹا کوٹل کا فرمانروا تھا اور وہ سمانی تھا اور اسکا حصن حصین سیسم ندی کمبھ کے کنارہ پر تھا۔ وہانکے باشندے بجہرا کے استقبال کو آئے اور حصار کے آگے اُسے اُتارا۔

جب بجہرا بھاگ گیا تو سمانیوں نے مسلمانونکی اطاعت قبول کرلی۔ سوستان کے قلعہ میں محمد قاسم آیا اور یہاں کا انتظام خاطر خواہ کیا۔ اور ملکی منصبوں پر عمال اور اپنے نائب مقرر کئے اور اضلاع کے انتظام اور اختیار اُنکو سپرد کیا جہاں سونا چاندی اُسکو ملا وہ لے لیا اور سیم و پیرایہ و نقود کی گٹھریاں باندھیں مگر سمانیوں سی جنسے کہ پہلے عہد و پیمان ہو چکے تھے کچھ نہ لیا۔ اور لشکر اسلام جسقدر مال کا مستحق تھا اُسکو دیا۔ غنیمت کا پانچواں حصہ حجاج کے خزانچی کو حوالہ کیا راوتونکو عہدونپر نامزد کیا۔ حجاج کو غنیمت اور بردہ اور اُسکے ساتھ فتحنامہ بھیجا اور خود سوستان میں ٹھہرا۔ اس خمس اور سپاہ کے حصونکی تقسیم سے فارغ ہوکر دو تین روز بعد حصار سیسم کیطرف وہ روانہ ہوا اہل بدھیہ اور سوستان کا راجہ اس سے لڑنیکے لئے طیار ہوئے۔ سوستان کی حفاظت کے لئے جو لشکر مقرر تھا اُسے چھوڑکر باقی لشکر کو وہ ساتھ لیکر نیل بان پر دریا کنبھ کے کنارہ پہونچا۔ یہاں چاروں طرف اسلام کے دشمن ہی دشمن تھے ان سبنے جمع ہوکر یہ ارادہ کیا کہ اس لشکر پر شب خون مارکے اُسکو پریشان کردیجئے۔

بدھیہ کے اکابر و اعیان کاکا کوٹل کے پاس گئے۔ بدھیہ کے رانا یونکی نسل سے تھے جو اصل میں ایودھا کے

سیوستان

ایو وحار گنگا کے کنارہ پر ایک نگر ہی۔ لشکر عرب پر شبخون مارنے کے باب میں مشورہ کیا گیا۔ محکا کا نے اپنی رائے یہ ظاہر کی۔ اگر تم شبخون مار سکتے ہو تو مارو نہایت عمدہ تدبیر ہے مگر ہمارے پنڈتوں اور جوتشیوں نے جوتش کی کتابوں سے خوب حساب کر کے یہ لکھا ہی کہ اس نواح میں مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ اُسنے جاٹوں کی فوج جمع کر کے اُسکا سپہ سالار بھمن مقرر کیا ایک ہزار سپاہی دلاور و شمشیر زن اسکے ہمراہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کے پاس تلوار تیر و نیزہ و کٹار تھی جب دن کی رومی سپاہ نے رات کی زنگی سپاہ سے ہزیمت پائی تو لشکر شبخون مارنے کے لئے روانہ ہوا جب وہ لشکر عرب کے قریب آیا تو راہ بھول گیا رات بھر بھٹکتا پھرا۔ چار فرسخ جو اس سپاہ کے تھے انمیں نہ مقدمہ ساقہ کے ساتھ ملا نہ میمنہ میسرہ کے سامنے آیا۔ جنگل میں ہر ایک سر مارتا پھرا۔ جب اُس نے سر اُٹھا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سیم کے قلعہ کے گرد کھڑے ہیں۔ جب دن ہوا تو وہ قلعہ کے اندر گئے اور سارا حال کاکا کوتل سے بیان کیا کہ یہ ہماری تدبیر نہ چل سکی۔ کاکا نے کہا کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں شجاعت و مردانگی و شہادت و فرزانگی میں کیسا نامور ہوں اور میری ناموری میں تمنے کتنی مہمات سر کی ہیں لیکن بدہوں کی کتاب میں علم نجوم سے حساب کر کے لکھا ہی کہ لشکر اسلام کے ہاتھ پر ہندوستان فتح ہوگا۔ مجھے اسکا یقین ہی کہ یہی ہو کر رہیگا۔

کاکا مع معتمدوں و خواص کے لشکر عرب کی طرف چلا تھوڑی دور گیا تھا کہ وہ بنانہ میں حنظلہ سے ملا جو پیش رو اُس لشکر کا تھا اور دشمن کی سپاہ کا حال دریافت کرنے جاتا تھا۔ کاکا کو وہ محمد قاسم پاس لے آیا۔ محمد قاسم بہت خوش ہو کر اُس سے ملا۔ اُسنے شبخون مارنیکا حال بیان کیا۔ جو لشکر شبخون مارنیکو چلا تھا خدا تعالیٰ نے اُسکو گمراہ کر دیا۔ ساری رات پریشان پشیمان پڑا پھرا۔ ہمارے منجموں و معبروں نے علم نجوم کے موافق یہ حکم لگایا ہی کہ لشکر اسلام کے ہاتھ یہ نواح آئیگی چنانچہ اُنکے بیان معجز طرازنکی تصدیق اس شبخون کے منصوبہ نہ چلنے سے ہو گئی اسکا یقین ہو گیا کہ حکم الٰہی یہی ہی کہ سیکا مکر و غدر عرب کی طاقت کے آگے نہ چل سکے گا۔ اب ہر طرح سے اپنا اطمینان رکھئے کہ دشمنوں پر آپکو فتح ہوگی میں آپکی اطاعت قبول کرتا ہوں اور ناصح بنکر ساتھ ہوتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا میں آپکا یار و یاور رہونگا۔ دشمنوں کے قلع و قمع کے لئے رہبر رہونگا۔ محمد قاسم نے ان باتوں کو سنکر درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ خود کاکا کی اور کل اُسکے ساتھیوں کی سب طرح سے خاطر جمع کی۔ اُسنے کاکا سے کہا کہ اے امیر ہند تیرے ہاں تشریف (خلعت دینے) کا کیا دستور ہی۔ کاکا نے کہا کہ ہمارے ہاں سمانی جاٹوں کی تشریف کی رسم یہ ہے کہ کرسی ملتی ہی۔ جامہ ریشمی ہندی یا حریری پہنایا جاتا ہی اور دستار بندی ہوتی ہے۔ کاکا کو یہ خلعت پہنایا گیا تاکہ نواح کے کل مقدموں اور بزرگوں کو اس کی اطاعت کیطرف رغبت ہوئی۔ جن لوگوں نے موفقت کی

حجاج بن یوسف کا فرمان دریائے مہران سے عبور کرنیکا اور داہر سے لڑنیکا

اُنکے دلوں سے اُسنے اہلِ عرب کا خوف دُور کر دیا۔ اور جنھوں نے مخالفت کی اُنکو رہنمائی کر کے راہ پر وہ لے آیا۔ عبدالملک بن قیس شحنہ مقرر ہوا کہ ہر متمرد کو سزا دے۔ کاکا نے ایک دولتمند گروہ کو لوٹا اور اُنسے نقد و جنس و ستور و بردہ و غلہ بہت کچھ لیا۔ جس سے لشکرِ عرب میں گائے کا گوشت تک ارزاں ہو گیا۔ پس محمد قاسم یہاں سے چلکر حصارِ سیسم پر آیا دو روز تک لڑائی رہی خدا نے اُسے فتح دی اور دشمن فرار ہوئے۔ داہر کا بھتیجا بن چندر اور اُس کے تابعین راوت و ٹھاکر مارے گئے۔ باقی لڑنیوالوں میں سے کچھ تو بدھیہ کے پرے کچھ بھٹ نور میں جو سالوج اور قندھابیل کے درمیان میں ہے بھاگ کر چلے گئے یہاں سے امان نامہ کی درخواست کی۔ یہ سب اہرسے مخالفت رکھتے تھے۔ بعض داہر کے ہاتھ سے ذبح ہوئے تھے اسلئے اُنھوں نے اُس سے بغاوت اختیار کی اور اپنے ایلچیوں کو بھیجا اور ایک ہزار درم وزن چاندی دینے کا وعدہ کیا اور اپنی طرف سے اوّل سوستان روانہ کئے۔

محمد قاسم نے بعض رئیسوں پر زر مالگذاری مقرر کر دیا اور از سرِ نو انکی رفاہ کا عہد و پیمان کر لیا اور حمید بن وداع النجدی اور عبدالقیس آلِ جارود کو یہاں مناصب پر مقرر کیا اور اُنکے معتمد ہونے کے سبب سے سارے کاموں کا اہتمام انھیں کے سپرد کیا۔ اسطرح سیسم کے انتظام سے فارغ ہوا تو حجاج کا فرمان پہونچا کہ کہیں اور نہ جاؤ نیرون کو واپس آؤ اور مہران سے عبور کرنے کی تدبیر کرو اور داہر سے لڑائی لڑو اور خدائے عزوجل سے دعا مانگو کہ تجھے ظفر و نصرت عنایت کرے جب ان نواحی پر تیرا تسلط ہو تو وہاں کلّی و جزوی انتظام کر اور حصاروں کو مضبوط کر اور کسیکو غیر مضبوط نہ چھوڑ۔ محمد قاسم نے جب اس فرمان کو پڑھا تو وہ نیرون میں آیا۔ یہاں سے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیرِ اجل عالم تاجِ دین پناہ عجم و ہند حجاج بن یوسف کی بارگاہ رفیع میں خدمتگار محمد قاسم بعد بندگی و خدمت عرض کرتا ہے کہ میں مخلص مع تمام امیر و حشم و خدم و جماعت لشکر مسلمانوں کے ضمانِ سلامت میں ہوں اور ہمارے تمام امور کو استقامت اور مسرت کو استدامت حاصل ہے رائے انور پر روشن ہو کہ بیابان اور اُسکی منازل مہلک کو قطع کر کے بلاد سندھ میں پہنچا وہ حصہ ملک کا جو قلعہ لبرور (نیرون) کے محاذی دریائے مہران پر واقع ہے فتح ہوا۔ یہ قلعہ الور کے ملک میں ہے رائے داہر کی ملک میں تھا۔ جن لوگوں نے سرکشی کی وہ قید کئے گئے یا بھاگ گئے۔ جب فرمان امیر نافذ ہوا اور مراجعت کی طرف اشارہ تو میں حصار میں کہ وہ نیرون میں ہے پھر آگیا ہوں اور یہ حصار دار الخلافہ سے نزدیک ہے اُمید ہے کہ عنایت بادشاہی اور اقبال امیر معظم سے دشمنوں کے حصنہائے حصین فتح ہوں اور ہمارے خزانے دولت سے معمور ہوں بالفعل حصار سوستان و سیسم میں ہماری حکومت مسلم ہوگئی۔ پسر عم زاد داہر اور اُسکے اور اعیان و شجاع قتل کئے گئے اور مشترک مسلمان ہوئے

یا مفتوح۔ بتکدوں کی بجائے مساجد و معابد بنائے گئے اُنمیں منبر قایم ہوئے خطبہ پڑھا گیا۔ اذاں دی گئی۔
اوقات مقررہ پر فرض نماز ادا ہوتا ہے۔ خدائے عزوجل کی ذکر و تذکیر صبح و شام ہوتی ہی قرآن کی آیتوں کیموافق
احکام الٰہی کی تعمیل ہوتی ہی۔ میں ایسے حصن کے جوار میں مقیم ہوں کہ وہ سد سکندری پر بھی افتخار کرتا ہے۔ حول و
قوت ہماری خدائے عزوجل کیساتھ ہیں۔ رائے رفیع کے لئے یہ مکتوب بھیجتا ہوں اور فرمان نافذ و مثال ناطق کے
صدور کا منتظر ہوں۔ جو حکم و ارشاد ہوگا توفیق الٰہی سے اُسی کے موافق تعمیل ہوگی۔ سامی راسل سے جو راجہ داہر کے
توابعین میں سے ہی عہد و پیمان کی گفتگو ہو رہی ہی اگر یہ امر طے ہو جائیگا تو دریائے مہران سے گذرنا ہمپر آسان ہو جائیگا۔

فرمان حجاج۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ فرزند عزیز کریم الدین محمد قاسم ادام اللہ تمکنتہ کا مکتوب پہنچا۔ الوزع تکلف و
اصناف تعظیم سے آراستہ تھا۔ اُس سے تمام حال وہاں کا جو وقوع میں آیا معلوم ہوا۔ اے پسر کیا تجکو ہو گیا ہی کہ رائے
و عقل و تدبیر و تمیز اپنی معین کر کے ملوک مشرق کو لڑائی میں مقہور نہیں کرتا اور ان لشکروں کو کہ لشکر اسلام کی
مدافعت چاہتے ہیں تباہ و برباد نہیں کرتا تو اُنکے کید اور شر کو دفع کر اور مال جتنا تو خرچ کر سکتا ہی انعام و بخشش لشکر
میں صرف کر اور جو کوئی تجھ سے اقطاع و ولایت چاہی اُسے تو ناامید نہ کر اور اُسکی ملتمسات کو قبول کر۔ امان سے رعایا کو
اطمینان دے بادشاہی کے چار ارکان ہیں اوّل مدارا و مواسا و سامحت و مصاہرت۔ دوّم بذل مال و عطیہ سوّم
دشمنوں کی مخالفت میں رائے صواب انکی مزاج شناسی میں علم۔ چہارم رعب مہابت و شہامت و قوت و شوکت۔
دشمنوں کے دفع کرنے میں ان طریقوں سے دشمنوں کو دفع کرنا چاہیئے تو راجاؤں کو عہد و وثیق سے راہ پر لا۔ جب وہ مالگذاری
دینے کا اقرار کریں تو سب طرح سے تو اُنکو قوی پشت کر۔ جب کسیکو سفیر بنا کے بھیج تو پہلے اُسکی عقل و مذہب و کیاست و
امانت پر خوب اعتماد حاصل کرے کہ مبادا اُسکی رفتار و گفتار سے اسلام کی گردن پر وبال آئے۔ اپنے تئیں دشمنوں کے
مکر و غدر سے بچاتا رہ۔ مہمات میں حزم و ہوشیاری کو کام میں لا۔ داہر سے ہمیشہ محترز رہ۔ اگر وہ کوئی اپنا معتقد و
معتمد بھیجے تو اُسکی مجالست سے بیخوف نہ رہ جب اُسکو بلا تو بزرگوں کی محفل میں جواب شافی بے محابا دے۔ جو شخص وحدانیت
الٰہی کا اقرار کرے اور تیری اطاعت کرے تو اُسکے تمام مال و اسباب و ننگ و ناموس کو برقرار رکھ اور جو اسلام نہ قبول
کرے تو اُسکو فقط اتنی گزند پہونچا کہ وہ مطیع ہو جائے۔ جو لوگ تمرد اختیار کریں تو اُنسے لڑنے کے لئے تیار ہو۔ اور ایسی
جگہ لڑ کہ وہاں زمین فراخ ہو تاکہ مرد مرد کے ساتھ اور سوار سوار کے ساتھ میدان میں جولانیاں کر سکیں جب لڑائی
میں مصروف ہو تو کرم الٰہی پر توکل کر۔ دریائے مہران سے اول تو عبور کر تاکہ تیری ہیبت لوگوں کے دلوں میں
اثر کرے اور ایسی جگہہ سے عبور کر کہ وہاں پل استوار باندھ سکے اُسکا پہلے خوب امتحان کر لے۔ فقط۔

جب یہ فرمان حجاج کا آیا تو محمد قاسم دریا کے عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔

جب داہر کو یہ خبر پہونچی کہ محمد قاسم نیرون میں آگیا تو اُس نے نجومیوں سے پوچھا کہ تمہارا علم نجوم کیا کہتا ہے سب نے بالاتفاق کہا کہ مسلمانوں کی فتح ہوگی۔ داہر نے سمانی بھنڈرکو اکو جس کی ایالت میں حصار نیرون تھا نیرون بھیجا کہ وہاں کے حال سے اطلاع دے۔ وہ لشکرگاہ عرب میں پانچ مقدموں کے ساتھ آیا اور حجاج کا فرمان بھی ساتھ لایا۔ اور محمد قاسم کو دکھلایا۔ محمد قاسم نے کہا کہ میں اس فرمان کی فرمانبرداری کے لئے موجود ہوں۔ مگر اہل نیرون نے جو حصار کا دروازہ لشکر کے لئے بند کیا جسکے سبب سے لشکر میں غلہ کا کال پڑگیا یہ نیک کام نہ تھا۔ اُسنے یہ عذر کیا کہ ہماری تمام مصالح امور راجہ داہر سے متعلق ہیں میں اُس پاس حاضر تھا۔ میری غیر حاضری میں رعایا نے متردد ہوکر اور لشکر سے ڈرکر دروازہ بند کرلیا۔ اب میں حاضر ہوں جو حکم ہوگا بجا لاؤنگا۔ اسپر سمانی کو محمد قاسم نے خلعت دیا اور نہایت عنایت کی اور اُسکو واپس بھیجا اُسنے جاکر حصار کا دروازہ کھولدیا۔ محمد قاسم گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے اکابر و اعیان کو ساتھ لیا اور حصار میں آیا۔ بجائے بتکدہ کے مسجد بنوائی۔ دوگانہ نماز اُسمیں ادا کیا حصار میں شحنہ اپنی طرف سے مقرر کیا۔ پھر یہاں سے حصار اش ہار پر محرم سنہ ۹۳ھ میں گیا اور اُسکے سواد میں اُترا۔ یہ حصار نہایت استوار تھا۔ اہل حصار نے لڑنے کی تیاری کی اور حصار کے گرد گہری خندق کھودی۔ ایک ہفتہ تک لڑائی رہی۔ پھر اہل حصار نے اطاعت اختیار کی۔ محمد قاسم نے امان دی۔ انھوں نے مالگذاری دینے کا وعدہ کیا قلعہ کی کُنجیاں دیدیں۔ محمد قاسم نے حصار کا انتظام اپنے معتقدین و معتمدین کے حوالہ کیا۔

محمد قاسم معبر مہران پر پہونچا تو داہر کو اسکی خبر ہوئی وہ سمجھا کہ اہل عرب کا استیلا روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ تو اُسنے موکہ بن بسایا پاس ایلچی بھیجا کہ اگر تو ہماری اطاعت کریگا تو تیرا ملک بدستور تیرے پاس رہیگا۔ اسکے جواب میں موکہ نے محمد قاسم کو لکھا کہ تیری اطاعت کی طرف رغبت ہوتی ہے مگر سندہ ہمارا مسکن و ماوا ہے ہمارے باپ دادا کا ملک ہے میری راجہ داہر سے قرابت ہے مجھ پر اُسکے ساتھ ہر حال میں شریک رہنا فرض ہے۔ گو میں جانتا ہوں کہ ہماری سلطنت کا زوال آگیا۔ پھر موکہ نے منجموں سے پوچھا کہ آیندہ کیا ہونے والا ہے۔ اُنھوں نے بہت سے عذرات کے بعد یہ عرض کیا کہ یہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کے ہاتھ میں جائیگا۔ موکہ کے قول پر محمد قاسم کو اعتماد تھا اُسنے بنانہ بن حنظلہ کلابی کو ہزار سوار کے ساتھ موکہ کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ ترجمان اُسکے ساتھ گیا۔ پس بنانہ نے موکہ پسر بسایا کو مع تیس ٹھاکروں کے گرفتار کیا اور محمد قاسم کے روبرو لایا۔ محمد قاسم نے اُس کی بڑی آؤبھگت کی۔ موکہ کو تِلک بیت تمام و کمال عطا کیا اور اسکی سند لکھ کر دیدی کہ وہ نسلاً بعد نسلٍ مالک رہے۔ اور

ایک لاکھ درم صلہ میں دیئے۔ سبز چتر طاوسی و کرسی و خلعت دیا اور اُس کو کشتیوں کے فراہم کرنے کا وعدہ لیا۔ داہر کے پاس ایک شامی ایلچی بھیجا اور مولائے اسلام کو ترجمان کیلئے اُسکے ہمراہ کیا یہ مولا دیبل کے رہنے والے تھے اور محمد قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ جب یہ دونوں داہر کے پاس پہونچے تو مولانے داہر کو سلام نہیں کیا اس پر داہر نے مولا سے کہا کہ تو دستور کے موافق آداب کورنش کیوں نہیں بجا لایا۔ اسپر مولا نے کہا کہ جب آپکے مذہب میں تھا تو آپکو بندگی کرتا تھا۔ اب اسلام مشرف ہوا ہوں شاہ اسلام کو سلام کرتا ہوں کافر کو سلام نہیں کرتا۔ داہر نے کہا کہ تو ایلچی بنکر نہ آتا تو تجکو سزا دیتا۔ اسپر مولانے کہا کہ اگر تو مجکو مار ڈالتا تو اسلام کا کچھ نقصان ہوتا مگر میرے خون کا انتقام جب وہ لیتے تو تجکو بڑی سزا دیتے۔ شامی نے محمد قاسم کا یہ پیغام پہونچایا کہ دریائے مہران سے تم عبور کر کے ہم سے لڑو یا ہمکو عبور کرنے دو ہم تم سے لڑیں۔ اسپر وزیر سی ساگر سے داہر نے مشورہ لیا اُسنے کہا کہ میرے نزدیک اُنکو دریا سے اُترنے دو پیچھے اُنکے دریا ہوگا اور آگے تیرا لشکر ہوگا۔ اُنکا فریاد رس نہ کوئی آگے ہوگا نہ پیچھے یوں نرغہ میں وہ پھنس جائینگے۔ مگر جب اسی امر میں محمد علافی سے مشورہ کیا (محمد علافی کا پہلے ذکر ہوچکا ہے) اور سی ساگر کی رائے اُسکے سامنے بیان کی اُسنے کہا کہ وزیر کی رائے غلطی پر ہے۔ عرب کا لشکر جرار ہے وہ رضائے الٰہی میں اپنی جان دینے کو تیار ہے۔ وہ مرنے کو شہادت جانتا ہے اور اُسکے بدلے میں جنت کا یقین رکھتا ہے۔ اگر وہ دریا سے عبور کر کے اسطرف آگیا تو قیامت برپا کر دے گا۔ رعایا سب اسکے خوف کے مارے اسکی اطاعت قبول کرلیگی۔ اس دریا کو درمیان حائل ہونیکو غنیمت سمجھو۔ میری نزدیک اہل عرب کا دریا سے گذرنا مصلحت نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کشتی کے ملاحوں پر ایسی درشتی رکھو کہ وہ علف و غلہ و ہیزم و کاہ کی راہیں سب طرف سے لشکر عرب پر بند کردیں۔ اس طرح آدمیوں کو بھوکا اور گھوڑوں کو بے علف رکھکر اس لشکر کو متفرق و پریشان کریں۔ اس صلاح و مشورہ کے بعد داہر نے ایلچی کو واپس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم سلاح سے لڑائی کے لئے آمادہ ہیں خواہ تم دریا عبور کرو یا ہم عبور کریں۔ ایلچی نے جب محمد قاسم سے یہ آکر کہدیا تو اُسنے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ہی دریا کو عبور کرینگے۔ وہ مہران کی جانب مغربی اُترا اور موکی بن بسایا کو بلایا اور کشتیوں کا سامان کرنے لگا۔ حجاج کو داہر کے جواب سے اطلاع دی تو اُسنے بھی یہی صلاح لکھی کہ دریاء مہران سے عبور کرو میں رات دن خدا تعالیٰ سے تمہاری فتح کی دعا مانگتا ہوں یقین ہے کہ خدا تمہاری مراد پوری کریگا ایک دعا بھیجتا ہوں اُسے پڑھتے رہا کرو پل کے بنانیکی اور اُسکی آزمایش کی ترکیب لکھ بھیجی۔ پھر اسکے بعد ایک خط حجاج کا آیا جسمیں لکھا تھا کہ تم اول نقشہ دریاء مہران کے چار فرسنگ کا بنوا کے میرے پاس بھیجدو اُسے دیکھکر میں تمکو بتلا دونگا کہ کس موضع سے تمکو اُترنا چاہیئے۔ محمد قاسم جیپور کے مقابل آیا۔ داہر بھی ہاتھی پر سوار ہو کر لشکر اسلام کی برابر آیا۔

حکایت شامی ایلچی اور مولائے اسلام کا داہر کے پاس جانا

دونوں کے درمیان دریاء مہران حد فاصل تھا۔ ایک شامی کہ تیر اندازی میں قادر و ماہر تھا اُسنے چاہا کہ گھوڑے کو دریا میں ڈالکر داہر پر تیر چلائے مگر اُسکا گھوڑا پانی سے جھجکا کہ داہر نے ایسا تیر اُسکے لگایا کہ اُسکی روح پرواز ہوئی۔ داہر چلا گیا اور جاہن کو معبر دریا پر متعین کیا کہ اہل عرب کے لشکر کو اُترنے نہ دے۔

لشکر اسلام سے چند سواروں نے محمد قاسم سے آنکر کہا کہ چندر بن بالا نے حصار سوستان سے عربوں کو نکال دیا۔ محمد قاسم نے مصعب بن عبد الرحمٰن کو ہزار سوار اور دو ہزار پیادے دیکر وہاں روانہ کیا حصار سے باہر چندر لام سے لڑائی ہوئی اور اُسکے لشکر کو ہزیمت ہوئی اُسنے حصار میں جانا چاہا مگر وہاں اہل حصار نے اُسکو آنے نہیں دیا وہ مارا گیا۔ اہل تجارت و اہل حرفہ و پیشہ نے اپنے معزز آدمیوں کو مصعب پاس بھیجا اور عرض کی کہ یہ عذر ہماری طرف سے نہ تھا ایک چور گھس آیا تھا اُسنے یہ دنگہ فساد برپا کیا غرض حصار کا دروازہ انھوں نے کھولدیا اور مصعب نے حصار کا انتظام کرلیا اور فتح کی خبر محمد قاسم کو بھیجدی محمد قاسم نے اُسے لکھا کہ حصار کی حفاظت کے لئے معتمد و امین مقرر کردو اور تجار و صناع و معارف سے اَول لے لو اور چار ہزار جنگی سپاہی اپنے ساتھ لاؤ۔ مصعب نے محمد قاسم کے حکم کی تعمیل کی اور محمد قاسم سے آن ملا اور حصار بیت کے پاس موکہ پسر بسایا بھی اُس سے ملا۔

جب داہر کو یہ یقین ہوگیا کہ محمد قاسم سے موکہ نے بیعت کرلی۔ تو اُسنے اپنے بیٹے جے سیہ کو حصار بیت میں بھیجا کہ لشکر اسلام کے مقابل ایستادہ ہوکر انکو دریا سے نہ گذرنے دے۔ بڑا لاؤ لشکر اُسکے ساتھ تھا۔ وہ دریاء اٹک کے ساحل پر مقیم ہوا اُسکے سامنے جبل وکرہل میں محمد قاسم کا لشکر اُترا ہوا تھا۔ پچاس روز یہاں قیام رہا جسکے سبب سے غلہ و کاہ میں کمی ہوئی اور کھانے کی تنگی سے لشکر متردد ہوا۔ گھوڑے بغیر دانے چارے کے بیمار ہونے شروع ہوئے جو گھوڑا بیمار ہوتا اُسکو ذبح کرکے لشکر کھاتا۔ دشمن بھی چاروں طرف گھات لگائے بیٹھے تھے راجہ داہر یہ حال دیکھکر خوش ہوتا تھا اُسنے محمد قاسم پاس ایلچی بھیجا۔

محمد قاسم سے ایلچی نے آنکر کہا کہ تونے دیکھا کہ تیرا انجام کار کیا ہوا۔ تیرے لشکر کو غلہ نہیں میسر ہوتا۔ اب اگر صلح کرلو تو میں علوفہ بھیجدوں کہ تیرا لشکر گرسنگی و بے برگی سے ہلاک نہو۔ خوب سمجھ لے کہ ہمسے لڑائی میں کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا محمد قاسم نے جواب دیا کہ میں یوں تو مصالحت نہیں کرتا اگر تم جزیہ دینا قبول کرو اور خزانہ دار الخلافت میں روپیہ داخل کردو تو میں صلح کرلونگا ورنہ خدا کی امداد سے تیرا سر کاٹ کر عراق بھیجوں گا۔

محمد قاسم نے حجاج کو لکھا کہ داہر کا ایلچی یہ پیغام لیکر آیا تھا اور میں نے اُسکا جواب اُسکو دیا۔ سوار ازیں گھوڑوں میں وبا پھیلی ہوئی ہے جس سے بہت گھوڑے مرگئے۔ چارہ و غلہ کی تنگی رہتی ہے۔ دریا سے پار جانے کیلئے کشتیاں میسر نہیں ہوتیں۔ حجاج نے بھی طیار کو اس لئے یہاں مقرر کرکے بھیجا تھا کہ وہ محمد قاسم سے خفیہ یہاں کے حالات

سے اُسے اطلاع دے۔ وہ مکران میں پہونچا تھا کہ اُسکو سردار محمد قاسم کے لشکر گاہ سے ایک مسافر آتا ہوا ملا طیار نے اُس سے لشکر کا حال پوچھا اُسنے نہایت شرح و بسط سے وہاں کا حال بیان کیا کہ لشکر عرب اس سبب سے متردد و متفکر رہتا ہے کہ گھوڑے وبا سے مر رہے ہیں۔ غلہ و علف کی تنگی رہتی ہے اور اور طرح کی بھی تکلیفات ہیں طیار یہ حالات سنکر اور مسافر کو ساتھ لیکر حجاج پاس اُلٹا چلا گیا۔ اور اُس کو ان حالات پر آگاہ کیا جس سے وہ نہایت متاسف ہوا اُس نے صلحا و علما سے التماس کی کہ وہ خدا سے دعاء صالح مانگیں۔ مسافر کو اپنے پاس بلاکر لشکر کا حال پوچھا اُس نے بیان کیا کہ بہت گھوڑے وبا سے مر گئے اور غلہ و چارہ نہیں ملتا۔ مگر میں جب وہاں سے چلا آیا ہوں تو گھوڑوں کی وبا موقوف ہو گئی تھی اور غلہ کے تاجر چاروں طرف سے غلہ لشکر میں لاتے تھے اور ارزاں بیچتے تھے۔ گھوڑے جو زندہ سلامت رہے تھے وہ بالکل تندرست تھے۔ حضور نے جو اپنے مرید معتمد سے یہ حال سنا ہے وہ میں نے ہی اُس سے کہا تھا مگر پورا اس نظر سے نہیں کہا کہ دوست دشمن جب اُسکو سُنیں گے تو اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی دشمن لشکر کو اذیت نہ پہونچائے۔ حجاج نے اس مسافر کو دار الخلافت میں خلیفہ کے پاس ان تمام حالات کے بیان سُنانے کے لئے بھیجدیا۔

جب حجاج نے یہ حالات سنے تو محمد قاسم پاس یہ حکم بھیجا کہ تمہاری تحریر اور قاصد کی تقریر سے وہاں کے کل حالات معلوم ہوئے کہ کچھ گھوڑے سقط ہوئے اور باقی زندہ و سلامت ہیں اسلئے تمہارے پاس دو ہزار گھوڑے بھیجے جاتے ہیں تم انکو معتمدوں اور مبارزوں و لشکر کے سرداروں کے حوالے کر دو اور اُنسے کہدو کہ وہ ان گھوڑوں کو اپنا ہی سمجھیں تم لشکر کی شوکت کو دشمنوں کو دکھاتے رہو۔ یاد رکھو کہ کسی شخص کی تمنا اپنے ارادہ سے پوری نہیں ہوتی جبتک خدا تعالے اُسکو نہ برلائے۔ خدا تعالی ہماری تمنا کو ہمارے دشمنوں کے مقابل میں پوری کریگا۔ تمکو چاہئیے کہ جسطرح ہو سکے کشتیاں بہم پہنچاؤ انکا پل بناؤ تاکہ دریا سے عبور کرنا آسان ہو۔ محمد قاسم نے یہ حکم سب لشکر کو سُنا دیا۔

محمد قاسم نے اس فرمان کے جواب میں عرضی لکھی کہ یہاں خوراک طبیعت کے مخالف ایسی ملتی ہی کہ جس سے بیماری اور رطوبت پیدا ہوتی ہی اسلئے ترشی کی ضرورت ہی اپنے خاص مودی خانہ سے کسیقدر سرکہ عنایت فرمائیں کہ لشکر کو اسکی بڑی ضرورت ہی۔ حجاج نے دھنکی ہوئی روئی کو سرکہ میں تر کر کے خشک کیا اور اُسکی گٹھریاں بندھوا کے محمد قاسم پاس بھجوا دیں اور لکھ بھیجا کہ روئی کو پانی میں تر کر کے اس سے سرکہ نکال لیا کرو۔

حجاج نے محمد قاسم کو لکھا کہ تمہاری رای صواب ہے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہی کہ تم دشمنوں کو امان دینے پر بڑے حریص ہو مگر یہ امر تمہارا مجھکو مکروہ معلوم ہوتا ہی جس دشمن کی عداوت کا امتحان ہو چکا ہو اُسکو امان دینی

فرمان حجاج کا پہونچنا اور دریائے مہران کو عبور کرنا

نہیں چاہیے۔ وضیع و شریف کو ایک محل پر نہیں رکھنا چاہیے۔ عقل سے کام کو اسطرح انجام دو کہ دشمنوں کو تمہارے عجز پر احتمال نہو۔ مدت سے دشمنوں کے مقابل میں تم پڑے ہو۔ تم صلح میں کوشش کرتے ہو۔ لوگ اس صلح جوئی کو تمہاری عجز و قصور پر حمل کرتے ہیں۔ تمکو چاہیے کہ رسم سیاست و ریاست کو بجا رکھو۔ سہم و فہم کو نگاہ رکھو۔ عزم مصمم کرو۔ خدا کے آگے دل و جان حاضر رکھو۔ دریائے مہران کے نقشہ کے دیکھنے سے ہم کو یہ معلوم ہوا کہ دریا کا عرض موضع بیت پر تنگ ہے اور وہاں کا کنارہ بھی سہل گذار ہے اس لیے تم وہاں سے پار اترو۔

راجہ داہر کا اپنے وزیر سیمانی سے محمد قاسم کے دریا عبور کرنیکی بابت مصلحت و مشورہ کرنا

جب حجاج کے یہ احکام محمد قاسم پاس پہونچے تو وہ جہیم سے سفر کرکے ساگرہ میں پہونچگیا تھا وہاں کشتیوں اور تختوں کی جمع ہونیکا حکم دیا تھا۔ اور دریا سے عبور کرنیکا عزم مصمم کیا۔ یہاں یہ بلند ارادے ہو رہے تھے۔ وہاں راجہ داہر رات دن لہو و طرب میں صید و لعب میں مشغول تھا تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ ان کو وہ ایسا ہیچ سمجھتا ہے کہ کچھ انکی پروا نہیں کرتا اس خیال میں راجہ کے پاس اسکا وزیر سیمانی آیا اور کہنے لگا کہ راجہ کی عمر دراز ہو۔ آپ تو شطرنج اور نرد بازی میں مشغول ہیں اور اہل عرب دریا سے عبور کرنے کی تدبیر میں مصروف ہیں۔ راجہ نے کہا کہ آپ ہی کوئی مصلحت بتائیے کہ میں کیا کروں۔ وزیر نے کہا میں تین تدبیریں آپ کو بتاتا ہوں انمیں سے جو آپ کو پسند آئے وہ اختیار کیجیے اول یہ کہ آپ ہند کو اپنے اہل و عیال و اقربا روانہ کر دیجیے اور خود جریدہ ہر طرف سے فیلان مست اور مردان دلاور کو جمع کیجیے اور دشمنوں پر غلہ و علف کی راہیں بند کیجیے اور لشکر کو انتخاب کرکے دشمن پر حملہ کیجیے دوم یہ کہ یہاں سے نقل مکان کیجیے اور ریگستان میں چلے جائیے کہ وہ بجائے خود ایک حصن حصین ہوگا۔ اور وہاں کے آدمیوں سے کہیے کہ وہ آپ کے ساتھ شریک ہو کر اہل عرب سے لڑیں اور اگر وہ ایسا نکرینگے تو ہمارے غارت ہونے سے وہ بھی تباہ ہو جائیں گے۔ سوم تدبیر یہ ہے کہ فرزندوں اور اقرباؤں کو ساتھ لیکر سرزمین ہند میں چلے جائیے وہاں آپ کی ہر طرح کی امداد ہوگی اور وہاں سے کمک لیکر اپنے ملک کو واپس آئیے اور لشکر عرب سے انتقام لیجیے لشکر عرب کو کوئی تمتع اس ملک سے نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ابتدا میں آپکو شکست ہوگئی اور دشمن کو غلبہ ہوگیا تو پھر اہل عرب سے اس ملک کا چھین لینا ملوک ہند کے بس میں نہیں رہیگا۔

راجہ داہر نے یہ سنکر وزیر سے کہا کہ جو کچھ آپکے نزدیک تدبیر صواب ہو وہ عین مصلحت میری لیے ہے۔ مگر میری رائے میں دیار ہند میں اہل و عیال اقربا کے بھیجنے سے رعایا کو تردد پیدا ہوگا۔ ٹھاکر اور امرا دل شکستہ ہو جائینگے اور مستعد ہو کر لڑنے کے نہیں بلکہ متفرق ہو جائینگے۔ مجھے خود بھی اس سے ننگ آتی ہے کہ دوسرے سے التجا کروں یا کسی دوسرے کے دروازہ پر جاؤں پس بہتر یہی ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرکے لڑوں اگر اُن پر غالب آیا تو میری سلطنت مستحکم و استوار

ہوجائیگی اور اگر مغلوب ہوگیا تو عرب کی کتابوں میں اور شاہان عالم میں میرا یہ ذکر باقی رہیگا کہ اپنے ملک کی حمایت میں جان کو صدقے کیا۔ وزیر نے کہا کہ میں تو آپکی ذات کی بقا اور آپکے لیے سلطنت کا خواہاں ہوں اور اپنے لئے ایک مٹھی ستو اور ایک گھونٹ پانی کا اور ایک ٹکڑا کپڑے کا کافی جانتا ہوں۔ آپ جو چاہیئے سو کیجئے۔

محمد قاسم کی دریا پار کرنے کی تیاری

محمد قاسم نے دریاء مہران سے عبور کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا تو اُسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ کہیں راجہ داہر لشکر لیکر اُسکے عبور کرنےمیں مزاحمت نکرے۔ اسلئے اُس نے سلمان بن تہان قریشی کو حکم دیا کہ بغرور میں جائے اور فیوفی راجہ داہر کے بیٹے کو باپ سے نہ ملنے دے۔ اس حکم کیموافق سلمان چھ سو آدمی لیکر بغرور گیا۔ پسر عطیہ تغلبی یا طفلی کو حکم دیا کہ وہ پانچسو آدمیوں کو گنداوا کی سرزمین پر اکھم کو نہ بڑھنے دے۔ سمانی جو قلعہ نیرون میں حاکم تھا حکم دیا کہ وہ غلہ اور علف کی جتنی ضرورت لشکر کو ہوپہنچاتا رہے۔ مصعب بن عبدالرحمٰن کو حکم ہوا کہ وہ آگے جائے اور راہوں کی حفاظت کرے۔ نبہ بن حنظلہ کلابی کو حکم ہوا کہ ہزار سوار لیکر قلب لشکر میں رہے اور ذکوان بن علوان البکری کو حکم دیا کہ پندرہ سو سوار لیکر موکہ بن بسایا حاکم بیت کے ہمراہ رہے اور بھیٹ ٹھاکروں اور غزنوی جاٹونکو جنہوں نے مسلمانونکی اطاعت اختیار کرلی تھی اور اُن کو محمد قاسم نے نوکر رکھ لیا تھا حکم دیا کہ وہ ساگرا اور جزیرہ بیت میں رہیں اور دریاء مہران کی کم عرض جگہ تجویز کرکے کشتیوں کو حکم دیا کہ یہاں لگائی جاویں۔

راسل کا بیت میں مقرر ہونا

جب داہر کو خبر ہوئی کہ محمد قاسم کے پاس بہت سی کشتیاں موکہ پسر بسایا نے جمع کردی ہیں تاکہ وہ دریا سے عبور کرجائے تو اُس نے اپنے بیٹے کو بیت میں بھیجا کہ وہ محمد قاسم کو روکے موکہ کا سگا بھائی راسل تھا جو ہمیشہ موکہ سے دشمنی رکھتا تھا وہ داہر کے پاس آیا اور اُسنے کہا کہ مہاراج آپ اجازت دیجئے کہ میں بیت میں جاکر لشکر عرب کو دریا نہ اُترنے دوں داہر نے اُسکی درخوست منظور کرکے بیت اور سب مقدموں اور اکابر کو کہدیا کہ اُسکی اطاعت کریں اور اپنے بیٹے کو واپس بلالیا۔

محمد قاسم کا دریا پار اترنا اور راجہ کا شکست کھانا

جب محمد قاسم نے کشتیونکو جمع کراکے اُنکو بندھوانا شروع کیا تو راسل مقدموں اور بڑے بڑے آدمیونکو ساتھ لیکر چلا آرہا ہوا کہ محمد قاسم کشتیوں کا پل نہ بنا سکا۔ محمد قاسم نے یہ دیکھکر حکم دیا کہ کشتیونکو مغربی کنارہ پر لیجا کر بقدر دریا کے عرض کے جوڑیں جب کشتیاں جڑگئیں تو اپنے مردان جنگی پورے ہتیار لگا کے بٹھائے اور پل کے سرے کی کشتی پر تیرانداز دکھو بٹھایا جنہوں نے راستہ روکنے والے دشمنوں پر تیر و نکا مینہ برسایا۔ اسطرح پل کو تیرا کر مشرقی کنارہ پر جا لگایا پھر زمین میں میخیں گاڑکر پل کو باندھ دیا۔ اُسپر سے پیادوں اور سواروں نے اُترکر دشمن کے لشکر کو جیم کے دروازہ تک بھگا کر تعاقب کیا۔ صبح کو راجہ داہر خواب راحت میں تھے کہ ایک شخص نے جگا کر مفصل حال اس ماجرے کا سُنایا تو داہر نے خفا ہوکر اُس سے کہا کہ کیا بُری خبر لایا ہے اور اُسکی پیٹھ پر ایک ایسا گھونسہ مارا کہ وہ مرگیا۔

جب محمد قاسم نے دریا سے عبور کیا تو اُس نے منادی کی کہ اے لشکر اسلام اب مہران تمہاری پس پشت ہی اور لشکر دشمنان تمہارے روبرو ہی جس شخص کا دل چاہی وہ بہتر ہے کہ یہاں سے اُلٹا چلا جائے اگر لڑائی کے وقت دشمن سے کوئی بھاگے گا تو لشکر کی دلشکنی ہوگی اور دشمن کا حوصلہ بڑہیگا یہ سنکر سوائے تین شخصوں کوئی اور واپس نہ گیا۔ اُمیں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک لڑکی کے سوائے میرا کوئی اور نہیں ہی جو اُسکی خبر لے۔ دوسرے نے کہا کہ ماں کے سوائے میری گھر میں کوئی اور نہیں ہی کہ اُسکو دفن بھی کری۔ تیسرے نے کہا کہ مجھ پر قرض بہت ہی کوئی اُسکا ادا کرنیوالا نہیں ہی اُنکو محمد قاسم نے اجازت دیدی۔ سارا لشکر پُل پر سے بخیر و خوبی اُتر گیا صرف ایک شخص پل پر سے گرکر ضائع ہوا۔ اہل عرب کے سارے گھوڑے لوہے میں غرق تھے۔ وہ چلکر حصار بیت میں پہونچے اور یہاں اُنہوں نے دم لیا۔ طلایہ مقرر کیا۔ لشکر کے گرد خندق کھودی اور سارا اسباب اپنا قلعہ میں رکھا۔ پھر قلعہ بیت سے محمد قاسم اور کو روانہ ہوا اور جی وار (جیپور) میں پہونچا۔ جی وار اور راور کے درمیان ایک جھیل تھی جس پر راجہ داہر نے اپنے منتخب دلاور فوج کو بٹھا رکھا تھا۔

راجہ داہر نے محمد حارث علافی کو بلاکر یہ کہا کہ اے حارث ہمنے تمکو آج ہی کے دن کیلئے پرورش کیا ہی۔ تمکو ہمیشہ ہم لشکر طلایہ سپرد کیا کرتے ہیں۔ اب بھی اُسکو حوالے کرتے ہیں تم لشکر عرب کی رسم سے واقف ہو اس کام کو خوب انجام دو گے علافی نے جواب دیا کہ اے راجہ صاحب آپکا حق نعمت مجھپر واجب ہی۔ مگر ہم مسلمان ہیں اور لشکر اسلام سے لڑنا ہمارے مذہب میں حرام ہی اسلئے کہ اگر لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ہم مارے جائیں تو حرام موت مریں اور اگر اُنکو ماریں تو قیامت کو دوزخ میں جائیں۔ اگرچہ میں مرہون منت ہوں۔ مگر اب یہ بہتر معلوم ہوتا ہی کہ مجھے ترک خدمت کی اجازت فرمائیے۔ راجہ داہر نے حارث سے کہا کہ اعانت کی تجھ سے توقع نہیں رہی تو میں مجبوراً تجھکو موقوف کرتا ہوں محمد حارث علافی یوں موقوف ہوکر بیلمان میں چلا گیا وہیں ٹھہرا رہا جبتک کہ داہر کشتہ ہوا۔ بعد ازاں محمد قاسم نے اُسے امان دیکر ایک عہدہ پر مقرر کردیا۔ وہ ملوک ہندوستان پاس جاتا اور انکو مسلمان ہونے پر یا خراج دینے پر تحریص دیتا اور محمد قاسم کی عنایت کا اُنسے وعدہ کرتا۔ اسطرح اُن کو اطاعت میں لاتا۔ ملتان میں پہونچکر وہ مرگیا۔

ایک روایت یہ ہی کہ محمد حارث علافی سے راجہ داہر نے کہا کہ لشکر عرب سے تو لڑتا نہیں تو میری ساتھ رہ لشکر عرب کے مکر و کید پر مطلع کرتا رہ۔ اور اُنکے دفع کی تدبیر بتلاتا رہ۔ اُسنے راجہ داہر کا کہنا مان لیا اور اُسکے لشکر طلایہ کیساتھ لشکر عرب کے تجسس میں روانہ ہوا تو اہل عرب نے اُس کو بہت لعن طعن کی اور اُسکو شکست دی اور وہ واپس چلا آیا۔

جب محمد قاسم نے حجاج کو دریا عبور کرنیکا حال تحریر کیا تو وہاں سے لکھا آیا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو۔ اور

(۱) محمد حارث علافی سے درخواست کرنا اور اسکا جواب دینا اور موقوف ہونا

تکبیر و قرأت و قیام و رکوع و سجود و قعود میں تضرع و زاری خدا کے روبرو کیا کرو ہر وقت زبان پر ذکر الٰہی جاری رکھو تاکہ کام کا انجام بخوبی ہو۔ کیکو قوت و شوکت بے عنایت الٰہی کے میسر نہیں ہوتی۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسا قوی رکھو گے تو اُمید قوی ہے کہ فتح و نصرت قرین و معین ہوگی۔

جب محمد علافی طلایہ سے واپس آگیا تو راجہ داہر نے اپنے بیٹے جے سیہ کو بہت سی سپاہ اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا لشکر عرب نے جے سیہ پر حملہ کیا اور اُسکے لشکر میں بہت آدمی مارے جے سیہ ہاتھی پر سوار تھا فیلبان نے اُس سے پوچھا کیا لڑے گا یا مراجعت کیجے گا اور اس ہلاکت سے بچے گا۔ راجہ جے سیہ نے کہا کہ میں کیونکر بچ سکتا ہوں۔ چاروں طرف کی راہیں بند کر رکھی ہیں۔ دشمن باہر نکلنے نہیں دینگے۔ اس کہنے سے فیلبان اسکا ایما سمجھ گیا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس نے ایک طرف ہاتھی سے عربوں کو ہٹا دیا اور جے سیہ کو سلامت نکالکر لے گیا اور باپ پاس پہنچا دیا۔ باپ بیٹے کو زندہ دیکھ کر نہال نہال ہو گیا۔ مگر جے سیہ کا لشکر سارا مارا گیا۔

جے سیہ کو ہزیمت ہوئی اور اسکا لشکر مارا گیا تو راسل نے محمد قاسم پاس ایلچی بھیجا۔ وزیر نے اُسکو سمجھایا کہ راجہ داہر تجھ پر بالکل اعتماد رکھتا ہے اور تیری موافقت پر اُسکے کار کا مدار ہے۔ معلوم نہیں اہل عرب کو فتح ہو یا شکست ہو مو کہ تیرا بھائی تیری مخالفت کے سبب سے اہل عرب سے ملا ہے اگر ایسی حالت میں تو داہر سے دغا کریگا تو ہمیشہ کے تیری خاندان کو داغ لگ جائیگا مگر محمد قاسم کو اُسنے ایک معتمد کے ہاتھ کہلا بھجوایا کہ میں اپنی رونق کار چاہتا ہوں اور مخالفوں کے طعن سے بچنا چاہتا ہوں۔ میں راجہ داہر پاس فلاں راہ سے جاتا ہوں آپ لشکر اس راہ میں بھیجد یجئے میں اس سے لڑنے کا نہیں بلکہ اُسکے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤنگا یوں لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچ جاؤنگا آپ سے میں ملگیا چنانچہ یہی ہوا کہ اسلام کا ایک لشکر اُسکو گرفتار کر لایا۔ محمد قاسم نے اس سے استدعا کی کہ تو ہمارا دوست صادق بنجا اور جس ملک کو تو کہے گا میں اُسے تجھے دیدونگا۔ راسل نے اس سے اقرار کیا کہ میں کبھی آپکی اطاعت سے سرتابی نہ کرونگا اور آپ کی خدمت کرونگا اور آپکی رضا سے باہر قدم نہیں رکھونگا۔ راسل جلد مر گیا۔ اس لئے ملک موعود سے محروم رہا مگر اُسکے بھائی کو وہ مل گیا۔ راسل اور موکہ دونوں متفق الرائے ہوکر محمد قاسم کو ایک منزل آگے موضع تاراسنی میں لیگئے اُسوقت راجہ داہر کا نسیجی جاٹ میں تھا۔ ان دونوں کے لشکروں کے درمیان ایک بڑی جھیل حائل تھی جس سے پار جانا مشکل تھا۔ راسل نے محمد قاسم سے کہا کہ اس جھیل سے عبور کرنا ضرور ہے۔ وہ ایک کشتی لے آیا اور تین تین آدمیوں کو بٹھا کر سارا لشکر اُتروا دیا اور جھیل کے کنارہ پر خیمہ لگا یا۔ یہاں سے محمد قاسم کو راسل ایک اور منزل آگے لے گیا اور ندی دادھاوہ پر جے وار (جیپور) میں اُتارا اور اُس سے کہا کہ یہ مقام آپکی لشکرگاہ

وزیر راسل کا ایک معتمد سے محمد قاسم کو پیغام بھیجنا اور راسل کا قاسم سے ملنا

کے لئے مناسب ہے۔ یہاں سے آپ داہر کے لشکر پر پس وپیش حملہ کرسکتے ہیں۔

راجہ داہر کو یہ خبر پہنچی کہ جی وار میں محمد قاسم مع لشکر آن پہونچا۔ وزیر سی ساگر یہ خبر سنکر آہیں سرد کھینچنے لگا کہ ہائے افسوس ہم غارت وتباہ ہوئے۔ دشمنوں کا مقام جی وار (مقام فتح) میں ہو تو اُنکے جے ہونے میں کیا شبہ ہے۔ راجہ داہر وزیر کی یہ بات سنکر بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ دشمنوں کا مقام جی وار میں نہیں ہے بلکہ ہین وار میں ہے۔ جہاں اُنکی ہڈیاں پڑی سڑا کرینگی۔ اب داہر یہاں سے پریشان خاطر ہوکر راور کے قلعہ میں پہونچا یہاں اپنے اہل وعیال واقربا اور مال اسباب کو محفوظ کرکے ایسے مقام پہ آیا کہ لشکر عرب سے نصف فرسنگ تھا۔ نجومیوں سے داہر نے کہا کہ آج میں لڑونگا بتاؤ زہرہ آسمان میں کس مقام پر ہے اور ان دونوں لشکروں میں سے کون غالب مغلوب ہوگا۔

جوتشیوں نے بچار کرکے کہا کہ ہماری گنت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لشکر عرب غالب ہو۔ اسواسطے کہ زہرہ انکے پس پشت ہے اور آپکے رو برو ہے۔ داہر اس بات کو سُنکر غصہ ہوا تو نجومیوں نے کہا کہ آپ خفا کیوں ہوتے ہیں زہرہ کی پیکر زر بنوا لیجئے اور اور فتراک میں اُسے باندھ لیجئے تو زہرہ پس پشت آپکے ہوجائیگا۔ اور فتح آپ کو ہوجائے گی (اس حماقت کو دیکھئے کہ کہاں لڑائی اور کہاں یہ ٹوٹکا۔ جو کام عالی دماغی اور بہادروں کے بازوؤں کا کام ہو وہ بھلا کہیں ان نجومیوں کی پیشینگوئی سے چل سکتا ہے)

جب ان لشکروں میں یہ قربت ہوگئی تو راجہ داہر نے ایک اپنے بڑے دلیر ٹھاکر کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ صبح سے شام تک معرکہ جنگ گرم رہا۔ شام کو لشکر جدا ہو گئے۔ تیسرے روز داہر نے ایک جی وار کے ٹھاکر کو لڑنے کیلئے بھیجا وہ خوب لڑا اور نقد جان لڑائی کی نذر کرگیا۔ وزیر سی ساگر نے راجہ سے کہا کہ جسطرح سے آپ لڑائی لڑتے ہیں خطا کرتے ہیں اور ایک ٹھاکر کو اور اُسکے لشکر کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل کراتے ہیں۔ اول تو آپکو دریا مہران سے عبور کرکے مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کرنا چاہیئے تھا۔ اب جو لشکر یہاں سر پہ آگیا تو آپکو چاہیئے کہ اپنے ساری لشکر سے اُنپر حملہ کیجئے۔ اگر فتح ہوئی تو دشمن پامال ہوا اور اگر شکست ہوئی تو معذوری ہے۔ کوئی اُسپر آپکی اولاد کو طعنہ نہیں دیگا۔ داہر نے یہ تجویز قبول کی۔

دوسرے روز داہر پانچ ہزار سوار ساٹھ جنگی فیل بیس ہزار پیادے لیکر لشکر عرب پر چڑھا اور خود زندہ فیل پر بیٹھا سرتا پا ہتیاروں میں غرق تھا۔ عماری میں دو کنیزکیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ انمیں سے ایک راجہ کو تیر دیتی تھی اور دوسری اُسکو پان کھلاتی تھی۔ راجہ جی سیہ کے ساتھ محمد علافی کو کیا اور کہدیا کہ وہ عرب کے لشکر کے حال کو خوب جانتا ہے۔ اُسکے کہنے کیموافق آگے پیچھے بڑہنا وہٹنا۔ آج نویں رمضان ۹۳ھ تھی۔ محمد قاسم مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دیتا تھا اور اُنکو جنگ پر مستعد کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ای اہل عرب آج ہی کوشش کا دن ہے خدا پر بھروسہ

کرکے ایسی جد وجہد کرو کہ مشرکونکو دفع کرو اور اُنکے ملک و مال کے مالک بنو۔ اگر تم ساکن رہوگے او متردد ہوگے اور عجز
وضعف کو دل میں راہ دوگے تو دشمن غالب ہونگے اور ہم میں سے کسیکو زندہ نہیں چھوڑینگے۔ اگر دشمنوں سے منہ پھیر لوگے تو
سیدھی جہنم میں جاؤگے اور ہمیشہ کیلئے اپنے اوپر نامردی کا داغ لگا جاؤگے جو کسیطرح مٹنے کا نہیں محمد قاسم نے لشکر آرائی
پانچ صفوں میں میمنہ میسرہ و قلب و ساقہ و طلایہ میں کی اور ہر ایک صف میں افسر دلاور و دلیر مقرر کئے اور یہ بھی کہدیا کہ اگر
میں لڑائی میں مارا جاؤں تو محرز بن ثابت میری جگہ مقرر ہو اور اگر وہ بھی شہادت پاوے تو سعید مقرر ہو۔ لشکر اعدا
میں بھی راجہ داہر نے خوب صف آرائی کی۔ غرضکہ بہادران عرب و ہند نے فرداً فرداً اپنے سارے ہنر جوانمردی کر دکھائے
اوّل محرز نے حملہ کیا اور وہ کشتہ ہوا۔ پھر سعید نے لشکر کو تقویت دی اور لڑنا شروع کیا اور وہ بھی شہید ہوا۔ بعدازاں حسن
بن حجلتہ البکری کھڑے ہوئے وہ بھی زخم تیغ سے کشتہ ہوئے جب دشمنونکے جنگی ہاتھیوں نے لشکر اسلام پر حملہ کیا تو انھوں نے
بڑی مردانگی اور دلاوری سے اُسکو ہٹادیا۔ اتنے میں دن ختم ہو گیا۔ لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ لشکر واپس گئے پھر دوسرے روز
اور زیادہ طرفین سے ساز و سامان جنگ ہوئے۔ محمد قاسم نے اہل عرب کے روبرو خطبہ پڑھا کہ تم دشمنوں پر جست کرکے جاپڑو
وہ اپنے مال و عیال و گھر و اسباب کے لئے یکدل و یکجہت ہو کر جان لڑاتے ہیں تم قوت الٰہی سے اُنپر غالب ہو کر یہ ساری
چیزیں اُنکی چھین لو اور سب آپسمیں یکدل ہو جاؤ اور کسی وقت خدائے عزوجل سے غافل نہو اور قرآن مجید پڑھتے رہو۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا درود رکھو۔ لشکر میں یہانتک اہتمام تھا کہ کسی سپاہی کو پیاس بجھانے کیلئے جانا نہیں
پڑتا تھا۔ پانی پلانے والے پیاسوں کے لئے پانی لئے کھڑے رہتے تھے۔ دشمنونکے پاس بھی لشکر اور سامان لشکر ایسا فراوان
تھا کہ وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ محمد قاسم نے پھر لشکر کے سامنے خطبہ پڑھا کہ اے مسلمانو استغفار کرو اور محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔ اور ایسے قوی دل ہو کہ دشمنوں پر فتح پاؤ۔ فقط دشمنوں میں سے چند آدمی محمد قاسم پاس آئے اور
انھوں نے کہا کہ اے امیر عادل ہم اپنے مذہب کو چھوڑتے ہیں اور اسلام اختیار کرتے ہیں ہمکو اپنے سوارونکی فوج کا اختیار دے
تو ہم داہر کے لشکر پر پس پشت اور تم روبرو حملہ آور ہو اور یوں لشکر کو دودل کرکے تتر بتر کردو۔ محمد قاسم نے اسی وقت مروان
بن شیم یمنی اور تمیم بن زید حبشی کیساتھ دو علم سواروں کے لئے اور اُنکو نومسلموں کے ساتھ کر دیا کہ داہر کے لشکر کے عقب
میں جا کر حملہ کریں۔ اس لشکر کے حملے سے داہر کے لشکر میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ پھر محمد قاسم نے سامنے سے حملہ کیا
بڑی سخت لڑائی ہوئی اور متواتر جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں کے لشکر میں ایک شجاع حبشی تھا کہ شجاعت میں بے مثل
تھا اُسنے محمد قاسم کے آگے قسم کھائی کہ جبتک داہر کے مقابل نہ ہوں اور اُس کے ہاتھی پر زخم نہ لگاؤں کھانا پینا
مجھ پر حرام ہے جب تک جسم میں جان رہیگی لڑتا رہونگا ورنہ شہید ہوجاؤں گا۔ چنانچہ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار

ہوکر اس سفید ہاتھی کے سامنے جا اڑا کہ جس پر داہر سوار تھا۔ اسکا گھوڑا ہاتھی سے جھجکا۔ اندبیری اُس کے مُنہ پہ
ڈالی حبشی چاہتا تھا کہ ہاتھی پر تیر سے زخم لگائے کہ داہر نے ایک تیر کہ مقراض کیطرح کاٹتا تھا ایسا اُسکے مارا کہ سر
اُسکا کٹ کر جدا جا پڑا اور تنِ بے سر گھوڑے پر رہ گیا۔ اس سے لشکرِ اسلام پر لشکرِ اعدا کی ہیبت چھائی۔ لشکرِ اسلام
اس حیرت و دہشت میں مبتلا تھا کہ محمد قاسم نے بدہوشی کی حالت میں اپنے غلام ساقی سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ پانی
پیکر پھر اُس نے لشکرِ اسلام کو سنبھالا۔ اور محمد قاسم نے اپنے سب یاروں کو پکارا اور للکارا اور خدا کا نام لے کر
دشمنوں پر حملہ کر دیا تلواروں کے زخموں سے ہوا میں آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ نیزے ایک دوسرے پر
چل رہے تھے۔ ہتیار جب ٹوٹ جاتے تھے تو کشتی ہونے لگتی تھی۔ صبح سے شام تک یہی حال رہا۔ دشمنوں کے
بہت آدمی مارے گئے۔ اور داہر پاس صرف ایک ہزار سوار باقی رہ گئے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ روز پنجشنبہ دہم ماہ رمضان ۹۳ھ کو حصار راور میں راجہ داہر شام کو کشتہ ہوا۔ ابی الیث
نے جس روایت کو اپنے باپ سے سُنا تھا اُسکو ابوالحسن یوں بیان کرتا ہے کہ بائیں طرف داہر نے آواز سنی اُسنے جانا کہ آواز
میرے لشکر سے آئی ہے۔ اُسنے کہا کہ ادہر آؤ میں یہاں ہوں۔ عورتوں نے چلا کر کہا کہ اے راجہ ہم تیرے گھر کی عورتیں ہیں
اہلِ عرب ہمکو پکڑے لئے جاتے ہیں۔ راجہ داہر نے کہا کہ میں ابتک زندہ ہوں کسنے تمکو پکڑا ہے۔ یہ کہکر اُسنے اپنے ہاتھی کو مسلمانوں
کیطرف پیلا۔ محمد قاسم نے نفط زنوں سے کہا کہ دیکھو کیا خوب شکار تمہارے لئے چلا آتا ہے۔ چنانچہ ایک ہنرمند نفط ایسا مارا
کہ راجہ کے ہاتھی کے ہودہ میں اُس سے آگ لگ گئی۔ راجہ داہر نے حکم دیا کہ ہاتھی کو اُلٹا لیچلو۔ وہ پیاسا ہے اور ہودہ جلتا ہے
اگرچہ اسوقت ہاتھی فیلبان کے آنکس کو کب مانتا تھا اور اُسکے کہنے میں چلتا تھا۔ مگر جوں توں کر کے پانی کے اندر ہاتھی کو
لیگئے یہاں وہ ایسا رو میں آیا کہ اُسکا نکلنا دشوار ہو گیا۔ راجہ کے کچھ سپاہی پانی کے اندر تھے کچھ کنارہ پر کھڑے تھے جب
عرب کے سوار آن پہنچے تو وہ اُنھیں دیکھکر بھاگ گئے۔ ہاتھی نے پانی پیکر اپنا رُخ قلعہ کیطرف پھیرا۔ کہ مسلمان تیراندازوں نے راجہ
داہر پر تیروں کا مینہ برسا دیا اور ایک قادر انداز نے اُسکی چھاتی پر تیر مارا کہ سینہ کو چھید کر دسکے پار نکل گیا جس سے راجہ ہودہ پر
گرا ہاتھی جو پانی پیکر نکلا اُسنے اپنے ہی لشکر کو روندھنا شروع کیا۔ مثل مشہور ہے کہ نامرد ہاتھی اپنی ہی فوج کو مارتا ہے جس سے
لشکر او متفرق ہو گیا۔ داہر ہاتھی سے اُتر کر ایک عرب سے مقابل ہوا۔ اس عرب نے سر کے عین وسط میں ایک تلوار کا ہاتھ ایسا مارا کہ
اُسنے راجہ کے سر کے ناک تک دو ٹکڑے کر دیئے اور اسطرح اُسکا کام جو پہلے ناتمام تھا تمام کر دیا۔ دونوں لشکر پاس پاس آگئے
مسلمانوں اور دشمنوں کے لشکر میں بہت گھمسان لڑائی ہوئی اور اسطرح لڑتے لڑتے قلعہ راور تک لشکرِ عرب پہنچا۔ برہمن جو پانی میں
کھڑے تھے انھوں نے اب دیکھا کہ جہاں داہر کشتہ ہوا تھا وہ میدان خالی پڑا ہے تو وہ پانی سے باہر آئے اور انھوں نے داہر

کی لاش کو پانی کے کنارہ پر دیدیا۔ سفید ہاتھی دشمنوں کے لشکر کی طرف بھاگا اور پھر اُسکا پتہ نہ لگا۔

محمد قاسم نے جیش پسر اخی عامر سے کہا کہ لشکر میں منادی تم کر دو کہ وہ ابھی اپنی کمریں نہ کھولیں اور ہوشیار رہیں داہر غائب معلوم ہوتا ہی لیکن جیش نے کہا کہ میرا دل گواہی دیتا ہی کہ داہر مارا گیا۔ محمد قاسم ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ داہر غائب ہی اُسکی خبر بتاؤ۔ ایک برہمن نے کہا کہ اے امیر عادل مجھے اور میرے فرزندوں اور عزیز و اقربا کو جان و مال کی امان دے تو میں داہر کو بتلاتا ہوں کہ وہ کہاں کشتہ پڑا ہی۔ برہمن کی درخواست منظور ہوئی۔ معتمد اُسکے ساتھ کیے گئے وہ اُسکی لاش کو نکال لائے۔ اس میں مشک و عطر کی خوشبو ابتک آتی تھی۔ پھر اُسکا سر کاٹ لیا اور نیزہ پر چڑھایا۔ اور محمد قاسم کے آگے لاکر رکھا۔ محمد قاسم نے کہا کہ کوئی شخص ایسا ہی جو اس سر کو پہچانے۔ وہی دونوں لونڈیاں جو اُسکے ساتھ عماری میں بیٹھی تھیں حاضر ہوئیں۔ اُنھوں نے سر کو پہچانا۔ اس خدمت کے جلدو میں لونڈیوں اور برہمن کے تین رشتہ دار آزاد ہوئے۔ اہل حرب جو ماخوذ ہوئے تھے اُنکو بالکل مار ڈالا اور جو صناع و تجار تھے اُن کو جان و مال کی امان دیگئی اور سب کو حکم دیدیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں آباد رہیں۔

رانی لاڈی اپنا حال یہ بیان کرتی ہی کہ جب لشکر اسلام داہر سے لڑ رہا تھا تو ہر رانی پر ایک موکل مقرر کیا تھا کہ اگر لشکر عرب کو فتح ہو تو یہ موکل ان رانیوں کو مار ڈالیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے عصمت نہوں جو موکل مجھ پر متعین تھا اُسنے مجھ سے کہا کہ تیرا بشرہ ایسا شگفتہ معلوم ہوتا ہی کہ تیرا دل اہل عرب کیطرف مائل ہی۔ پس جب لشکر ہند کو شکست ہوئی تو موکلوں نے اپنی اپنی رانیوں کو مارنا شروع کیا۔ میں اونٹ سے اُتر کر لڑائی میں شریک ہو گئی موکل نے میری قتل کرنیکا خیال نہ کیا اور وہ بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ محمد قاسم نے اُسکے خریدنے کی اجازت طلب کی۔ حجاج نے خلیفہ ولید سے اجازت لی تب محمد قاسم نے مجھے خریدا اور اپنا نکاح مجھ سے کیا۔

امیر عراق و ہند حجاج بن یوسف کی پیشگاہ میں بعد از تحیات وافرہ و خدمات متوافرہ کے محمد قاسم عرض کرتا ہی کہ خدا تعالیٰ کی عنایت سے لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ جانبین سے مبارزان دلیر شجاعان دلاور فدائی تیغ آبدار ہوئے اور لشکر داہر میں جو پیلان مست اور سوار سلاح میں غرق تھے وہ منہزم و مقہور ہوئے۔ ہاتھی گھوڑے و امتعہ و اقمشہ و بردہ و مواشی اُسکے سب ہمارے تصرف میں آئے۔ خمس اسکا دار الخلافت کے خزانہ داخل ہوا۔ جب کام اس طرح بن گیا ہے تو کرم الٰہی سے توقع ہی کہ کل ممالک ہند و سندھ محکوم و مطیع ہو جائیں گے۔

محمد قاسم نے داہر کا سر حجاج پاس بھیجدیا اور اُسکے ساتھ بہت سے وہ خاص الخاص آدمی کر دیئے جنھوں نے اس لڑائی میں کارنمایاں کئے تھے اور اُنکی تعریف بشرح و بسط سے لکھدی کہ انھیں کی قوت و شوکت و اعانت سے

فتح ہوئی اور جن رؤسا ہند نے سرکشی کی تھی اُنکے سر بھی اور نام بھی لکھکر بھیجدیجئے۔ اور بہتا کروں گا اور سلطنت کے علم وطبل ایک جماعت لیکر حجاج پاس آئی۔ حجاج نے حکم دیا کہ کوفہ میں منادی کریں اور خود جامع مسجد کوفہ میں منبر پر چڑھا۔ خدا کی حمد پڑھی اور رسول خدا پر درود پڑھا۔ دولت محمدی کے چاکروں پر ثناء وافر کہی۔ اہل شام وعرب کو مبارکباد دی کہ ملک ہند ایسا ہاتھ لگا ہے کہ جسمیں مال بہت ہے۔ دریا مہران کا پانی لذیذ ہے اور بے انتہا میوے وہاں ہوتے ہیں۔ جس گروہ نے کہ لڑائی میں دلیرانہ کام کئے تھے اُن کو گرانمایہ خلعت اور بہت انعام دئے۔ خلیفہ ولید سے اُنکی ایک تخصیص کرادی اور محمد قاسم کے فتحنامہ کے جواب میں مبارکباد نامہ لکھ بھیجا۔

حجاج کی بیٹی کا جو نکاح محمد قاسم کیساتھ ہوا اُسکی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک روز حجاج نے خوش ہوکر محمد قاسم سے کہا کہ جو چاہتے ہو وہ مانگو اور جو دل میں آرزو ہو اُسے کہو۔ محمد قاسم نے کہا کہ میری یہ درخواست ہے کہ آپ مجھے بادشاہ بنادیں اور اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کردیں۔ اُسپر حجاج نے ایک قمچی محمد قاسم کے سر پر ماری اور پھر کہا کہ مانگ جو مانگتا ہے اور جو کہتا ہے وہ کہہ۔ تو محمد قاسم نے پھر وہی درخواست کی۔ اسپر پھر قمچی لگی۔ اور تیسری دفعہ پھر حجاج نے اُس سے کہا کہ جو چاہو مانگو جو دل میں ہو سو کہو تو محمد قاسم نے پھر وہی پہلی درخواست کی۔ حجاج نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط سے کرتا ہوں کہ لشکر فارس یا ہند پر تو بادشاہ ہو اور وہاں کی مال و دولت کو حاصل کرے اور اُس کو فتح کرکے نظم و نسق مستحکم تو وہاں کردے۔

سب مؤرخوں کا اس میں اتفاق ہے کہ راجہ داہر نے جب اس دنیا سے انتقال کیا تو راجہ جے سیہ اُسکا بیٹا اور رانی بائی جو اُسکی بہن بھی تھی اور رانی بھی تھی اور تخت سلطنت پر بھی برابر بیٹھتی تھی یہ دونوں اور بہت سے عزیز و اقربا۔ امراء سردار و لشکر قلعہ راوڑ میں پناہ گزیں ہوئے۔ راجہ کو اپنی شوکت و شجاعت و قوت پر بڑا اعتماد و غرور تھا اُسنے لڑنے کا ارادہ کیا محمد علافی بھی اُسکے ساتھ تھا۔ جب باپ کے مرنے کی خبر آئی اور اُسکا سفید ہاتھی لنگڑاتا ہوا سامنے آیا تو جے سیہ نے کہا کہ اب ہم خصم سے لڑتے ہیں اور اپنے نام نیک کی بقا کیلئے تیغ زنی کرتے ہیں اگر اسمیں جان بھی جاتی ہوگی تو کچھ نقصان نہیں ہوگا اسپر سی ساگر وزیر نے کہا کہ شاہزادہ کی یہ رائے ناصواب ہے۔ ہمارا راجہ مارا گیا۔ لشکر کو ہزیمت ہوئی ہماری جمعیت متفرق ہوئی۔ دشمن کی تلوار کا رعب ایسا دلپر بیٹھا ہے کہ جنگ سے نفرت ہے۔ کس طرح اہل عرب سے ہم حرب کرسکتے ہیں۔ ابھی ملک برقرار ہے حصنہای حصین موجود ہیں۔ اُنمیں مردان جنگی اور رعیت حاضر ہیں۔ رائے صواب اور مصلحت یہ ہے کہ برہمن آباد چلئے یہ قلعہ آپکے باپ دادا کی میراث ہے اور راجہ داہر کا مسکن ہے۔ خزینے دفینے وہاں موجود ہیں۔ رعیت وہاں کی خاندان چچ کی ہواخواہ ہے۔ سب آپ کیطرف سے دشمنوں سے لڑنے کو اور جان دینے کو تیار رہیں۔ علافی سے بھی اس باب میں مشورت لیگئی۔ اُسنے اس رائے سے اتفاق کیا۔ جے سیہ نے اس

رائے کو پسند کیا اور وہ مع اپنے متعلقوں اور عزیزوں اقربا کے برہمن آباد چلا گیا۔ رانی مائی مع سرداران فوج کے لڑنے کو تیار ہوئی۔ قلعہ میں اُس نے اپنے لشکر کا ملاحظہ کیا تو پندرہ ہزار سپاہی تھے اور مرنے پر سب کے سب تیار تھے۔ جب دوسری صبح کو راجہ داہر کے مرنے کی خبر سُنی تو مہران اور ندی دو ہاوا کے درمیان تمام سردار اور امراء و رادت جو رانی مائی سے اتحاد رکھتے تھے وہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ محمد قاسم کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ حصار کی طرف چلا اور حصار کے زیر دیوار خیمے ڈیرے ڈالے۔ اہل حصار نے قلعہ کی فصیل و برجوں پر طبل و بوق بجا کر منجنیق سے تیر اور تبر اور برچھے پھینکنے شروع کئے۔

محمد قاسم نے سُرنگ کھودنے والوں کو دیوار کے نیچے سُرنگ کھودنے کا حکم دیا اور اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ دن کو منجنیق و تیر و نیزہ سے جنگ کرتا تھا اور دوسرا حصہ رات کو نفطے کے حُقے اور پتھر مارتا تھا۔ اُنھوں نے قلعہ کے برج گرا دیئے۔ اب داہر کی بی بی رانی مائی نے اپنی سہیلیوں کو بلایا اور یہ فرمایا کہ ہمکو جے سیہ اکیلا چھوڑ گیا۔ اور محمد قاسم سر پر آن پہنچا خدا وہ دن نکرے کہ ہم ان گائے کھانے والوں ملیچھوں کے ہاتھ پڑیں اور ہماری عصمت و عفت کو داغ لگے اب جائے قرار نہ رہے قرار۔ بہتر ہے کہ گھر میں روئی تیل لکڑی جمع کیجیے اور آگ لگا کے جل مریئے اور اپنے اپنے خاوندوں سے جا ملیئے جس کسیکو یہ منظور نہو وہ اپنی جان بچا کر چلا جائے۔ یہ کہکر وہ سب گھر میں گئیں اور اُس کو آگ لگا دی اور جلکر خاکستر ہو گئیں پھر محمد قاسم نے قلعہ لے لیا دو تین روز یہاں مقام کیا چھ ہزار جنگی مردوں کو جو قلعہ کے اندر تھے تلواروں اور تیروں سے مار ڈالا اور اور لوگوں کو مع زن و بچہ کے اسیر کیا۔

جب قلعہ راور فتح ہو گیا تو ساری خزانے و اموال و سلاح سوائے اُنکے جو جے سیہ اپنے ساتھ لیگیا تھا فتحمندوں کے ہاتھ آئے اور وہ سب محمد قاسم کے پاس آئے۔ جب قیدیوں کا شمار ہوا تو وہ تیس ہزار تھے منجملہ اُنکے تیس امیر زادیاں و شہزادیاں تھیں اور ایک راجہ داہر کی سگی بھانجی تھی جسکا نام جیسیہ تھا اُن کو اور داہر کا سر اور قیدیوں کا خمس کعب بن مخارق کے ہاتھ حجاج پاس بھیجدیا جب داہر کا سر اور یہ عورتیں اور مال حجاج پاس پہونچے تو اُسنے خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا اور دوگانہ شکر ادا کیا اور خطبہ پڑھا جسکا ذکر اوپر ہوا۔ اور اُسنے کہا کہ اب مجکو ساری دنیا کے خزانے دفینے اور اموال اور ملک ملگئے خلیفہ کے پاس اپنی ایک عرضداشت کے ساتھ داہر کا سر اور اُسکے چتر و اعلام جو راج کی نشانیاں تھیں اور مال دار الخلافہ کو روانہ کئے۔ جب خلیفہ وقت نے حجاج کا نامہ پڑھا تو خدا کا شکر ادا کیا۔ غنیمت میں جو لونڈیاں امیر زادیاں وہاں گئیں تھیں اُنمیں سے بعض کو بیچ ڈالا۔ بعض کو یوں ہی انعام میں دیدیا۔ انمیں داہر کی بھانجی بھی تھی۔ اسکے حسن و جمال کو دیکھا تو خلیفہ دنگ رہگیا۔ عبد اللہ بن عباس نے اُسکی درخواست کی تو خلیفہ نے اُس سے کہا کہ اے عم زادی اس لونڈی کا جمال

ایسا باکمال ہو کہ میرا دل اُس پر فریفتہ ہے اس کو میں اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہوں مگر مناسب یہی معلوم ہوتا ہو کہ تو اُسے لے لے اور وہ تیرے ہی گھر میں تیری اولاد کی ماں بنے۔ پس اُسکی اجازت سے عبداللہ نے اُسے لے لیا مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

جب حجاج پاس محمد قاسم کا فتحنامہ پہونچا تو اُسکا جواب یہ لکھا کہ ای ابن عم مکتوب جاں فزا پہونچا جس سے کمال مسرت ہوئی تیرا سارا انتظام و بندوبست شرع کے موافق ہو مگر اماں دینے کا طریقہ جو تو نے اختیار کیا ہو کہ خاص و عام کو امان دیدیتا ہو اور دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا اسمیں خدا کے اُس حکم کا پاس لحاظ رکھو کہ مشرکین کو امان نہ دو اُنکا گلا کاٹو۔ امان دینے کا ایسا حریص نہو کہ جس سے کام طول پکڑے آیندہ کسی دشمن کو امان نہ دو مگر اُن کو جو ذی وقعت و بزرگ ہوں۔ مقام ناؤ سنہ ۹۳ھ

برہمن مؤرخوں نے داہر کے قتل اور محمد قاسم کے مہمات کے باب میں یہ بیان کیا ہو کہ جب داہر مارا گیا اور جیسیہ برہمن آباد میں حصاری ہوا اور راور فتح ہو گیا تو راجہ جیسیہ نے لڑائی کا سامان تیار کیا اور چاروں طرف خط لکھے۔ ایک خط اپنے چھوٹے بھائی فیوفی کو جو داہر کا چھوٹا بیٹا تھا اور دار الملک ارور کے حصار میں تھا دوسرا خط اپنے بھتیجے چچ پسر داہر سیہ کو جو قلعہ باتیا میں تھا اور تیسرا خط اپنے چچیرے بھائی دھیول پسر چندر کو جو بدہیہ کے کانان میں تھا۔ ان سبکو داہر کی وفات پر مطلع کیا اور اُنکی تسلی کی اور خود برہمن آباد میں مردان دلاور کو ساتھ لیکر جنگ پر مستعد ہوا۔

اب راور سے محمد قاسم نے برہمن آباد جانیکا عزم کیا۔ اثنا راہ میں دو قلعے بہرور اور دہلیلہ واقع ہوے جنمیں سولہ ہزار سپاہی موجود تھے۔ اول بہرور کا محاصرہ کیا۔ اس محاصرہ میں دو مہینہ کا عرصہ لگ گیا تو محمد قاسم نے سپاہ کے دو غول کئے جنمیں سے ایکدن کو لڑتا اور دوسرا رات کو۔ انھوں نے منجنیقوں سے پتھروں کی اور نفطوں کی وہ بھرمار کی کہ قلعہ کی دیوار مسمار ہوئی اور سارے مردان جنگی مارے گئے۔ غنیمت و دولت اور غلام ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ اسکا بیت المال میں داخل ہوا جب اور وبہرور کی فتح کی خبر دہلیلہ میں پہونچی تو وہاں کے سپاہیوں کے دل دہل گئے اور جان گئے کہ محمد قاسم بڑا جوانمرد و مستقل مزاج ہو اُس سے ہمکو بچنا چاہیئے۔ یہاں کے تاجر تو بھاگ کر ملک ہند کو چلے گئے اور سپاہی اپنے ملک کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہوئے۔ اب محمد قاسم دہلیلہ پر آن دھمکا اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ اسمیں دو مہینے سے کچھ کم و بیش عرصہ لگ گیا تو محصورین کا قافیہ تنگ ہوا۔ کہیں سے انکو امید کمک نہ تھی۔ آخر کولا چار گلے میں کفن ڈالا اور بدن کو عطر سے معطر کیا اور حصار کے دروازہ سے جو پل کیطرف تھا اپنے اہل و عیال کو باہر بھیجدیا اور ندی منجہل سے پار اُتار دیا۔ یہ کام رات کو اس طرح کیا کہ مسلمانوں کو اُسکی کچھ خبر نہوئی۔

جب صبح صادق نے اپنے منہ سے نقاب اُٹھایا تو محمد قاسم کو اسطرح سے بھاگ جانے کی خبر ملی تو فوراً اُس نے اپنی سپاہ

اُنکے پیچھے دوڑائی جسنے دریا اتر تون کو جالیا۔ جو اُتر گئے تھے وہ تو بچگئے مگر جا رتے تھے وہ ہندوستانیں ریل ریگستان کی راہ سے چلے گئے۔ یہاں داہر کے چچیرے بھائی دیوراج تھا۔ محمد قاسم نے دہلیلہ بھی فتح کرلیا جو غنیمت کا مال ہاتھ آیا اُسکا پانچواں حصہ حجاج کو بھیجا اور اسکو بھرور اور دہلیلہ کی فتح کا حال بھی مفصل لکھ بھیجا۔

اب محمد قاسم نے ہند کے بڑے بڑے نامور امراؤ رؤسا فرمانرواؤں کے نام اس مضمون کے پروانہ روانہ کئے کہ دین اسلام یا اطاعت اسلام اختیار کرو۔ جب سی ساگر وزیر راجہ داہر نے یہ حکم سنا تو اُسنے بعض معتمد آدمی اپنے محمد قاسم پاس بھیجے اور جان و مال کی اماں چاہی۔ محمد قاسم نے اُسکی یہ درخواست منظور کی۔ سی ساگر خود آیا اور اپنے ساتھ ان مسلمان عورتوں کو لایا جو اُسکے قبضہ میں تھیں اور بیان کیا کہ یہ عورتیں ہیں جنھوں نے اپنی گرفتاری کے وقت حجاج کو پکارا تھا۔

محمد قاسم نے بھی اس وزیر کی تعظیم و تکریم میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی استقبال کیواسطے اپنے معتمد امرا بھیجے اور عہدہ وزارت پر اُسکو نامزد کیا۔ اب وہ مسلمانوں کا وزیر و مشیر ہو گیا۔ محمد قاسم نے اپنے سارے اسرار سربستہ اُسکے سامنے کھولے۔ اور تمام معاملات ملکی میں اور انتظامات سلطنت میں اور اپنی فتوح کے وسیع کرنے کے باب میں اس سے صلاح و مشورے لئے۔ غرض کوئی تدبیر ملکی ایسی نہوتی جسمیں یہ وزیر محمد قاسم کا مشیر نہ ہوتا۔ اس وزیر نے محمد قاسم کے سامنے اس انتظام کی بہت ستایش کی کہ زمین کی مالگذاری قدیم رسم و رواج کے موافق مقرر کیگئی ہے اور کوئی دست درازی ہمیں نہیں ہوئی اور رعایا کی گردن پر کسی محصول کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اس سے رعیت نہایت خوش ہے۔ یہی رعایا نوازی اور عدل گستری کا ایسا آئین و دستور ہے کہ جس سے سارے دشمن پامال ہونگے اور رعایا نہال ہوگی اور اور ملک مفتوح ہونگے۔

بعض آدمی کہتے ہیں کہ جب دہلیلہ فتح ہو گیا تو محمد قاسم نے نیو یہ پسر دہارن کو بلاکر اور عہد و پیمان کرکے یہاں کا راج اور اُسکے آس پاس کا علاقہ مشرق و مغرب میں دیدیا۔ ساحل دریا پر کشتیوں کا اہتمام موضع دوہاتھیہ تک اُسکے سپرد کیا۔ محمد قاسم برہمن آباد سے ایک فرسنگ پر تھا کہ جے سیہ کو خبر پہونچی کہ مسلمانوں کا لشکر آن پہنچا ہے۔

محمد قاسم دہلیلہ سے چلکر نہر جلوالی کے کنارہ پر برہمن آباد کے مشرقی طرف اُترا۔ برہمن آباد کے لوگوں پاس ایلچی بھیجکر یہ پیغام بھیجا کہ یا وہ اطاعت اختیار کریں یا مسلمان ہوں اگر اسلام اور جزیہ میں سے کسی ایک کو قبول نہ کرو تو لڑائی کی تیاری کریں اور ایلچیوں کے پہنچنے سے پہلے جے سیہ پسر داہر خود تو چنیر کو چلا گیا تھا اور برہمن آباد کا یہ انتظام کر گیا کہ اُسکے چار دروازے تھے ہر دروازہ پر چار چار رئیس و امیر کچھ سپاہ کے ساتھ بٹھا دیئے۔ شہر کے امرا میں سے اُسنے سولہ آدمی انتخاب کئے تھے۔ ان دروازوں کے نام یہ تھے۔ جو تیری یا بھارند۔ ساتیہ۔ مالیہ۔ سالبہ۔

جب محمد قاسم نے مورچہ بندی کیلئے اپنے لشکر کے گرد خندق کھودی۔ دشمن کے لشکر میں چالیس ہزار لڑنے والے تھے ہفتہ کے

دن سے لڑائی شروع ہوئی۔ ہر روز دشمن لڑتے آتے اور خوب ڈھول بجاتے۔ صبح سے شام تک لڑائی رہتی۔ شام کو لشکر اسلام خندق کے اندر جاتا اور لشکر اعدا حصار میں آتا۔ اسطرح چھ مہینے تک شب و روز گذرے۔ محمد قاسم فتح سے نا اُمید ہوکر متفکر ہوا۔ اور یکشنبہ ماہ ذی الحجہ کی ۹۳ھ کے آخر میں جے سیہ جو ملک رمل میں جسکو باتیہ کہتے ہیں بھاگ گیا تھا وہ واپس آیا اور رستہ میں مسلمانوں کی سپاہ کی راہ زنی کرکے تکلیف پہونچائی

محمد قاسم نے اپنے ایک معتمد نوکر کے ذریعہ سے موکہ بسایا کو خبر دی کہ جے سیہ اُسکو بڑا ستاتا ہی اور لشکر کو رسد نہیں پہنچنے دیتا اسکا علاج تم بتاؤ موکہ نے جواب لکھا کہ جے سیہ بہت قریب جا پہونچا ہی سوای اسکے اور کوئی علاج اُسکا نہیں ہی کہ وہاں سے وہ ہٹا دیا جاوے۔ اسلئے میں ایک اپنا بڑا معتمد لشکر اُسکے پرے ہٹانے کے لئے روانہ کرتا ہوں۔

بنانہ بن حنظلہ کلابی و عطیہ ثعلبی و صارم بن ابی صارم ہمدانی و عبد الملک مدنی معہ سواروں کے روانہ ہوئے۔ موکہ بسایا اسکا سردار تھا اور ان سبکا سپہ سالار جزیم بن عمر الموسی تھا۔ سامان رسد اُنکے ساتھ تھا۔ جب جے سیہ کو اس لشکر کی آمد کی خبر پہونچی تو وہ اسی مقام میں سب اہل و عیال و مال کو چھوڑکر ریگستان کی راہ سے جے وار (جیپور) پہنچا۔ محمد علافی کا ساتھ بھی اُس سے چھوٹ گیا۔ پھر یہاں جے وار سے وہ طاکیہ کو چلا۔ اور یہ قصد کیا کہ مہاراجہ کشمیر کی خدمت میں پہونچے جسکا دار السلطنت پہاڑ میں تھا۔ اسلئے رائے کشمیر کو اس مقام سے اُسنے خط لکھا کہ میں آزادانہ و مخلصانہ آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جب یہ خط رائے کشمیر نے پڑھا تو اُسنے حکم دیا کہ موضع شاکلہا جو کشمیر سے متعلق تھا وہ اُسکی جاگیر میں دیا جائے اور وہ یہیں قیام کرے جبدن رائے کشمیر سے جے سیہ کی ملاقات ہوئی تو اُسنے جے سیہ کو پچاس گھوڑے مع زین اور اُسکے ہمراہیوں کو دو سو خلعت گرانمایہ عطا کئے اور دوسری ملاقات میں اُسکو چتر و کرسی اور تحائف جو مخصوص راجائی کے ساتھ ہوتے ہیں دیئے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ پھر شاکلہار کو روانہ کیا وہ اُسکی بڑی خاطر داری و تواضع کرتا تھا جب راجہ جے سیہ جے وار (جیپور) میں مقیم تھا تو اُسنے الور میں فیوفی پسر داہر کو خطوط بھیجے جنمیں الور کی حفاظت کرنے کی تاکید لکھی تھی اور ملک کو جس سبب سے اُس نے چھوڑا تھا اُس کو بیان کیا تھا۔ ان خطوں کے آنے سے اور راجہ جے سیہ کے جے وار میں پہونچ جانے سے فیوفی کو بڑی طمانیت ہوئی۔

اب یہاں برہمن آباد میں چھ مہینے سے روز لڑائی ہو رہی تھی۔ اس طوالت جنگ سے لڑنیوالے عاجز ہو گئے تھے۔ راجہ جے سیہ کی خبر جنیر سے آگئی تھی۔ پس شہر کے چار تجار عظیم نے جو شہر کے دروازہ جوتیری پر نامزد تھے یہ صلاح کی کہ اب اہل عرب نے کل ملک فتح کرلیا۔ داہر مارا گیا اُسکی جگہ جے سیہ راجہ ہی اور قلعہ کے محاصرہ پر چھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا ہی اب نہ ہمارے پاس دولت ہی نہ ہم میں طاقت ہی جسکے بھروسہ پر ہم لڑائی لڑیں یا صلح و آشتی کریں اسطرح اگر دو چار روز اور دشمن ہمکو

گھیرے رہیگا تو وہ آخر کو فتحیاب ہوگا۔ پھر ہم کس مُنہ سے اُس سے پناہ و امان مانگیں گے۔ کوئی راجہ بھی ایسا نہیں کہ اُس سے امداد کی التجا کرینگے۔ اب ہم میں دشمن سے لڑنے کی سکت نہیں رہی بہتر ہے کہ ہم سب متفق ہوکر باہر نکلیں اور محمد قاسم پر حملہ کرکے مرجائیں۔ اسلئے کہ اگر صلح بھی ہو جائیگی تو ہتیار بند آدمی سب مارے جائینگے عوام الناس۔ تجار صناع و زراع امان پائینگے۔ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محمد قاسم پر اعتماد کرکے اس سے یہ عہد و پیمان واثق کریں کہ ہم اُس کو قلعہ حوالہ کریں۔ اُسکی شرائط خدمت بجالائیں اور وہ ہمکو اپنی حمایت میں لیکر اپنا مقرب بنالے۔ اس تدبیر پر ہم سب کا اتفاق ہوا۔ محمد قاسم سے جان و مال کی امان کی درخواست کیگئی۔

محمد قاسم کا امان دینا اور عہد و پیمان کرنا

محمد قاسم نے اُنکے عہد واثق پر امان دینا قبول کرلیا۔ لیکن یہ کہدیا کہ سپاہی قتل کئے جائینگے اور اُنکے متعلقین اسیر ہونگے اور قیدیوں میں سے جو تیس برس کی عمر کے اندر جو کام کے قابل ہونگے وہ غلام بنائے جائینگے اور خاص قیمت پر بیچے جائینگے محمد قاسم نے حجاج کے سارے اکابر کو بلاکر برہمن آباد والوں کا پیغام سُنادیا اور کہدیا کہ برہمن آباد سے ایلچی آئے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں تم اُسکو سُن لو اور جواب باصواب لکھکر دیدو۔

موکو نے کہا کہ اے امیر یہ حصار ہند کے سارے شہروں کی ناک ہے اگر وہ قبضہ میں آگیا تو ملک سندھ سارا قبضہ میں آجائیگا اور مستحکم قلعے ہمارے ماتحت ہوجائینگے اور اسلام کی شوکت و عظمت و سطوت و حشمت کی ایک دھوم مچ جائیگی راجہ داہر کی اولاد میں سے کچھ ہمارے مطیع ہوجائینگے کچھ بھاگ جائینگے۔

یہاں جو مراسلت ہوئی تھی اُس سے محمد قاسم نے حجاج کو اطلاع دی اور عہد نامہ لکھکر برہمن آباد والوں کو دیدیا۔ اُس نے ایک میعاد اور دن مقرر کردیا کہ قلعہ ہمارے حوالہ کیا جائے۔ برہمن آباد والوں نے اقرار کیا کہ اس روز آپ حملہ کیجئے۔ ہم باہر آکر مقابلہ کرینگے۔ لیکن عین لڑائی میں لشکر عرب کے حملہ کے وقت حصار کے اندر چلے جائینگے اور دروازہ کھلا چھوڑ جائینگے۔ جب حجاج نے حکم دیدیا کہ اماں دیدو اور اپنے عہد و پیمان کو ایمان کے ساتھ ایفا کرو۔ محمد قاسم کے لشکر نے حصار پر حملہ کیا تو برائے نام اہل حصار ایک ساعت لڑے اور پھر قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا چھوڑکر قلعہ کے اندر وہ چلے گئے۔ اس دروازہ سے لشکر عرب داخل ہوا اور فصیل پر چڑھ گیا اور اُس نے اللہ اکبر کا نعرہ ایسا مارا کہ اہل قلعہ تھرا گئے اور لشکر کا غلبہ دیکھکر وہ مشرقی دروازہ کو کھول کر باہر بھاگنے شروع ہوئے۔ مسلمان اُنکے پیچھے پڑے مگر محمد قاسم نے حکم دیدیا کہ جو تم سے لڑے اُسے مارو اور کسی اور سے کچھ نہ بولو۔ مسلمانوں نے جس کو ہتیار بند دیکھا گرفتار کیا اور محمد قاسم پاس لائے۔ جس نے اُسکے سامنے سر جھکا دیا اُس کا سر اُس نے اُٹھالیا۔ اور اماں دی اور اُس کا خانماں بچادیا۔ اپنے گھر میں آباد کرادیا۔

برہمن آباد کے بزرگوں سے یہ سننے میں آیا ہے کہ راجہ داہر کے مرنیکے بعد اُسکی رانی لاڈی اور بیٹا جےسیہ یہیں رہتے تھے اور اسوقت بھی یہیں تھی۔ برہمن آباد کا قلعہ محمد قاسم کے حوالہ ہوا تو اُس رانی نے کہا کہ میں کیونکر ایسے مستحکم قلعہ کو اور اپنے گھر بار کو دشمنوں کے حوالے کر سکتی ہوں اس قلعہ میں استقامت اختیار کر کے دشمنوں کو مغلوب کرنا چاہیئے اور اپنے مسکن اور وطن کو بچانا چاہیئے۔ اور اگر لشکر عرب غالب ہو تو اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ پس اُسنے اپنے سارے خزانوں کی دولت سپاہیوں کو تقسیم کر دی جس سے جوانمردوں کی ہمت و جرأت بڑھ گئی۔ دوسرے دروازہ پر لڑائی شروع کر دی اور لاڈی نے اپنے دل میں یہ مستحکم ارادہ کر لیا کہ اگر دشمن قلعہ کو فتح کر لینگے تو میں مع اپنے عزیز و اقربا کے آگ میں جلکر مرجاؤنگی۔ مگر قلعہ دفعتاً مسلمانوں نے لیلیا۔ اور راجہ داہر کے محل کے محافظ اُنکے عزیز و اقربا کو لائے جنمیں لاڈی بھی تھی۔

جب محمد قاسم کے سامنے غنائم و لونڈی غلام پیش ہوئے تو ہر ایک قیدی کا حال پوچھا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ رانی لاڈی اور دو اور دوشیزہ دختر جو راجہ داہر کی بیٹیاں دوسری رانی کے پیٹ سے تھیں حصار میں موجود ہیں اُنکے چہروں پر نقاب ڈالکر ایک خادم کو اُنھیں سپرد کیا اور جدا بٹھائی گئیں۔ تمام قیدیوں کا خمس جدا کیا گیا تو اُسکی تعداد بیس ہزار تھی اسکے سوا سارے قیدی سپاہیوں کو دیدیئے گئے۔

کاریگروں اور تاجروں اور پیشہ وروں اور عوام الناس کو اماں دیگئی اور قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ مگر محمد قاسم نے یہ ظلم کیا کہ چھ ہزار بعض کہتے ہیں کہ سولہ ہزار سپاہی مار ڈالے۔ باقی کی جان بخشی کی۔

بعض داہر کے علاقہ دار برہمن آباد کے یہ کہتے ہیں کہ لونڈیوں میں داہر کے رشتہ داروں کا پتہ نہ ملا تو رؤسا شہر نے اُنکی خبر بھی کسی کیطرف کچھ پتہ اُنکا نہ بتلایا۔ لیکن دوسرے روز ایکہزار برہمن بھدرہ کئے ہوئے محمد قاسم پاس آئے جنسے اُنکا حال معلوم ہوا۔

محمد قاسم نے جب ان برہمنوں کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کس فوج کے سپاہی ہیں اور کیوں ایسی صورت بنا کے میرے پاس آئے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ اے امیر باوفا ہمارا راجہ برہمن تھا تو نے اُسے قتل کیا اُسکا ملک تو نے لیا۔ ہم میں سے بعض ایسے وفادار اپنے راجہ کے تھے کہ اُسپر اُنھوں نے اپنی جان نثار کی۔ باقی ہمنے اُسکے ماتم میں زرد لباس پہنا ہے۔ بھدرا کیا ہے۔ اے امیر عادل تجکو ایشور نے راج دیا ہے۔ تیرے پاس ہم آئے ہیں کہ تو ہمکو کیا حکم دیتا ہے۔ محمد قاسم نے سوچکر یہ جواب دیا کہ میں اپنے سر و جان کی قسم کھاتا ہوں کہ تم بڑے سچے وفادار ہو میں تم کو اماں دیتا ہوں اس شرط پر کہ راجہ کے رشتہ دار جس جگہ ہوں اُنکو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ پس برہمنوں نے اس وعدہ پر اماں لی اور گھر میں سے لاڈی کو لاسنے۔ محمد قاسم نے سب باج خراج موافق شرع اسلام کے مقرر کیا۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا وہ جزیہ و بندگی و گزند سے معاف کیے گئے اور جنھوں نے اسلام نہیں قبول کیا اُنکو تین قسم کے جزیہ میں سے ایک قسم کا جزیہ دینا پڑا۔ فوج میں سے اعلیٰ درجہ کے

گروہ میں سے ہر شخص ۴۸ درم وزن نقرہ متوسط گروہ میں سے چوبیس درم نقرہ اور ادنی گروہ میں سے بارہ درم وزن نقرہ آج ہی چلے جاؤ اور یہ اذن عام سُن جاؤ کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیہ سے معاف کیا جائیگا اور جو لوگ اپنے مذہب پر چلیں گے انکو جزیہ دینا پڑیگا اور اُن کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر چلیں بعض مسلمان ہوگئے بعض اپنے اسلاف کے مذہب پر چلے اُنھوں نے جزیہ دیا۔ مگر نہ اُنکی زمینیں چھینی گئیں نہ اُنکا مال لیا گیا۔

برہمن آباد اسی ولایت کے امینوں کو محمد قاسم نے حوالہ کیا اُنمیں سے ہر ایک امین سے بقدر اُسکی حیثیت کے زر مالگذاری ادا کرنیکا وعدہ لیا گیا اور حصار کے چاروں دروازوں پر فوج مقرر کرکے اُنکا اہتمام بھی اُنھیں کے سپرد کر دیا گیا۔ اور اُن کو اپنی مرحمت و شفقت سے ہند کی رسم و رواج کے موافق سونے کے کڑے ہاتھوں اور پاؤں کے اور گھوڑے مع زین عطا کئے اور ہر ایک امین کو مجلس شوریٰ کا کارکن مقرر کیا۔

اُسنے عوام الناس میں سے تاجروں صناعوں۔ کاشتکاروں کو لکھوایا۔ اُنکی تعداد دس ہزار ہوئی۔ پس حکم دیا کہ خزانہ میں سے بارہ درم وزن نقرہ ہر ایک کو اس سبب سے دیا جائے کہ اُسکا سارا مال اسباب لُٹ گیا ہے تحصیل زر مالگذاری کیلئے دہقین اور رئیسوں کو مقرر کیا کہ وہ شہر اور رئیسوں سے محصول زمین وصول کریں جس سے اُنکو تقویت اور استظہار ہو۔ جب برہمنوں نے یہ دیکھا تو اُنھوں نے اپنا عرض حال کیا کہ یہ کام خاص ہمارا ہے ہمیشہ ہم اُسکو کرتے آئے ہیں رئیسان شہر نے بھی اُنکی عظمت پر شہادت دی۔ محمد قاسم نے برہمنوں کو معزز جانا اور اُنکی یہ عزت کی کہ جلیل عہدوں پر اُنکو مقرر کرکے ممتاز و سرفراز کر دیا اور اُنکی برتری کے قائم رہنے کا حکم صادر فرمایا اُنکی ایسی حمایت کی کہ اُنکے ساتھ کوئی مقابلہ اور زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔ ہر ایک برہمن کو ایک عہدہ دیدیا۔ اُسکو پورا اعتبار تھا کہ برہمن کبھی دغا نہ کرینگے۔ راجہ چچ کیطرح ہر برہمن کو کسی نہ کسی شغل میں لگا دیا اور کل برہمنوں کو بلا کر اُنکو یاد دلا دیا کہ راجہ داہر کے عہد میں تم بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے اسلئے تم کو شہر اور حوالی شہر کا حال بخوبی معلوم ہوگا۔ اگر تم کسی مشہور و معروف آدمی کو جانتے ہو تو مجھے مطلع کرو میں اُسکو عہدہ جلیلہ پر مقرر کر دونگا اور اُسکو انعام و اکرام دونگا۔ میں تم سبکی دیانت و امانت پر اعتماد کلی رکھتا ہوں اسلئے یہ عہدے تم کو عطا کرتا ہوں اور سارے ملک کا انتظام تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ اور یہ عہدے تمکو نسلاً بعد نسلٍ عطا ہوئے ہیں اور وہ تم سے چھین کر دوسرے کو نہیں دئے جائیں گے۔

یہ برہمن اور عمال اضلاع میں جاکر یہ کہنے لگے کہ اے قوم کے بزرگو اور رئیسو تم یقینی جان لو کہ راجہ داہر مارا گیا ہماری سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ ہند و سند میں اہل عرب کا تسلط ہوا۔ اب شہر و گاؤں میں چھوٹے بڑے سب برابر ہوئے سلطان معظم نے ہم غریبوں پر یہ عنایت کی ہے کہ تمہارے پاس ہمکو بھیجا ہے۔ اور ہمارے ساتھ نیک وعدے کئے ہیں اگر

ہم عرب کی فرمانبرداری نکرینگے تو ہمارے پاس نہ مال ہوگا نہ معاش ہوگی۔ اگر ہم اُسکی نیازمندی کرینگے تو ہم مورد فضل و کرم شاہانہ ہونگے اسوقت ہم اپنے گھر سے نہیں نکالے گئے ہیں لیکن تم پر جو یہ خراج مقرر کیا گیا ہی اگر اُسکے متحمل تم نہیں ہوسکتے اور اُسکا ادا کرنا تمکو گراں معلوم ہو تو وقت فرصت میں ہندوستان میں کسی ایسے موضع میں معہ اہل وعیال جاسکتے ہو کہ جہاں جان ومال محفوظ ہو۔ آدمی زاد کے لئے سلامتی نفس سے زیادہ کوئی چیز بہتر نہیں ہی۔ پس اس ورطہ ہولناک سے سلامت بچگئے تو ہم اپنے اہل وعیال ومال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ شہر کے آدمی و دہاقین محمد قاسم پاس آئے اور خراج کا دینا قبول کیا اور اُنھوں نے خود محمد قاسم سے پوچھ لیا کہ کتنا خراج ہم پر مقرر ہوا۔ برہمنوں سے جنکو محمد قاسم نے محصل مال اور عمال مقرر کیا تھا۔ اُسنے یہ کہا کہ رعایا اور بادشاہ کے درمیان معاملہ راستی سے کرو اور اُنکے بیچ میں جب کوئی تقسیم کا معاملہ ہو تو دونوں میں نصفا نصفی کا معاملہ کرو۔ اور محصول اتنا لوگوں پر مقرر کرو کہ وہ ادا کرسکیں۔ تم اور اونکے ساتھ موافقت کرو اور ایسے متردد نہو کہ ملک خراب ہو۔

محمد قاسم نے ہر ایک کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ تو سب طرح خوش دل رہ اور کچھ اندیشہ نکر کسیطرح کا الزام تجھپر نہیں لگایا جائیگا۔ تجھ سے محصول کی بابت میں کوئی دستاویز نہیں لکھاتا ہوں بلکہ ایک جمع مقرر کی ہی اُسکو تو ادا کر اسمیں بھی تیرے ساتھ نرمی اور رعایت برتی جائیگی اور اس معاملہ میں جو تیری درخواست ہوگی تو میں اُسکو سنونگا اور اُسکا جواب شافی دونگا اور تیری دلی تمنا پوری کیجائیگی۔

پہلے بتخانوں میں سوداگر اور ٹھاکر اور بُت پرست بتوں کی پرستش سے اپنا دل خوش کرتے تھے بتو نپر نذر بھینٹ میں روپیہ چڑھاتے تھے۔ یہ سب مال برہمنوں کے گھر میں جاتا تھا اُس سے اُنکی پرورش ہوتی تھی۔ مگر اب یہ رسم قدیم مسدود سی ہوگئی تھی لشکر کے خوف کے مارے اس خیرات میں خلل آگیا تھا وہ باقاعدہ نہیں دیجاتی تھی اس لئے برہمن بچارے روٹی کے مارے مارے پڑے پھرتے تھے۔ ایک دن محمد قاسم کے دروازہ پر آئے اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا کہ اے امیر عادل تجکو بقا ہو ہم بُدہ کے مندر کے پجاری ہیں۔ ہمکو روزی اسی مندر سے ملتی تھی۔ تونے سب پہ رحم کیا۔ سوداگروں کا مال دلوایا۔ تجارت کا باب کھلوادیا۔ اور اور ونکو ذمی بناکر اپنے اپنے کاموں میں لگا دیا۔ ہمکو تیرے کرم خداوندی سے یہ اُمید ہی کہ ہندوؤں کو ایک اشارہ کردے کہ وہ اپنے معبود کی پرستش کریں اور خانہ بدہ کو آباد کریں اسپر محمد قاسم نے کہا کہ تمہارے بتخانہ کا تعلق دار السلطنت الور سے ہی (یہ دار السلطنت محمد قاسم کے قبضہ میں نہیں تھا) یہ نواح اُسکے مضافات سے ہے۔ اسپر ہندوؤں نے کہا کہ یہ بتخانہ برہمنوں سے متعلق ہی۔ یہ برہمن ہی ہمارے طبیب و پروہت و پنڈت ہیں شادی وغمی کی ساری رسمیں وہی ادا کرتے ہیں ہم نے جزیہ وخراج اسی سبب سے قبول کیا ہے کہ

ہم میں ہر ایک اپنے مذہب پر چلے۔ اب یہ ہمارا بتخانہ بدھ خراب خستہ پڑا ہی۔ ہم بتوں کی پوجا و پرستش سے محروم ہیں اُسکی تعمیر و مرمت کا حکم دے کہ ہم اپنے معبود کی عبادت کریں اور ہمارے برہمنوں کی وجہ معاش ہو۔

محمد قاسم نے اس معاملہ کا سارا حال حجاج کو لکھا جسکا جواب چند روز بعد یہ آیا کہ میری عزیز عم زاد محمد قاسم کا مکتوب پہنچا اور اُس سے یہ احوال معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے مقدم بدھ کی عمارت کو بنانا چاہتے ہیں۔ چونکہ انھوں نے اطاعت اختیار کرلی ہی اور دار الخلافت کیلئے مال کو اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہی تو سوائے اس مال کے کوئی اور اُنپر ہمارا حق نہیں ہی جب وہ ذمی ہوگئے ہیں تو انکی جان و مال میں کسیطرح کی دست اندازی نہیں ہوسکتی اُنکو اجازت دیجائے کہ وہ اپنے معبود کی عبادت کریں اپنے مذہب کی پیروی میں کسی شخص پر زجر نہیں چاہیئے تاکہ وہ اپنے گھر میں جسطرح سے اُسکا جی چاہے رہے۔

محمد قاسم پاس جب اپنی عرضداشت کا جواب آیا تو وہ ایک منزل برہمن آباد سے چلا گیا تھا اُسنے شہر کے اکابر و مقدموں و برہمنوں کو ہدایت کردی کہ اپنے مندر کو تعمیر کرلیں اور مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کریں اور بیخوف و خطر رہیں اور اپنے حال کے بہتر کرنے میں سعی کریں۔ بھکاری برہمنوں کو دان پُن دیں اور اپنے باپ دادا کی مراسم کو بجا لائیں اور انمیں جو دکھشنا و بھینٹ برہمنوں کو دیتے تھے دیں اور جیسا پہلے ملک کے محاصل میں تین روپیہ سیکڑا برہمنوں کے لئے جدا کیا جاتا تھا اور اُسمیں سے بقدر ضرورت اُنکو دیا جاتا تھا اور باقی خزانہ شاہی میں امانت میں رہتا تھا کہ اسمیں خیانت نہو اور اسکا حساب رہتا تھا اب بھی اُسیطرح عمل کیا جائے امرا اور رؤسا جو برہمنوں کے مواجب قدیمی چلے آتے ہیں وہ اُن کو دیا کریں بعض راویونکا یہ قول ہی کہ برہمنوں کو شتھی بھکشا کی اجازت ملگئی کہ وہ ایک تانبے کا برتن لیکر گھر گھر بھیک مانگنے جایا کریں۔ انسے پیٹ پالن کیا کریں اور بھوکے نہ مریں۔ غرض محمد قاسم نے برہمن آباد کے رہنے والونکی درخواست کو منظور کرلیا اور اُنسے کہدیا کہ تمہارے مندر ایسے ہیں جیسے کہ شام و عراق میں یہودیوں اور عیسائیوں کے معابد اور مجوسیوں کے آتشکدے ہیں اُنسے کچھ تعرض نہوگا۔ جس طرح چاہیں اپنے معبدوں کو بنائیں اور انمیں جسطرح چاہیں اپنے معبودوں کی پرستش کریں۔ یہ سمجھا کر برہمن آباد والوں کو رخصت کیا اور اُنکے بڑے رئیس کو رانا کا خطاب دیا۔

محمد قاسم نے وزیر سی ساگر اور موکا بسایا کو بلاکر اُنسے پوچھا کہ راجہ چچ و داہر کے عہد میں لوہانہ کے جاٹ کیا کام کرتے تھے اور کیا اُنکے ساتھ برتاؤ برتا جاتا تھا۔ موکا بسایا کے سامنے سی ساگر نے محمد قاسم سے جاٹوں کا حال یہ عرض کیا کہ راے چچ کے عہد میں لوہانہ کے جاٹونکو حکم تھا کہ وہ نرم جامہ نہ پہنیں اور سر کو مخمل سے نہ ڈھکیں بلکہ وہ اندر سیاہ کمبل پہنیں اور اُسکے اوپر کندھوں پر موٹی چادر اوڑھیں۔ سر اور بالوں کو ننگا رکھیں۔ اگر کوئی اُن میں باریک جامہ پہنتا تو اُس پر جرمانہ ہوتا۔ اُن کو حکم تھا کہ جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو کتا ساتھ رکھیں۔ ان کتوں کا ساتھ ہونا اُنکے

جاٹ ہونیکی نشانی تھی۔ اور اُنکے کسی بزرگ کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہ تھی۔ جب راجاؤنکو اطراف میں راہ بری کی ضرورت ہوتی تو وہ اُنکے سپرد ہوتی اور راہ میں کھانے پینے کا سامان بہم پہنچانا اُنکا کام ہوتا۔ اس کام کے لئے ہر گروہ کے واسطے ایک حد مقرر تھی۔ اگر کوئی رانا اُنکا گھوڑے پر بیٹھتا تو گھوڑے کی پیٹھ پر کمبل ڈالکر بے زین و لگام سوار ہوتا۔ اگر راہ میں کسی شخص پر کوئی حادثہ واقع ہوتا تو اُسکی جوابدہی انھیں کرنی پڑتی۔ اگر کوئی انمیں سے چوری کرتا تو اُنکے مقدموں پر یہ واجب ہوتا کہ چور کو مع اُسکے بال بچوں اور کنبے کے جلا دیتے رات دن کا کاروانونکی رہبری کرنی اُنکا کام تھا۔ اُنکے اندر کچھ چھوٹے بڑے کی تمیز نہ تھی۔ مزاج اُنکا وحشی ہی ہمیشہ والیان ملک سے بغاوت و سرکشی کرتے رہتے ہیں۔ وہ راستے لوٹتے ہیں۔ اور دیبل کے اندر اُنکی قزاقی میں سب شریک ہو جاتے ہیں۔ راجاؤنکے بورچی خانہ کیلئے لکڑیاں بہم پہونچانا اُنکا کام تھا۔ محمد قاسم نے یہ حال سُنکر کہا کہ جاٹ بڑی اُجٹ قوم ہی۔ اُنکی وحشت کا حال ایسا ہی جیسا کہ ایرانی کوہستانی جنگلی آدمیوں کا۔ محمد قاسم نے اُنکے واسطے ان سب دستوروں اور قاعدوں کو بدستور قائم رکھا اور اُن پر یہ اور اضافہ کیا کہ ہر وارد و صادر کو وہ ایک روز کھانا کھلایا کریں اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو دو وقت تین دن تک۔ یہ قاعدہ حضرت عمرؓ نے شام میں جاری کیا تھا۔

جب محمد قاسم برہمن آباد و لوہانہ کے کاموں سے فارغ ہوا اور انپر خراج مقرر کر چکا تو اس سارے احوال سے حجاج کو اطلاع دی اور ملک سند کے انتظام کا حال مفصل لکھا۔ یہ خط ندی جلوانی برہمن آباد سے لکھا تھا اسکا جواب حجاج نے یہ لکھا کہ ابن عم محمد قاسم تمنے سپہداری و رعیت نوازی اور انتظام ملکی اور رفاہ عام میں جو سعی کی وہ نہایت تعریف کے قابل ہی ہر موضع پر جو خراج مقرر کیا ہی اور ہر صنف کے آدمیوں کو قانون کے پابند ہونیکے لئے جو تدابیر کی ہیں اور اُنھوں نے جو اُنکی اطاعت کی ہی اُنسے قوام دولت اور نظام مملکت کو استحکام ہو گیا ہی۔ اب تو زیادہ اس موضع میں نہ ٹھیر اور ہند و سند کے دو رکن اعظم الور و ملتان ہیں اُنکی خبر لے۔ یہ دونوں شہر بادشاہونکے دار الملک رہی ہیں اُنکے خزانے اور دفینے وہاں بہت سے دفن ہونگے۔ اگر کہیں مقام کرنا چاہیئے تو ایسی جگہ انتخاب کر کہ وہاں تر و تازگی تجھکو حاصل ہو۔ اور دولایت سند و ہند میں مسلمانونکی سلطنت کو تسلط ہو۔ جو کوئی اسلام کی اطاعت سے انکار کرے اُس کو بیدریغ قتل کر۔ حق تعالےٰ تجھکو ایسا فتحمند کرے کہ ہند کو سرحد چین تک تو تسخیر کرے۔ امیر قتیبہ بن مسلم خراسانی اور اُسکے ساتھ لشکر بھیجا گیا ہی جتنے اُوّل تیرے پاس ہیں اُنھیں اسکو حوالہ کر۔ ای ابن عم دلپسر حبیبہ ایسے کام کر کہ تیرا نام روشن ہو اور تیرے دشمن عاجز و پریشان ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ محمد قاسم پاس یہ خط آیا اسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ اے محمد قاسم تیرا ہر امر میں مجھ سے صلاح پوچھنا تیرے حزم و احتیاط کا اقتضا ہی مگر فی صلاح لیا دُور دراز ہی کہ اس سے کاموں میں التوا ہوتا ہے۔ تو ایسی

رعیت نوازی کر اور عدل گستری کا طریقہ اختیار کر کہ دشمن تیری اطاعت سے آرزومند ہو جائیں۔

انتظام برہمن آباد

محمد قاسم نے وداع بن حمید النجدی کو برہمن آباد کا انتظام سپرد کیا اور اُسکے نائب اور عمال مقرر کیے اور یہیں کے چار تاجروں کو مال کے متعلق ساری معاملات حوالے کیے اور اُنکو تاکید کر دی کہ امور کلی و جزوی ہمارے حضور میں پیش ہوں اور بے مشورت ہماری کسی کام اور معاملہ کا آخری فیصلہ نہو۔ نیوبہ بن دارس کو عمدہ انتظام کیلئے حصار راور سپرد ہوا اور یہ بھی اُسکو حکم ہوا کہ کشتیاں ہمیشہ جمع رکھے اور جو سپاہی اور ہتیار آتے جاتے کشتیوں میں ہوا کریں اُنکو راور کے قلعہ میں لیجایا کرے۔ دریا کے حصہ بالا کی کشتیوں کا اہتمام زیاد العبدی کے سپرد ہوا اور ہندال بن سلمان کو ان ضلاع کا بندوبست سپرد کیا گیا کہ ولایت کے راج سے ہمیشہ متعلق تھے۔ دہلیل کا حاکم حنظلہ بن اخی کلبی مقرر کیا کہ وہ اپنے گرد و نواح کے ملک کے حالات دریافت کر کے ہر مہینے مجکو اطلاع دیا کریں۔ اور یہ بھی تاکید کے ساتھ ہدایت کر دی کہ وہ سب اس سے متحد و یکدل و یکجہت رہیں۔ باہر سے دشمنوں کے لشکر کا خوف نہو اور اندر رعایا کو سرکشی کا حوصلہ نہو۔ جو کوئی امن میں خلل انداز ہو اُسکو سزا دیں قیس عبدالملک بن قیس الدمنی و خالد انصاری کو مع دو ہزار پیادہ سپاہی کے سوستان میں بھیجا مسعود بن تمیمی بن شیبہ حدیدی و فراستی عتقی وغیرہ کو دہلیلہ۔ نیرون۔ دیبل میں بھیجا کہ وہ ان مقامات پر قابض رہیں۔ ملیح کو کردایل میں عامل مقرر کیا یہاں علوان بکری و قیس بن ثعلبہ تین سو آدمیوں کے ساتھ بس گئے اور بیوی بچے بھی اُنکے یہیں ہونے لگے اسطرح جاٹوں کے کل ملک کا انتظام کیا اور اپنی حکومت کو استحکام دیا۔

ساوندی اور محمد قاسم کا جانا

کہتے ہیں جب محمد قاسم برہمن آباد اور ملک کے مشرقی و مغربی ضلاع کے انتظام سے فارغ ہوا تو اپنے مقام سے ۳ محرم ۹۴ھ کو روانہ ہوا اور موضع منہل میں جو ساوندی کے قریب تھا اترا یہاں ایک تالاب تھا اور اُسکے آس پاس ایک مرغزار نہایت سرسبز و شاداب تھا اُسکو ڈنڈا اور کہا کہتے تھے اسلئے ڈنڈہ کے کنارہ خیمے ڈیرے ڈلے۔ یہاں کے باشندے سمانی تھے۔ اُنکے سرداروں اور تاجروں نے اطاعت قبول کی۔ اُسنے حجاج کے حکم کے موافق سکو امان دی اور اُنسے کہا کہ تم اپنے وطن میں آسودگی کے ساتھ رہو اور مالگذاری مقرر کر کے کہا کہ اسکو وقت موعود پر خزانہ میں داخل کرتے رہو اور ہر فرقہ میں ایک آدمی کو اپنے فرقہ کا رئیس مقرر کر دیا۔ یہ ساری حالات حجاج کو لکھے گئے تو اُسکا جواب بڑی زور شور سے لکھا آیا کہ جو اہل حرب ہوں اُنکو قتل کرو اور اُنکے لڑکے اور لڑکیوں کو بطور اول کے قید کر کے رکھو جو مطیع ہوں اور اُنکے حلق میں صفائی کا پانی جاری ہو اُنکو امان دو اور مالگذاری اُنپر مقرر کر دو اور صناع و تجار کو سبک بار زیادہ رکھو اور جسکو جانو کہ وہ زراعت و عمارت میں بڑی تن دہی اور جانفشانی کرتا ہے اُسکو تقاوی دو اور سبطرح سے اُسکی امداد کرو اور جو لوگ اسلام سے مشرف ہوں اُنسے عشر لو یعنی اُنکے مال زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جو لوگ اپنے مذہب پر

قایم رہی ہوں تو وہ اپنو ملک کے قدیمی دستور کے موافق جو جمع راجاؤں کو دیتے آئے ہوں وہ ہمارے عمال کو دیں۔ محمد قاسم یہاں سے کوچ کرکے بھراور میں پہونچا۔ یہاں اُس نے سلیمان بن تیہان اور ابا فضۃ القشوری کو بلایا۔

یہاں سے محمد قاسم اقوام سمہ کیطرف متوجہ ہوا جب وہ اُنکے قریب پہنچا تو وہ استقبال کیلئے ناچتے ہوئے اور ڈھول بجاتے ہوئے آئے۔ محمد قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا غل شور ہے۔ وہانکے لوگوں نے کہا کہ یہ ان اقوام کی رسم ہے کہ جب اُنکے ہاں کوئی نیا بادشاہ آتا ہے تو وہ بڑی شادی کرتے ہیں اور اسطرح گاجے باجے کیساتھ اُسکے استقبال کو آتے ہیں۔ خریم بن عمر نے جو نہایت امین و ظریف ذہین و عقیل تھا۔ محمد قاسم سے کہا کہ آپ پوچھتے کیا ہیں خدا تعالیٰ کی تحمید و تہلیل کیجیے کہ اسنے اپنے فضل و کرم سے اس قوم کو ہمارا محکوم و مسخر بنایا اور ہمارے اوامر و نواہی اسمیں جاری کئے۔ محمد قاسم کو اس کہنے پر ہنسی آئی اور اُسنے خریم سے کہا کہ تو ہی اس قوم کا حاکم بنایا جائیگا اور باجے والوں سے کہا کہ تم اُسکے سامنے رقص و بازی کرو۔ خریم نے بیس دینار زر مغربی اُنکو عطا کئے اور کہا کہ یہ بادشاہ کا حق ہے کہ اُسکے آنے پر تم شادی کرو اور اس نعمت الٰہی کا شکریہ بجالاؤ یہ نعمت تم پر خدا ابت دنوں قایم رکھے۔

مؤرخ کہتے ہیں کہ لوہانہ سے جب محمد قاسم فارغ ہوا تو وہ سہتہ میں آیا۔ یہانکے رئیس و کاشتکار ننگے سر ننگے پاؤں اُسکے استقبال کو آئے اور رحم کی التجا کی۔ محمد قاسم نے اُنکو امان دی اور خراج اُن پر مقرر کیا اور کچھ آدمی اُن میں لئے اور اُنسے الور تک تمام منازل و مراحل کو پوچھکر لکھ لیا۔ اُنھوں نے رہبروں کو ساتھ کردیا کہ وہ اُسکو الور تک پہنچا دیں الور دارالسلطنت ہند تھا اور ملک سند میں سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں کے باشندے پیشہ ور و تاجر و کاشتکار تھے۔ راجہ داہر کا بیٹا فیوفی یہاں فرمانروا تھا اُسکے سامنے کسی آدمی کا مقدور یہ نہ تھا کہ زبان سے کہتا کہ راجہ داہر مرگیا اُسکو یقین تھا کہ وہ زندہ ہے اور ہند سے فوج لیکر چلا آتا ہے جسکی امداد اور اعتضاد سے وہ لشکر عرب سے لڑیگا۔ ایک مہینہ تک محمد قاسم قلعہ کے سامنے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم رہا۔ اسمیں مسجد بنوائی جسمیں ہر جمعہ کو خطبہ پڑھا جاتا۔

الور کے آدمیوں سے لڑائی شروع ہوئی اُنکو یقین تھا کہ راجہ داہر فوج لئے اُنکی امداد کو آتا ہے وہ فصیل پر چڑھکر محاصرین سے کہتے تھے کہ اب تم اپنی جان سے ہاتھ دھوؤ۔ راجہ داہر ایک فوج قاہرہ بیشمار ہاتھیوں کی اور سواروں اور پیدلوں کی تمہارے پیچھے لئے چلا آتا ہے اور ہم قلعہ سے تمہارے روبرو باہر نکلتے ہیں اس سے آگے پیچھے سے تمہیں گھیر کر تمہارے لشکر کو شکست دیتے ہیں۔ اب تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اپنا اسباب و دولت بالکل چھوڑکر اپنی جان بچاکر نکل جاؤ۔ نہیں تو تم مارے جاؤ گے۔ یہ ہماری نصیحت سن لو۔

جب محمد قاسم نے دیکھا کہ دشمن لڑنے میں بڑی جد و جہد کرتے ہیں اور اُنکے دماغ میں یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ

راجہ داہر ابھی نہیں۔ لشکر لئے وہ چلا آتا ہی تو رانی داہر کو جسکو اُسنے خرید کرکے نکاح اُس سے کیا تھا۔ اُس سیاہ اونٹ پر بٹھا کر جسپر وہ ہمیشہ سوار ہوا کرتی تھی۔ اور معتمد ونکو اُسکے ساتھ کرکے حصار کے آگے بھیجا۔ وہاں پہنچکر یہ رانی چلائی کہ اے اہل حصار میں تمہاری مصلحت کیلئے ایک بات کہنے آئی ہوں اُسکو کھڑے کھڑے سن جاؤ۔ یہ سنکر ایک جماعت بڑے بڑے آدمیونکی فصیل پر چڑھ آئی۔ لاڈی نے نقاب چہرہ سے اُٹھائی اور یوں اُنسے مخاطب ہوئی کہ میں راجہ داہر کی رانی ہوں میرا خاوند مارا گیا۔ سر اُسکا عراق بھیجا گیا۔ اُسکے راج کے نشان اور چتر دار الخلافہ کو روانہ ہوئے۔ تم اپنے تئیں آپ کو کیوں ہلاک کرتے ہو۔ خدا قرآن میں فرماتا ہی کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت نہ ڈھونڈو۔ یہ کہکر وہ چیخیں مارکر رونے لگی اور ایک نوحہ گانے لگی۔ اہل حصار نے فصیل پر سے جواب دیا کہ تو جھوٹی ہی۔ چنڈالوں اور گائے کھانے والوں سے تو مل جل گئی ہی۔ ہمارا راجہ زندہ ہی اور ایک لشکر گراں اور مست ہاتھیوں کو ساتھ لاتا ہی اور دشمن کو دفع کرتا ہی۔ تو اہل عرب سے لگاوٹ کرکے خراب ہوگئی ہی۔ اور اپنے راجاؤں کو بھول گئی۔ ہمارے دشمنونکو ہمارے راجاؤں پر فوقیت دیتی ہی۔ اور کچھ گالیاں بھی اُسکو سنائیں۔ جب محمد قاسم کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے لاڈی کو بلا لیا اور یہ کہا کہ اب خاندان سلائج کا بخت برگشتہ ہوگیا ہی اور خاتمہ کا وقت آگیا ہی۔

حصار الور میں ایک ساحرہ رہتی تھی اُسکو جوگنی کہتے تھے۔ راجہ فیوفی اور ارکان سلطنت اُسکے پاس گئے اور پوچھنے لگے کہ تو اپنے علم زور سے بتلا کہ راجہ داہر کہاں ہی۔ اُسنے جواب دیا کہ مجھے آجکی مہلت اس کام کیلئے دو تاکہ میں اس سوال کا امتحان کرکے کل جواب دوں پس دوسرے دن سہ پہر کو سراندیپ کی کالی مرچ وجوز بویا کی ہری بھری کلیاں کھلی پھل لگی شاخیں ہاتھ میں لئے آئی اور کہنے لگی کہ میں ساری دنیا میں قاف سے قاف تک پھر آئی کہیں سندو ہند میں راجہ داہر مجھے نہیں ملا اور نہ اُسکی خبر میں نے سنی اگر وہ زندہ ہوتا تو مجھ سے وہ کہیں نہیں چھپ سکتا تھا اور اس خبر کی صحت کیلئے میں یہ سبز شاخیں سراندیپ سے لائی ہوں تاکہ تم مجھ پر بدگمان نہ ہو۔ مجھے تحقیق ہوگیا ہی کہ تمہارا راجہ روئے زمیں پر زندہ نہیں اب تم اپنی آپ چارہ جوئی کرو۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو شہر کے سب خاص و عام کہنے لگے کہ ہمنے محمد قاسم کے عدل و انصاف و فضل عہد و پیمان کا وثوق قول کی صداقت و دیانت یہ ساری صفات سنی تھیں اب وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اب مناسب ہے کہ کسی معتمد کیساتھ پیغام بھیجکر اُس سے امان مانگی جائے اور حصار اُسکے سپرد کیا جائے۔ فیوفی کو جب رعایا کا یہ تردد اور راجہ داہر کی وفات کا حال معلوم ہوا تو وہ رات کو مع اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے حصار سے باہر نکلا اور جیپور کی طرف چلا۔ یہاں اسکا بھائی جی سیہ اور راجہ داہر کے اور بیٹے تھے اور وہ ایک موضع میں رہتے تھے جس کا نام

لاڈی رانی کا محصورین کو سمجھانا

افشائے مرگ داہر کا اعلان ایک ساحرہ کا

قلعہ الور کا محمد قاسم کو حوالہ کرنا

صندل نزول (چندن اوتار) تھا۔ قوم علافی میں سے ایک آدمی حصار میں تھا۔ جو فیوفی کا یار تھا۔ اُسنے ایک کاغذ پر فیوفی کے فرار ہونیکا اور اہل حصار کا حال لکھا اور اُسکو تیر پر لگاکے لشکر عرب میں پھینکدیا جس سے یہانکا حال محمد قاسم کو معلوم ہوا تو اُسنے لشکر کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ مردان کارزار اور شجاعان بردبار حصار پر چڑھ کر حملے کرنے لگے۔

پس تمام رعایا و تاجروں و کاریگروں اور اہل حرفہ نے یہ پیغام بھیجا کہ اب ہمنے برہمنوں کی بیعت تو ترک کی ہمارا رائے داہر ہمارے سر سے اُٹھ گیا۔ فیوفی اُسکے بیٹے نے ہمسے مُنہ پھیر لیا جو وقوع میں آیا وہ ہماری مرضی کے خلاف تھا لیکن حکم الٰہی اسطرح مقدر تھا قضا و قدر الٰہی کا مقابلہ کوئی مخلوق نہیں کرسکتی اور وہ کسی جنگ و مکر سے ٹل نہیں سکتیں اور دنیا کی مملکت کسی کی مِلک نہیں ہوتی۔ جب لشکر قضاء الٰہی پردۂ کمین سے باہر نکلتا ہی تو بعض بادشاہوں کو تاج و تخت سے محروم کرتا ہی۔ بعض کو زمانہ کے انقلاب و حوادث سے مردہ پژمردہ کرتا ہی۔ پس نہ قدیم نہ جدید سلطنت پر اعتماد ہوسکتا ہی وہ ایک آنی جانی چیز ہی۔ تو ان باتونکو سمجھ۔ ہم تیری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور تیرے عدل و انصاف کے بھروسے پر تیری اطاعت کا طوق اپنی گردن میں ڈالتے ہیں اور حصار کو امیر عادل کے امینوں کو سپرد کرتے ہیں ہم کو امان دے اور لشکر کے خوف سے امین کر۔ یہ مملکت قدیم و عظیم ہمکو رائے داہر نے عطا کی تھی۔ جبتک وہ زندہ رہا اُسکی اطاعت کا حق بجالاتے رہے جب وہ مرگیا اور اسکا بیٹا فیوفی بھاگ گیا۔ اب ہمکو بہتر یہی معلوم ہوا کہ تیری اطاعت کریں۔ محمد قاسم نے اسکا یہ جواب دیا کہ میں نے نہ تمہارے پاس پیغام بھیجا نہ کوئی ایلچی۔ تم خود متفق ہوکر امان چاہتے ہو اور عہد و پیمان کرتے ہو۔ اگر تمہاری رضا و میلان خاطر ہماری خدمت و اطاعت کے لیے سچا ہے تو لڑائی سے ہاتھ کھینچو اور عہد و پیمان کرنے کیلئے نیچے اُترآؤ۔ میں تمکو امان دونگا۔ ورنہ ہمارے تمہارے درمیان وہی دشمنی ہی جو تھی۔ بعد اسکے پھر تمہارا ایک عذر نہ قبول کرونگا اور نہ تم کو بخشوں گا نہ تم کو لشکر سے بچنے دونگا۔ پس اہل حصار فصیل پر سے اُترآئے اور آپسمیں سب کا اسپر اتفاق ہوا کہ محمد قاسم کے اس قول پر کہ امان دونگا دروازے کھولدیں اور ان میں جب تک محمد قاسم آئے خود کھڑے رہیں اور اُس سے کہیں کہ ہم تیری اطاعت و خدمت کیلئے حاضر ہوئے ہیں اگر اُس نے اپنے سخا و کرم سے یہ درخواست قبول کرلی اور امان دیدی تو فبہا ورنہ پھر ہم غدر مچائیں۔ پس وہ کنجیاں ہاتھوں میں لیکر دروازے میں آن کھڑے ہوئے اور حجاج کے امین منتخب ہوکر اس کام میں واسطہ بنے۔ انکو اہل حصار نے کنجیاں دیدیں دروازہ کھولدیا۔ محمد قاسم دروازہ سے داخل ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ سارے شہر کے آدمی بتخانہ نودہار میں بُت کے آگے سجدے کررہے ہیں۔ محمد قاسم نے پوچھا کہ یہ گھر کس کا ہی کہ سب وضیع و شریف اسمیں سجدے کررہے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک مندر ہے جس کا نام نودہار ہے۔

محمد قاسم نے حکم دیا کہ بتخانہ کا دروازہ کھولدیں اُسنے وہاں دیکھا کہ گھوڑے پر ایک مورت سوار ہی اُسکے اندر۔ پھر وہ اپنے افسروں سمیت گیا اور دیکھا کہ سخت پتھر کا بُت بنا ہوا ہی اور زرین کنگن یاقوت و جواہر سے مرصع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہی۔ محمد قاسم نے ہاتھ دراز کرکے ایک کنگن اُتار لیا اور مندر کے پُجاری سے کہا کہ تمہارا صنم یہ ہی اُسنے کہا کہ ہاں۔ مگر پہلے اُسکے ہاتھونمیں دو کنگن تھے ایک رہ گیا ہی۔ محمد قاسم نے کہا کہ تمہارا معبود نہیں جانتا کہ کنگن کون لے گیا یہ سنکر پجاری نے گردن نیچی کرلی محمد قاسم نے ہنسکر کنگن بُت کے ہاتھ میں ڈال دیا۔

محمد قاسم نے حکم دیا کہ جو اہل حرب اطاعت کریں وہ نہ قتل کئے جائیں۔ لادی نے کہا کہ اس ولایت کے آدمی کاریگر ہیں یا اور بعض تاجر ہیں۔ یہ شہر انھیں سے آباد ہی اور وہی یہانکی زمین میں کھیتی کرتے ہیں اگر انہیں سے ہر شخص پر جمع لگادی جائیگی تو انھیں کی محنت مزدوری سے خزانہ میں مال داخل ہوگا۔ محمد قاسم نے کہا کہ یہ لادی نے حکمدیا ہی اور سبکو جان و مال کی امان دیدی۔ مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ محمد قاسم نے جن آدمیونکو قتل کیلئے موکلوں کو سپرد کیا تھا انمیں سے ایک شخص نکلکر آگے کھڑا ہوا۔ اور بولا کہ مجھے ایک عجیب تماشا کرنا آتا ہی۔ موکل نے کہا کہ مجھے دکھا اُس نے کہا کہ میں تجھے نہیں دکھاتا امیر کو دکھاؤنگا۔ محمد قاسم کو اسکی اطلاع ہوئی اُسنے اُسکو بُلایا اور پوچھا کہ کیا عجیب تماشا کرنا آتا ہی اُسنے کہا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی مگر اس شرط سے دکھاؤنگا کہ میرے کل عیال و اطفال کو امان دیدے۔ محمد قاسم نے کہا کہ مینے امان دی اُسنے کہا کہ امان نامہ عنایت ہو اور اُسپر دستخط ہوں محمد قاسم نے جانا کہ اس پاس کوئی بیش قیمت جواہر یا زیور ہوگا۔ امان نامہ بھی اُسکے ہاتھ میں دیدیا۔ تو اُسنے اپنی ڈاڑھی اور موچھوں کو کھینچا اور بالونکو دراز کیا اور پاؤنکی اُنگلیوں کو اپنے سر سے لگایا اور ناچنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کسی شخص نے یہ میرا عجیب تماشا نہ دیکھا ہوگا ؎ موئے ریشم ہمیں کشان تا پاست ٭ محمد قاسم متعجب ہوا جو لوگ وہاں حاضر تھے اُنھوں نے کہا کہ یہ کیا عجیب تماشا ہی جسکے لئے امان دیجائے اُسنے ہمکو فریب دیا۔ محمد قاسم نے کہا کہ قول قول ہی اور عہد عہد ہی اس سے پھرنا بزرگ آدمیوں کا کام نہیں **اشعار** منگر تو بداں کز ذوفنون آید مرد ٭ در عہد وفا نگر کہ چون آید مرد ٭ در عہدہ عہد اگر بروں آید مرد ٭ از ہر چہ گمان بری فزوں آید مرد ٭ اسکو مارنا نہیں چاہیئے قید رکھنا چاہیئے۔ اور حجاج سے یہ حال عرض کرنا چاہیئے۔ اسلئے اُسکو اور اُسکے کنبے کے بائیس آدمیوں کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور حجاج کو اسکا حال لکھا۔ حجاج نے کوفہ و بصرہ کے علماء سے فتویٰ لیا اور عبدالملک خلیفہ کو اسکی اطلاع دی جواب خلیفہ اور فتویٰ علماء کا حجاج نے محمد قاسم پاس بھیجدیا جس سے ان قیدیوں کو رہائی ہوئی۔

بڑے بڑے معتبر اکابر یہ بیان کرتے ہیں کہ جی سیہ سات سو سوار اور پیادہ ہمراہ لیکر حصار کوج میں پہونچا۔

کو بہج کے راجہ درو ہر رائے نے اُسکا استقبال کیا اور اُسکی بڑی آو بھگت کی اور اس سے وعدے خوب کئے اور اُسکی اُمیدونکو بڑھایا اور کہا کہ میں لشکر اسلام سے لڑنے کیلئے تیری مدد کرونگا۔ اس راجہ کا یہ دستور تھا کہ ہر ششماہی میں ایک روز خلوتخانہ میں عورتونکے ساتھ شراب پیتا اور ناچ دیکھتا گانا سنتا اور اس مجلس میں کسی اجنبی آدمی کو آنے نہ دیتا۔ یہ ایک اتفاق کی بات تھی کہ جی سیہ اسی روز یہاں آیا کہ یہ عیش وطرب کا دن راجہ کے ہاں تھا۔ راجہ نے اس پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ آج ہمارے عیش کا دن ہی اور کوئی غیر ہمارے شبستان میں نہیں آسکتا مگر تم ہمارے عزیز مہمان ہو اور بجائے ہمارے فرزند کے ہو تم یہاں قدم رنجہ کرو۔ جی سیہ اس مجلس میں آیا اور عورتونکے اندر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ کسی عورت کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ اپنے گرد خط کھینچ لئے جس سے باہر اُسنے نہ دیکھا درو ہر نے کہا کہ یہ عورتیں ماں بہنونکی بجائے ہیں تم سر اُٹھاؤ اور اُنکو دیکھو۔ جی سیہ نے کہا کہ میں اصل میں جوگی ہوں کسی نامحرم عورت کیطرف دیکھنا مجھے حرام ہے درو ہر نے بھی اُسے عورتونکے دیکھنے کے لئے کچھ نہیں کہا۔ اور اُسکی پرہیزگاری و زہد پر شاباش کی۔ درو ہر کی بہن جانکی نہایت حسینہ تھی جب اُس نے جی سیہ کو دیکھا تو وہ بے اختیار اُسپر عاشق ہو گئی۔ لحظہ لحظہ اُسکو کنکھیوں سے دیکھتی تھی اور کرشموں سے اپنی محبت کو بتلاتی تھی۔ جب مجلس برخاست ہوئی جی سیہ اپنے محل میں گیا تو جانکی اپنے گھر میں گئی اور وہاں بن سنور کر ایک ڈولے میں سوار ہو کر جی سیہ کے پاس پہونچی۔ وہ پڑا سوتا تھا۔ جب جانکی کے منہ سے شراب کی بو اُسکے دماغ میں پہونچی تو وہ جاگا اور پوچھا کہ رانی صاحبہ اسوقت قدم رنجہ فرمانیکا کیا سبب ہے، اور یہ کون وقت آنیکا ہی۔ جانکی نے کہا تو بھی عجب احمق ہی۔ اس بات کے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے کہ کیوں آئی ہو جب خوبصورت عورت اندھیری رات میں تیری زیارت کو آئے اور تجھ سوتے کو جگائے تو اُسکا مطلب سوائے اس کے کیا ہوگا کہ تو وہ ایک جامہ میں سوئیں خاصکر مجھ جیسی حسینہ کہ جس کے عشق میں ایک عالم دیوانہ ہو رہا ہو تیرے پاس آئے اب آگے شرح وبسط سے حال نہ پوچھ اس اپنی فتح کو صبح تک غنیمت جان۔ جی سیہ نے کہا کہ ای راجہ کی بیٹی مجھے سوائے اپنی منکوحہ حلال عورت کے کسی عورت نامحرم کیساتھ مخالطت کی مجال نہیں ہی۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا میں برہمن جوگی پرہیزگار ہوں۔ ایسا نالایق کام بزرگوں کے لایق نہیں ہوتا۔ اس گناہ میں خدا کیواسطے مجھے مبتلا نہ کر۔ ہر چند جانکی نے لجاجت کی مگر اُسنے اُسپر التفات نہ کی۔ جب جانکی نا اُمید ہوئی تو اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جی سیہ کو ہلاک کروں اور خود جلکر مر جاؤں۔ وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور دوسرے روز اٹھوائی کھٹوائی لئے پڑی رہی۔ بھائی بغیر بہن کے منہ دیکھے کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جب بہن اپنے وقت پر نہ آئی تو وہ بہن کے دیکھنے کو گھر گیا تو اُس کا چہرہ متغیر پایا۔ حال پوچھا جانکی نے کہا کہ جس احمق سندی نے مجھے آپکی مجلس میں دیکھا تھا وہ کل رات میرے حرم سرا میں آیا اور اُسنے

ارادہ کیا کہ میرے دامن عصمت کو گرد عصیاں سے آلودہ کرے۔ یہ سنکر دروہر کے سینہ میں غصہ کے مارے آگ لگ گئی اُسنے بہن سے کہا کہ وہ ہمارا مہمان ہی اور جوگی برہمن ہی اور ہم سے استعانت چاہتا ہی ایکہزار جنگی آدمی اُس کے ساتھ ہیں اگر اُسکو ظاہر مارتے ہیں تو ہمارے آدمی بھی مارے جائینگے اسلئے بہتر ہی کہ اسکو حکمت سے ماریں تو اُٹھ اور کھانا کھا۔ پس دروہر گھر میں آیا اور اُسنے دو سلاحداروں کو حکم دیا کہ میں پہر دن چڑھے جے سیہ کو بلاؤنگا۔ اور تناول طعام کے بعد خلوت میں اُس سے شطرنج کھیلونگا جسوقت میں یہ کہوں کہ وہ شاہ مات ہوا تو تم جے سیہ کو قتل کر ڈالنا۔ راجہ دروہر داؤ کے خدمتگاروں میں ایک سندی آدمی بھی تھا۔ جب اُسکو یہ خبر ہوئی تو جے سیہ کو اس سازش سے مطلع کیا جے سیہ نے اپنے دو جانداروں سے کہہ دیا کہ میں دروہر کے ہاں جب کھانا کھانے جاؤں تو تم مسلح میرے ساتھ رہنا۔ اگر وہاں تم دیکھو کہ کوئی مجھپر وار کرتا ہی تو تم بھی ہوشیار رہنا۔ غرض جے سیہ اسیطرح دروہر کے ہاں گیا اور شطرنج کی بازی کھیلا دروہر نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ جے سیہ کے دو سپاہی سر پر مسلح کھڑے ہیں تو پشیمان ہو کر یہ کہنے لگا کہ بادشاہ مات نہیں ہوا بہیبر کو مارنا نہیں چاہیئے۔ جے سیہ وہاں سے اپنے گھر آیا اور دوسرے روز مع اپنے رفقا کے دروہر سے اجازت لئے بغیر کسان میں پہونچا جو جالندھر کی سرحد پر تھا اور اُسکے راجا کا نام بلہرا تھا جب تک یہیں وہ مقیم رہا کہ عمر عبدالعزیز کی خلافت میں عمر بن سلم خلیفہ کے حکم سے یہاں آیا اور اس ولایت کو اُس نے فتح کیا۔

جے سیہ مردانگی اور فرزانگی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اسکی ولایت کی داستان اسطرح بیان کرتے ہیں کہ راجہ داہر شکار کو گیا تھا کہ ایک شیر نظر آیا۔ داہر گھوڑے سے اُترکر پیادہ پا اُسکے مقابل ہوا اور اپنے ہاتھ پر چادر لپیٹ کر شیر کے منہ میں دیدی اور تلوار سے پہلے اُسکے پاؤں قلم کئے اور پھر پیٹ کو چیر ڈالا۔ لوگ جو اس واقعہ کو دیکھ کر ہول سے بھاگ کر وہ رانی پاس پہونچے اور اُسکو خبر کی کہ راجہ شیر سے لڑ رہا ہی۔ رانی حاملہ تھی جب اُسکو یہ خبر ہوئی تو اپنے خاوند کی غایت محبت کے سبب سے بیہوش ہو گئی اور اُسکی جان ہول کے مارے نکل گئی۔ داہر جب شکار سے گھر میں آیا تو رانی کو مردہ پایا۔ مگر پیٹ میں بچہ زندہ پھرتا نظر آیا۔ رانی کا پیٹ چیر کر اُسے نکال لیا اسلئے جے سیہ اُسکا نام رکھا جسکے معنی عربی میں المظفر بالاسد اور فارسی میں شیر فیروز ہی۔ (اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا نام جے سنگہ ہوگا جسکو عربی کتابوں میں جے سیہ لکھا ہی)

جب الور کے مغرور باشندے مطیع ہو گئے اور اس دارالملک پر پورا تسلط ہو گیا تو محمد قاسم نے رواح بن اسد کو یہاں حاکم اور امور شرعی کے لئے موسی بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا۔ اور اُنکو حکم دیدیا کہ جہاں تک ہو سکے رعیت پروری اور عدل گستری کریں۔ اور امور معروف پر اوامر اور اوامر منکر پر نہی کرتے رہیں۔ اُنکو اختیار مطلق دیکر وہ منزل پیما ہوا اور دریائے بیاس کے جنوبی کنارہ پر بابیہ میں پہونچا۔

یا میہ ایک پرانا قلعہ تھا اور یہاں کا رئیس گگسہ بن چندر بن سلائج راجہ داہر کا عم زادہ تھا وہ داہر کیساتھ لڑائی میں شریک تھا اور نہایت خستہ و شکستہ ہوکر اس قلعہ میں آنکر پناہ گیر ہوا تھا اور یہیں کی سکونت اختیار کرلی تھی جب لشکر اسلام سر پر آیا تو امرا ور ؤسا نذریں لے لیکر دوڑے محمد قاسم نے انکے حال پر کمال التفات کی اور خلعت فاخرہ انکو عنایت کئے۔ اور انسے پوچھا کہ یہ گگسہ کیا خاندان الور میں سے ہے۔ جبکا ہر ایک رکن حکیم عاقل و امین و راستکار ہے اگر گگسہ میرے پاس آجائے تو میں اسکو اپنا وزیر مقرر کروں۔ گگسہ ہند میں بڑا عالم و حکیم تھا وہ محمد قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد قاسم ہمیشہ اسکو اپنے تخت کے آگے بٹھاتا اور اس سے مشورے لیتا۔ اسکو تمام سپہداروں اور لشکر کا پیشوا بنایا۔ اموال نواحی کی تحصیل اسکو سپرد کی۔ خزانہ کی کنجیاں اور اپنی مہر اسکو حوالہ کی۔ غرض وہ سب کاموں میں محمد قاسم کا مشیر تھا اسلئے اسکا نام مبارک مشیر مشہور تھا۔

جب گگسہ کے ساتھ معاملات یوں طے ہوئے تو محمد قاسم قلعہ کو چھوڑکر دریائے بیاس کے پار گیا اور حصار اسکلندہ پر پہنچا۔ اہل حصار عرب کے لشکر سے لڑنے کیلئے باہر آئے۔ رواح بن عمرہ لطیفی و گگسہ لشکر کے پیش رو تھے۔ ایسی سخت لڑائی آن پڑی کہ طرفین سے خون کے نالے بہنے لگے۔ صبح کی نماز کے وقت اہل عرب اللہ اکبر کا نعرہ مارکر حملہ آور ہوئے تو دشمن پسپا ہوئے اور قلعہ کے اندر گھس گئے پھر لشکر عرب نے حصار پر تیر و نکا مینہ برسا دیا منجنیقوں سے دیواروں پر پتھروں کی بوچھار لگا دی یہ جنگ سات روز تک اسطرح جاری رہی۔ امیر ملتان کا بھتیجا یہاں سردار تھا اس نے مسلمانوں پر بھی ایسے حملے کئے کہ کھانے پینے کی تنگی ہونے لگی مگر آخر کار رات کو اسکلندہ کا راجہ بھاگ کر سکہ ملتان میں چلا گیا۔ سکہ ایک بہت بڑا قلعہ دریائے راوی کے جنوب میں ہے۔ بجہرہ یہاں کا راجہ تھا۔ جب راجہ سکہ کو چلا گیا تو رعایا و کاریگروں و اہل تجارت نے پیغام محمد قاسم پاس بھیجا کہ ہمارا والی چلا گیا اب آپ ہمارے والی ہیں۔ اور ہم آپ کی رعیت ہیں۔ محمد قاسم نے اہل تجارت و اہل زراعت و اہل صنعت کو امان دی مگر قلعہ میں آنکر چار ہزار ہتھیار بند سپاہیوں کو قتل کیا اور انکے اہل و عیال کو بردہ بنایا۔ اور قلعہ کا حاکم عتبہ بن سلمہ تیمی کو مقرر کیا۔ اور اب وہ مع لشکر کے سکہ ملتان کی طرف سے متوجہ ہوا۔ جب حصار کے سامنے لشکر عرب آیا تو اہل حصار باہر نکلکر لڑنے لگے سترہ روز تک ہنگامہ کارزار خوب گرم رہا۔ محمد قاسم کے پچیس دوست اس لڑائی میں شہید ہوئے اور لشکر شام میں سے دو سو پندرہ آدمی مارے گئے۔ بجہرہ دریائے راوی عبور کرکے ملتان چلا گیا۔ محمد قاسم نے اپنے یاروں کے مارے جانے کے سبب قسم کھائی تھی کہ میں اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجاؤنگا اور سارا منہدم کراؤں گا۔ اس نے حکم دیدیا کہ ساری شہر کو برباد کردیں اور وہ خود شہر کے نیچے جو گھاٹ تھا اترکر ملتان پہونچا۔ بجہرہ لڑنے کے لئے سامنے ہوا۔ گھاٹ پر

دشمنوں سے لڑائی صبح سے شام تک رہی جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اپنے قیام گاہ میں چلے گئے۔ دوسرے روز پھر صبح کو ہنگامہ جنگ گرم ہوا۔ طرفین سے بہت آدمی کشتہ ہوئے اور اسیطرح یہ لڑائی دو مہینے تک قائم رہی۔ حصار کے اوپر سے تیر اور منجنیقوں سے پتھر آتے رہے جس سے لشکر اسلام میں غلہ نہایت گراں ہوگیا۔ یہانتک کہ گدھے کی سری پانچسو درم کو فروخت ہوتی تھی۔ راجہ گورسیہ پسر چندر چچ جو بھائی داہر نے دیکھا کہ لشکر عرب ایسا مستقل ہے کہ اُسکا دل کسی طرح مضطر نہیں ہوتا اور ہمکو کسیطرف سے مدد کی امید نہیں اسلئے یہانسے وہ کافور ہوا اور راجہ کشمیر پاس چلا گیا۔ دوسرے روز پھر لشکر عرب سے لڑائی ہوئی۔ اہل عرب کو کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی تھی کہ نقب لگائیں۔ حصار میں سے ایک شخص آیا اور امان چاہی۔ محمد قاسم نے اُسے امان دی اُسنے دریا کے شمالی جانب میں سُرنگ لگانیکی جگہ بتلا دی وہاں سُرنگ کھودنے سے دو تین دنمیں حصار کی دیوار گر پڑی اور حصار فتح ہوگیا۔ چھ ہزار جنگی سپاہیوں کو قتل کیا اور اُنکے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنایا۔ اہل تجارت و زراعت و صنعت کو امان دی۔ محمد قاسم نے یہ کہا کہ خلیفہ کے خزانہ میں غنیمت بھیجنی چاہیے مگر اس قلعہ کی فتح میں سپاہیوں نے بڑی مدت تک طرح طرح کی آفتیں سہی ہیں مصیبتیں اُٹھائی ہیں اور جانیں لڑائی اور کھپائی ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ساری غنیمت سپاہیوں میں تقسیم ہو۔

تمام اکابر اور اعیان شہر جمع ہوئے اور ساٹھ ہزار درم وزن میں چاندی تقسیم ہوئی ہر سوار کے حصہ میں چاندی چارسو درم وزن میں آئی۔ محمد قاسم نے کہا کہ اب دار الخلافہ کے خزانہ کیلئے بھی مال کے حاصل کرنیکی کوئی تدبیر سوچنی چاہیئے۔ وہ اس معاملہ میں متفکر تھا کہ ناگاہ ایک برہمن آیا اور اُسنے کہا کہ اب ہندوؤں کا خاتمہ ہوا۔ اسلام کا نور سارے عالم میں چمکا۔ بتکدے مسمار ہوئے مساجد و منابر تعمیر ہوئے۔ میں نے ملتان کے بزرگوں سے یوں سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس شہر میں رائے کشمیر کی اولاد میں سے جسوبن نامی راجہ تھا اور وہ برہمن اور جوگی تھا اور اپنے مذہب کا بڑا پکا تھا۔ اور رات دن بتوں کی پوجا میں لگا رہتا تھا۔ جب اُسکے خزانہ میں بیشمار روپیہ جمع ہوگیا تو اُسنے ملتان کی مشرقی سمت میں ایک حوض سو گز سے سو گز بنوایا اور اُسکے گرد درخت لگوائے اور بیچوں بیچ میں ایک تبکدہ پچاس گز سے پچاس گز تعمیر کرایا اور اُس میں ایک بت زر سرخ کا بنوا کر رکھا اور چالیس دیگیں تین سو تیس من سونے کے ٹکڑوں سے بھر کر اُن کے نیچے دفن کیں۔ محمد قاسم یہ سنکر مع اپنے خواص و رفقا کے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس تبکدہ میں گیا۔ وہاں ایک سونیکا بت دیکھا جس کی آنکھیں یاقوت سرخ کی تھیں۔ محمد قاسم نے یہ جان کر کہ شاید وہ آدمی ہو میان سے تلوار اُسکے مارنے کے لئے کھینچی کہ اس برہمن نے کہا کہ اے امیر عادل یہ تو وہی بت ہے جسکو راجہ جسوبن نے طیار کیا تھا اور اُسکے نیچے سونا دفن کیا تھا۔ محمد قاسم نے اس بت کو اُٹھوا کر تُلوایا تو اُسکے سونے کا وزن دو سو تیس من نکلا

اور پھر چالیس دیگیں سونے کی بھری ہوئی نکالیں تو تیرہ ہزار دو سو من انمیں سونا نکلا۔ اس سونے اور بت کو خزانہ میں داخل کیا اور اُسکے ساتھ مروارید اور جواہر بھی کہ شہر ملتان کی غنیمت میں آئے تھے شامل کئے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ جس روز بتخانہ کے سونے پر قبضہ ہوا تھا اُسی روز حجاج کا خط اس مضمون کا آیا کہ اے ابن عم جس روز تجکو لشکر دیکر روانہ کیا تھا تو میں اسکا ضامن ہوا تھا کہ اس لشکر کشی اور مہم میں جتنا روپیہ خرچ ہوگا اتنا روپیہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے خزانہ میں داخل کرونگا۔ اب اس روپیہ کا ادا کرنا مجھ پر واجب ہی۔ آجکی تاریخ تک مفصل و مجمل حساب سے معلوم ہوا ہی کہ ساٹھ ہزار درم وزن نقرہ تیرے خرچ میں آچکا ہی اور ساری غنیمت نقود و اجناس ایک لاکھ اٹھائیس ہزار درم وزن نقرہ پہنچ چکے ہیں۔ تمکو چاہیئے کہ جہاں کوئی مشہور قصبہ یا شہر ہو وہاں مساجد و منابر تعمیر کراؤ اور خلافت کے نام کا خطبہ پڑھواؤ اور سکہ جاری کراؤ۔ ابتک تم کو اپنے اقبال اور نصیبہ کی یاوری سے اور لشکر کشی سے جو کچھ حاصل ہوا ہی اُس سے یہ توقع ہوتی ہی کہ آیندہ بھی جس طرف جاؤ گے فتح تمہارے آگے آئیگی۔

تمام رؤسا و شرفاء شہر سے محمد قاسم نے عہد و پیمان کا فیصلہ کر لیا پھر یہاں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جسکے مینار بڑے بلند تھے امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو امیر ملتان مقرر کیا۔ حزیم بن عبدالملک بن تمیم کو دریائے جہلم کے کنارہ پر قلعہ برہمپور میں اور عکرمہ بن ریحان شامی کو سواد ملتان میں اور احمد بن حریمہ بن عتبہ مدنی کو حصار اجتہاد اور کرور میں حاکم مقرر کیا۔ کشتیوں میں خزانہ لادکر دیبل میں بھیجا کہ وہاں سے وہ دارالخلافہ کے خزانہ میں پہونچایا جائے اور وہ خود ملتان میں ٹھہرا۔ اب پچاس ہزار سوار کے لشکر پر وہ حکمران تھا۔

محمد قاسم نے ابو حکیم شیبانی کے ساتھ دس ہزار سوار ہمراہ کرکے قنوج روانہ کیا تاکہ وہ خلیفہ کے اس حکم عالم سے یہاں کے راجہ کو مطلع کردے کہ یا وہ اسلام قبول کرے یا جزیہ دینا منظور کرکے عہد و پیمان کرلے۔ اور وہ خود لشکر لیکر کشمیر کی حد کیطرف روانہ ہوا جسکو پنج مایات کہتے ہیں۔ یہاں سرحد پر پہونچکر وہ درخت صنوبر و بید کے دیکھے جو راجہ چچ نے یہاں اپنی سرحد پر لگائے تھے۔ اب اس نے پھر اس حد کی تجدید کی اور سرحد کے نشانوں کو از سرِ نو جگا دیا۔ اسوقت قنوج میں راجہ ہری چند پسر راجہ جی چند راج کرتا تھا۔ ابو حکیم شیبانی جب اردھار میں پہونچا تو اُسنے زید بن عمرو الکلابی کو سفیر بنا کے راجہ قنوج پاس بھیجا کہ وہ خلیفہ کے حکم (اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی) سے راجہ کو مطلع کردے اور اُس سے کہدے کہ سمندر سے لیکر کشمیر کی حد جتنے راجہ فرمانروا ہیں وہ سب اسلام کے مطیع اور امیر عماد الدین محمد قاسم لشکر کش عرب کے محکوم ہیں۔ اور وہ خراج دیتے ہیں اور بعض مسلمان ہو گئے ہیں۔

جب سفیر نے راجہ ہری چند کو ان پر مطلع کیا تو اُسنے یہ جواب دیا کہ اس ملک میں سولہ سو برس سے

ہمارا راج چلا آتا ہے اس عرصہ میں کسی مخالف کا یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ ہماری سرحد پر قدم تو رکھ سکے یا کسیطرح کی دست درازی کر سکے یا ہم سے مخاصمت کرے۔ ہم تمہارے باطل خیالات اور محال مقالات سے کب اندیشہ کرتے ہیں اگرچہ پیام آوروں کو مقید کرنا جائز نہیں ہر مگر تیری قیل وقال و دعوی محال ایسے ہیں کہ تیرا قید کرنا جائز ہے جس سے اور مخالفین کو عبرت ہو اب تو اُلٹے پاؤں اپنے امیر پاس چلا جا اور اُس سے کہدے کہ تم ہمارے سامنے آؤ تا کہ طرفین کی شجاعت کے جوہر کھلجائیں اور قوتیں تل جائیں کہ کس کا پلہ بھاری ہی۔ کس کا رعب کس پر چھایا ہی۔ کسکی ہیبت کس پر طاری ہوتی ہے اُسوقت ہماری تمہاری صلح جنگ کا فیصلہ ہوگا۔ محمد قاسم پاس جب سفیر یہ پیغام لایا تو اُس نے اپنے سب اکابر و اعیان و امرا و سپہدار و شجاع جمع کیے اور اُنسے یوں مخاطب ہوا کہ اب تک خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو فتح و ظفر نصیب ہوئی ہی۔ سارے راجاؤں کو شکست دی ہی۔ راجہ قنوج سے جسکو اپنے لشکر اور ہاتھیوں پر بڑا گھمنڈ ہے ہم لڑینگے تو انشاء اللہ قوت الٰہی سے فتح پائیں گے۔ محمد قاسم کی اس بات کو سب اہل مجلس نے تسلیم کیا اور لڑنے کی طیاریاں کرنے لگے۔

پروانہ دربارہ اخراج اور محمد قاسم کی وفات

یہاں لڑائی کیلئے یہ سرگرمیاں اور تیاریاں ہو رہی تھیں وہاں پردۂ غیب سے اور ہی گل کھلا کہ صبح کیوقت ایک سانڈنی سوار خلیفہ کا پروانہ لایا جسکی روایت محمد بن علی ابو الحسن یہ بیان کرتے ہیں کہ جب راجہ داہر مارا گیا تھا تو اسکے محل میں دو دو شیزہ دختر اسکی اسیر ہوئی تھیں۔ محمد قاسم نے اُنکو بغداد حبشی خادموں کی حراست میں خلیفہ پاس بھیجدیا خلیفہ نے اپنی حرم سرا میں داخل کیا کہ وہاں سفر کی تکان و ماندگی سے آسودہ ہوں۔ کچھ مدت کے بعد خلیفہ کو یہ دونوں لڑکیاں یاد آئیں جنکو اُنہیں بلایا اور ترجمان کو حکم دیا کہ اُنسے وہ پوچھے کہ بڑی کونسی ہی اور چھوٹی کونسی بڑی ٹھہر جائے اور چھوٹی چلی جائے وہ کسی اور شب کو بلائی جائیگی۔ ترجمان نے اُنسے نام پوچھا بڑی نے کہا کہ میرا نام سوریا دیبی ہی۔ اور چھوٹی نے کہا کہ میرا نام پرمل دیبی ہی۔ بڑی کو خلیفہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ چھوٹی رخصت کیا سوریا دیبی کے چہرہ پر سے جب خلیفہ نے نقاب اُٹھایا تو وہ حسن و جمال کا جلوہ نظر آیا کہ دل بے اختیار اُسپر عاشق زار ہوگیا جب وصل کا وقت قریب آیا تو سوریا دیبی بولی کہ میں اپنی بدنصیبی سے حضور کے قابل نہیں رہی محمد قاسم نے تین روز تک میری بہار لوٹی ہی اور دست تصرف دراز کیا ہی جب یہاں بھیجا ہی۔ آپکے ہاں یہی دستور ہوگا بادشاہوں کو ایسا فضیحت ہونا زیبا نہیں۔ خلیفہ عشق میں دیوانہ ہو کر از خود رفتہ ہو ہی رہا تھا کہ یہ باتیں سنتے ہی قلم دوات کاغذ منگا اپنے ہاتھ سے یہ پروانہ دہر گھسیٹا کہ محمد قاسم جہاں ہو وہ اپنے تئیں گائے کی کچی کھال میں بند کر کے یہاں اپنے تئیں پہونچاے۔ محمد قاسم اودہاپر میں تھا کہ یہ حکم اُس پاس پہونچا۔ اُس نے پروانہ پڑھ کر کہا کہ حسکم کی

تعمیل ہو۔ وہ زندہ چرم خام میں سیا گیا اور صندوق میں بند کیا گیا۔ صندوق خلیفہ ولید کے حضور میں لایا گیا تو اُسنے پوچھا کہ محمد قاسم زندہ ہی یا مردہ اُسنے جواب دیا کہ حسب الحکم جب محمد قاسم چرم خام میں بند کیا گیا تو وہ دوسرے روز مرگیا۔ مگر ملک سندھ میں اُسکے مرنے سے کچھ خرابی نہیں ہوئی۔ ملوک و امرا اپنے اپنے علاقوں کا انتظام بخوبی رکھتے ہیں اور منصب دار اپنے کاموں کو بڑی تن دہی سے انجام دیتے ہیں۔ خلیفہ کے نام کا خطبہ بدستور پڑھا جاتا ہی۔ خلیفہ نے صندوق کو کھلوایا اور اِن لڑکیوں کو بلایا۔ خلیفہ کے ہاتھ میں ایک سبز شاخ خرما کی تھی وہ محمد قاسم کے دانتوں کو لگا کے یہ کہا کہ اے لڑکیو تم نے دیکھا کہ ہمارا حکم ہمارے گماشتوں پر کیسا نافذ ہی کہ جسدم محمد قاسم پاس ہمارا حکم پہونچا اُسی دم اُس نے ہمارے فرمان پر اپنی جان قربان کردی۔ دونوں لڑکیاں لاش کو خوشی خوشی دیکھتی تھیں اور پہچانتی تھیں کہ وہی محمد قاسم ہے خلیفہ کو ماتھا ٹیک ٹیک کر اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا دعائیں دیتی تھیں کہ وہ ہمیشہ جیتا رہی۔ خلیفہ کو دعائیں دیتے دیتے یہ کہنے لگیں کہ بادشاہ عادل پر لازم ہے کہ وہ خطرناک کاموں کو بہت سوچ سمجھکر کیا کرے اور دوربینی کو اسمیں کام میں لایا کرے۔ دوست دشمن سے جو بات سُنے اُسمیں امتحان اور تحقیق کے بعد عدل کے موافق حکم دیا کرے۔ دنیا میں برون آباد اور درون خراب آدمی بہت ہیں۔ راستی کمیاب اور ناراستی فراوان ہی جب خلیفہ نے ان فقروں کا مطلب اُنسے پوچھا تو اُنھوں نے صاف صاف بیان کیا کہ محمد قاسم بالکل بیگناہ تھا وہ ہمارے باپ اور بھائی کی جگہ تھا اُسنے ہم کو اُنگلی بھی اپنی نہیں لگائی۔ ہمنے انتقام لینے کے لئے یہ تہمت اُسکے ذمہ لگائی تھی۔ اُسنے ہمارے باپ کو مارا ہمارے خاندان کی دولت حکومت عزت خاک میں ملائی۔ ہمکو بے خانماں کرکے جلاوطن کیا۔ رانی سے لونڈی بنایا پس اب ہماری مُرادیں پوری ہوئیں۔ اگر محمد قاسم میں عقل ہوتی تو یہاں آتا اور ایک روز رہتا پھر چرم خام میں کھچواتا تو زندہ رہتا اور یقینی خلاص ہوتا۔ مگر اس احمق کی یوں جان جاتی تھی اور خلیفہ کے انصاف پر یہ بٹہ لگنا تھا کہ دو لونڈیوں کے کہنے میں آن کر اس بیگناہ جوانمرد کو مارڈالا جس نے ہندوستان کے راجاؤنکو معزول کرکے اُسکی سلطنت کا سکہ جمایا لاکھ لونڈیاں اُسکی خدمت میں بھیجیں مندروں کو مسمار کرکے مسجدیں بنوائیں۔ اُنمیں خطبہ اُنکے نام کا پڑھوایا۔ خلیفہ نے جب باتیں سُنیں تو نہ پوچھو کہ ندامت کے مارے اُسپر کیا گزری۔ کاٹو تو بدن میں خون نہ تھا سناٹے کے عالم میں تھا ایک گھنٹہ تک بیہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو یہ حکم دیا کہ ان لڑکیوں کو گھوڑوں کی دُم سے باندھ کے شہر میں تشہیر کرکے رود دجلہ میں پھینک دیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم دیا کہ زندہ دیوار میں چُنوا دیں۔

محمد قاسم دمشق میں دفن ہوا۔ اُسکی وفات کا افسانہ جو افسوسناک لکھا ہی وہ چچ نامہ اور میر معصوم کی تاریخ سے نقل کیا گیا ہی۔ مگر فتوح البلدان میں یہ لکھا ہی کہ خلیفہ ولید حجاج کے بعد جمادی الاول ۹۶ھ میں اس دنیا سے رحلت کرگیا

سلیمان خلیفہ ہوا جسکے حکم سے محمد قاسم معزول ہوکر بلایا گیا قید ہوا۔ پاؤں میں بیڑیاں پڑیں شکنجہ میں کھینچا گیا غرض یہاں تک اُسکو اذیتیں پہونچائی گئیں کہ جان نکلگئی۔ وہ کل سوا تین برس ہندوستان میں رہا۔ محمد قاسم کے اس طرح مار ڈالنے سے خلیفہ کو اپنے دوستوں کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کرنے کا موقع ملا۔ افسانہ وفات سب سے اول چچ نامہ میں لکھا گیا ہی۔ فتوح البلدان کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہی کہ محمد قاسم کے دونوں مربی حجاج اور ولید مر چکے تھے سلیمان جو حجاج سے عداوت قلبی رکھتا تھا خلیفہ ہوگیا تھا اُسنے محمد قاسم کو شکنجہ فرسائی سے مار ڈالا۔ بعض انگریز مورخ محمد قاسم کی وفات پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ گائے کی کھال میں سلوانے کی تعزیر اہل تاتار کے ہاں مروج تھی اہل عرب کا یہ دستور نہ تھا۔ مگر پھر انگریز مورخ ہی اسکا جواب دیتے ہیں کہ عرب کی تاریخ میں ایک مثال اس زمانہ سے پہلے کی موجود ہے کہ حجاج نے حاکم مصر کو گدھے کی کھال میں سلوا کر دونوں کو جلوا دیا تھا۔ غرضکہ گاؤ آمد و خر رفت سے کچھ کام نہیں ہے۔ اس میں کچھ شبہ کرنے کی جگہ نہیں ہی کہ خلیفہ سلیمان نے موسیٰ سے بھی جس نے سپین کو فتح کیا تھا محمد قاسم ہی کا سا سلوک کیا تھا۔ محمد قاسم ایسا ہر دل عزیز تھا کہ جب وہ واپس بلایا گیا ہے تو اہل ہند اُس کے لئے روتے تھے اور کیرج میں اُسکا بُت بنا کے پوجنے کے لئے رکھا۔

خلیفہ ہفتم سلیمان نے محمد قاسم کی جگہ یزید مقرر کیا۔ وہ یہاں سندہ میں آکر صرف اٹھارہ روز زندہ رہا ہند کے راجاؤں نے سرکشی اختیار کی تھی۔ داہر کے بیٹے جے سیہ نے برہمن آباد پر قبضہ کر لیا۔ سندھ کے مؤرخ کہتے ہیں کہ محمد قاسم کے جانے سے دو برس کے اندر بہت سا ملک محمد قاسم کا فتح کیا ہوا اہل ہند نے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ دریائے سندہ کے کنارہ پر جب وہ اہر مقیم ہوا اُس نے ایک قوم کو جو برسر مقابلہ آئی ایسی شکست دی کہ الور کے باشندے اُسکے مطیع ہوگئے۔ عامر بن عبداللہ کو لکھا ہے کہ اس خلافت میں وہ سندہ کا حاکم رہا۔

خلیفہ سلیمان ۹۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اور عمر بن عبد العزیز اُسکا جانشین ہوا۔ اسنے ہندوستان کے سلاطین و امرا کو خطوط اس مضمون کے لکھے کہ تم اسلام قبول کرو تا کہ تمکو سارے حقوق مثل مسلمانوں کے حاصل ہو جائیں تم ہمارے ساتھ اتحاد و وداد کا عہد و پیمان کرلو ہم تمہارے سب طرح محافظ رہینگے۔ ان امرا و شہزادوں نے ان اقرارونکو اور مسلمانوں کے عقیدہ عقائد و خصائل کو سُنا۔ داہر کا بیٹا جے سیہ اور اور امیر زادے مسلمان ہوگئے اور اُنھوں نے اپنے ہندی ناموں کو بدل کر عربی نام رکھے۔ یہاں کی سرحد پہ نائب خلیفہ عمر بن مسلم البجالی مقرر ہوا۔

یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں سندہ میں المہلب کے بیٹے بھاگ کر چلے آئے اُنکے تعاقب میں خلیفہ نے بلال بن احوز التمیمی کو بھیجا اُسنے قندابیل میں مہلب کے بیٹے مدرک کو مار ڈالا۔ اور اُسنے مہلب کے اور چار بیٹوں کو اور معاویہ بن یزید کو بھی ٹھکانے لگا یا

کو مہلب کا خاندان یوں تباہ ہوا مگر پھر یزید مہلبی پچاس برس افریقہ میں فرمانروا مقرر رہا اور اُسکا بیٹا داؤد سندھ میں حاکم مقرر ہوا
ہند کی سرحد پر بجائے عمرو کے جنید بن عبدالرحمن المری حاکم مقرر ہوا۔ اسکو عمر حاکم عراق نے مقرر کیا تھا۔ مگر خلیفہ ہشام نے
بھی اُسکو برقرار رکھا۔ دیبل میں جنید گیا اور یہاں سے مہران پر کنارہ پر پہنچا مگر جے سیہ پسر داہر نے اسکو عبور کرنے سے روکا اور
اس سے یہ کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور خلیفہ کیطرف سے میں یہاں کا حاکم مقرر ہوگیا ہوں اور ایک عمدہ آدمی نے مجھے
یہاں مستقل کیا ہی مگر تجھے مجھ پر کچھ اعتماد نہیں ہی۔ ان دونوں کے آپسمیں قول و قرار ہوگئے اور جے سیہ پر جو زر مالگذاری واجب الادا
تھا وہ اُسنے ادا کر دیا۔ پس دونوں نے اپنے عہد و پیمان کی اسناد دیدی تو جے سیہ اپنے عہد سے پھر گیا اور لڑنیکی تیاری
کی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنید نے چیند کی۔ جے سیہ نے لڑائی کے لئے پیش قدمی نہیں کی بلکہ جنید نے کی۔ جے سیہ نے فوجوں کو
جمع کیا اور جہازوں کو لڑائی کے لئے طیار کیا۔ جنید بھی جہاز لیکر لڑنے کو طیار ہوا۔ نہر شرقی میں بحری لڑائی ہوئی جے سیہ کے
جہاز سب برباد ہوئے وہ قید ہوا اور پھر قتل۔ اُسکا بھائی ... عراق اسلئے گیا کہ وہاں پر جنید کی دغا بازی کی شکایت
کرے مگر جنید نے اپنے جھوٹے وعدوں سے پھسلایا اور اُسکو بھی دغا سے مار ڈالا۔ پھر جنید نے کیراج پر حملہ کیا یہاں کے آدمیوں
نے بغاوت اختیار کی تھی۔ اُسنے منجنیقوں سے کیراج کی فصیل کے ٹکڑے اُڑا دیئے اور حملہ کر کے شہر کو لے لیا۔ پھر اُسنے
اپنے افسروں کو مارند۔ منڈل۔ دہنج۔ بروج میں بھیجا۔ جنید کا یہ قول تھا کہ شجاعت سے مرنا توکل کے جینے سے بہتر ہے
اُسنے اُجین پر لشکر کشی کی۔ مالوہ کے ملک پر ایک بیر لشکر روانہ کیا۔ اُجین پر حملے کئے اور بہرمد کی نواح کو جلا دیا۔ جنید
نے گجرات اور بیلمان کو بھی فتح کر لیا۔ بحر و بر میں اُسنے اپنی فتوح سے بہت غنیمت اور دولت حاصل کی۔

سنہ ۱۱۱ھ میں جنید کی جگہ تمیم بن زید العتبی مقرر ہوا جسکو پہلے سندھ میں حجاج نے بھی بھیجا تھا دماغ اور جسم اسکے دونوں
ضعیف تھے۔ وہ دیبل کے قریب میث آب میں مر گیا۔ اس میث آب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہی کہ سوروں سے بھینسیں
ڈر کر اس پانی میں چھپتی تھیں۔ تمیم ایک بڑا فیاض عرب تھا۔ اُسنے ایک کروڑ اسّی لاکھ تاتاری درہم جو خزانہ سندھ میں
تھے خرچ کر ڈالے۔ تمیم کے عہد میں بہت سے مسلمانوں نے ہند کے مختلف حصّوں کو خالی کر دیا اور پھر اس زمانہ کے بعد وہاں
آن کر ایسے نہیں آباد ہوئے جیسے کہ پہلے آباد ہوئے تھے۔

تمیم کی جگہ حکیم بن عوانہ الکلبی مقرر ہوا۔ کسّہ کے سوا اور ہندوؤں نے پھر بت پرستی شروع کر دی تھی۔ مسلمانوں کیلئے کوئی پناہ کی
جگہ نہ تھی۔ سو اُسنے ایک شہر نہر کے مشرقی کنارہ آباد کیا اور اُسکا نام المحفوظہ رکھا اور وہاں رہنا شروع کیا۔

حکیم کے ہمراہ عمرو بن محمد بن قاسم تھا۔ حکیم نے اس اپنے ہمراہی کو بزرگ کاموں کا اہتمام سپرد کیا اور المحفوظہ سے باہر
لشکر کشی کے لئے روانہ کیا۔ اُسنے فتوح حاصل کیں اور امیر کا خطاب اُسکو ملا۔ اُسنے نہر کے اس طرف ایک شہر آباد کیا اور

ہشام بن عبدالملک ۱۰۵ھ-۷۲۴ء تا آخر خلیفہ بنی امیہ مروان ثانی ابن محمد بن مروان ۱۲۷ھ-۷۴۴ء

اسکا نام المنصورہ رکھا جس میں پیچھے حاکم رہنے لگے۔ حکیم نے دشمنوں کے ہاتھوں سے وہ سارے مقامات لے لئے جو اُنھوں نے فتح کر لئے تھے۔ اور اُسنے سارے ملک کو راضی و خوش کر دیا جسپر خالد نے متعجب ہو کر کہا کہ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جب میں نے اس ملک پر بڑا سخی فیاض حاکم تمیم کو بھیجا تو سارا ملک اُس سے نفرت کرتا تھا اور جب میں نے ایک نہایت خسیس کو حاکم مقرر کیا تو سارا ملک اُس سے راضی ہو گیا۔ حکیم یہیں مارا گیا۔ بعد اسکے یہاں متواتر حاکم مقرر ہوتے رہے وہ دشمنوں کو قتل کرتے رہے اور جو کچھ اُنسے ہاتھ لگا اسے لیتے رہے۔ سرکشوں کو دبا کر مطیع کرتے رہے کہ خاندان امویہ کا خاتمہ ہوا اور خاندان عباسیہ کا آغاز ہوا۔

خاندان عباسیہ

جب خاندان عباسیہ کو خلافت حاصل ہوئی تو ابو مسلم نے سرحد سندھ کی حکومت پر عبد الرحمٰن کو مامور کیا۔ یہ سندھ میں طخرستان کی راہ سے آیا اور سرحد پر منصور بن جمہور سے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ منصور خاندان بنی اُمیہ کیطرف سے آخر حاکم یہاں کا تھا۔ عبد الرحمٰن کی سپاہ بھاگی اور اُسکو شکست فاحش ہوئی اور اُس کی جان بھی گئی۔ ابو مسلم نے موسیٰ بن کعب التمیمی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ منصور و موسیٰ آمنے سامنے آئے دریا مہران اُنکے درمیان حائل تھا۔ دونوں رقیبوں میں خوب مقابلہ ہوا۔ منصور کا لشکر دشمن کے لشکر سے بہت زیادہ تھا مگر مجبوراً وہ بھاگا اُس کا بھائی منظور مارا گیا اور وہ خود بھی ریگستان بھاگ کر پیاس کے مارے مر گیا۔ موسیٰ نے اچھی طرح سندھ میں حکومت کی۔ شہر منصورہ کی مرمت کی اور مسجد کو وسیع کیا اور ساری لڑائیوں میں فتحمند رہا۔

سنہ ۱۵۱ھ کے قریب خلیفہ منصور نے سندھ میں ہشام بن عمر التغلبی کو حاکم مقرر کیا۔ اُسنے وہ ملک فتح کئے جو ابتک مسلمانوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔ اُسنے عمرو بن جمل کو بیڑہ جہازوں کا جسکو عربی میں بوارجہ کہتے ہیں سپرد کر کے برادہ کے کنارہ پر بھیجا۔ خلیفہ نے ایک اور لشکر ممالک ہند میں بھیجا جسنے کشمیر کو فتح کیا اور بہت سے دشمنوں کو قید کیا اور غلام بنایا اُس نے ملتان کو بھی زیر کیا اور قندابیل میں جو ایک گروہ عرب کا رہتا تھا اُسے مغلوب کیا۔ وہ کشتیوں میں بیٹھکر قندھار گیا اور اُسکو فتح کیا (قندھار سے مراد یہاں کاٹھیاوار ہے) یہاں کے بدھ کے مندر کو برباد کر کے مسجد تعمیر کرائی۔ اُس کے عہد حکومت میں چیزوں کی ارزانی اور فراوانی رہی اُسنے حدود سلطنت کو وسعت دی اور اپنے احکام کو نافذ کیا اور کل ملک میں رعایا اُسکے عہد میں نہایت خوشحال و فارغ البال رہی۔ ہشام کی جگہ پھر عمر بن حفص بن عثمان ہزار مرد مقرر ہوا۔ اور ۱۵۱ھ میں افریقیہ میں تبدیل ہوا جہاں ۱۵۴ھ میں وفات پائی اور اُسکی جگہ یزید بن حاتم مقرر ہوا اور اُسکا بھائی روح سندھ میں سنہ ۱۵۴-۱۵۵ھ میں حاکم مقرر ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید ۱۷۰–۱۹۳ھ

اس خلیفہ کے عہد میں سندھ کے حاکموں کی تبدیلیاں افریقہ میں اور افریقہ سے سندھ میں ہوئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ اپنی وسعت سلطنت پر کیسی دقیق نگاہ رکھتے تھے کہ جس حاکم کو جانتے تھے کہ وہاں یہ خوب لڑیگا وہاں بھیج دیتے تھے اس خلافت میں سندھ میں کئی حاکم بدلے گئے۔ ابو تراب یا حاجی تراب حاکم مقرر ہوا اُسنے ضلع ساکورہ میں نہایت مضبوط قلعہ ٹھراکو فتح کیا اور شہروں بگرا اور رہم پور کو اور بعض اور مقامات کو مغربی سندھ میں فتح کر لیا۔ اُسکا مقبرہ ٹھٹہ سے جنوب و مغرب میں ۱۹ میل پر موجود ہی جسکے گنبد پر ۱۷۱ھ لکھا ہی وہاں اُسکی زیارت کو لوگ جاتے ہیں۔

اس خلافت میں ابو العاس بھی بہت دنوں تک سندھ میں حاکم مقرر رہا غرض اس عہد خلافت میں ملک سندھ میں حکومت ایسی شان و شوکت کی رہی کہ شمالی ہند میں بھی راجاؤں کے دل پر اثر ہوا اور خاقان تبت کے دل میں اہل عرب کا خوف پیدا ہوا

خلیفہ ہاروں رشید کے عہد کی یہ حکایت بھی قابل لکھنے کے ہی۔ وہ تاریخ طبری میں لکھی ہی کہ ہاروں رشید نے عرب کی راہ سے اپنا ایلچی ہندوستان کے کسی راجہ پاس بھیجا کہ میرا ارادہ خراسان میں کسی دور دراز سفر کا ہے اور میں سخت مریض ہوں آپ کی عنایت ہوگی اگر کنکہ ما مانک با کو جو ہندوستان کا بڑا نامور طبیب ہے یہاں بھیج دیجئے کہ وہ میرے ساتھ دورہ میں رہے جب میں بلخ میں پہنچونگا تو وعدہ کرتا ہوں کہ اُسکو بخیر و عافیت ہندوستان میں واپس بھیجدونگا۔ راجہ نے اسکی درخواست کے موافق اس طبیب کو بھیجدیا اور اُسکے علاج سے خلیفہ کو تھوڑے دنوں میں ایسا آرام ہوگیا کہ وہ حلوان کے دروں میں اپنا سفر کرتا ہوا منزل مقصود پر پہونچگیا۔ اگرچہ خلیفہ کے جو مقاصد اس سفر سے تھے وہ پورے ہوگئے مگر توس میں اسکو سفر آخرت پیش آیا۔ طبیب ہندی کو موافق وعدہ کے بلخ کی راہ سے ہندوستان میں بخیر و خوبی واپس اُس نے بھیجدیا۔

خلیفہ مامون رشید ۱۹۸–۲۱۸ھ

اس خلافت میں سندھ میں بشر بن داؤد اعلیٰ درجہ کا حاکم مقرر ہوا۔ مگر اُسنے خلیفہ سے بغاوت کی خراج نہیں بھیجا کھلم کھلا لڑنیکو طیار ہوا۔ غسان بن عباد کوفی جو خلیفہ کا نہایت قریب کا رشتہ دار تھا اور دس برس پہلے خراسان و سجستان و کرمان کا حاکم تھا۔ اس باغی کی سرکوبی کیلئے ۲۱۳ھ میں بھیجا گیا۔ بشر نے اپنے تئیں غسان کے حوالہ اس شرط سے سپرد کردیا کہ وہ اُسکو بغداد پہنچادے۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ بغداد میں آئے خلیفہ نے بشر کا قصور معاف کردیا۔

خلیفہ معتصم ۲۱۸–۲۲۷ھ

غسان نے موسےٰ بن یحییٰ کو سرحد کی حکومت سپرد کی۔ موسےٰ نے شاہ شرقی بالا کو مار ڈالا اگرچہ اُسنے پانچ ہزار درہم اپنی جان کی سلامتی کے لئے بھی اُسکو دیئے تھے۔

موسیٰ ۲۲۱ھ میں مرگیا وہ بڑا نیک نام رہا اور اپنے بیٹے عمران کو اپنا جانشین مقرر کرگیا۔ اس خلیفہ نے عمران کو مستقل مقرر کردیا۔ اُسنے کیکان میں سفر کیا یہاں جاٹوں کی عملداری تھی اُنکو شکست دی اور مطیع کیا۔ اور ایک شہر

یہاں آباد کیا جسکا نام البیضاء رکھا۔ اور یہاں سپاہیوں کو آباد کیا۔ پھر وہ ملتان گیا۔ یہاں سے قندابیل میں پہنچا یہ شہر پہاڑ پر تھا۔ اور یہاں خلیل بن محمد فرمانروا تھا۔ عمران نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور وہاں کے باشندونکو قصدار میں لیگیا۔ پھر وہ قوم میڈ سے لڑا۔ اُنمیں سے تین ہزار کو قتل کیا اور ایک بندہ باندھا جسکا نام بند میڈ رکھا۔ وہ دریائے امرور پر مقیم ہوا۔ اور یہاں جاٹوں کو طلب کیا جو حاضر ہوئے اُن سب کے ہاتھوں پر ایک مہر کا چھاپا لگا دیا۔ اُسنے جزیہ لیا اور اُنکو حکم دیدیا کہ جب کوئی اُنکے سامنے حاضر ہو تو ایک کُتے کو ساتھ لائے۔ جسکے سبب کُتے گران قیمت ایسے ہوگئے کہ ۵۰ درہم کو ایک کُتا بکتا۔ اُسنے پھر قوم میڈ پر حملہ کیا۔ اسکے ساتھ جاٹونکے سردار ہمراہ تھے۔ اُس نے اُنکی نہر میں جسکے پانی کے سوا کہیں اور اُن کو پانی نہیں ملتا تھا سمندر سے ایک نہر لیجا کر ملا دی جس سے اُسکا پانی کھاری شور ہو گیا اور اُس نے اور لشکر رواں اُسکے پیچھے بھیجے۔ عمران کو عمر بن ابو العزیز الجباری نے اس سبب مار ڈالا کہ اہل یمن کا معاون تھا۔ سندھ میں حکیم بن عوان الکلبی کے ساتھ آیا تھا۔

فضل بن ماہان جو سامہ کی اولاد کا غلام تھا وہ سندھ میں آیا اور اُسے تابع کر لیا اور اُسنے خلیفہ مامون کی نذر کیلئے ایک ہاتھی بھیجا اور ایک جامع مسجد بنا کے اُسمیں خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اُسکا انتقال ہو گیا۔ اُسکا جانشین محمد بن فضل بن ماہان ہوا۔ وہ ساٹھ جہاز لیکر قوم میڈ سے لڑا۔ اُن کے بہت سے آدمیوں کو مارا۔ مالیا (مالابار) کو لیلیا اور پھر سندان میں آگیا۔ اور اُسنے خلیفہ المعتصم باللہ کو تحفہ بہت لمبا اور بڑا ساج (سال کا درخت) بھیجا جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اُسکی غیر حاضری میں اُسکا بھائی ماہان سندان میں دغابازی کر کے فرمانروا بن بیٹھا اور خلیفہ معتصم باللہ سے التجا کی کہ وہ بھی اُسکی فرمانروائی پر راضی ہو جائے۔ مگر ہندوستانی اُسکے مخالف تھے اُنھوں نے اُسے مار ڈالا اور اپنی آزادی اور مطلق العنانی کا اشتہار دیدیا کہ اب ہم مسلمانوں کے محکوم نہیں ہیں۔

یہ عمران کے زمانہ کا ذکر ہے کہ کابل کشمیر و ملتان کے درمیان ایک ملک العصفان ہے۔ وہاں ایک عاقل فرمانروا تھا اُسکا بیٹا بیمار ہوا۔ اُسنے ایک بڑی بتکدہ کے پجاری سے کہا کہ تو اپنے بت سے میرے بیٹے کے تندرست ہو جانے کی دعا کر۔ پجاری نے آنکر کہا کہ ہمنے دعا کی تھی وہ قبول ہو گئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد اُسکا بیٹا مر گیا تو اُسنے بتکدہ کو اُکھیڑ کر پھینکدیا اور بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بعض مسلمان تاجروں کو بلایا جنھوں نے اُسکو توحید کا سبق پڑھایا۔ اور وہ اسلام پر ایمان لایا۔

کہتے ہیں کہ آفشین ترک نے جو مانک کو گرفتار کیا تھا تو اسکے جلدو میں خلیفہ نے یہ انعام دیا کہ وہ دو کروڑ درہم صوبہ سندھ سے وصول کرے جو دو سال کا زر مالگذاری تھا۔

المعتمد اور المعتضد کے عہدوں کے درمیان جو نو خلیفونکی سلطنت ہوئی اُنمیں خلفاء کے اقتدار اور اختیار میں

بتدریج تنزل ہوتا گیا۔ ترکی سپاہ روز بروز زیادہ خود مختار اور آزاد اور فسادی ہوتی گئی۔ اسکا حال ہم نے اول لکھا ہی کہ خلافت عرب کے ٹکڑے کیونکر ہوئے۔ پس جب دل بیمار ہو تو اور اعضا کیسے صحیح رہ سکتے ہیں ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی + خلافت کی حکومت سے دور کے صوبے جُدا ہو گئے۔ ملک سندہ کی حکومت کے چھوٹے چھوٹے ہو گئے اور اُنمیں جدا جدا فرمانروا ہو گئے۔ گو خلیفہ کے معاملات ملکی میں مطیع وہ نہیں رہے نہ خراج بھیجتے رہے مگر ہمیشہ صاحب اختیار ہونے کیلئے خلفاء کی چاپلوسی اور تملق کرتے رہے۔ اور اُنکا دل ایسے تحائف بھیجنے سے خوش کرتے رہے۔ ہاتھی بازوں کا جھلڑ۔ کچھ مشک کے نافے کچھ عنبر۔ اور بعض اور خوشبودار چیزیں ریشمی کپڑے دو عجیب تحفے بھیجے گئے تھے۔ ایک گاڑی چار ہاتھ کے بتوں سے بھری ہوئی۔ اور ایک سال کا درخت بہت بڑا اور اونچا۔ مگر خلیفہ کی روحانی بزرگی کو تسلیم کرتے تھے اور اُسکی تعظیم کرتے تھے۔

ملک سندہ میں اہل عرب کی حکومت کا خاتمہ خلیفہ المعتمد کے زمانہ میں سمجھنا چاہئے۔ اُسنے یہاں کا حاکم یعقوب بن لیث مقرر کیا اور بلخ و طخرستان کے سوا سجستان اور بکرمان بھی اُسکے زیر حکم رہے اُسکے چند برس بعد دو بڑی ریاستیں ملک سندہ میں ملتان منصورہ قایم ہوئیں۔ یعقوب بن لیث کا انتقال ۲۶۵ھ ۸۷۹ء میں ہوا۔ اُسکے مرتے ہی یہ دونوں ریاستیں مطلق العنان اس سبب سے ہو گئیں کہ اُسکے جانشین جو ہوئے وہ ضعیف العقل اور کمزور تھے۔ اور آل سامان کو سلاطین کی سلطنت کا آغاز تھا اُنکو فرصت نہیں ہوئی کہ اِس طرف متوجہ ہوتے سیاحوں نے جو ان ریاستوں کا حال لکھا ہی وہ نیچے بیان ہوتا ہی۔

مسعودی ملک سندہ میں ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں آیا تھا۔ یہاں کی سلطنت اسلامیہ کی بڑی گرد و ذرہ اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہی کہ ملتان میں امیر ایک شریف قوم کا ابو دلتہ المنبہ تھا اُسکے خاندان میں یہاں کی سلطنت مدت سے نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی۔ صوبہ ملتان کا قریب قریب ایک صوبہ تھا جسکی برابر کوئی اور ملک ہند کی تھانہ تھا۔ وہ سامہ بن لاوی بن غالب کی نسل میں سے تھا جس نے بحر عمان کے ساحل پر قبل از ولادت آنحضرت اقامت اختیار کی۔ اس امیر کے پاس سپاہ تنخواہ دار تھی اُسکی دار السلطنت کے گرد ...... ۲ ہزار دیہہ تھے خراسان کی حد تک اُسکی سلطنت تھی ملتان میں ایک مندر سورج کا تھا جسکی پرستش کیلئے چاروں طرف دُور دور سے جاتری آتے تھے اور موتی سونا چاندی زیتون کا تیل اور خوشبودار چیزیں چڑھاتے تھے۔ امیر کی بڑی آمدنی کا حصہ اسی بتخانہ سے حاصل ہوتا تھا۔ فقط امیر کا یہ دہمکی دیدینا کہ میں بُت کے ناک کان توڑتا ہوں۔ ہندوستان کے کل راجاؤں کو امیر کے ساتھ مقابلہ و عداوت کے روکنے کے لئے کافی تھا۔

منصورہ میں ایک اور قریشی اور امیر فرمانروا تھا جسکا نام ابو المنذر عمر بن عبد اللہ تھا وہ ہبار بن اسود کی اولاد میں تھا۔ یہ ہبار وہ ہی جو آنحضرت صلعم کے ساتھ مخالفت میں مشہور تھا اور بعد فتح مکہ کے بھی ان چھ آدمیوں میں تھا جنکی

مسعودی اور سیاحوں کا بیان منصورہ و ملتان کی بابت

نسبت یہ حکم تھا کہ جہاں پاؤ اُن کو مار ڈالو مگر وہ پیچھے مسلمان ہو گیا۔ اور ۱۱۱ھ میں اُسکی اولاد میں سے کوئی اپنی قسمت آزمائی کے لئے سندھ میں چلا آیا تھا۔ یہاں ملک میں بدانتظامی پھیل رہی تھی اُس نے زیرین سندھ پر قبضہ کیا اور منصورہ کو اپنی دار الریاست بنایا۔

ریاست منصورہ سمندر سے الور تک تھی اس سے آگے ریاست ملتان شروع ہوتی تھی اسمیں تین لاکھ گانوں تھے اُنمیں زراعت خوب ہوتی تھی اور کھیتوں اور درختوں سے سارا ملک سرسبز تھا۔ یہانکے باشندوں پر قوم میڈ وجٹ اور وحشی قومیں دست درازیاں کرتی تھیں۔ اُنکے ہاتھ سے بچنے کیلئے یہاں ہمیشہ حفاظت کا سامان درست کھنا پڑتا تھا۔

امیر منصورہ پاس ایسے جنگی ہاتھی تھے جنکی سونڈوں پر زرہ لگی ہوتی اور وہ خمدار تلواریں جنکو کرتل کہتے ہیں پکڑے ہوئے تھے۔ ہاتھیوں پر چار آئینے لگے ہوتے جس سے اُنکا سارا جسم محفوظ رہتا۔ اور ہر ایک ہاتھی کیساتھ پانچسو پیادے رہتے تھے۔ سوائے ان ہاتھیوں کے اور ہاتھی تھے جو باربرداری اور رتھوں کے کھینچنے کے کام میں آتے تھے۔

ان خلفاء کے زمانہ میں ابن حوقل ہند میں آیا وہ بچشم خود دیدہ یہ حال بیان کرتا ہے کہ ملتان اتنا بڑا نہ تھا جتنا بڑا منصورہ تھا۔ کوٹ اسمیں بنا ہوا۔ اگرچہ ملک سرسبز تھا اور پیداوار ارزاں تھا مگر وہ منصورہ سے کھیتی باڑی میں ہیٹا تھا زراعت میں احتیاط نہیں کیجاتی تھی۔ امیر ملتان شہر سے باہر رہتا صرف جمعہ کو ہاتھی پر سوار ہوکر جامع مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا۔ یہانکا خاص کوئی سکہ نہ تھا۔ تاتاری اور قندھاری درہم چلتے تھے۔ سندیوں کا لباس اہل عراق کا سا تھا مگر امیران سندھ سندھی کے امیروں کا سا لباس پہنتے تھے۔ بعض لمان بال بڑھاتے تھے۔ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے تھے اور اُنکو ٹیکوں سے کستے تھے۔ ایسے لباس کا سبب یہانکی گرمی تھا۔ مسلمانوں اور بت پرستوں کے لباس میں کچھ فرق نتھا۔

ملتان اور منصورہ کے امیر مطلق العنان تھے۔ وہ ایکدوسرے کے حاکم محکوم نہ تھے۔ دونوں خلیفہ بغداد کی، روحانی بزرگی کو تسلیم کرتے تھے۔

الور جو پُرانا ہند ونکا دار السلطنت تھا اور اُسکی دوہری فصیل تھی وہ منصورہ کے ماتحت تھا اُسکی نواح بڑی زرخیز تھی اور اسمیں دولت بھی بہت تھی۔ راہوک یا داہوک مکران کی سرحد کوہستان ہالہ کے مغرب میں منصورہ سے متعلق تھے۔

سندھ میں سوائے مسلمانوں کی ان دو بڑی ریاستوں کے مغرب میں چھوٹی چھوٹی اور بھی ریاستیں تھیں۔ ایک ریاست توران تھی یہاں ایک بصرہ کا رہنے والا ابو القاسم حاکم خراج کا وصول کرنے والا منتظم قاضی سپہ سالار تھا جو دنیا اور دین میں تمیز نہیں کرسکتا تھا۔ دوسری ریاست قصدار تھی۔ کیکانان میں ایک عرب معین بن احمد رہتا تھا وہ یہاں ریاست کرتا تھا۔ اور نماز میں خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھواتا۔ تیسری ریاست مکران جسکا حاکم عیسے ابن معدان تھا اُسکی دار الریاست کیشر تھی جو وسعت میں ملتان سے نصف ہوگی۔ چوتھی ریاست سرحد مکران پر

شکی تھی اسمیں منظاہ بن رجا خود مختار حاکم تھا اور اپنا انتظام خود کرتا تھا۔ اسکی ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اُسکے اندر سفر ہوتا تھا۔ وہ نماز میں خلفاء کا خطبہ پڑھواتا تھا۔

ابن حوقل لکھتا ہی کہ منصورہ و ملتان اور اتی اور ضلاع میں عربی اور سندہی زبانیں بولی جاتی تھیں اور مکران میں مکرانی اور فارسی بلحاظ باقی اضلاع ہند کے جنمیں مسلمانوں کی آمد و رفت ہوئی جیسے کہ بہاری کی سلطنت میں کھمبا وسے مور میں ساحل بحر پر ہیں ابن حوقل یہ لکھتا ہی کہ وہ ساری کے سارے دیہات اور قصبات بُت پرست ہیں۔ باشندے یہانکے بُت پرست ہیں۔ مگر جو مسلمان یہاں رہتے ہیں انکی تعظیم و تکریم یہانکے امراء بہت کرتے ہیں اور اُنپر حاکم اُنھیں کے مذہب کے مقرر کرتے ہیں۔ اُن کے شرع کے احکام یہاں جاری ہیں۔ مسلمان کے خلاف کوئی شخص شہادت نہیں دے سکتا جبتک وہ مسلمان نہو۔ اُنکی مسجدیں یہاں موجود ہیں جنمیں اذان پانچوں وقت ہوتی ہی۔

متفرقات

ملتان کی بت پرستی

بھوشے پران میں اور چینی سیاح ہون ٹسنگ کے سفرنامہ میں لکھا ہی کہ یہاں ایک بتخانہ میں سورج کا بت سونے کا بنا ہوا رکھا ہوا تھا۔ مگر عرب کے مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی بیش قیمت چیز کا نہیں بنا ہوا تھا۔ کاٹھ کا بنا ہوا تھا اور اُسکی آنکھوں میں لعل لگے ہوئے تھے۔ اسپر چڑھاوا بہت چڑھتا تھا۔ محمد قاسم نے اسکو بدستور رہنے دیا مگر اُسنے ہندوں کے توہمات باطلہ کے اظہار کیلئے ایک گائے کے گوشت کا ٹکڑا اُسکے گلے میں ڈالکر اُتار لیا۔ خلفاء کی سلطنت میں یہ بُت بدستور قایم رہا۔ مگر جب ملتان میں قرمطیوں کا تسلط ہوا تو اُنھوں نے اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بُت خانہ کو جامع مسجد بنا دیا۔ اور خلفاء بنی اُمیہ کے عہد میں جو جامع مسجد بنی تھی اُسکو عداوت کے سبب سے بند کر دیا۔ مگر جب سلطان محمود نے ملتان کو فتح کیا تو اُس نے اس پرانی جامع مسجد کو کھولدیا اور نئی جامع مسجد کو بند کر دیا۔

پھر یہ بتخانہ قائم ہوا اور اسکی پوجا بڑی دہوم دھام سے ہونے لگی۔ معلوم نہیں کہ ملتان میں [illegible] آفتاب پرستی کب سے کبتک رہی۔ مگر اب ملتان میں اسکا پتہ نہیں۔ اُسکی جگہ پر پرہلادپوری کا بُت خانہ قائم ہی۔

رسومات عجیبہ ملک سندہ

مجرموں کا امتحان آگ سے

ملک سندہ میں بعض رسومات قدیم سے چلی آتی تھیں اور جہالت کے سبب سے وہ اُنکو مانتے تھے۔ جب کسی شخص پر کسی بھاری جرم کا شبہ ہوتا تو وہ اپنی بیگناہی کے ثابت کرنے کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں سمندر کی طرح

اندر جاتا اور حضرت خلیل اللہ کیطرح آگ سے بچکر نکل جاتا۔ اُنکے نزدیک سچ میں یہ قدرت تھی کہ وہ آگ سے سچے آدمی کو جلنے
نہیں دیتا تھا۔ ایک اور طریقہ یہ تھا کہ مشتبہ مجرم اپنے ہاتھ پیپتے کچے تاگوں سے باندہتا اور لوہے کا پتھر سُرخ انگارہ ہتیلی
پر رکھکر چند قدم بھاگتا تو اکثر یہ دیکھنے میں آتا کہ نہ پتے جلتے نہ تاگا۔ اگر پتھر کو زمین پر پھینک دیتے تو وہ دونو ں
اور تاگوں کو جلا دیتا۔ یہ صداقت ہی کی کرامت ہوتی کہ اُن کو ہتیلی پر گرم پتھر نہ جلا سکتا تھا۔

ایک کہانی لکھی ہو کہ ایک سوار کی بیوی کی جوتیوں کا جوڑا ایک عورت نے چُرایا اور چوری سے انکار کیا جب
گرم لوہے سے اُسکے امتحان کا وقت آیا تو اُسنے ایک ٹوکری میں روئی کے اندر جوتیوں کے جوڑے کو چھپا کر سوار کی بیوی کو
دیدیا اور اُس سے کہدیا میں جبتک اس آہن گرم کے امتحان سے فارغ ہوں تو اُسکی حفاظت کرنا۔ بعد ازاں اُسنے کہدیا
کہ میں نے جوتیوں کا جوڑا پایا تھا میں نے اُسکے مالک کو سپرد کر دیا۔ یہ میں سچ کہتی ہوں اور اس سچ کے بھروسے پر میں گرم
لوہے کو ہاتھ میں لیتی ہوں۔ یہ کہکر اُسنے لوہے کو اُٹھا لیا اور اس سے کچھ گزند اُسکو نہیں پہونچا۔ تو ہمات میں بھی کیا قدرت
ہو کہ وہ کن کن ناممکن باتوں کا دل میں یقین پیدا کر دیتی ہو۔

مجرموں کا امتحان پانی میں

گہرے پانی میں ایک مضبوط بلّی گاڑ دیجاتی اور مجرم کو حکم ہوتا کہ وہ پانی کے اندر اس بلّی کی تہ پاس بیٹھے۔ ایک
شخص تیر چھوڑتا دوسرا اُسکو لانے کے لئے دوڑتا جب وہ لے آتا تو بلّی ہلائی جاتی۔ اگر مجرم بے گناہ ہوتا تو اُس میں اتنا
دم باقی رہتا کہ وہ اوپر آجاتا۔ اور اگر وہ گناہ گار ہوتا تو اتنی دیر میں اُسکا دم فنا ہوتا۔

منتر و سحر

بہت سے آدمی سحر و منتر کا پیشہ کرتے تھے۔ اکثر اپنے ہمسایہ کی ملائی کو اُڑا لاتے تھے۔ اسکی بھی بہت سی کہانیاں بنا رکھی ہیں۔

علم الاکتاف

اس علم کو عوام الناس پھپنی کہتے ہیں اور علم شانہ اور علم الاکتاف بھی اسکا نام ہو۔ بعض پہاڑی آدمی اس علم کو
جانتے تھے اور ان جانوروالوں کو مان سنگ کہتے تھے وہ شانہ کی ہڈی کو دیکھکر بتلا دیتے تھے کہ یہ چاہتا ہو اور جو چاہتا ہے
وہ ہوگا یا نہوگا۔ ایک اور رسم یہ تھی کہ زمین پر چند رسیاں الجھی اُلجھائی ڈال دیتے پھر اُسکے سُلجھانے سے غیب کی
باتیں بتلا دیتے تھے۔ بعض عورتیں جگر خوار ہوتی ہیں اور آیندہ کی باتیں جو پوچھو وہ بتاتی ہیں۔ جوگنیاں بھی ہوتی
ہیں جنمیں سے ایک کا ذکر راجہ داہر کے حال میں بیان کیا گیا۔ ایک فرقہ مورتیا کہلاتا تھا۔ وہ فقیروں کے
لباس میں پھرتا تھا اور زمانہ گذشتہ کی باتیں بتاتا تھا اور غیب کی باتیں کہتا تھا اسطرح بھولے بھالے

آدمیون کو ٹھگتا پہتا تہا بعض آدمیونکو نقش پا کے پہچاننے کی مشق ایسی ہوتی تہی کہ وہ اُسے دیکھکر بتلا دیتے
تہے کہ وہ عورت کا پانون ہے یا مرد کا یا کسی واقف کار کا یا اجنبی کا یا بوڑہے کا یا جوان کا گہوڑون اور اونٹون
بیلون بہینسون کے پانون کے نشانونکو پہچانتے تہے اور پہاڑون اور ریگستانون مین وہ پانون کے کہوجون پر چلکر
چور ونکا پتہ لگا دیتے تہے نیچہ کے ضلع مین ایک فرقہ تہا جو طیور سے فال خوب نکالتا اور اس فال سے نیک و بد کا حال پہلے سے کہہ دیتا
تہا مسافرونکو بتلا دیتا تہا کہ اب تمہارے لئے کیا برا بہلا آنیوالا ہے یہان ایسی عجیب غریب باتون کا رواج تہا۔

لڑائی مین آپس مین بندھنا

سندیونمین یہ بہی رسم تہی کہ لڑائی مین جو جان نثار گروہ ہوتا وہ لڑائی سے پہلے آپسمین باہم کمر دونکو رسون سے
باندھ لیتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہون نے مغلون کی سپاہ کو دیکھا تو وہ گہوڑون پر سے اُترے اور سر دن پر سے
پگڑیان اُتار اُن سے اپنی کمرون مین اسطرح انکو باندھا کہ وہ آپس سے جدا نہو سکتے تہے اسطرح لڑکر سب مارے گئے یہ بندش اسواسطے
ہوتی تہی کہ کوئی بہاگ نہ جائے یا صف بندی باقاعدہ رہے۔ راجپوتانہ اور سندہ مین یہ بہی رواج ہے کہ گہوڑون پر
سے سوار اُترکر پیادہ پا بہی لڑا کرتے تہے اور اسپر فخر کیا کرتے تہے یہ بندش اور پیادہ ہونیکا انتظام اسلئے کئے
جاتے تہے کہ سپاہیون کو مفرور ہونا آسان نہ ہو۔

سندھ مین بدھ مذہب

جس زمانہ مین ملک سندہ مین مسلمانون نے حملہ کیا ہے تو علی العموم یہان بدھ کا مذہب پہیلا ہوا تہا اسلئے
مسلمانونکی کتابونمین جہان بدہ لکہا ہے وہ اس مذہب والون سے مراد ہے بت سے مراد نہین ہے۔ گو یہانکا راجہ چچ
برہمن تہا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدھ ہو گیا تہا۔ اسمین شبہہ نہین کہ چچ و دلہر دونون بدھ کے مندر ونمین پوجا
کیا کرتے تہے خواہ وہ بت پرست ہندو ہوکر یہ پوجا کرتے ہون یا بدھ مذہب انہون نے قبول کر لیا ہو۔
جو کچھ حال کتب معتبرہ سے اہل عرب کی مہم کا ملک سندہ پر معلوم ہوا۔ اُسکو باختصار بیان کیا اب طالبعلمون
کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اہل عرب نے یہان کیا کیا کام کئے اور اُنکا انجام کیا ہوا انکی سلطنت کتنی مدت
تک قایم رہی اور کس صورت پر رہی اور انتظام سلطنت کیسا تہا۔ ایسی باتون پر غور کرنے سے علم تاریخ سے
عقل و شعور کی افزایش ہوتی ہے یہی مآل تاریخ دانی کا ہے۔ اس قبیل کی ہم چند باتین لکہتے ہین۔
اول جب اہل عرب یہان آئے تو اُن کے ساتھ ایسے آدمی نہ تہے جو انتظام ملکی کے رمزون سے ماہر ہون
اور علم سیاست مدن کے عالم ہون اس لئے جو ملک انکو ہاتھ لگا اُسکو ہندو رئیسون اور امیرون کے حوالہ کر دیا

معلوم نہین دماغ اہل عرب کا بلند تہا یا اُنکی ذات کیتقضا سخاوت اور فیاضی ایسی مخصوص تہی یا علم حساب نہ لگتا تہا کہ جو کام روپیہ کے حساب کا تہا وہ انہون نے ہندون کے ایسا سپرد کر دیا کہ جو چاہین سیاہ سفید کرین ملک کی آمدنی اور خزانہ کے ہندو ایسے مالک تہے کہ اُن کو اختیار مین تہا جو چاہین ہاتھ اُٹھا کر مسلمانون کو دیا دین ہمیشہ اہل عرب کو یہ محاسب دہوکہ دیتے رہے اور خیانتین کر کے مال اُڑاتے رہے جب کہین پانچ چار برس کا جمع خرچ دیا جاتا اور جب اندر ہوا تو اہل عرب نے محاسبین کو شکنجہ سے ڈرایا۔ اور ختنہ کا خوف دکہایا۔ یونہین اٹکل پچو جو اپنا روپیہ چاہا لے لیا دینے والون نے کچہہ منت سماجت کی کچہہ حکمت کام مین لائے۔ کچہہ سختی کے متحمل ہوئے تہوڑا سا روپیہ دیکر ہاتھ پاؤن چہوٹا ے۔ غرض اس حساب کے اندہیر کہاتہ سے بعض وقت بڑا اندہیر مچ جاتا تہا۔ زبردست نہال ہو جاتے تہے اور زیر دست پامال۔

دوم ۲۔ اس ملک مین اہل عرب اپنے ملک سے آئے تہے جس مین بالکل کوہستان اور بیابان تہا۔ انکو زرخیز زمینون کی قدر و منزلت کیا معلوم تہی جب کوئی ملک انہون نے مفتوح کیا اس فتح کے استحقاق مین جتنا روپیہ رعایا دینے پر راضی ہوئی انہون نے غنیمت جانا زمین کی قدر و قیمت کی جانچ پڑتال کر کے اُسکا محصول نہین مقرر کیا۔ کچہہ اُنکے ہان ملک کی آمد و خرچ کا حساب ترتیب سے نہ رہتا تہا۔ ایک مدت کے بعد ایک شخص نے اس آمد و خرچ کی کتاب بنائی۔ سوا اسکے انکو ایسے ملکون کا انتظام کرنا نہ آتا تہا ملک کا فتح کرنا اُنکو آسان تہا۔ مگر اُسکا نظم و نسق کرنا دشوار تہا کہ اس ملک کا انتظام برہمنون کے سپرد ہوا۔

سوم ۹۔ اہل اسلام کے ہان کوئی سکہ نہ تہا اُنکی دار الخلافت تک مین یونان اور ایران کے سکون مین تمام کام تجارت اور لین دین کے چلتے تہے۔ خلیفہ عبد الملک نے دینار پر اول سکہ لگایا۔ اور اسوقت سے حساب کتاب خزانون کا اہل عرب کے سکون مین شروع ہوا ہے اسی زمانہ مین اجنبی سکون کے رواج کے سبب سے رعایا کی تکلیف دور ہوئی۔

چہارم ۴۔ جن جوانمردون نے کارہائے نمایان ملک سندھ مین کئے انہون نے معافی مین اقطاع زمین پائے۔ مگر خلیفہ عمر کا حکم سپاہیون کے واسطے تہا کہ وہ کوئی پیشہ اور کاشتکاری نہ کرنے پائین۔ اسلئے گو زمین انکو ملگئی تہی مگر وہ اصل مالکون کے قبضہ مین رہتی۔ اسلام کے لشکر مین جو سپاہی تنخواہ پاتے تہے انکو غنیمت نہ ملتی تہی۔ نہ زمین معافی کی دیجاتی تہی۔ صرف تنخواہ پاتے تہے۔ مگر جو بے تنخواہ سپاہی لڑا کرتے تہے انکو چار خمس غنیمت کے اور زمین معافی کی دیجاتی تہی۔ اور ایک خمس غنیمت کا امانت رہتا تہا وہ خیرات اور نیک کامون مین صرف ہوتا تہا اگر خلیفہ کچہہ بہی اس خمس مین افزایش کرنی چاہتا تو سپاہی ہر وقت لڑنے کو تیار ہو جاتے۔

پنجم - ملک سندھ کی زمین مقبوضہ مین سے بہت سی زمین اوقاف کے لئے وقف کیگئی اور مساجد وغیرہ کے خرچ کے
کام مین آئی - اسکی نشانی ابتک ملک سندھ مین موجود ہے کہ شہیدون اور ولیون کی ایک لاکھ قبرین موجود ہین
جنکے مجاور فقیری کرتے ہین - تال پور کی ریاستون کی تہائی آمدنی ان اوقاف مین خرچ ہوتی ہے -
ششم - اہل اسلام نے اول عملداری مین یہ طریقہ اختیار نہین کیا کہ وہ ہندؤن کے ساتھ ملجلکر رہتے
بلکہ وہ اپنے شہر جدا بناتے اور انہین سکونت اختیار کرتے اسلئے ہندو مسلمانون مین میل جول و امن چین کا ساتھ ہو۔ مسلمانونکا
شہر بنا لینا اسوقت آسان تھا - ہزارون مکان بت پرستون کے ڈھاتے ہوئے پڑے تھے انکے ملبہ اور مصالح سے مکان
جھٹ پٹ بنا لیتے - اکثر بت خانون کے مصالح سے مساجد تعمیر کرتے -
ہفتم - کہین اس امر کا پتہ نہین لگتا کہ اس ملک مین اہل عرب کے ساتھ انکی عورتین بھی آئی ہون لڑائیون
مین اہل عرب اکثر عورتون کے ساتھ لیجایا کرتے ہین بعض لڑائیون مین تو ان عورتون ہی کی فصاحت اور
بلاغت سے فتح حاصل ہوئی ہے - ایسی لڑائیان مشہور ہین - اس مہم مین عورتون کے نہ لانیکا سبب یہ بھی تھا کہ ہر ایک
انکے لانیکا بہم نہ پہونچا - چار سپاہیونکو ایک اونٹ ملا تھا - اسی پر سارا خیمہ ڈیرہ کھانا پینا لدا تھا - ایسی صورت مین
عورتین کیونکر آتین مگر جب ذرا امن کا بھی ہو گیا اور رستہ کھل گیا تو بھی نہین معلوم ہوتا کہ پیچھے جو اہل عرب
یہان آئے وہ اپنے ساتھ عورتون کو لائے ہون اسلئے کہ جو اہل عرب یہان آئے انکو جیسا کہ آگے بڑھنا مشکل تھا
ویسا ہی وطن مین پیچھے جانا دشوار تھا - تاریخ طبری مین لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان نے جو خلیفہ ولید کا جانشین تھا ان
لوگون کی نسبت یہ حکم دیدیا کہ جہان چاہو محنت مزدوری کرو اور زمین بوؤ جوتو مگر ملک شام مین تمہارے واسطے
جگہ نہین اس خلیفہ کے عہد خلافت مین دس برس تک تو یہ لوگ یہان رہے ہونگے پھر اسکے مرنے کے بعد بھی سب کے
سب تھوڑے چلے گئے ہونگے - غرض یہان اس عرصہ بعید مین اسی ملک کی عورتونکے ساتھ اہل عرب ہم آغوش ہوئے ہونگے
اور ساری غنیمت کی کمائی انہین کے نذر کی ہوگی - اس ملک مین اہل عرب کی اولاد جو پیدا ہوئی انکے بشرے
سے معلوم ہوتا تھا کہ انمین خون اہل عرب کا ایسا نہین جھلکتا جیسا کہ اور ممالک مفتوحہ مین انکی اولاد کے اندر نظر آتا ہے
ہشتم - اہل عرب کی یہ نہایت عمدہ تدبیر تھی اور قابل تعریف انتظام تھا کہ انہون نے اہل سندھ کو اپنی سپاہ مین
بھرتی کیا ضرورت رفع ہونیکے بعد کچھ سپاہیونکو انہون نے موقوف کر دیا - بعض سپاہ کو وہ دور دور ملکونمین لڑانے
کیواسطے لیگئے یہ طریق اہل روم کا بھی تھا کہ جس ملک کو فتح کرتے اوسمین جس قوم کو سپاہی اور مرد دیکھتے انکو اپنا ملازم
کر کے اور ملکونکو لیجاتے انہین کئی فائدے حاصل ہوتے ! اول یہ خود ملک ان لوگون سے خالی ہو جاتا جنمین لڑنے جھگڑنیکا

حوصلہ وعزم ہوتا اس سبب سے پھر اس ملک مین کوئی خطرہ اور اندیشہ نرہتا۔ دوسرے یہ اجنبی ملک کے سپاہی اُس وقت
کام آتے کہ بادشاہون کے اپنے ملک کے رہنے والے بغاوت کرتے چنانچہ ایسی بہت دفعہ اتفاق ہوا کہ بادشاہون سے
خاص انکی ہم قوم رعایا نے سرکشی کی۔ اور اجنبی ملکون کے سپاہیون سے انکی سرکوبی کی۔
نہم۔ اہل عرب نے ان لڑائیون کے ساتھ تجارت کو بھی ہاتھ سے نہین دیا۔ اسکو بھی بڑی رونق دی سندھ مین کاروان
دور دور کو سیستان خراسان و بامیان زابلستان اور کابل مین ہوکر آتے اور اسباب لاتے اور یہانسے لیجاتے۔
سمندر کی راہ سے بھی تجارت کا باب کھلا ہوا تھا۔ یہ کاروان جس دُور دراز فاصلون سے مقررہ وقتون مین آتے تھے
اُس سے بڑا تعجب ہوتا ہے۔ بحری تجارت مین جہاز سندھ ہوکر گذرتے۔ لکڑی اور چین کا اسباب لیجاتے عرب کے گھوڑے
اکثر ملک سندھ مین آتے۔ غرض اہل اسلام نے تجارت کو خوب رونق دی۔
دہم۔ اہل اسلام نے یہان کے لوگونکے ساتھ یہ برتاؤ برتا کہ جب کسی بستی پر حملہ کیا تو بستی والون سے پہلے پہل یہ درخواست
کی کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو۔ انکار کی صورت مین بستی پر حملہ ہوتا تھا۔ ہتیاربند سپاہی قتل ہوتے تھے انکی اہل و
عیال لونڈی غلام بناتے تھے۔ اور فروخت ہوتے تھے۔ پیشہ ور کاشتکار تاجر کشت وخون سے معاف ہوتے تھے
اُنسے کچھ تعرض نہوتا تھا چنانچہ جن شہرون کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے وہ اُسکا شاہد ہے۔ جن لوگون نے جزیہ دینا قبول
کرلیا اُنکو حسب دستور قدیم اپنے رسوم مذہب کی اجرا اداکا اختیار دیا گیا جب جب جزیہ دینے پر راضی ہوگیا تو اُسکا ملک
اُسکے قبضہ مین دیدیا اور ایک باجگذار راجہ بنگیا جو مسلمان ہوگیا وہ سب جھگڑون سے چھوٹ گیا۔
یازدہم۔ زمین پر محصول لینے کا قاعدہ یہ ڈھنگا تھا۔ اول کوئی پیمانہ تھا کہ زمین پیمایش ہوتی فقط اٹکل سے
زمین کا اندازہ کیا جاتا۔ کوئی محصول نہین نہ تھا بلکہ وہ پیداوار پر موقوف تھا اگر زمین خود دون اور دریاؤن سے سیراب
ہوتی تو جو اور گیہون کی پیداوار پر دو پانچوان حصہ لیا جاتا۔ اگر کسی اور حکمت سے سیراب ہوتی تو تین دسوان حصہ اور ایک
چوتھائی پیداوار کا اُس زمین سے لیا جاتا جسمین آبپاشی کسیطرح نہوتی تھی۔ باغ کی پیداوار کی ایک تہائی انگور اور
پھل وغیرہ کی پیداوار کا ایک خمس یہ خراج جنس مین ادا کیا جاتا۔ یا نقد روپیہ دیا جاتا۔ اگرچہ یہ محصول خلیفہ عمر کے
انتظام کے موافق مقرر ہوئے تھے۔ مگر آخر کو پھر زیادہ ہوگئے۔ غرض نہ تشخیص صحیح تھی نہ پیمایش تھی سب کام اٹکل اور تخمینہ سے
چلتے تو کسی زمیندار اور کاشتکار سے اتنا زیادہ لیلیا کہ اُسکو کھانیکو بھی نہ بچا کسی سے اسقدر کم لیا کہ وہ نہال ہوگیا۔ سنتا
اکبر کے زمانہ کا سا حال نہ تھا کہ ایک ایک چپہ زمین کا آلات سے پیمایش ہوتا تھا اور تمام پیداوار کی تشخیص ہوتی تھی
اور اُس کے موافق صحیح سرکاری مقرر ہوتی تھی تمام قسم کے محاصل ستائیس لاکھ روپیہ کے قریب خزانہ خلفا

مین داخل ہوتا تھا۔ ابن خلدون نے حکیمانہ اور فلسفیانہ پیرایے لکھی ہے کہ جب مسلمانونکی عیش و عشرت مین فراوانی ہوئی تو انکی شجاعت و ہمت گر مجوشی مین کاہش ہوئی اس لئے ضرورت ہوئی کہ نوکر زیادہ رکھے جائین اور انکو تنخواہ زیادہ دی جائے۔ اس لئے بتدریج خراج یہانتک بڑھا کہ اہل پیشہ و مزارعین کے متحمل نہوئے اسلئے جلدی جلدی سلطنت مین تبدیلیان ہونے لگین۔

دوازدہم۔ اہل اسلام کے جھگڑونکو شرع کیموافق قاضی فیصل کرتا تھا ہندو اور مسلمانون کے درمیان جو جھگڑا ہوتا تھا اُسکو بھی قاضی شرع کے موافق چکاتا تھا۔ ہندوون کے درمیان جو جھگڑے لین دین اور معاہدے و زناکاری وراثت وغیرہ کے ہوتے پنچایت مقرر ہو کر فیصل ہوجاتے۔

سیزدہم۔ ہندوون کے ایسے قدیمی قانون کہ خاص قومین فلان قسم کا کپڑا نہ پہنین گھوڑ دنپر سوار نہون کاروانون کو رستہ بتانے کے لئے بعض قومین اپنے معتبر آدمی ساتھ کرین مسلمانون نے بدستور جاری رکھے اور اسپر یہ اضافہ کیا کہ ہر وارد و صادر کی دعوت ایکدن دونون وقت کرین اور بیمار کی تین دن۔

چہاردہم۔ حجاج بن یوسف کی بڑی دانشمندی یہ تھی کہ اُس نے محمد قاسم کو یہان کی مہم عظیم کا اہتمام سپرد کیا تھا۔ حمزہ بن بیض حنفی نے اُسکی شان مین یہ دو شعر لکھے ہین جو اُسپر بالکل صادق آتے ہین۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن قاسم بن محمد شجاعت و سماحت رکھتا تھا۔ سترہ برس کی عمر مین قائد جیوش ہوا وہ ماکے پیٹ سے ہی حکومت کے لئے پیدا ہوا تھا اگرچہ محمد قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا مگر وہ بڑا مدبر اور شجاع تھا شمشیر اور تدبیر دونون سے کام لیتا تھا۔ اگر اتفاقیہ کہین کچھ شمشیر سے ستم کیا تو تدبیر سے اُسکی مکافات بھی ضرور کی۔ اگر کہین بتون کو توڑا تو اُس کے ساتھ بتخانون کی مرمت کرنیکا بھی حکم دیدیا۔ اگر کہین لوٹ مار سے دشمنون کو خستہ حال کیا تو اُنکو بیت المال سے معاوضہ بھی دلادیا۔ قدیمی قاعدہ جو ہندوونکا تھا کہ زر مالگزاری مین سے تین فیصدی خزانہ شاہی مین اس لئے داخل کرتے تھے کہ اس روپیہ سے برہمنون کی خدمات کا معاوضہ دیا جائے وہ اُسنے بدستور قایم رکھا۔ یہان جو شخص ہندی سندی ذی لیاقت اُسکو ملا اُسکی قدر شناسی کی بلکہ یہانکے لایق آدمیون کو اُسنے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا اور سرفراز کیا۔ اُس کے یہانکے وزیرونکو وزیر اور مشیر اپنا مقرر کیا اور اپنے پاس انکو رکھا۔ غرض مردم شناسی اور دلجوئی اُسپر ختم تھی۔ دشمنونکے ساتھ جو اُسنے نیک سلوک کئے تھے وہ کمتر کوئی کیا کرتا ہے۔

پانزدہم۔ یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ حرارت اسلامی کی حالت مین اہل اسلام ملتان تک چڑھے چلے آئے مگر ہندوون کے مذہب مین وہ انقلاب نہین پیدا کرسکے جو انہون نے ایران اور ملکون مین پیدا کیا تھا اسکے کئی

سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ ہند مین پروہتونکا گروہ ایسا قوی تہا کہ وہ سلطنت کی کاروبار مین شریک بلکہ غالب تھا۔ تمام ہندو اُسکا پاس ولحاظ وادب کرتے تھے ہر ہندو کے دل مین اُنکا رعب و داب بیٹھا ہوا تہا ہندو کے مذہب مین قوانین سلطنت اور رسم و رواج خلط ملط تہی۔ اگرچہ ہندو ونمین نا اتفاقی ایسی تہی کہ ملک چہوٹے چہوٹے حصونمین منقسم تہا مگر یہ تقسیم اُنکے حق مین مفید تہی اسلئے اگر دشمن نے ایک راجہ کو تباہ کیا تو حملہ کرنیوالونکے دشمنون مین سے ایک کم ہوگیا۔ دوسرا حریف اُسکے بعد مقابلہ کرنے کو باقی رہا اور جسقدر کہ وہ حملہ آور آگے بڑہا اُسیقدر لشکر اُسکا گہٹا اور جہان سے رسد وغیرہ کا سامان اُنکو بہم پہونچتا وہ دور پڑا۔ اور مخالفون پر کوئی ایسا صدمہ نہ پہونچا جسکے سبب اُنکی مہم کامل ہوجاتی۔ سوا اسکے دین اسلام کے نہ پہیلنے کا سبب ہندوستان مین یہ بہی ہوا کہ مسلمانونکو جتنا ملک ہاتھ آتا گیا تہا اُنکا مزاج بدلتا گیا۔ کیا گرم دینداری و غطا تہی۔ یا دنیا دار بادشاہ بنگئے اسلام کے پہیلانیکا نہ وہ ولولہ رہا نہ جوش رہا یہ سب سرد ہوا دنیا کے جاہ و حشمت بڑہانیکے پیچہے پڑگئے جفاکش سپاہیون سے عیاش بادشاہ ہوگئے پہلے اُنکی ساری خوشی و مسرت فتح و نصرت تہی اب ناروا حرکات اور عیش و عشرت کرنے مین لذت آتی تہی۔ یا ایک زمانہ وہ تہا کہ خلیفہ دوم جب بیت المقدس کو اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہوئے تو ایک ہی اونٹ پر اُنکا سب کہانا پینا اور رہنا بچہونا تہا۔ سنہ ۱۶۰ھ مین ابو محمد منصور المہدی مکہ کے اندر پانچ پانچ سو اونٹون پر لدوا کر برف منگاتا۔ یا وہ زمانہ تہا کہ خلیفہ سوم جب دن کے کام کا بقیہ پورا کر چکتے تو چراغ کو گل کرتے کہ بیت المال کا مال ضائع نہ جائے یا یہ کفایت شعاری تہی یا یہ فضول خرچی ہونے لگی کہ ۸۵ھ مین خلیفہ حجاج ابن یوسف ثقفی کے دربار عالیشان مین ہزار خوان کہانے کے اہل مجلس کے روبرو چنے جاتے تہے خلفاء عباسیہ کے عہد مین یونانیون اور غیر زبانونکی کتابونکے ترجمونسے فلسفہ و حکمت علوم ریاضیہ و طبیہ کا شوق مسلمانون مین پیدا کر دیا۔ انہون اپنی ذہانت کو بجائے مذہب کے زیادہ تر اسطرف متوجہ کیا۔ ہارون رشید کے دربار مین تو ماہران علم موسیقی بہی چارون طرف سے امنڈکر آموجود ہوئے غرض اس دنیا کی جاہ و حشمت کے لالچ نے دین کے کامون کو ہندوستان میں بہی جہمیلے مین ڈالدیا۔ افسوس یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب کا تعلق ملک سندھ سے تین سو برس تک رہا مگر کوئی اثر اُنکے اس تعلق کا ملک پر باقی نہ رہا۔ اور کسی سیاح کو اس ملک مین سفر کرنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ کبہی انہون نے یہان قدم بہی رکہا تہا نہ کوئی مسجد عمدہ اُنکی بنائی ہوئی نظر آتی ہے نہ خانقاہ نہ کوئی عمارت نہ کوئی اُنکی زبان کا اثر ہے نہ اُنکے شہرون منصورہ۔ محفوظہ۔ البیضا، کا نام و نشان باقی ہے۔

شانزدہم۔ حجاج نے جو اس مہم سندھ کا حساب کتاب کیا وہ اسطرح ہے کہ ۶۰۰۰۰۰ درہم اُسنے خرچ کئے اور ۱۲۰۰۰۰۰ درہم پائے چونکہ خلیفہ کا حصہ کل غنیمت کا پانچوان حصہ ہوتا ہے تو کل غنیمت ۶۰۰۰۰۰۰ درہم ہوتے

ایک درہم ۴۴ پائی کے قریب ہوتا ہے تو کل غنیمت تیرہ کروڑ پچپن لاکھ روپیہ کے قریب ہوئی۔ ملک سندھ کے باج وخراج کی نسبت مورخوں مین بڑا اختلاف ہے یہ اختلاف ہونا ہی چاہئے اسلئے کہ ہر سال مین زمین کی پیداوار کے خراج کی شرح بدلتی رہتی تھی اور ملک کی حدود مین کمی وبیشی ہوتی رہتی تھی ابن خلدون کی فہرست آمدنی سلطنت خلفاء مین لکھا ہے کہ صوبہ سندھ سے ۱۱۵۰۰۰۰۰ درہم اور ۱۵۰ سیر روغن زیتون خراج مین آتے تھے یہ حساب تخمینی معلوم ہوتا ہے یہ خراج چھبیس ستائیس لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہوا۔

ہمنے ملک سندھ کی تاریخ اُس زمانہ تک لکھی ہے کہ اُسکا تعلق اہل عرب سے رہا۔ اس زمانہ سے آیندہ زمانہ کی تاریخ ہم آیندہ اپنی تاریخ مین لکھینگے۔

باب چہارم

خاندان غزنویہ

ہمنے باب دوم مین بیان کیا ہے کہ سلطنت اسلامیہ ملک عرب کسطرح حصوں مین تقسیم ہوئی اور ان حصوں مین کن کن خاندانون نے سلطنت کی انہین سے ایک خاندان آل سامان کا بھی بیان کیا ہے کہ وہ ۲۶۱-۳۸۹ھ (۸۷۳-۹۹۹ء) مین وسط ایشیا مین ماوراء النہر اور ایران مین سلطنت کرتا تھا اور اپنے کسی وقت مین بھی خراسان اور ماوراء النہر پر قبضہ وتصرف رکھتا تھا انہین کے امیر الپتگین نے خاندان غزنوی کی سلطنت کی بنا قایم کی جسنے ہندوستان مین مسلمانوں کی ایک مستقل سلطنت قایم کی۔ گو پہلے ملک سندھ پر اہل عرب کا دوسو برس تک تسلط رہا ہے مگر سندھ کی طرف سے مسلمانون نے اُنکا اپنی سلطنت کو ہندوستان مین منتقل نہین کیا بلکہ کابل کیطرف سے آنکر اپنی سلطنت کو قایم کیا ہے اسلئے ہم کابل کا حال لکھتے ہین

فصل اول کابل پر مسلمانون کا مسلط ہونا

ابوریحان بیرونی نے اپنی تاریخ ہند مین لکھا ہے کہ پہلے زمانہ مین ملک تبت سے آئے ہوئے ترک کابل مین راج کرتے تھے۔ پہلا راجہ انکا برہ تگین برگ تھا۔ جب برہ تگین اول اول کابل مین آیا تو ایک غار مین اُترا اور وہین رہنے لگا یہ غار ایسا دشوار گذار تھا کہ جب تک کوئی شخص گھٹنون کے بل نہ چلے اندر نہین جاسکتا تھا اس غار مین وہ چند روز کی خوراک رکھ لیتا تھا۔ پانی پینے کیلئے اُسکے اندر ایک چشمہ تھا جسکا نام ابتک مشہور ہے وہان کے لوگونکی وہ زیارتگاہ تھا اسپر لوگ بڑی مشکل سے جاتے اور اُسکا پانی لاتے جسکو وہ بڑا پوتر ومتبرک جانتے اس غار کے مُنہ کے پاس کسان اپنا کام کیا کرتے یہان غار مین بے غذا کسی آدمی کا جینا بغیر اُسکے نہین ہوسکتا تھا کہ وہ کسی آدمی کو نوش جان کرے برہ تگین کے ساتھ جو لوگ سازش رکھتے تھے وہ ہمیشہ غار کے مُنہ کے پاس کسانون کو اسطرح کام مین لگائے رکھتے تھے کہ وہ آدمیون سے خالی نہ ہوتا تھا۔ ایک کسانون کے گروہ سے دن کو کام لیتے رات کو چھٹی دیدیتے

اور دوسرے گروہ سے رات کو کام لیتے اور دنکو چھٹی دیدیتے۔ یون رات دن وہان آدمیونکا جمگھٹ لگائے رکھتے
چند روز بعد دفعتہً برہتگین غار سے نمودار ہوا۔ غار کے پاس آدمیونکا ہجوم رہتا تھا انکو یہ معلوم ہوا کہ یہ ترکی ہی پیدا
ہوا ہے۔ ترکی لباس زیب تن۔ کرتہ بدن پر ٹوپی سر پر۔ بوٹ پاؤن مین اُسکی ہیئت عجیب وغریب۔ بادشاہی
کے لئے مقدر نظر آتی تتی چنانچہ کابل مین اُس نے اپنے تئین بادشاہ بنایا۔ اُس کے خاندان مین ساٹھ پیڑھی
تک سلطنت متواتر چلی گئی۔

تسلسل واقعات کی تحریر کو اور اپنے بادشاہونکی تخت نشینی کی تاریخون کو قلمبند کرنے کو ہندو بیکار آمد اور غیر ضروری
نہین سمجھتے جب کوئی ان باتونکو پوچھکر انکو حیران کرتا ہی تو وہ چپ ہو جاتے ہین۔ مینے جو اُن سے حالات سُنے ہین
وہ سچ ہی ہین اور مین اُنہین سچ بیانونکو بیان کرتا ہون یہ مینے سچی بات سُنی ہی کہ نگرکوٹ مین ایک ریشمی کپڑا تھا
جسپر ان راجاؤنکی تخت نشینی کی تاریخین لکھی تہین مجھے بڑی آرزو تھی کہ مین اُسکو خود دیکھون مگر ایسے واقعات
مجھے پیش آئے کہ مین اُسکی زیارت سے محروم رہا۔

ان راجاؤن مین ایک راجہ کنک تھا جسنے پیشور مین دہار بنایا تھا وہ ابتک اُسکے نام سے مشہور ہے کہتے
ہین کہ اُس پاس راجہ قنوج نے تحفے بھیجے تھے۔ انمین نہایت عمدہ بنا ہوا ایک کپڑا تھا جسکی پوشاک راجہ کنک نے
بنوانی چاہی جب اُسکو درزی کو دیا تو درزی نے اُسکی پوشاک بنانے سے انکار کیا اور اُسکی وجہ یہ بیان کی
کہ اس کپڑے پر آدمی کے پاؤن کا چھاپہ ہی اور یہ چھاپہ خواہ کیسے ہی کپڑے کی کتر بیونت کیجیے شانون کے
درمیان مین آتا ہی یہ ایک ایسی کہانی ہے جو مین نے بعل کے افسانہ مین لکھی ہے۔

کنک اس تحفہ مین یہ کنایہ سمجھا کہ راجہ قنوج نے مجھے کمتر و ذلیل سمجھکر در پردہ گستاخی کی ہی بس یہ سمجھکر بہت سا
لشکر ہمراہ لیا اور قنوج کا رستہ پکڑا۔ قنوج کے راجہ کو جب یہ خبر لگی تو وہ بہت مضطر اور بیقرار ہوا۔ وہ اس
راجہ سے لڑنے کی سکت اپنے مین نہین دیکھتا تھا اُس نے وزیر کو صلاح و مشورہ کے لئے بلایا وزیر نے کہا کہ
آپنے ایک بیجا حرکت کرکے ایک ایسے شخص کو سوتے سے چونکا دیا جو ہمارے ساتھ صلح و آشتی رکھتا تھا اب
یون تو مقابلہ اُس سے ہو نہین سکتا بہتر ہے کہ آپ میرے ناک اور ہونٹ دونون کٹوا دیجیے اس تدبیر سے کوئی نہ کوئی
بن پڑے تو بن پڑے راجہ نے وہی کیا جو وزیر نے کہا تھا یہ نکٹا وزیر سرحد کیطرف روانہ ہوا جب کابل کے لشکر
سے ملا تو اُسنے اپنے تئین بتلایا اور راجہ کے حضور مین حاضر ہوا۔ راجہ نے وزیر سے پوچھا کہ یہ تمہارا حال کیونکر
ہوا وزیر نے عرض کی مہاراج مینے راجہ قنوج کو فہمایش کی کہ وہ آپکی اطاعت اختیار کرلے آپ سے لڑائی نہ کرے

اس میرے کہنے کو وہ یہ سمجھا کہ مین آپکے حق مین سازش رکھتا ہون اس لئے اسنے میری ناک اڑا دی ہونٹ کٹوا دئے اب مین آپکو یہ صلاح دیتا ہون کہ جس راہ پر آپ چل رہے ہین وہ بہت دور کی راہ ہی مین ایک پاس کی راہ بتاتا ہون قنوج اور آپکے درمیان ایک ویرانہ حائل ہی اُس کو آپ پانی کا انتظام کرکے قطع کیجئے تو آسانی سے منزل مقصود پر پہونچئے۔ راجہ نے کہا یہ کیا مشکل ہی پانی ساتھ لیا وزیر نے جو رستہ بتلایا اُسپر چلنے لگا وزیر اُنکو اُس ویرانہ مین لیگیا جس کی ویرانی کی انتہا نہ تہی۔ جب چند روز گذر گئے اور کوئی رستہ نہ دکھائی دیا تو راجہ نے وزیر سے کہا کہ یہ کیا بات ہی۔ وزیر نے کہا کہ اس بات سے کوئی الزام مجھہ پر نہین لگ سکتا کہ مین اپنے آقا کی سلامتی چاہتا ہون اور اُسکے دشمنونکی تباہی آپ اب اس ویرانہ سے جب ہی نکل سکتے ہین کہ جس راہ سے آئے ہین اُسی راہ پر جائین۔ میرا حال جو آپکے جی مین آئے کیجئے مگر اس ویرانہ سے باہر کوئی شخص زندہ جان سلامت لیکر نہین نکل سکتا۔ یہ سنکر راجہ گھوڑے پر سوار ہوا اور نشیب کی طرف ایک جگہ جاکر اپنا نیزہ گاڑا وہان سے پانی اُبلنا شروع ہوا جو لشکر کیلئے اب ہی اور آیندہ کیلئے ہی کافی تہا۔ یہ دیکھکر وزیر نے راجہ سے کہا کہ مین ضعیف انسانونکو دہوکہ دیسکتا ہون مگر قوی دیوتاؤن کو دم نہین دیسکتا۔ اب آپ کرپا کرکے میرے اور میرے آقا کے قصورونکو معاف فرمائیے راجہ نے وزیر سے کہا کہ تو اپنے ملک کو جا تیرے راجہ کو کافی سزا ملگئی۔ وزیر جب قنوج مین آیا تو راجہ کو دیکھا کہ اُسکے دونون ہاتھہ پانون بیکار اُسی روز سے ہوگئے ہین کہ کنک نے زمین پر نیزہ گاڑا تہا۔

ان راجاؤن سب سے آخر راجہ کٹورمان تہا اور اُسکا وزیر کار ایک برہمن تہا وزیر کو قسمت نے اس طرح بڑہا دیا کہ کہین سے ایک بڑا خزانہ دبا ہوا اُسکو دلا دیا جس سے وہ بڑا صاحب مقدرت ہوگیا۔ اسی زمانہ مین راجہ کی قسمت الٹ گئی یہہ آخر راجہ زشت افعال اور بدخیال تہا وزیر کے پاس جب اُسکی بہت سی شکایتین پہنچین تو اُسنے راجہ کو زنجیر دیکر لکسر بیڈت خانہ مین تادیب کیلئے بٹہا دیا۔ برہمن سامند کو اُسکا جانشین کردیا۔ پہر بالترتیب راجہ بعد ایک دوسرے کے اسطرح ہوئے کملو۔ بہیم۔ جیپال۔ انندپال۔ زوجن پال ۴۱۲ھ مین اُسکے پانچ برس بعد بہیم پال اس راجہ کے عہد مین ہند کے خاندان سے راجائی ایسی نکل گئی کہ اس گہرانے کا کوئی جولہ پر ہانڈی چڑہانے والا ہی کابل مین باقی نرہا یہ راجہ بڑی بڑی وسیع سلطنتین اور اُسکے ساتھ خصائل ہی بڑی نیک رکہتے تہے۔ چہوٹون پر بڑی کرپا دیا کرتے تہے انندپال نے اس حال مین کہ محمود والی خراسان سے سخت عداوت تہی یہ خط لکہا ہی جو نہایت تحسین و آفرین کے قابل ہی۔ خط مینے سنا ہی کہ تمہاری مملکت پر ترکون نے حملہ کیا ہی اور سارے خراسان مین وہ پہیل گئے ہین۔ اگر تم چاہو تو مین خود پانچہزار سوار دس ہزار پیدل سو ہاتہی ہمراہ لیکر تمہارے ساتھ لڑائی مین شریک ہوسکتا ہون

اور اگر تمکو یہ زیادہ پسند ہو کہ مین اپنے بیٹے کو دو چند لشکر دیکر بھیجون تو وہ بھی مجھے منظور ہے- یہ کام مین اس نظر سے
نہین کرتا کہ آپکی نظر التفات مجھ پر ہو- بلکہ اس خیال سے کہ مین نے آپکو مغلوب کیا ہے مین نہین چاہتا کہ میرے
سوا کوئی دوسرا شخص اس امر مین فوقیت حاصل کرے- فقط- یہ راجہ مسلمانون کا سخت دشمن اسوقت تہا کہ اسکے
بیٹے نروجن پال کو مسلمانون نے قید کیا تہا- مگر اُسکے برخلاف اُسکا بیٹا مسلمانونکا ہوا خواہ تہا-

یہ کابل مین ترکون کی سلطنت کا اصل متن ہے جسپر فرنگستانی محققین نے حاشیونکا ایک طومار باندھ دیا ہے- فائدہ
ہے کہ اپنی زبان کے نامونکا تلفظ صحیح صحیح آدمی ادا کرسکتا ہے اور اپنی زبان کے خط مین اُنکو صحیح لکھہ پڑھہ سکتا ہے
غیر زبانون مین کسی زبان کے نامونکی بڑی مٹی پلید ہوتی ہے- وہ صحیح لکھے پڑھے نہین جاسکتے- عربی زبان مین
غیر قومون کی نامونکی تحریف کرکے لکھنے کا قاعدہ اختیار کیا ہے- اسکے سبب سے نامونکا ٹہیک پتہ لگانا نہایت دشوار
ہوتا ہے- پھر اسپر یہ ستم عاقلان پیروی نقطہ نکنند- الکاتب کالحمار مشہور ضرب المثلین اپنے مصداق آتی ہین- عربی فارسی
خط مین جو نام غیر زبانون کے لکھے جاتے ہین اُنکو مختلف مصنف اپنی تصنیف مین اتنی طرح لکھتے ہین جتنے اس
نام کے حروف کی ترتیب اجتماع ہوسکتی ہے- مثلاً ایک تاریخ مین لکھا ہے کہ بادشاہان زمین کابل وسند را رتبیل
گویند- رتبیل کو کوئی زنبیل کوئی رتیل- کوئی رتبیل- کوئی زین تل- کوئی رت بال- کوئی رن ٹہیل وغیرہ لکھتا ہے
ایک تاریخ مین رن بل (لڑائی کی قوت) آتا ہے جو ایک بامعنی ہندو کا نام معلوم ہوتا ہے- آئین اکبری مین رن ٹہیل
لکہا ہے یہی ہندوؤن کے نام سے مناسبت رکہتا ہے کسی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی راجہ ہے کسی کتاب سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہان سندھ وکابل کے لقب کی کہنچتی ہے- غرض زیادہ تر تو فرنگستانی محققین نے ان نامون کی
تحقیق مین اور اُنکے ساتھ سکون کی تطبیق مین بہت سے کورے کاغذونکو سیاہ کیا ہے- جو اُن کی پہلے رتبہ کی ذہانت
دکہاتے ہین مگر کسی حقیقت کو نہین دکہاتے- ان نامونکی تحقیقات ان محققین کا کام ہے جو سنسکرت وعربی دونون
زبانون مین عالم فاضل پنڈت ہون سنسکرت دانی سے وہ تحقیق کرسکتے ہین کہ اصل نام کیا تہا اور عربی دانی سے
یہ کیونکر اسکی تحریف ہوئی سو ایسے فاضل عنقا ہین اس لئے یہ تحقیق بھی بے سر رہا ہے-

یہ بھی محققین نے تحقیق کیا ہے کہ کابل مین جو کوہستان تبت سے ترک آئے تھے اُنکا مذہب بدھ تہا- انہون
ہی نے یونانیون کی سلطنت کو مشرق مین استیصال کیا تہا ان ترکون کے ہاتھ سے برہمنون کے ہاتھ مین
اور برہمنون کے ہاتھ سے رجپوتون کے ہاتھ مین سلطنت منتقل ہوئی-

راجہ کنک کا نام اصل مین کنشکا تہا- پشاور مین جو اُس نے وہار (بدھ مذہب والونکا معبد) بنایا تہا وہ ابتک موجود ہے

گورکہتری کہتے ہین اس راجہ کا مذہب بدھ تہا۔ کٹورمان یا کٹوزمان جو بیرونی نے لکھا ہی وہ کافر یعنی بت پرست قومونمین سے ایک قوم کا نام معلوم ہوتا ہی چترال و گلجٹ کی فرمانروا اپنا لقب تبک شاہ کٹور کہتے ہین چینیون نے جو ہندوستان کے سفرنامون مین کابل کا حال لکھا ہی وہ ابوریحان بیرونی کی تاریخ الہند سے بہت ملتا جلتا ہی

حضرت عثمان کی خلافت مین عراق کا والی عبداللہ مقرر ہوا۔ اُسکے زمانہ مین خلیفہ کیطرف سے اول حملہ کابل پر ہوا ہی اُسکو خلیفہ نے ہدایت کی کہ جاسوس بہیجکر اضلاع ہند کا حال دریافت کرے گو یہانکا حال ایسا جاسوسون نے بتلایا کہ وہ حملہ آوری کو منع کرتا تہا مگر عبداللہ نے اپنے عم زاد بہائیومنین سے عبدالرحمن بن سمرا کو حکم دیا کہ سیستان پر حملہ کرے۔ عبدالرحمن شہر زرنج کیطرف بڑہا اور بعد ایک سخت لڑائی کے یہانکے ایرانی مرزبان کو اُسکے محل مین محاصرہ کرکے عید کے دن اُسنے گرفتار کیا۔ مرزبان نے اطاعت و منت سماجت کرکے خلاصی پائی اور وعدہ کیا کہ دو لاکھ درہم اور دو ہزار غلام خراج مین دیا کرونگا۔ پہر عبدالرحمن نے زرنج اور کش کے درمیان جو ملک تہا اُسے فتح کرلیا اس ملک کو بلاد ہند کہتے تہے۔ اور اس بلاد کو بہی فتح کیا جو ارزخج اور ضلع داور کے درمیان واقع تہی ضلع داور مین اُسنے بدہ زور کے بت پرستون پر حملہ کیا تہا جنہون نے اُس سے آشتی کی درخواست کی گو اُسکے ساتھ آٹھ ہزار آدمی تہے مگر غنیمت اتنی ہاتھ لگی کہ ہر ایک آدمی کی حصہ مین چار ہزار قرضہ بیمی ہاتھ آئے انکا بت بدھ زور سونے کا تہا اُسکی دونون آنکہونمین لعل لگے ہوئے تہے مسلمانون نے اُسکے ہاتھ کاٹ ڈالے اور آنکہین نکال لین اور مرزبان سے کہا کہ تمہارا بت ایسا بیکار ہے کہ وہ کچھ برا بہلا کام نہین کرسکتا۔ اسی مہم مین اُس نے بست کو لیلیا۔ بعد ازان عبدالرحمن زابل پر بڑہا اور پہر ۳۵ھ مین امیر معاویہ کی خلافت مین کابل مین آیا جب عبدالرحمن کابل کے سامنے آیا تو یہان کا حاکم کابل شاہ جو لنگر اشہر کے اندر تھا وہ باہر آیا۔ مسلمانون سے کئی لڑائیان لڑکر شہر کے اندر چلا گیا اور پہر باہر نہ نکلا عبدالرحمن کا محاصرہ کیا اور برس روز تک محصورین سے لڑتا رہا۔ اس محاصرہ مین سپاہ کو بڑی محنت و مشقت اُٹھانی پڑی مگر آخر کو سپاہ نے حملہ کرکے شہر کو لیلیا جب شہر مین مسلمان داخل ہوئے تو انہون نے اہل سیف کو قتل کیا اور عورتون بچون کو لونڈی غلام بنایا۔ کابل کا شاہ قید ہوکر عبدالرحمن کے روبرو آیا اُسے قتل کا حکم دیا تو وہ مسلمان ہوگیا اور کلمہ پڑہا پہر عبدالرحمن نے اسپر نہایت لطف و کرم کیا کابل زرنج سجستان سے جو غنیمت اور اسیر ہاتھ لگے تہے وہ جمع کئے گئے اور ایک پانچوان حصہ کا عبداللہ بن عمر پاس فتحنامہ کیساتھ بہیجا

۴۴ھ مین مہلب بن ابی صفرہ جو خراسان مین بڑا صاحب اقتدار تہا مرو کیطرف سے زابل و کابل مین آیا اور ہندوستان مین بنا (بنون) اور اسوار (لاہور) تک پہنچا یہ دونون مقام کابل اور ملتان کے درمیان واقع ہین تہے اور بارہ ہزار قیدی خرہاتھ لگے

کابل پر مسلمانون کی سلطنت کا آغاز

اسی زمانہ مین عباد بن زیاد سجستان کی راہ سے سرحد ہند پر گیا۔ وہ رود بار ہند مند (ہیلمند) کی راہ سے چلا اور کش مین آیا اور صحرا کو قطع کرکے وہ قندہار مین آیا اگرچہ یہان ملک اسنے فتح کرلیا۔ مگر بہت مسلمانون کی جانین ضائع ہوئین ۶۲ھ مین یزید بن معاویہ نے خراسان و سیستان کی حکومت سلیم بن زیاد کو دی جسنے اپنے چھوٹے بھائی یزید بن زیاد کو سیستان مین حاکم مقرر کیا۔ اُسنے سُنا کہ شاہ کابل نے تمرد اختیار کیا اور ابو عبید اللہ بن زیاد کو جو کابل مین حاکم تھا گرفتار کرلیا۔ اُسنے لشکر کو جمع کیا اور اہل کابل سے لڑا مگر شکست پائی اور ایک جمع کثیر مسلمانونکی قتل ہوئی جب سلیم بن زیاد کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے طلحہ بن عبد کو کابل بھیجا کہ اُسنے ابو عبید اللہ کو پانچ لاکھ درم دیکر خریدا۔ سلیم زیاد نے پھر طلحہ کو سیستان کا حاکم مقرر کیا جسنے لشکر غورد با عیس کو کابل بھیجا۔ اہالی کابل کو جبراً و قہراً مطیع و منقاد کیا خالد بن عبد اللہ کو وہان حاکم مقرر کیا۔ مگر پھر انکو معزول کیا۔ تو وہ عراق جانہ سکا۔ ناچار کوہ سلیمان مین جو پشاور اور ملتان کے درمیان مین ہے سکونت اختیار کی اور اپنی بیٹی کسی افغان سے کہ مسلمان ہوگیا تھا بیاہ دی جس سے دو بیٹے لودی اور سور پیدا ہوئے انہین کے نام سے لودی اور سوری افغان کہلاتے ہین جنکی سلطنت کا ذکر تاریخ مین آئیگا۔ ۶۴ھ مین کابل سے عبد العزیز حاکم سیستان جنگ آرا ہوا۔ اس لڑائی مین کابل کا شاہ شکست پاکر مارا گیا اُسکی جانشینی کے زمانہ مین بھی لڑائی جاری رہی۔ مگر اُسنے مجبور ہوکر خراجگذاری قبول کی مگر کابلیونکو ایسے موقع ملتے رہے کہ انہون نے اپنی کھوئی ہوئی آزادی و ملک کو پھر حاصل کرنے مین کوشش کی ۷۸ھ مین عبد الملک بن مروان اُمیہ نے عبید اللہ کو حکومت خراسان سے علیحدہ کرکے حجاج بن یوسف ثقفی کو اسکی جگہ مقرر کیا اور عبد اللہ بن ابی بکر کو سیستان مین بھیجا۔ جب وہ نیمروز مین پہونچا تو حجاج نے اُسے حکم دیا کہ تو سیستان مین نہ پڑا رہے۔ بلا تامل کابل کو روانہ ہو کابل کے راجہ رن بل سے خراج موعود کو وصول کر اور جب تک یہ کل ملک بالکل قبضہ مین نہ آجائے وہان سے نہ ٹل جب وہ رن بل سے لڑنے کو آیا تو اس مرزبان کابل مین لڑائی کی توانائی نہین تھی وہ سامنے سے ہٹ گیا اور ایک پیچ یہ کھیلا کہ اس سرزمین مین جتنی تنگ راہین تھین اُنکو پتھرون سے دیوارین چنکر روکدیا اور اسطرح لشکر بیگانہ کی راہون کو بند کرکے انکو نرغہ مین گھیر لیا۔ ان راہونکے بند ہونے سے خورش کی نایابی نے مسلمانون کو تنگ کیا اور اُنکو خوف ہوا کہ اس گھیرے مین گھرنے سے کہین قحط سے ہلاک نہ ہوجائین اس لئے ناگزیر عبد اللہ نے سات ہزار درم جس کے تین لاکھ روپئے سکہ اکبر شاہی کے ہوتے ہین کابلیونکو دیکر اس بلا سے نجات پائی مگر ایک غیرتمند کہن سال شریح بن ہامی تھا اس حرکت سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اس پیری مین جوانانہ لڑکر جان دیدی جب حجاج کو یہ خبر پہونچی تو عبد اللہ کو سرزنش کی اور

امارت اُس سے چہین لی اور ۸۰ھ میں عبد الرحمٰن بن اشعث کو کابل کے رن بل سے لڑنے کے لئے نامزد کیا اور چالیس ہزار سپاہ اس کے سپرد کی اور سیستان اور اسکی نواح کا حاکم مقرر کیا۔ جب عبد الرحمٰن کابل مین آیا تو طرز پیشین اختیار کی مگر کارشناسی سے یہ کیا کہ ہر تنگ راہ پر کچہہ سپاہی متعین کردئے۔ پہر چیرہ دستی کرکے غنیمت فراوان حاصل کی۔ مگر اس ملک کی نگاہداشت کو دشوار کام سمجھا اور بستان کو چلا گیا۔ حجاج کو یہ بازگشت ناپسند ہوئی اسکو عتاب نامہ بڑی لعنت ملامت کا لکھا کہ تمہاری بازگشت کی یہ سزا ہی کہ اس نامہ کے پہونچنے کے ساتھہ ہی تم پہر اُس ملک مین جاؤ اور اُسپر تصرف و قبضہ اپنا کرو۔ اور اگر اپنی خود رائی اور خویشتن دوستی سے حکم کی تعمیل نکروگے اور کام کو دوسرے سال پر ٹالوگے تو اپنے تئین معزول سمجھو اور اپنی جگہہ عمر شکری اسحق بن محمد کو اپنا سردار جانو اور اُسکے احکام کی تعمیل کرو۔ عبد الرحمٰن نے اپنی زبردستی اور بدگوہری سے سرداران لشکر کے ساتھہ یکتا دلی کرکے حجاج سے سرتابی کی اور حاکم کابل سے گو وہ دشمن دین تہا آشتی کی اور یہ قرار پایا کہ اگر مین فتحیاب ہون تو پہر تجہسے کابل کو کچہہ تکلیف نہ دون اور خراج و باج سے بری کردون اور اگر اس کارزار مین ناکام رہون تو تو مجھے پناہ دے اور میری دستگیری کر۔ حجاج اس شورش سے برآشفتہ ہوا۔ اسکی پہلی لڑائی حجاج کے لشکر سے تستر مین ہوئی جس مین عبد الرحمٰن کو فیروزی ہوئی پہر دوسری لڑائی مین شکست مین بڑی بے آبروئی کیساتہ ہوئی وہ بہاگ کر بست مین اپنے گماشتہ کے پاس پناہ کے لئے گیا۔ اس خسران زدہ دین و دنیا گماشتہ نے اسلئے کہ مجھے حجاج سے تقرب حاصل ہو اُسکو گرفتار کرکے حجاج کے پاس بہیجنے کا ارادہ کیا مگر مرزبان کابل کو اسکی اطلاع ہوئی اُسنے تیز دستی کرکے عبد الرحمٰن کو اس بلا سے خلاص کیا اور اپنے ملک مین لے آیا یہ مدد پاکر عبد الرحمٰن پہر کئی دفعہ لڑا مگر کام نہ بنا۔ ۸۴ھ مین حجاج نے رن بل راجہ کابل سے ایسی میٹھی میٹھی باتین بنائین اور دلاویز وعدے کئے کہ اُسنے اپنے مہمان کو باندہکر حجاج پاس روانہ کیا۔ مگر عبد الرحمٰن کی غیرت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ حجاج کے دل کے ارمان پورے ہونے دے۔ اسلئے ایک بلند پہاڑی سے اپنے تئین گراکر پستی نیستی کو قبول کیا۔

۱۰۷ھ مین خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت مین اسد بن عبد اللہ قسری حاکم خراسان نے غور و غرجستان ملک نیمروز و کل کابل کو فتح کیا۔ اور کابل کو اپنا حاکم نشین بنایا خلفاء المہدی اور الرشید کے عہد مین کابل کے راجہ سے خراج لیا جاتا تہا اور جہان لوگ مسلمان ہوجاتے تہے وہان مسلمان حاکم مقرر ہوتے تہے ۱۵۸ھ-۱۹۳ھ تک یہی حال رہا جب المامون خراسان کا حاکم مقرر ہوا تو اُسنے دو چند خراج طلب کیا اور اُسنے کا لیلیا اور وہان کے راجہ نے اطاعت اختیار کرکے اسلام قبول کیا خلیفہ مامون کیطرف سے شہر کابل مین ایک مسلمان گماشتہ رہتا تہا خلفاء بنی امیہ و عباسیہ مین یہی حال رہا پہر ۲۵۶ھ مین خلفاء صفاریہ مین یعقوب بن لیث نے کابل کو فتح کیا اور اُسکے مرزبان کو قید کیا۔ اور شاہ ارنبج کو قتل کیا اور سارا افغانستان مسلمان ہوا۔ وہ یہان سے بہت غنیمت اور تین بادشاہون کے سر اور بہت سے ہندو کے

بت لے گیا جنکو اُس نے خلیفہ بغداد کی نذر مین بہیجا۔

مسلمانون کی کابل مین حکومت مستقل یعقوب بن لیث کے زمانہ سے سمجہنی چاہیئے اُس کے نام کے بہت سکے جنمین ۲۶۱ و ۲۶۲ سنہ مین پیچ شیر اور کابل کے شمال و مشرق مین ملتے ہین۔ آل سامان کے زمانہ مین اس خاندان کا غلام الپتگین اپنے آقاؤن سے جدا ہو کر غزنین اور کابل پر متصرف ہوا اور ایک سلطنت مستقل قایم کی۔

فصل دوم خاندان غزنویہ

الپتگین

عبد الملک بن نوح سامانی خاندان کا پانچوان بادشاہ تہا (باب دوم مین آل سامان کی سلطنت کا حال پڑہو) اُسکا الپتگین ایک ترکی غلام تہا اول اول بادشاہ کو وہ بہان متی اور نٹ کے تماشے دکہا دکہا کر دل خوش کیا کرتا تہا اس خاندان مین یہ دستور تہا کہ غلام امانت کے عہدون پر سرافراز ہوتے۔ اور بادشاہون کے حاجب بنتے تہے اور اعلی عہدون پر سرفراز ہوتے۔ دُور دور کے صوبون پر حاکم مقرر ہوتے غرض بڑے قابل اعتبار وہ سمجہے جاتے۔ بادشاہ نے اس اپنے غلام کی ہوشیاری اور جوانمردی اور دیانت اور امانت دیکہکر سنہ ۳۵۰ھ ۹۶۱ع مین اُسکو خراسان کا حاکم مقرر کیا جب عبد الملک اس دنیا سے سدہارا تو امراء بخارا نے قاصد الپتگین پاس بہیجا اور پوچہا کہ آپکی رائے مین آل سامان مین تخت نشینی کے لائق کون ہے اُس نے قاصد کو جواب دیا کہ عبد الملک کا بیٹا منصور ابہی نوعمر اور ناتجربہ کار ہے سلطنت کیلئے سزاوار نہین البتہ بادشاہی اُسکے چچا پر زیب دیتی ہے۔ ابہی یہ قاصد پیغام لیکر بخارا مین پہرا تہا کہ امراء نے اتفاق کرکے منصور کو تخت شاہی پر بٹہا دیا جب یہ جواب قاصد لایا تو منصور کو نہایت غصہ آیا فوراً الپتگین کو خراسان کی حکومت سے معزول کرکے دربار مین بلایا۔ اب اُسکو یہان آنے مین وہم پیدا ہوا جان کا اندیشہ دامنگیر ہوا۔ اسمین شک نہین اگر وہ یہان آتا تو کیا جان کہوتا یا قید خانہ مین عمر کاٹتا اُس نے منصور کا حکم نہ مانا۔ اور سیاہ شیاہ پیچ کہیلا۔ کہ خراسان کو چہوڑا اور اپنے خاصہ کا لشکر تین ہزار غلامونکا اپنے ہمراہ لیا۔ اور غزنین کیطرف کوچ کیا اور صحیح سالم وہان جا پہونچا۔ اور امیر انوک سے غزنین چہین لیا۔ بلخ اور ہرات اور سیستان جس ملک مین داخل ہوا اُسکو فتح کر لیا اور خود بالاستقلال بادشاہ بنگیا۔ منصور نے دو دفعہ لشکر الپتگین سے لڑنے کو بہیجا۔ گر دونون دفعہ مغلوب ہوا۔ یہ خطہ اُسکے ہاتہ ایسا لگ گیا کہ جیسے قوی ہیکل اور بہادر اور جنگجو باشندے یعنی افغان اُسکے خود مختار بنا دینے کو کافی تہے۔ گو وہ اُس کے مطیع اور فرمانبردار نہون مگر اڑے وقت مین ساتہہ دینے کو اور جان لڑانے کو طیار تہے اگرچہ اُس کے ساتہہ تین ہزار غلام اُسکے تن کے ہمراہ تہے اور

غالباً اُسی کیطرح ترکی غلام تھے اور کبھی کبھی ابن یامین آزاد ترکی سپاہی بھی آتے ہونگے اور اُسکے ملازم بنتے ہونگے مگر
اتنے آدمیون سے کیا ہوتا ہی۔ بڑا اجتماد افغانون کا تھا۔ جن مین آپ رہتا تھا۔ گو وہ اُسکے تابع نہ تھے مگر وقت پر نوکر
ہو جاتے تھے غرض انہیں کی بدولت اُسنے پندرہ برس تک دولت و اقبال کیساتھ فرمانروائی کی ۳۶۵ھ مین اپنی موت سے مر گیا
جامع الحکایات مین غزنین لینے کی حکایت لکھی ہی کہ جب الپتگین شہر غزنین کے باہر خیمے لگائے پڑا تھا اور شہر والون نے
دروازہ بند کر رکھا اور وہان کسیکو اندر نہ آنے دیتے تھے۔ تو الپتگین نے رعایا پروری اور عدل گستری کا طریقہ ایسا اختیار
کیا تھا کہ رعایا خود بخود اُن دامونکی غلام بنی جاتی تھی ایکدن اُس نے دیکھا کہ کچھ سوار فتراک مین مرغ باندھے ہوئے چلے
آتے تھے اُسنے سوارون سے پوچھا کہ یہ مرغ یون ہی زبردستی چھین کر لائے ہو یا قیمت دیکر مول لائے ہو۔ سوارون نے
کہا کہ دام دیکر مرغونکو لیا ہی۔ الپتگین کو اُنکے کہنے کا یقین نہیں ہوا اُسنے گانون کے مقدم کو بلا کر پوچھا اول مقدم سچ کہنے
سے ڈرا مگر الپتگین نے اس سے ایسی باتین کین کہ اُسنے سچ سچ کہدیا کہ حضور یہ ترک گانون مین روز جاتے ہین مرغ زبردستی
مفت چھین لاتے ہین۔ الپتگین نے یہ سنکر حکم دیا کہ یہ سوار چور ہین وہ قتل کیے جائین مگر جب مصاحبون نے تخفیف سزا کیلیے
منت سماجت کی تو اُسنے حکم دیا کہ ان سوارونکے کانون مین چھید کیے جائین اور ان چھیدونمین مرغ لٹکائے جائین
اور انکی ٹانگین باندھدیجائین اور اسطرح انکی ساری لشکر مین تشہیر کیجائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ مرغونکے پھڑپھڑانے
سے سوارونکے چہرے لہولہان ہوئے۔ مگر اس انصاف کا اثر اہل غزنین پر ایسا ہوا کہ انہون نے شہر کے دروازے
الپتگین کے داخل ہونے کیلیے کھولدیے اس ایک انصاف نے وہ کام کیا کہ ایک سپاہ کی تلوار بھی نہ کرتی۔

امیر ناصر الدین سبکتگین

حقیقت مین امیر ناصر الدین سبکتگین ایران کا امیرزادہ اور یزدجرد کی نسل مین سے تھا مگر وہ الپتگین کا غلام تھا
نامر ایک سوداگر اُسکو ترکستان سے لایا تھا۔ الپتگین نے اُسے خریدا تھا۔ اُسکی فراست۔ کیاست۔ شجاعت۔ دیکھکر بتدریج
ایسے بلند مرتبے پر پہونچایا کہ لشکر کا سپہ سالار اور دربار کا بڑا اہل کار وہی تھا۔ وہ اپنے آقا کے ساتھ ہمیشہ لڑائیون
مین ہمراہ رہتا اور داد جوانمردی دیتا۔ بعض مورخ لکھتے ہین کہ الپتگین نے اپنی بیٹی سے اُس کا نکاح کر دیا تھا
اور تخت و تاراج کا وارث اُسے ہی مقرر کیا تھا۔ مگر تاریخ فرشتہ مین یون لکھا ہے کہ الپتگین بیٹا ابو اسحٰق
کا تھا اُسکو باپ کے مرنے کے بعد سبکتگین بخارا لیکر گیا اور وہان سے غزنین کی مسند حکومت دلا لایا اور
سارے ملکی اور مالی کامون کا خود مختار رہا۔ ابو اسحٰق نے ایک سال کی سلطنت کے بعد ۳۶۶ھ مین عقبے
کی راہ لی۔ اور اُسکے بعد بلکاتگین جو ترکی امیر تھا بادشاہ ہوا وہ عاقل و متقی تھا۔ دو سال سلطنت کرکے وہ بھی اس دنیا

وداع ہوا۔ بعد اسکے امیر پری کہ بڑا مفسد و ظالم تہا تخت پر بیٹہا اُس نے کچہ لکہا پڑہی کہکے بو علی انوک لیشرہ کابل کو اپنی مدد کو بلایا جب وہ چرخ کی حد مین آیا تو امیر سبکتگین نے پانچسو ترکی سوار دنکے چہاپہ مارا اور اُسکو قتل کیا اور دس ہاتہی چہین لئے اور انکو غزنین مین لایا یہ فتح امیر سبکتگین کو حاصل ہوئی اُدہر پری کے ظلم سے لوگ عاجز ہو رہے تھے اسلئے سب امیرون نے متفق ہوکر امیر سبکتگین کو غزنین کا امیر بنایا امیر بلکا تگین کے اسکے نہ ملتے تو سبکتگین غزنین کا اول امیر شمار ہوتا۔

فتح بست

جب امیر سبکتگین مسند حکومت پر بیٹہا تو حصار بست پر امیر طغان مستولی ہوا مگر توزکان نے جو آل سامانیہ مین تہا قلعہ بست کو غصب کر لیا۔ اور طغان کو نکالدیا۔ امیر سبکتگین کی درگاہ مین طغان نے التجا کی کہ اگر آپ معاونت کرکے قلعہ بست پر میرا تسلط کرا دین تو مین آپکا عمر بہر خدمتگار اور باجگذار رہونگا۔ امیر نے اُسکی درخواست کو منظور کر لیا اور لشکر بست پر لیجاکر توزکان کو شکست دی اور طغان کو اپنے مقصود پر فائز کیا۔ مگر طغان نے جو وعدے کئے تہے اُنکے ایفا مین تغافل اور تساہل و تعلل کیا اور امیر سبکتگین کو اسکی حرکات و سکنات سے مکر و خدعہ کی علامتین مشاہدہ ہوئین۔ ایکدن صحرا مین شکار مین وہ امیر سبکتگین ساتہ تہے کہ اس سے امیر نے خراج موعود کا تقاضا شدید کیا طغان نے اسکا جواب ناصواب دیا اور تلوار کہینچکر امیر کا ہاتہ مجروح کیا۔ امیر نے زخمی ہاتہ سے تیغ کہینچکر طغان کے ماری اور دوسرے ہاتہ سے کام تمام کرتا کہ ملازمون نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ طغان فرصت پاکر کرمان کو ایسا بہاگا کہ پہر اُسکو بست کا دیکہنا خواب مین بہی میسر نہین ہوا۔ امیر نے بست پر قبضہ کر لیا۔ اس بست کی فتح سے بڑا فائدہ امیر کو یہ ہوا کہ ابو الفتح علی بن محمد جو انواع فنون سے خصوص صنعت و کتابت مین اپنا نظیر نہین رکہتا تہا اور توزکان کا دبیر تہا وہ خانہ نشین تہا اُسکو تلاش کرکے بلوایا اور اپنی خدمت مین رکہا اور اُسکو وزیر مقرر کرنا چاہا تو اُسنے اس خیال سے کہ اس پیرانہ سالی مین میرے دشمن اس منصب عالی سے پیدا ہونگے عذر کرکے امیر سے علیحدہ ہو گیا۔

فتح قصدار

قصدار غزنین کے قریب تہا۔ اسکا امیر اپنی حصانت قلاع پر مغرور تہا۔ امیر سبکتگین نے اسپر لشکر کشی ایسی کی کہ نہ آنکہونکو سونے دیا نہ بدنکو آرام لینے دیا۔ لشکر کو بقدر ضرورت فرصت آرام دیا اور امیر قصدار کو اسطرح پکڑ لیا جیسے کہ بہیڑ کو مہمان کے لئے کباب بنانے کیواسطے پکڑتے ہین۔ پہر اُسکو اپنے الطاف کریم سے اس ملک مین اس شرط پر مقرر کر دیا کہ مال مقررہ ہر سال بہیجا کرے۔ اور خطبہ مین اسکا نام پڑہوایا کرے۔ جب ان لڑائیون سے فراغت ہوئی تو وہ دیار ہند کی طرف سنہ ٣٦٧ھ مین متوجہ ہوا۔ امیر سبکتگین کی فتوحات ہند کے پیچہے بیان کرینگے اول یہ بتلاتے ہین کہ ہندوستان کی فتح مین کیون توقف ہوا۔

باب دوم سے تمکو یہ معلوم ہوگا کہ ہندوکش سے مغرب کیطرف ایشیا مین و افریقہ اور جنوبی یورپ مین اپین و پرتگال تک اسلام کے اعلام فتح و ظفر قایم ہوگئے مگر پنجاب مین ایک چپہ زمین کا قدم کے پنجہ کی برابر بہی مسلمانون کو نہین ہاتھ لگا اتنے عرصہ تک جو توقف ہندوستان کی فتح کا ہوا اسکا ایک سبب تو یہ تہا کہ ہند مین بعض قومین بڑی جوہمرد اور دلاور رہتی تہین اس بات کو تم باب سوم مین تاریخ ہند و سند کو پڑہ کر سمجہ سکتے ہو کہ سندہ کے رجپوتون نے مسلمانون کا کیسا مقابلہ دلیرانہ کیا اہل عرب ہی کی شجاعت تہی جو انکو زیر کیا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندوؤن کے راج کا جنگی انتظام ایسا مسلسل تہا کہ وہ بیگانہ حملہ آورونکو بڑے الجہیڑے مین پہنسا کر انکو کامیاب نہین ہونے دیتا تہا۔ ہندوستان کو بندہیاچل پہاڑ نے دو شمالی اور جنوبی حصونمین تقسیم کر دیا ہے اور اس پہاڑ کے جنگلون اور پہاڑیون نے اُترا اور دکھن کے درمیان ایک دیوار کہڑی کر دی ہے۔ بندہیاچل کی شمال مین تین گروہون کے راجا وادیان عظیم مین راج کرتے تہے۔ سندہ کے میدانون اور جمنا کے اوپر کے حصونمین بالکل جہوٹی سلطنت کہتے تہے سنسکرت مین جسکو ملک کو مدہیا دیش (زمین متوسط) کہتے ہین وہ بڑے بلوان راجونمین منقسم تہا اور ان راجون کے راجاؤن کا مہاراج قنوج کا مہاراجہ تہا۔ دریاے گنگ کے زیرین وادی مین پہاڑ سے نیچے بدہ مذہب کے راجہ پال کے خاندان کے راج کرتے تہے۔ بنارس کے بنگال کے ڈلٹے تک ملک انہین کی قلمرو مین تہا۔ اب بندہیا کے دکن مین مشرقی اوڑیسہ کے اضلاع مین بڑی جنگجو اور تندخو پہاڑی قومین بستی تہین مغربی انتہا مین بمبئی کے ساحل کیطرف مالوہ کی ریاست ہندوؤن کی تہی جسکا راجہ بکرماجیت ہندو راجاؤن کا آفتاب مشہور ہے۔ اسکا زمانہ علم و فضل کا شہرۂ آفاق ہے۔ اس ریاست کی جاگیردار بڑے جنگجو دلیر تہے۔ ہندوستان مین بندہیاچل کے دکن مین بڑی بڑی راجہ پرخاش جو سپاہی پیشہ تہی کہ وہ آریا قوم مین سے تہی انکے تین گروہ تہے چیرا۔ چولا۔ پانڈیہ یہہ بہی اس ملک کی بادشاہی کہتے تہے ان راجونکے مجموعہ کا گروہ خواہ وہ اترہ مین ہو یا دکن مین۔ آپسمین نفاق کرکے بیگانہ حملہ آورون کے مقابلہ کرنیکی تو پیدا کرلیتا تہا اور جب یہ کئی گروہ اور انکی افراد متفق ہوجاتی تہین تو انکا فتح کرکے مغلوب کرنا اور بہی تکان اور محنت و مشقت کا کام ہوجاتا تہا۔ اگر ان گروہون کے مجموعہ پر فتح بہی حاصل کرلی جاتی تہی تو پہر ہر گروہ سے اور ہر گروہ کی افراد سے جدا جدا لڑنا پڑتا تہا۔ پہر بعد فتح کے بہی ہر راج مین سرکشی و گردن کشی کا مادہ موجود رہتا تہا یہی سبب ہے کہ سندہ مین باوجود سخت سعی و کوشش کے مسلمانونکی سلطنت کی ترقی بڑی آہستہ آہستہ ہوئی۔ تین صدی بعد شمال و مغرب سے دو بڑے زبردست حملہ آورون کی سعی سے ۱۰۰۱ء و ۱۰۲۶ء کے درمیان پنجاب کے سرحدی حصہ پر مسلمانون کی حکومت قایم ہوئی اور ۱۱۹۳ء مین تالی کوٹ کی فتح سے دکن مین مسلمانونکو مستقل حکومت ہوئی

اور پہر سو برس کے بعد ۱۷۵۸ء ہندؤون کی قوم مرہٹہ نے وہ سر اٹھایا کہ سلطنت مغلیہ کو ہندوستان مین خاک مین ملا دیا۔ شمالی ہند مین بہی شہنشاہ اکبر کے عہد مین مسلمانون کی سلطنت پوچہو تو اچہی طرح قایم ہوئی ورنہ ہندو اپنی سلطنت کے لئے اکثر مسلمانون سے لڑتے رہے۔

امیر سبکتگین کی دوبارہ ہند کیطرف توجہ

جب لبت و قندار کی فتوح سے امیر سبکتگین کو فرصت ملی تو دوبارہ ہند کیطرف ۹۷۶ء مین توجہ ہوئی اور ہند کے چند قلعے ایسے فتح کئے کہ جہان نہ اہل اسلام کے گہوڑون کے سُم نہ اونٹونکے قدم پہرے تہے ان قلعون مین جابجا مسجدین بناکر اور تاخت و تاراج سے جو غنایم ہاتھ لگین اُنکو لیکر غزنین کی طرف مراجعت کی۔ ہندوستان مین اسوقت رجہ جےپال راجہ تہا۔ ولایت لاہور سے لیکر لمغان تک اور کشمیر سے ملتان تک اُسکی قلمرو تہی بہٹنڈہ مین مقام اسنے کیا تہا کہ اہل اسلام کو آگے بڑہنے سے روکے۔ جب اُس نے سُنا اور دیکہا کہ مجاہدین اسلام اُسکے ملک پر دست درازی کرتے ہین اور انکی ہمسائگی ذات الجنب ہے۔ اِس سے جان و مال کا خطرہ ہی تو نہایت مضطرب بیقرار ہوکر چارہ جوئی جنگجوئی مین اُس نے دیکہی۔ لشکر اور ہاتھی جمع کرکے لمغان کے میدان مین مسلمانون سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا۔ یہ لمغان کا میدان کابل اور پشاور کے درمیان واقع ہی۔ امیر سبکتگین نے غزنین سے جنبش کرکے خیمے ڈیرے اسی میدان مین جمائے۔ دونون لشکرونمین چند روز تک کارزار مین خوب ہاتھ چلے مگر کوئی غالب مغلوب نہین معلوم ہوتا تہا۔ اِس لڑائی مین محمود غزنوی بہی اپنے باپ کے ساتھ شریک تھا اور طفلی مین وہ جوانمردی کے کام کرتا تہا کہ بڑے بڑے سُورما بہادرون کی عقل اسمین حیران تھی۔ یہ ہنگامہ رزم گرم تہا کہ ایک ازغیبی گولہ سر آنکر پڑا یعنی وہ باد وباران کا طوفان آیا کہ دن کی رات ہوگئی اور وہ برف شدت سے پڑی اور سردی چمکی کہ خون سرد ہوکر رگون مین جم گئے۔ مسلمان اُسکے عادی تھے مگر بیچارے ہندؤون نے اِس سردی کی آفت کبہی اٹہائی نہتی ہزارون سپاہی و جانور اکڑ گئے۔ سیکڑون کے ہاتھ پاؤن رہگئے یہ وہی میدان ہی جہان سردی کی ہاتہ سے یہی تکالیف لشکر ہند نے انگریزی افسرون کے ماتحت نوسو برس بعد اٹہائی۔ ایک کہانی مشہور ہے کہ ان پہاڑون مین ایک چشمہ تہا کہ جب اُسمین کوئی ناپاک چیز ڈالتے تہے تو اتنی برف پڑتی تھی کہ شہر کے شہر دب جاتے ہین اس چشمہ کی خبر ایک بڑہیا نے امیر کو دی تہی جسنے اسمین نجاست ڈلوا کر یہ پاک کام کیا تہا۔ گو اُسکی اصل کچہہ نہتی مگر ہندؤون کے ڈرانے کے واسطے یہ ڈھکوسلا بہی بڑے کام کا تہا غرض اب سارے لشکر مین جاڑے کی دہائی پڑگئی جےپال نے لاچار ہوکر سبکتگین پاس پیغام صلح بہیجا سبکتگین صلح پر راضی تہا مگر محمود کہ جوانی کے زور دلمین بہرا ہوا تہا اِس صلح کا مانع ہوا۔ اِس لئے یہ کام صلح کا جہمیلے مین پڑگیا۔ پہر جےپال نے ایکدفعہ ایلچی

جےپال اور سبکتگین کی لڑائی

محمود پاس بہیجا۔ اور یہ لکھا کہ آپ کو معلوم رہے کہ راجپوتونکا ایک دستور ہی کہ مایوسی اور اضطراب کی حالت مین جب دیکھتے ہین کہ ستیز مین کوئی راہ گریز دشمن سے نہین رہی۔ تو جو کچھہ ان پاس نقد و جنس ہوتا ہی اُسکو آگ مین جہونکتے ہین ہاتھی گہوڑون اور مویشی کو اندہا کرتے ہین غرض کوئی چیز سلامت نہین رکھتے اہل و عیال کو آگ مین ڈالتے ہین۔ پہر ایک دوسیکر وداع ہوتے ہین۔ اور دشمن سے یہانتک لڑتے ہین کہ سب کے سب مر کر خاک مین ملجاتے ہین ایسکو دین دنیا کی سرخروئی جانتے ہین خوب سمجہہ لو کہ اگر تمہارے لشکر کے لوگون کو ہماری بہاری طمع صلح کرنے نہین دیتی تو یہ کرد کہائین گے۔ پہر تم پچتاؤ گے۔ نقد و جنس کی جگہہ راکھہ کا ڈہیر پاؤ گے۔ قیدیون اور غلامون کے عوض مین بکہری ہوئی ہڈیان مردونکی دیکھو گے۔ ہاتہیونکی جگہہ کیچڑ اور پتہر پاؤ گے غرض تمکو لڑائی کی صورت مین خاکستر کے سوا کچھہ خاک ہاتہہ نہ آئیگا اگر صلح کرلو گے تو ہم بہت دیا کرینگے۔ اب محمود نے بہی یہ کہا کہ ہندونکو مایوس کرنا اچہا نہین معلوم نہین آگے کیا ہو غرض باپ بیٹے دونو صلح پر رضی ہوئے۔ راجہ نے اپنے معتبر رشتہ دار اور عزیز بطور ضمانت سبکتگین پاس چہوڑے اور امیر کے معتمد ساتہہ لئے کہ اپنی دارالسلطنت مین جاکر موجب عہدنامہ کے ہاتھی گہوڑے مال و دولت حوالہ کرے باوجودیکہ جے پال نے یہ تباہی وہان اُٹہائی تہی۔ اور خراج دینے کے وعدہ پر رہائی پائی تہی مگر لاہور مین جب پہنچا سب قول و قرار بہول گیا خراج نہ بہیجا سبکتگین کے آدمیونکو قید کر لیا اور کہنے لگا جب تک امیر میرے آدمیون کو نہ چہوڑے گا مین ہرگز اُس کے آدمیون کو نہ چہوڑونگا۔ اُسوقت مین دستور تہا کہ راجہ کے دربار مین دہنی طرف برہمن یسار پنڈت اور چہتریونکے سردار کہڑے ہوتے تہی اور مہمات اور معاملات ملکی مین رائے دیتے تہے چہتریونکو راجہ کی یہ حرکت ناپسند آئی۔ اُنہون نے عرض کیا کہ مردونکو بات کا پاس چاہیئے۔ بچن کا توڑنا ایسا پاپ ہے کہ بیٹا گہوڑا ہو پہر بہی گردن پر باقی ہے۔ اس حرکت ناروا سے باز آئیے اور خراج بہیجوا دیجئے۔ مگر پنڈت صاحبون نے نہ برف باران کی ٹہنڈ دیکہی تہی نہ تلوارون کی آنچ کے نیچے آئے تہے اُنہون نے یہ صلاح دی کہ راجہ کا جگت مین منہ کالا ہو جائیگا۔ اگر خراج بہجوائیگا۔ شامت اعمال سے یہی صلاح جے پال کو بہی پسند آئی جب اس معاملہ کی خبر سبکتگین کو پہونچی۔ اول اُسکو یقین نہ آیا یہ سمجہا کہ یہ خبر ہوائی ہے اور یونہی لوگون نے اُڑائی ہے۔ مگر جب متواتر یہی خبر کان مین آئی تو اُسکو یہ امر نہایت شاق معلوم ہوا۔ اس بدعہدی کے انتقام لینے کیواسطے لشکرونکو جمع کیا اور ایک دریا کیطرح اُمڈا ہوا ہندوستان پر چڑہ آیا۔ اور سرحدی مقامات پر ایک آفت برسادی اور پانی پہیر دیا۔

جب جے پال کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے دلی۔ اجمیر۔ کالنجر۔ قنوج کے راجاؤنکو چٹھیان لکہین کہ سبکتگین اسطرح پنجاب پر چڑہا ہی۔ پنجاب ہی ہمیشہ سے سپاہیونکا سپر بنا ہی۔ اب مناسب ہے کہ ہم سب ملکر اس ٹڈی دل کو روکین۔ نہین تو ساری

ملک مین پانی پہیر دیگا۔ غرض ان سب راجاؤن نے اپنا انتخابی لشکر بہت سے مال اور خزانہ کے ساتھ جے پال کے پاس
بہیجدیا۔ اور یہ جان لیا کہ ہماری عزت اور آبرو سلطنت کی بقا جے پال کی جے پر موقوف ہے۔ اسلئے اعانت اور
معاونت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا وہ ایک لاکھ سوار اور پیادے بیشمار سندھ کے پار لیگیا۔ اور لمغان کے میدان مین
امیر سبکتگین کے لشکر کے سامنے ڈیرے خیمے ڈالدئے۔ امیر سبکتگین دشمنونکی کیفیت اور کمیت دیکھنے کیواسطے ایک
ٹیکری پر کہڑا ہوا۔ وہان دیکھتا ہی کہ جہانتک نظر کام کرتی ہی لشکر ہی لشکر دکہائی دیتا ہی۔ مگر اس سے اسکو کچھہ ہراس
نہوا اور سمجھا یہ سب بہیڑین ہین مین قصاب ہون۔ یہ کلنگون کی قطارین ہین اور مین شاہین ہون اب اُس نے
سب سردارونکو بلایا اور جہاد کا وعظ سنایا۔ اور سب سے زیادہ عمدہ تدبیر لڑائی مین یہ کام مین لایا کہ پانچ پانچسو
غول ایک ایک افسر کے نیچے مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ باری باری سے لڑین ایک غول لڑائی کے میدان مین جائے
جب تہک جائے تو واپس آئے۔ اور دوسرا تازہ دم اُسکی جگہ جائے یہ حکمت اُس کی ایسی کارگر ہوئی کہ ہندوؤنکے
لشکر مین باوجود کثرت کے ضعف معلوم ہوا۔ اور جب اُنکے پیر اکہڑے تو سارے لشکر نے دفعتاً حملہ کیا اور ہزارونکو
مار ڈالا اور سب کو بہگا دیا اٹک تک اُنکا تعاقب کیا۔ لشکر اسلام غنیمت سے مالا مال ہوگیا۔ گرد و نواح کے پرگنون
سے جو لاہور کی سلطنت مین داخل تھے بہت سا محصول وصول ہوا۔ راجہ کے ملک پر دریائے اٹک تک قبضہ و تصرف
کیا اور پشاور مین دس ہزار سپاہیونکو ایک افسر کے ماتحت چہوڑا۔ ان لڑائیونکے بعد لمغان کے افغان اور خلجی بہی امیر
سبکتگین کے مطیع ہوئے اور اسکی سپاہ مین بہرتی ہوئے۔ ان مہمات کے بعد امیر اپنی ریاست کے انتظام مین مصروف ہوا۔

اس زمانہ مین کہ ہندوستان مین امیر سبکتگین کو یہ فتوح حاصل ہوئین۔ امیر نوح بن منصور سامانی نے ابونصر فارسی کو
امیر سبکتگین پاس بہیجا کہ فایق امیر بخارا نے جو خرابیان اسکے ملک مین مچا رکہی ہین اس سے مطلع کرے اور معاونت کی
درخواست کرے۔ آل سامان کی اس بے سامانی کا حال سنکر سبکتگین کی رگ حمیت حرکت مین آئی اور وہ فوراً
ماوراء النہر کو روانہ ہوا۔ امیر نوح بہی ولایت کش مین پیشوائی اور استقبال کے لئے آیا امیر سبکتگین نے ملاقات
سے پہلے امیر نوح سے یہ التماس کی کہ ضعف پیری کے سبب سے مجھے گہوڑے پر سے اُترنے اور رکاب پر بوسہ
دینے سے معاف فرمائیے۔ امیر نوح نے اُسکی التماس کو قبول کیا۔ مگر جب امیر سبکتگین کی نظر امیر نوح کے طلعت
پر پڑی تو ہیبت شاہی نے بے اختیار اسکو گہوڑے پر سے اتروایا اور رکاب پر بوسہ لوایا۔ امیر نوح اس سے بہت
خوش ہوکر گلے ملا۔ غرض ان دونون سعادتمندونکے ملنے سے خاص و عام کے دلونکو راحت ہوئی۔ اور ایک جلسہ صحبت نشاط
منعقد ہوا۔ بعد فراغت ضیافت و مجالست کے انتظام امور مملکت مین گفتگو ہوکر یہ قرار پایا کہ امیر سبکتگین غزنین جائے

اور سپاہ کو تیار کرکے لائے۔ وہ غزنین کو روانہ ہوا اور امیر نوح بخارا کو گیا جب فائق کو جو امیر ابوعلی سمجوری کے
پاس پناہ کے لئے گیا تہا یہ اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا کہ اگر کام بگڑے تو کہان پناہ لینی
چاہیئے یہ قرار پایا کہ فخر الدولہ دیلمی کے پاس پناہ لینی چاہئے اُس سے رشتہ اتحاد و وداد مستحکم ہے اس اثنا مین
امیر سبکتگین بلخ مین آیا اور امیر نوح بخارا سے چلکر اُس سے ملا۔ فایق اور امیر ابوعلی سمجوری لشکر گران لیکر روانہ ہوئے
اور ہرات کے پاس میدان مین لڑائی ہوئی۔ امیر سبکتگین نے دشمنو نکو شکست دی اور انکو بے سر و سامان بھگا دیا
فایق اور امیر ابوعلی سمجوری بہاگ کر نیشاپور مین گئے۔ اس فتح کے صلہ مین امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین کے
خطاب سے اور سلطان محمود کو سیف الدولہ کے لقب سے مشرف کیا اور منصب امیر الامرائی کا جو ابوعلی سمجوری کو عطا ہوا
تہا وہ سیف الدولہ کو دیا گیا اور امیر نوح کامیاب کامران بخارا کو روانہ ہوا اور ناصر الدین سبکتگین غزنی مین آیا
اور سیف الدولہ سلطان محمود تنہا نیشاپور مین رہا۔ جب امیر ابوعلی اور فایق سلطان نے محمود کو تنہا دیکہا تو پہلے
اس سے کہ اُس کے باپ کے پاس سے کمک آئے اُس سے لڑائی کا قصد کیا اور اسپر فتح حاصل کرلی جب امیر سبکتگین کو اسکی خبر
ہوئی تو وہ سپاہ کو لیکر نیشاپور مین پہونچا اور حوالی طوس مین امیر ابوعلی اور فائق سے لڑائی ہوئی امیر سبکتگین نے پہر
ان دونون کو شکست فاش دی مگر ابوعلی سمجوری اور فایق جان سلامت لے گئے اور قلعہ کلات مین چلے گئے
اس فتح کے بعد امیر ناصر الدین سبکتگین مسند فرمانروائی پر فراغت کے ساتھ متمکن ہوا۔ فائق بغرا خان کے جانشین
ایلک خان پاس چلا گیا اور اس ایلک خان کے دباؤ و زور سے نوح اور فایق مین صفائی ہوگئی اور وہ سمرقند کا
حاکم مقرر ہوا۔ جب نوح نے انتقال کیا تو ایلک خان نے بخارا پر حملہ کیا اور فایق حاکم سمرقند اُسکا ممد و معاون ہوا
اور اُس نے بادشاہ منصور ثانی کو اس بات پر مجبور کیا کہ تمام اختیارات سلطنت کے فائق کو تفویض کردے
روضۃ الصفا مین سبکتگین کی خصایل کو اسطرح بیان کیا ہے کہ آئین سلطنت و بادشاہی مین آراستہ اور کوشش
مین شیر کی مانند بالکل عفیف بخشش مین مثل ابر بہمہ کرم۔ ہنگام داد مین باد جہندہ قوی اور ضعیف پر اور آفتاب
کی مانند درخشندہ وضیع و شریف پر۔ ہمت مین دریا کہ دہش مین کاہش سے نہین ڈرتا تہا۔ تہور مین سیل کہ
نشیب و فراز سے کچھ پرہیز نکرتا تہا ظلمت حوادث مین اسکی رائے روشن ستارہ کی طرح رہنما۔ اسکی تلوار مقاتل
اعدا مین قضا کی مانند گرہ کشا۔ اسکی شمایل مین نجابت و شہامت پیدا اسکی حرکت و سکون مین دلایل مین و سعادت ہویدا۔
۳۸۷ھ مین حدود بلخ کے اندر ترمذ مین سبکتگین کے سر پر موت نے اپنا گہوڑا دوڑایا۔ اسکی عمر ۵۶ برس کی تہی
۹۹۷ء
اسکا جنازہ عماری مین غزنی گیا اور وہان دفن ہوا۔ اُس نے بیس سال حکومت کی اور اُسکی اولاد مین چودہ بادشاہ

خصایل و وفات امیر سبکتگین

ہوئے۔ جو لاہور اور اُسکی نواح پر متصرف و متسلط ہوئے۔ اس امیر کا وزیر ابو العباس فضل بن احمد سفرائینی تہا ضبط امور مملکت اور سر انجام مہام سپاہ و رعیت مین کمال رکہتا تہا۔

امیر سبکتگین اپنی موت سے چار روز پہلے شیخ ابو الفتح بستی سے یہ کہتا تہا کہ ہمارا اور ہمارے امراض و مرض کا حال بعینہ قصاب و بہیڑ و نکا سا ہی جب بہیڑ کو پہلے پہل گھٹنے تلے قصائی دباتا ہی تو وہ بیچین ہو کر تڑپتی ہی مگر جب اُوسکو وہ کتر کر چہوڑ دیتا ہی تو پہر او چلنے کو دُونے لگتی ہے۔ جب یہی نوبت دو چار دفعہ پہر گذرتی ہی تو وہ قصائی سے بیخوف و خطر ہو جاتی ہی جب اُسکو ذبح کرنے کیلئے وہ لٹاتا ہی تو یہ جانتی ہی کہ اُن کتر کر تہوڑی دیر مین مجہے چہوڑ دیگا لیکن وہ چہری پہیر کر جان نکال لیتا ہی۔ پس انسان بار بار بیمار ہو کر اچہا ہو جاتا ہی تو مرض الموت مین بہی صحت کی امید پر سر در اور اجل سے غافل ہو جاتا ہے کہ موت جان شیرین کو باد فنا مین اڑا دیتی ہے۔

دو ایک حکایتین لکہتے ہین گو وہ پایۂ تاریخ سے ساقط ہین۔ مگر ایشیائی مورخون کی ان مین انسانیت اور اداء میت پائی جاتی ہی کہ وہ کس طرح تاریخ سے حسن اخلاق کی تعلیم کرتے ہین مشرقی ملکومین تاریخی واقعات سی ایسا اثر دل پر نہین ہوتا جیسے ان حکایات سے جنکو مغربی ملکومین بالکل لغو و بیہودہ اور مشرقی بک بک کہتے ہین۔ تاریخ بیہقی مین یہ حکایت سبکتگین اور اُس کے آقا کی لکہی ہے کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تہا تو راہ مین منزل خاکستر مین وہ فروکش ہوا اور یہان صدقہ و خیرات مین بہت کچہہ روپیہ دیا اور گہوڑے پر سوار ہو کر پانچ چہہ آدمیون سے ایک جگہ کو کہودنے کیلئے حکم دیا جب انہون نے کہودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی۔ امیر سبکتگین نے اُسے دیکہا اور گہوڑے پر سے اترا اور بہت رویا اور جاے نماز منگا کر دوگانہ شکر الٰہی ادا کیا۔ جب لوگون نے اس حال کا سبب پوچہا تو اُس نے کہا کہ یہ قصہ نادر سنو کہ جس آقا کی مین ملک مین تہا مجہے اور بارہ اور غلامونکو جو میرے ہمراہ تہے جیحون سی پار اُتار کر نہر قان مین وہ لیگیا اور وہان سے گورکانان مین لایا یہان کے بادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجہے اور پانچ اور غلامون کو نہ خریدا۔ پہر نیشاپور کی راہ مین مرو اور سرخس مین چار غلام اور اُس نے بیچے اور مین اور ایک اور باقی رہے مجہے سبکتگین دراز کہتے تہی۔ اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گہوڑے میری ران کے نیچے زخمی ہو چکے تہے جب مین یہان خاکستر مین آیا تو میرا گہوڑا زخمی ہو گیا۔ اسپر میرے آقا نے مجہے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکہا اور قسم کہائی تہی کہ نیشاپور مین جو کچہہ تیری قیمت ملیگی وہی لیکر مین بیچڈالون گا۔ اسی غم مین مین سو گیا کہ حضرت خضر کی زیارت ہوئی انہون نے مجہے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا۔ جب پہر اس زمین پر آئیگا تو تیرے ساتہہ بہت سا لشکر ہوگا اور تو اسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو۔ جب یہ پایگاہ بلند تجکو نصیب ہو تو خلق خدا کیساتہ

نکی اور انصاف کرنا۔ مین نے اٹھکر غسل کیا اور پچاس رکعت نماز پڑہی۔ اور اس میخ کو لیکر یہان نشانی کے لئے مین گاڑ گیا۔ صبح میرے آقا نے سفر کیا مجھ سے یہ میخ مانگی جب مین نہ دیسکا تو اُس نے تازیانون سے مجھے خوب مارا اور پہر سخت قسم کہائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچ ڈالونگا۔ نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا وہان الپتگین نے مجھے اور میرے دو یارون کو خرید لیا۔ جس سے مین اس درجہ پر پہونچا کہ تم دیکھتے ہو۔

جامع الحکایات مین یہ حکایت لکھی ہی کہ نیشاپور مین جب الپتگین کی خدمت مین سبکتگین رہتا تھا تو اس پاس ایک گھوڑے کے سوا اور کچھہ نہ تہا وہ سارے دن جنگلون مین پہرتا اور شکار کہیلتا۔ ایکدن اُس نے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے ساتھ چر رہی ہی۔ اُس نے گھوڑا دوڑا کے اُس بچہ کو پکڑ لیا اور خوش خوش لیکر چلا۔ ہرنی نے بھی گھوڑے کا پیچھا لیا اُس نے جو مڑکر پیچھے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے پیچھے حیران پریشان چلی آتی ہی۔ تو اُس نے ترس کہا کر بچہ کو چھوڑ دیا ہرنی اپنے بچے کے چھوٹنے سے خوش خوش جنگل مین جاتی تہی اور امیر کو بہی مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تہی۔ اسی رات امیر کو رسول خدا کی زیارت ہوئی جنہون نے یہ فرمایا کہ اے امیر ناصر الدین تو نے ایک بیچارے بیکس بے بس پریشان حال جانور پر شفقت کی خدا نے تجہپر یہ مرحمت کی کہ اپنے دیوان مین منشور سلطنت تیرے نام لکہوایا۔ تجکو چاہیئے کہ عام خلایق کے ساتھ بہی یہی شیوہ جاری رکہے اور صفت شفقت کو کسی حال مین نہ چہوڑے اس مین سعادت دارین ہے۔ اکثر تاریخون مین یہ حکایت بہی لکھی ہی کہ امیر ناصر الدین سبکتگین نے خواب مین دیکھا کہ اُس کے گہر مین آتشدان سے ایک درخت ظاہر ہوا اور ایسا بڑہا کہ اُس کے سایہ مین ایک خلق خدا بیٹھہ سکتی تہی۔ جب امیر جاگا اور خواب کی تعبیر سوچ رہا تہا کہ محمود کے پیدا ہونے کی بشارت اُس نے سُنی۔ اس سے وہ بہت خوش ہوا کہ میرا خواب محمود الابتدا اور مسعود الانتہا ہی۔ اس فرزند کا نام محمود رکہا کہتے ہین کہ سلطان محمود کا طالع صاحب ملت الاسلام کا طالع کے ساتھ موافق تہا ہمیشہ سے ایشیائی مورخ ان خوابون۔ فالون۔ طالعون کو تاریخ کا ایک دلکش جزو سمجھتے ہین مگر فرنگستانی انکو بالکل تاریخی پایۂ اعتبار سے ساقط جانتے ہین۔

مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ محمود پر یہ مثل صادق آتی تہی۔ وہ لڑکپن ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تہا۔ نوعمری مین باپ کے ساتھ مہمات مین جاتا اور وہ آگے قدم بڑہا کر ہاتھہ مارتا کہ بڑے تجربہ کار سپہ سالار دیکھتے ہی رہجاتے۔ ایام طفلی مین یہ سبق اُس نے خوب سیکھہ لیا تہا کہ زابلستان یعنی کوہستانی ملک جو غزنی کے گرد ہے اُسکے پہاڑی باشندون سے ہندوؤن کے راجاؤن کے بڑے لشکرونکو بہگا دینا کوئی بات نہین لڑکپن مین ایک باغ دلکشا لگوایا اُسمین مکان روح افزا بنوایا۔ ایکدن وہان بڑا جشن کیا اور پدر بزرگوار اور امرا و نامدار کو بلایا

محمود غزنوی کے لڑکپن کا حال

باپنے باغ اور مکان دیکھکر پسند فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ ایسے باغ اور مکان تو اور بھی امیر بنوا سکتے ہین تجکو وہ عمارت تعمیر کرنی چاہیے کہ جس کی برابری کوئی دوسرا نکرسکے محمود نے پوچھا اے حضرت ایسی عمارت کونسی ہے۔ اسنے جواب دیا کہ وہ اہل علم و فضل کے دلونکی تعمیر ہے جو کوئی نہال احسان اُنکی زمین دل مین لگائیگا اُسکا ثمرہ ہمیشہ پائیگا یہ نصیحت کی بات محمود کو ہمیشہ یاد رہی۔

سلطنت امیر اسمٰعیل اور محمود کی تخت نشینی

امیر سبکتگین کا جب انتقال ہوا تو محمود کی عمر تیس برس کی تہی۔ اور وہ اُسوقت نیشاپور مین تہا امیر اسمٰعیل اُسکا چہوٹا بہائی باپ کے پاس تہا۔ بعض مورخ کہتے ہین کہ اُسنے میدان خالی پاکر تاج شاہی سر پر رکہا۔ مگر بعض کا یہ قول ہے کہ باپ کی وصیت کیموافق وہ قبۃ الاسلام بلخ مین تخت پر بیٹہا۔ الحاصل وہی بادشاہ ہوا اور خزانہ شاہی کا مالک ہوا۔ سپاہ کی دلجوئی اور امرا کی خاطرداری مین خزانون کے مُنہ کہولدئے بمقصود ہمین یہ تہا کہ سب کے دلمین اُسکی جگہ ہو اور محمود کیطرف سے اُنکا دل برگشتہ ہو۔ مگر اس غابار سپاہ اور امرا نا انصاف نے وہ دامن طمع دراز کیا کہ جسکا پر ہونا محال تہا۔ یہ سب حال جب محمود کو نیشاپور مین معلوم ہوا تو اس نے بہائی پاس ایک تعزیت نامہ لکہکر ابو الحسن جموی کے ہاتہ بہیجا جسکا مضمون یہ تہا کہ امیر سبکتگین میرا تمہارا پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوا اے برادر عزیز مجہے دنیا مین کوئی چیز تجہسے زیادہ عزیز نہین ہے۔ اگر تیری عمر بڑی ہوتی اور تو زمانہ کا تجربہ کار ہوتا امور سلطنت کی دقائق سے اور ثبات ملک و دولت کی قواعد سے ماہر ہوتا تو میری عین آرزو ہوتی کہ تو تخت پر بیٹھے۔ باپنے جو تجکو اپنا جانشین کیا وہ مصلحت تہی۔ اگر تخت خالی رہتا معلوم نہین کیا فساد برپا ہوتا۔ تو پاس تہا۔ اس لئے تخت پر بٹہا دیا اب انصاف کی نظر سے تامل کر اور شریعت غرا کے بموجب دولت اور ملک کو تقسیم کر دارالسلطنت میری حوالہ کر۔ بلخ خراسان کا ملک تیرے لئے ضالکئے دیتا ہون مگر امیر اسمٰعیل نے منصفانہ کلام بہائی کا نہ سنا ناچار محمود نے سوے لڑائی کے کوئی چارہ نہ دیکہا۔ نیشاپور اور غزنی سے دونون بہائی بارادۂ جنگ چلے۔ ہرچند بعض امیرون نے چاہا کہ اسمٰعیل بہائی کا کہنا مان جائے اور لڑائی نہو مگر یہ بات نہ بن پڑی دونون بہائیونمین ایک سخت لڑائی ہوئی کیت محمود کے ہاتہ رہا غزنی فتح ہوگیا۔ اسمٰعیل گرفتار ہوا ایکدن محمود نے بہائی سے باتون باتمین پوچہا کہ اگر تو مجہہ پر ظفریاب ہوتا تو تو میرا کیا حال کرتا اُس نے جواب دیا کہ کسی قلعہ مین تجہے بند کرتا مگر تیرے لئے آرام و آسائش کا اسباب مہیا کرتا اُسوقت تو اس بات کو محمود نے ٹالدیا مگر پہر اسمٰعیل کو جرجان کے قلعہ مین قید مین اور سب چین و آرام کا اسباب اُس کے لئے تیار کردیا ساری زندگی قید مین بسر ہوئی۔

سلطان محمود کی خود مختاری اور سامانیون کی بربادی

جب سلطان محمود کو بہائی کی لڑائی سے فراغت ملی تو وہ بلخ کیطرف متوجہ ہوا اُسکی وجہ یہ تہی کہ وہ خراسان مین امیر الامرائی کا منصب آل سامان کیطرف سے رکہتا تہا وہ امیر منصور نے بکتوزون کو تفویض کردیا تہا۔ سلطان محمود نے

بخارا مین امیر منصور کے پاس ایلچی بھیجا اور اپنی رنجش کا اظہار کیا۔ امیر نے یہ جواب دیا کہ بلخ و ہرات و ترمذ کی امارت ہمکو دیگئی اور بکتوزون کو خراسان کی۔ وہ بھی ہماری دولت کا بندہ ہے اسکو معزول کرنا مناسب نہین سلطان نے ابوالحسن حموی کو بہت سی تبرکات اور تحایف دیکر بخارا بھیجا اور امیر منصور سے پیغام کیا کہ مجھے ایسی توقع ہے کہ آپ کی اور میری دوستی کا سرچشمہ بے انصافی کی خس و خاشاک سے گدلا اور تیرہ نہین ہوگا اور میرے حقوق اور میرے باپ کے آل سامان پر ہین جو ضایع نہین جاتین گے اور رشتۂ الفت گسستہ نہوگا اور بنائے متابعت و مطاوعت منہدم نہین ہوگی۔ جب ابوالحسن حموی بخارا مین پہونچا تو امیر منصور نے اسکو منصب وزارت کی نوید سنائی یہ تو سفارت کو چھوڑ اپنی وزارت کے شغل مین مصروف ہوا پیغام کے جواب کیطرف اصلا متوجہ نہوا سلطان بالضرور نیشاپور کو روانہ ہوا جب اس کے ارادہ پر بکتوزون واقف ہوا تو کسیطرف سرک گیا۔ اور ایک عرضداشت بخارا بھیجکر صورت حال کو بیان کیا۔ امیر منصور غرور و جوانی کے زور کے سبب سپاہ جمع کرکے خراسان کیطرف روانہ ہوا اور سرخس تک برابر چلا گیا کسی جگہ نہین ٹہیرا سلطان محمود اگرچہ جانتا تہا کہ مجھ سے مقابلہ کرنیکی طاقت امیر منصور نہین رکہتا لیکن کفران نعمت کی بدنامی کی سرزنش سے خوف کرکے نیشاپور مین واپس چلا آیا اور مرغاب مین گیا۔ بکتوزون نے فایق کی صلاح سے غدر مچایا اور امیر منصور کو گرفتار کرکے اندہا کیا اور عبدالملک کہ خردسال تہا تخت پر بٹہایا۔ سلطان محمود سے ڈر کر مرو کو چلا گیا۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا۔ بکتوزون اور فایق دونون نے ملکر سلطان کا مقابلہ کیا۔ سلطان محمود کو فتح ہوئی۔ ان نمک حرامون کو شکست ہوئی۔ عبدالملک کو فایق لیکر بخارا مین پہونچا۔ اور بکتوزون نے نیشاپور کی راہ لی اور کچھ دنون بعد بخارا مین آیا اور پراگندہ لشکر کے جمع کرنے کی فکر مین ہوا۔ اس اثنا مین فایق بیمار ہو کر مر گیا۔ ایلک خان کاشغر سے بخارا کیطرف متوجہ ہوا۔ عبدالملک اور اسکے تمام متعلقین کا کام تمام کیا اور دولت آل سامان کو جو ایک سو اٹہائیس سال تک فرمانروا رہی تہی اسکو انتہا کو پہونچایا۔ اور سلطان محمود بلخ و خراسان کی حکومت مین مصروف ہوا چارون طرف اسکی جوانمردی اور شجاعت کی دہوم مچ رہی تہی خلیفہ بغداد القادر باللہ عباسی نے خلعت گرانمایہ ارسال کیا۔ امین الملۃ یمین الدولہ کا خطاب اسکو دیا۔ سنہ ۳۸۹ھ مین بلخ سے ہرات مین اور ہرات سے سیستان مین آیا۔ یہانکے حاکم حنیف بن احمد کو مطیع کرکے غزنی مین آیا۔ پہر اسی زمانہ مین ہندوستان کیطرف متوجہ ہوا اس کے چند قلعے لیلئے۔ اور غزنی کو پہر چلا گیا۔ ماوراءالنہر مین آل سامان کو ایلک خان نے خلاص کیا اور فتحنامہ سلطان محمود کو لکہا اور مملکت خراسان پر حکمرانی کی مبارکباد دی۔ ان دونون

بادشاہون مین دوستی و یگانگی کی بنا مستحکم ہوئی۔ سلطان محمود نے بہی ابوالطیب سہل بن سلیمان کو سفیر بنا کے ایلک خان پاس بہیجا اور اسکو بہت سے جواہر تحفہ بہیجے۔ غرض مدتون تک ان دونون بادشاہون مین دوستانہ خط وکتابت رہی اور تحفہ تحائف ایک دوسرے پاس بہیجتے رہے۔ مگر آخر کو یہ محبت عداوت سے بدلگئی جسکا آئندہ بیان ہوگا

سلطان محمود کی خود مختاری

اب سلطان محمود خود مختار ہوگیا۔ آل سامان سے جو کچہ تعلق تہا اس سے بے تعلق ہوا۔ خطبون وسکون سے اُسکا نام نکالا گیا۔ اُسکی جگہ اپنا نام جاری کیا۔ سب گہر کے لڑائی جہگڑون سے فارغ ہوا سلطنت کا انتظام اور کام بند وبست کیا پہر وہ ارادہ کیا جو ان دنون مین مسلمانون مین سب سے بڑا سمجہا جاتا تہا اور فیروزمند بادشاہون کے شایان تہا یعنے اسلام کا ہندوستان مین پہیلانا اس کے ہندوستان پر بارہ حملے مشہور ہین۔ مگر وہ سترہ دفعہ ہندوستان مین آیا۔ تاریخون مین ان مہمات مین اختلاف ہی جن مقامات پر وہ حملہ آور ہوا تاریخون مین اُسکی املا ایسی مختلف ہین کہ جن سے معلوم نہین ہوتا کہ وہ مقامات اب کہان ہین۔ سوا اسکے ترتیب مہمات مین اختلاف ہی کوئی کسی مہم کو اول لکہتا ہی کوئی اُسکو پیچہے تحریر کرتا ہی۔ فرنگستانی محققین نے ان کی ترتیب مین اور مقامات کی تشخیص مین اپنی فکر دقیق سے بہت سے عقدے حل کئے ہین۔ ہم اُنکو بہی لکہتے ہین -

مہم اول

فرشتہ اور نظام الدین احمد نے لکہا ہی کہ سنہ ۳۹۰ھ ۱۰۰۰ع کے قریب سلطان ہندوستان کیطرف متوجہ ہوا ہے اُسنے کئی قلعے فتح کئے اور اُن مین اپنی طرف سے حاکم مقرر کئے بعد ان فتوحات کے وہ غزنی کو واپس آیا مگر اُس کا ذکر تاریخ یمینی مین نہین ہے -

دوسری مہم

سنہ ۳۹۱ھ ۱۰۰۱ع مین سلطان دس ہزار چیدہ سوار لیکر غزنی سے ہندوستان کیطرف روانہ ہوا۔ پشاور کے قریب اس کے باپ کا قدیمی دشمن جے پال والی لاہور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل اور تین سو زنجیر فیل لیکر لڑنے کے لئے کہڑا ہوا مگر اُس نے شکست پائی اور اپنے پانچہزار آدمیون کی جانین گنوائین۔ اور خود آپ پندرہ عزیزون سمیت ساتہ اسیر ہوا سلطان محمود نے بہٹنڈہ کے قلعہ کو فتح کرکے مسمار کیا۔ اس کے بعد سلطان غزنین کو چلا آیا۔ اور راجہ جے پال کو ساتہ لایا۔ اُس نے خراج وباج کا عہد وپیمان لیا۔ اور چہوڑ دیا۔ اُس کے عزیزون سے بہی فدیہ لیکر رہا کیا۔ جب یہ راجہ رہا ہوکر اپنے ملک مین آیا تو شکست پر شکست کہانے سے اور قید ہونے سے اسکو شرم آئی یا کوئی مذہبی مسئلہ ایسا تہا کہ جب راجہ دو دفعہ دشمنون سے ہزیمت اٹہائے یا اُنکے ہاتہ مین قید ہو تو پہر راج کے قابل نہ رہے اور اس گناہ کا کفارہ آگ مین جلکر کرے۔ اُس نے راج کو اپنے بیٹے انندپال کو دیا اور خود جلتی آگ مین جلکر خاکستر ہوا۔ فرنگستانی محققین نے قلعہ بہٹنڈہ کی تحقیق مین بہت جانفشانی کی ہے کوئی ان مین سے کہتا ہے کہ وہ

ستلج پار تہا محمود بے روک ٹوک اس دریا کے پار اترآیا اور اُسکو فتح کر لیا۔ کرنیل ٹوڈ کہتے ہین کہ وہ بڑا آباد اور
نامی مقام تہا اور لاہور کا راجہ کیا لاہور مین یا اس قلعہ مین رہا کرتا تہا۔ سر جان الیٹ نے بعد تحقیق یہ فیصلہ
کیا کہ قلعہ بہٹنڈہ کوئی نیا مقام نہین ہی بلکہ وہ یا رہندیا والئے ہند ہی جیسا کہ تاریخ یمینی مین لکہا ہی اور یہ ایک
مقام دریائے سندہ کے مغربی کنارہ پر مشہور معروف ہی۔ اٹک سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہی اور لاہور اور پشور
کے قدیمی شارع عظیم پشور سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہی وہ مشرقی قندہار کا دار السلطنت تہا۔ ابو الفدا اور
بیرونی اور بیہقی نے سکندر عظم کو اسکا بانی قرار دیا ہی۔ اب اسکو ہنڈ کہتے ہین آگے معلوم ہوگا کہ اسبات کے ماننے سے کئی
تاریخی عقدے حل ہوتے ہین سلطان محمود ۳۹۳ھ مین سیستان مین گیا اور حنیف وہان کے حاکم کو غزنی مین لے آیا اور پہر
ہندوستان کی طرف اسکی توجہ ہوئی۔ ۳۹۵ھ بلدہ بہاطیہ بہٹنیر کیطرف روانہ ہوا۔ حدود ملتان مین دریائے سندہ سے
گذر کر بہٹنیر کی دیوار کے نیچے پہونچا۔ اس شہر کی فصیل اونچی اور مضبوط تہی اور اُس کے گرد خندق تہی وہان کے
راجہ بجی رائے کو اپنے لشکر پر بڑا غرور تہا۔ ناصر الدین سبکتگین کیطرف سے جو سرحد پر حاکم مقرر تہے نہ انکی وہ اطاعت
کرتا نہ راجہ جے پال کی شرائط فرمانبری کو بجا لاتا تہا جب اُس نے سلطان محمود کا لشکر دیکہا تو وہ اپنے شہر سے
لشکر اور ہاتہیون سمیت نکلا کہ اُسنے مسلمانون کے لشکر کو ڈرائے۔ سلطان تین دن رات برابر اس سے لڑا اسمین یہ نہ
معلوم ہوا کہ منصور کون ہی اور مقہور کون۔ اور قریب تہا کہ مسلمانون کو شکست ہو جائے۔ اس لئے چوتہے روز سلطان نے
منادی کی کہ آج جنگ سلطانی ہوگی چاہیئے کہ جو آدمی نوکر ہین یا غیر نوکر جوان و پیر سب لڑائی کے لئے مستعد ہون
اور میدان جنگ مین آئین۔ راجہ بجے رائے نے لشکر اپنے بتخانہ مین گیا اور اپنے معبود سے استمداد چاہی اور ہندؤن کو
تکمیل سلاح کے لئے حکم دیا۔ اور رزمگاہ مین بڑی شان و شوکت سے آیا مسلمانون نے اسپر حملہ کیا۔ چاشت سے سہ پہر
تک خوب حرب و ضرب باہمی کشتون کے پشتے لگے۔ کسی لشکر پر آثار عجز و ضعف نہین ظاہر ہوئے۔ سلطان
محمود اول درگاہ معبود مین متوجہ ہوا۔ اور پہر آپ خود دشمن کی سپاہ کے قلب پر حملہ کیا اور لشکر کو ہزیمت دی
راجہ بجے رائے حصار مین آیا حصار کا بہی سلطان نے محاصرہ کیا خندق کے بہرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایسا مضطر
اور متحیر ہوا کہ اپنے خاص ملازمون کے ساتہ رات کو پیادہ پا جنگل کو بہاگ گیا اور کسی پہاڑی پر پناہ لینی چاہی
سلطان نے سپاہ کو اُس کے تعاقب مین بہیجا۔ اُسنے جا کر راجہ کو ایسا گہیرا کہ جیسے گریبان گلے کو گہیرتا ہے سوائے
اسکے چارہ نہ تہا کہ اُس نے خنجر سے اپنے تئین آپ مار ڈالا ؏ زیستن چون بکام خصم بود؛ مُردن از زیستن بسے بہتر
یہ شہر اور اسکے توابع ضمیمہ ممالک سلطانی ہوئے۔ محمود غزنوی نے ۳۹۶ھ مین ملتان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔

چوتھا حملہ فتح ملتان

والی ملتان حمید لودہی امیر ناصر الدین سبکتگین کے ساتھ اخلاص رکھتا تھا اور خدمات شایستہ اسکی بجالاتا تھا پوتا ابو الفتح داود بھی اپنے دادا کے طریقہ پر چلتا تھا اور سلطان کی اطاعت کرتا تھا۔ مگر جب بلدہ بھٹنیر کے محاصرہ مین سلطان مصروف تھا تو اسنے خارج از عقل حرکات شروع کین۔ صلاح وقت دیکھکر سلطان محمود اس سال تو کچھ بولا نہین دوسرے سال مین سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی کہ ابو الفتح قرمطی اپنی خباثت نفس سے ملتان کے باشندون کو قرمطی بنانا چاہتا ہی تو بندگان خدا کو الحاد اور زندقہ سے بچانے کے لئے اس نے حکم دیا کہ مسلمانون کا لشکر تیار ہو۔ وہ یہ لشکر لیکر ملتان کیطرف برسات مین روانہ ہوا۔ بارش سی دریا چڑہے ہوئے تہی اور دریا رسندہ اور اور دریا سوارون کو عبور کے مانع تہے۔ اس سی سلطان کے ہمراہیونکو دشواریان پیش آئین سلطان نے ہند کے راجہ انندپال سی درخواست کی کہ وہ انکو اپنے ملک مین سی گذرنے دے۔ راجہ نے درخواست کو منظور نہ کیا اور مقابلہ کے لئے کہڑا ہوا جسکا نتیجہ اسکے حق مین زہر ہوا۔ اسوجہ سی یہ ارادہ ہوا کہ اول انندپال کا جھگڑا چکا کے ادہر جا دکہائیے۔ باوجودیکہ جنگلون پر راجہ کا بڑا اقتدار تہا مگر سلطان نے درختون کا کاٹنا اور آگ لگانا اور آدمیونکو قتل کرنا ایسا شروع کیا کہ راجہ کمینگاہونمین بہاگتا پہرا۔ جہان جہان یہ راجہ بہاگ کے جاتا وہین اسکے تعاقب مین سلطان جاتا۔ راجہ کے ملازمونکو کیا جنگل اور درون کے درندے شکار کرتے یا بہاگ کر کشمیر مین پناہ لیتے سلطان نے درون تک تعاقب کیا اور انندپال کشمیر مین بہاگ گیا جب ابو الفتح والی ملتان نے راجہ انندپال کا یہ حال دیکہا کہ اسطرح سلطان کے آگے بہاگتا پہرا تو اس نے جانا کہ میری حقیقت کیا ہے کہ مین سلطان سے برسر مقابلہ آسکون اس لئے اس نے یہ ارادہ کیا کہ جتنا مال ہی اس سب کو ہاتھیون پر لادکر سراندیب چلا جاؤن اور سلطان کے لئے ملتان خالی چہوڑ جاؤن۔ مگر سلطان کب اسکو فرصت دیتا تہا اس نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ ابو الفتح متحصن ہوا۔ سات روز تک محاصرہ رہا۔ ابو الفتح نے منت سماجت کرکے ان شرائط پر صلح کرلی کہ بیس ہزار درم شرح سال نذر دیا کرونگا اور الحاد سے احتراز کرکے احکام شرعی کو جاری کرونگا سلطان نے ان شرائط کو اسلئے منظور کرلیا کہ ارسلان جاذب حاکم ہرات نے قاصد دوڑا کر سلطان کو خبر دی تہی کہ لشکر ایلک آپہونچا ہی اور خرابی مچا رہا ہی۔ اس سبب سے سلطان جلد غزنی کو روانہ ہوا اور مہمات ہٹنڈہ (وائی ہند) بابو سکہپال کے حوالہ کرگیا۔ جسکا آگے ذکر آئیگا۔ تاریخ کے اس حصہ مین قرمطی کا اکثر ذکر آئیگا اسلئے ہمکا کچھ مختصر حال لکہتے ہین

ہر مذہب کا یہ قاعدہ ہمیشہ چلا آتا ہی کہ جتنی مدت اسپر گذرتی ہی اتنی اسکی تفریق ہوتی ہے یعنی بدعتی فرقے نئے نئے پیدا ہوتے جاتے ہین۔ مذہب اسلام بہی اس قاعدہ سے مستثنی نہ تہا۔ اسمین بہی بدعتی فرقے پیدا ہونے

شروع ہوئے بعض فرقون نے وہ بدعات اختراع کین کہ اصل اسلام کا حصہ انکے مذہب مین تہوڑا ہی باقی رہا
ان بدعتی فرقون مین سے فرقہ قرمطی ہی وہ فرقہ اسمعیلیہ کی ایک شاخ ہی۔ گو ان دونون فرقون کے مسائل مین
فرق ہی۔ مگر مورخ اپنی لاعلمی سے ایسا انکو خلط ملط کرتے ہین کہ معلوم نہین ہوتا کہ انکی مراد کس فرقہ سے ہی۔ ایک
لفظ ملاحدہ کا وہ لکہتے ہین جسمین اس قسم کے سب بدعتی فرقے داخل ہوتے ہین۔ ایک شخص عبد اللہ بن میمون نے جو
ایرانی تہا مذہب اسماعیلیہ کو اختیار کیا۔ اس نے عرب کے غلبہ ہی کے مٹانے کا ارادہ نہین کیا بلکہ اسلام اور سارے
مذہبون کے خاک مین ملانیکا قصد کیا۔ وہ وعظ سے بہی تعلیم کرتا تہا کچہہ باطنی بہی تلقین کرتا تہا۔ اسکے مذہب کا
خلاصہ یہ تہا کہ سارے مذہب بیہودہ ہین۔ اس دُنیا مین اور عقبیٰ مین نیک اعمال کی جزا نہ بداعمالی کی سزا ہے۔
اس عبد اللہ کے مریدون مین سے احمد تہا جسکا نام بعد ازان قرمط ہوا۔ اس کا عروج ۲۷۸ھ مین ہوا۔ وہ
قرمطی مذہب کا بانی ہی۔ قرمط کے معنی عربی خط کے باریک اور تنگ لکہنے کے ہین اور کام کے نزدیک رکہنے کے
اسی سبب سے احمد کو قرمط کہتے ہین کہ وہ پوشیدہ و باریک طور پر مذہب سکہاتا تہا۔ اسی کے نام سے اسکے فرقے کا نام
قرمطی ہوا جسکی جمع قرامطہ آتی ہی۔ اُس نے شہری و جنگلی قومون کے جنکا کچہہ مذہب تہا اور عقل سے بہی خارج تہی
اپنے دین کیطرف دعوت کی اور نامہ لکہا بسم اللہ الرحمن الرحیم فرج بن عثمان رہنے والا قریہ نصرانیہ کا لکہتا ہی
کہ مین مسیح کیطرف سے جو کلمہ ہے دعوت کرتا ہون وہی مہدی تہا وہی احمد بن محمد بن حنفیہ تہا وہی جبرئیل تہا
اب انسان کی صورت مسیح بنا ہے اور مجہے کہا کہ تو داعی (دعوت کرنے والا) ہے اور حجۃ ہی اور ناقہ صالح
ہی اور خر بہیہی ہی۔ اور یحیے بن زکریا اور روح القدس ہی۔ اور اسکو یہ بتایا کہ نماز کی چار رکعتین ہین قبل طلوع شمس کے
اور دو غروب شمس سے پہلے۔ ہر نماز کی اذان یہ ہی کہ موذن تین دفعہ کہے اللہ اکبر اور دو مرتبے کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ
اور اشہد ان آدم رسول اللہ اور اشہد ان نوحاً رسول اللہ اور اشہد ان عیسے رسول اللہ اور اشہد ان محمد
رسول اللہ اور اشہد ان احمد بن محمد بن الحنفیہ رسول اللہ بیت المقدس کیطرف قبلہ ہی اور اتوار کا دن یوم سبت ہے
اس دن تعطیل چاہئے۔ اور ہر نماز مین سورۂ فتح وہ پڑہے جو احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوئی ہی۔ روزہ دو روز مہرجان
اور نیروز کے دن رکہے۔ شراب حرام۔ خمر حلال۔ جنابت سے غسل کرنا لازم نہین آتا۔ مگر نماز کے واسطے ضرور فرض ہی
جس جانور کے کچلی اور دانت ہون اُسکا کہانا درست ہی۔ اس فرقہ نے ۲۹۰ھ مین شام پر بڑا ہولناک حملہ کیا
اور ۳۱۱ھ مین بصرہ اور کوفہ کو لوٹا اور ابو طاہر کو اپنا پیشوا بنا کر ۳۱۹ھ مین شہر مکہ کو لے لیا اور بہت
آدمیون کو قتل کیا اور حجر الاسود کو لے گئے اور بیس برس تک اپنے قبضہ مین رکہا۔ خاندان عباسیہ کا

بیوان خلیفہ الراضی سالانہ روپیہ اُنکو اس واسطے دیتا تہا کہ وہ حاجیون کو حج کرنے دین۔

ہلاگو اور منگو خان نے اس فرقہ قرمطیہ اور اسماعیلیہ کے زن و مرد بچونکو قتل کیا۔ ابو ریحان بیرونی نے لکھا ہے کہ قرمطی شرق مین وادی سند مین پہیل گئے اور ملتان کے بُت اعظم کو توڑا۔ محمود غزنوی نے اسی فرقہ کا ملتان سے مُنہ کالا کیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہان سے بالکل خارج نہین ہوئے محمود غوری نے پہر انکو ۵۷۱ھ مین ملتان سے نکالا ہے۔ اور ۶۳۴ھ مین دہلی مین اُنکا زور ہو گیا تہا اور یہان کی جامع مسجد مین بہت آدمیون کو قتل کیا تہا مگر آخر کو قرمطیون مین سے کوئی باقی نہین رہا سب قتل ہوئے۔

ہم نے پہلے لکہا ہے کہ سلطان محمود اور ایلک خان کے درمیان بہت اتحاد تہا مگر جب سلطان محمود دور دراز کے فاصلہ پر مہم ملتان مین مشغول تہا۔ تو ایلک خان نے ملک خراسان کو خالی دیکھا۔ طمع دامنگیر ہوئی۔ سیاوش تگین خان کو جو صاحب جیش اور اُسکا خویش تہا لشکر فراوان دیکر خراسان مین بہیجا اور جعفر تگین خان کو دار الملک بلخ پر شحنہ بنایا۔ اس زمانہ مین سلطان محمود کیطرف سے ہرات مین ارسلان جاذب سلمی متعین تہا کہ اگر کوئی حادثہ رونما ہو تو وہ غزنی جا کر تعرض اعداء سے اسکو مصئون رکہے جب واقعہ پیش آیا تو وہ غزنی مین گیا اور سیاوش تگین ہرات مین آیا اور حسن ابن نصر کو نیشاپور مین استخراج مال کے لئے بہیجا۔ اعیان خراسان بہی اس سبب سے کہ سلطان کی غیبت بمدت گذر گئی تہی اور کچہہ اُسکی خبر انکو نہ تہی اور متوحش خبرین اُسکی سُنتے تہے سلطان کے دشمنون سے دوستی اور اتحاد شروع کیا۔ ابو العباس ابن احمد نے غزنی سے حدود بامیان تک حفظ مسالک اور ضبط ممالک مین بہت احتیاط کی اور اس حدود کے مداخل و مخارج ہشیار اور کار گزار آدمیون کو سپرد کئے اور ملتان کو قاصد دوڑائے کہ اس حادثہ سے سلطان کو مطلع کرین سلطان نے مہمات واہہند سکہپال کو حوالہ کین بہت جلد سلطان غزنی پہونچا اور ایک لشکر با شکوہ اور کثیر الانبوہ لیکر بحر مواج کیطرح بلخ مین آیا جعفر تگین تو اس کے ہول سے ایسا بہاگا جیسے لاحول سے شیطان بہاگتا ہے اور ترمذ مین پہونچا سلطان نے اُسکے سر راہ دس ہزار سپاہ دیکر ارسلان جاذب کو بہیجا۔ سیاوش تگین کنار جیحون پر آیا۔ مگر دریا اسوقت مین طغیانی پر تہا۔ اس لئے یہان سے پہر گیا اور مرو مین پہونچا تاکہ بیابان کی راہ سے ماوراء النہر مین چلا جائے ہوا نہایت گرم تہی سرخس مین گیا محسن ابن طاق نے اُسے روکا مگر سیاوش تگین نے اُسے شکست دی اور اُسکے دو ٹکڑے کر دئے اور طرفین سے بہت آدمی ہلاک ہوئے مگر ارسلان جاذب نے اُنکو سرخس مین ٹہیرنے نہین دیا وہ نیشاپور کیطرف روانہ ہوا۔ ہر منزل مین ارسلان جاذب نے اُسکا تعاقب کیا اور اُس کا بڑا

قافیہ تنگ کیا۔ اور اُسکا مال اسباب بہت ضائع کیا۔ سیاہوش تگین نے شمس المعالی قابوس سے التجا کی بہت مشکل سے بیابان کی راہ سے مرو کی راہ اختیار کی۔ ارسلان کے انتظار مین سلطان مرو مین مقیم تہا اُس نے سُنا کہ بیابان کی راہ سے سیاہ وش تگین اسطرف آتا ہے۔ سلطان نے ابو عبد اللہ طائر کو لشکر عرب کے ساتھ اُس کے پیچھے بہیجا۔ بیابان کے اندر جہان پانی کا نام نہ تہا عبد اللہ نے لشکر عرب سے سیاوش تگین کو جالیا۔ اس کے بہائی کو سات سو آدمیون کے ساتھ قید کیا۔ اُنکو بندگران مین غزنی روانہ کیا۔ سیاوش تگین جان بچا کر چند آدمیون کے ساتھ ایلک خان سے جا ملا۔ اس سے ایلک کو بڑا غصہ آیا اور قدرخان نے ملک ختن کو فریاد نامے بہیجنے شروع کئے۔ قدرخان نے اپنے ملک سے دُور دُور سے فوج بلائی۔ ماوراء النہر اور ترکستان کی فوجین جمع ہو کر روانہ ہوئین۔ سلطان محمود کو یہ خبر لگی کہ طخارستان مین یہ ہجوم ہو رہا ہی تو وہ بلخ کیطرف روانہ ہوا۔ ترکی خلجی۔ ہندی۔ افغانی۔ غوری۔ لشکرونکو جمع کر کے بلخ سے چار فرسخ پر ایک عریض و وسیع موضع پر فرد کش ہوا ایلک خان اور قدرخان بہی اُسکے نزدیک اُترے۔ جانبین سے جوانون نے میدان جنگ مین جولانیان شروع کین دن بہر لڑے رات کو اپنی اپنی جگہ پہرے۔ دوسرے روز طرفین نے اپنی میمنہ و میسرہ و قلب درست کر کے میدان جنگ مین آئے۔ پہر تو لڑائی ایسی ہوئی کہ کشتون کے پُشتے لگ گئے اور ایک خون کا دریا صحرا مین بہنے لگا۔ سلطان نے ہاتھی پر بیٹھ کر سپاہ قلب ایلک خان پر حملہ کیا۔ ایلک خان کے صاحب رایت کو ہاتھی نے گہوڑے پر سے اٹھا کر ہوا مین پہینکا اور جب نیچے گرا تو دانتون سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ سلطان کے ہاتھی دشمنون کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور فوج کے اندر گہس گئے اور گہوڑون پر سے سوارون کو سونڈ پر اٹہاتے اور نیچے گراتے اور پاؤن کے نیچے مسل ڈالتے۔ ان ہاتہیون سے ایلک خان کا لشکر سنبہلنے و ٹہیرنے نہین پاتا تہا کہ دونون لشکر بہڑ گئے۔ غزنی والون نے ایسی دلاوری اور تندہی سے حملہ کیا کہ ہزارون کی جان لی اور دشمنونکی فوج چارونطرف بہاگ گئی اور جیحون سے پار اُتر گئی اور جیحون سے پار اتر کر اپنے ملک کو گئی یہ شکست سنہ ۳۹۷ھ ۱۰۰۶ع مین ایلک خان کو ایسی ہوئی کہ پہر اُسنے خراسان کے لینے کا نام نہین لیا۔ سلطان کو غنایم موفور ہاتہ لگین۔

تاریخ یمینی مین لکہا ہی کہ ایلک خان کو جب ہزیمت ہوئی تو سلطان محمود نے اُس کے تعاقب کا ارادہ کیا جاڑے کا موسم تہا۔ ان اطراف مین سردی ایسی پڑتی تہی کہ لشکر کے اکثر سپاہیونکو اُس کی برداشت کی تاب نہ تہی اس تعاقب پر وہ راضی نہ تھے۔ مگر جب سلطان محمود خود بنفس نفیس اس باب مین ساعی تھا تو ناچار اور سب کو بہی اُسکا ساتھ دینا پڑا دو کوچ ہوئے تہے۔ تیسری رات تہی کہ بڑی برف پڑی سخت جاڑا ہوا سلطان کیواسطے

ایک بارگاہ کہڑی کی گئی۔ اس مین انگیٹھیان بہت جلائی گئین اور ایسی گرمی ہوئی کہ اکثر امیرون نے چاہا کہ جاڑے کے کپڑے اُتار ڈالین لطیفہ اس اثنا مین دلچک آیا۔ سلطان نے ہنسی سے کہا کہ تو باہر جا اور جاڑے سے کہہ کہ تو جانکنی کس لئے کرتا ہے ہم یہان ایسے گرمی کے قریب ہو گئے ہین کہ کپڑونکو اتار کر پھینکتے ہین فوراً دلچک باہر گیا اور پھر آیا اور زمین پر بوسہ دیکر عرض کیا کہ مین نے سلطان کا پیغام جاڑے پاس پہنچا دیا اُس نے عرض کیا ہے کہ سلطان اور مقربین کے دامن تک میرا ہاتھ نہین پہونچ سکتا ہے مگر اور سپاہ گردیشون کی آچکی رات ایسی خدمت کرونگا کہ کل حضرت سلطان اور اُن کے مقربین کو اپنے گھوڑون کی خدمت آپ کرنی پڑیگی کہین میری اس حرکت سے آپ مجہہ سے خفا نہ ہو جئے گا۔ سلطان نے اس بات کو سُنکر بظاہر تو اُسوقت ہنسی مین ٹالدیا مگر دلمین وہ اپنی اس عزیمت سے پشیمان ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُسی شب کو ہندوستان سے خبر آئی کہ سکہہ پال جسکو آب سار یا نواسہ شاہ کہتے ہین وہ مرتد ہو کر اپنے اصلی دین پر پھر گیا۔ ہمنے پہلے لکھا ہے کہ ابو الفتح لودی سے سلطان محمود صلح کر کے جب غزنی جانیکو تہا تو وہ اپنا قایم مقام راجہ سکہپال کو کر گیا تہا۔ یہ راجہ پشور مین مسلمانون کے ہاتھون مین گرفتار ہوا تہا اور ابو علی سجوری کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تہا۔ اُسکا نام فارسی کتابون مین طرح طرح سے لکھا ہے۔ آب سار۔ آب شار۔ نواسہ شاہ۔ سلطان کو جب یہ خبر پہونچی کہ نواسہ شاہ مرتد ہو گیا تو وہ سُنتے ہی کوچ پر کوچ کرتا ہوا ہندوستان مین آیا اور دفعتاً ابو نصر نے نواسہ شاہ کو گرفتار کر لیا۔ سلطان اُسکو غزنی مین لایا۔ اُسکو ساری عمر اُسنے قیدخانہ مین رکہا اور اُس سے بہت کچھ روپیہ لیا۔ اُس کے نام کی بہت سی توجیہین ہین۔ مگر سب مین بہتر یہ ہے کہ وہ راجہ جے پال کا نواسہ تہا اور شاہ کا لفظ اُس کے نام کے ساتھ بولا جاتا تہا اس لئے نواسہ شاہ اُسکا نام تہا۔

ملتان کی تسخیر مین جو انندپال نے سلطان محمود کے ساتھ بے ادبی کی تہی۔ اُسکا حال اوپر پڑھ چکے ہو اب اُسکی سزا کا حال پڑہو کہ سلطان نے کیا دی۔ سلطان نے ایک لشکر عظیم تیار کیا۔ راجہ انندپال غافل نہ تہا وہ بہی مرد زیرک اور ذی ہوش تہا اُس نے سارے ہندوستان کے راجاؤن کے پاس چٹھیان دوڑائین اور ایلچی روانہ کئے اور سلطان سے جو خطرہ عظیم ہند پر آیا تہا اُس سے مطلع کیا۔ اور کہلا بہیجا کہ اگر دین کی حمیت اور دنیا کی عزت رکہنی ہو تو اس بلا کے ٹالنے مین میرے ساتھ شریک ہو۔ اتبک ہماری دولت حشمت عزت مین کچہہ فرق نہین آیا۔ اگر تم تاخیر کروگے تو سارے ہندوستان کو محمود تباہ اور خاک سیاہ کرویگا۔ راجاؤن کے دلون مین اس تحریر و تقریر نے تاثیر کی اور انہون نے سمجھ لیا کہ دین دنیا کی

سلامتی اسی میں ہے کہ جہانتک ممکن ہو راجہ انند پال کی امداد کریں چنانچہ اجین کالنجر قنوج دلی اجمیر گوالیار کے راجاؤں نے اپنا منتخب لشکر راجہ انندپال پاس پنجاب کو روانہ کیا۔ اس لڑائی میں یہانتک مسلمانوں کے دفع کرنے میں ہمت کی کہ صاحب مقدور عورتوں نے اپنے سونے چاندی کے زیور گلا کر اور جوا بیچکر اور مفلس عورتوں نے چرخہ پونی کاتکر کچھ نہ کچھ اپنے خاوندوں پاس یہاں بھیجا۔ غرض اس لشکر کا وہ ساز وسامان انند پال نے کیا جو پہلے امیر سبکتگیں کے زمانہ میں بھی جے پال نے نہیں کیا تھا۔ پیشور کے صحرا میں یہ لشکر سلطان محمود کے لشکر کے قریب آیا۔ چالیس روز تک دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن رہے اور کسی نے جنگ پر پیشقدمی نہیں کی۔ ہندوؤنکا لشکر روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ محمود پہلی طرح بیخوف وخطر دشمنوں میں نہیں گھس جاتا تھا۔ اُسنے بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کُھدوائی کہ دشمن نہ گُھس آئے۔ اب اُسنے لڑائی شروع کی۔ ہزار جوان تیر اندازوں نے آگے قدم بڑھایا۔ اور دشمنوں کو لڑائی کے لیے گرم کیا۔ اور بہانہ حیلے کرکے اُنکو لشکرگاہ کے قریب لائے۔ باوجودیکہ سلطان محمود نے بہت احتیاطیں کی تھیں۔ مگر بیس ہزار گھکر سروپا برہنہ ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتھیار لیے سلطان کے لشکر میں خندق سے اُترکر گھس آئے۔ تلوار وکٹار وتیروں سے گھوڑوں اور سواروں کو مار مار کر نیچے گرانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں تین چار ہزار مسلمانوں کو مار ڈالا۔ ان گھکروں کی دلیری دیکھکر سلطان کا ارادہ ہوا کہ آج لڑائی موقوف کرے کہ ناگاہ راجہ انندپال کو سواری کا ہاتھی نفطہ تفنگ کے شور وغل سے بگڑا اور بے تحاشا پیچھے کو بھاگا۔ اس کی فوج نے جانا کہ راجہ بھاگا جاتا ہے اس سبب سے لشکر میں ہل چل پڑی اور سپاہ کا منہ پیچھے کو پھر گیا۔

عبداللہ طائی نے پانچ چھ ہزار عربی سوار اور ارسلان جاذب نے دو ہزار ترکی افغانی خلجی سپاہ دو ہزار لیکر رات دن اُنکا تعاقب کیا۔ آٹھ ہزار ہندوؤنکو بیجان کیا اور تیس ہاتھیوں کو اور بہت سی غنیمت کو جمع کرکے سلطان کی نذر میں پیش کیا۔ خود سلطان بھی ہندوؤں کے تعاقب میں گیا اور بھیم نگر کے قلعہ تک پہنچا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر ہے اور سب طرف پانی سے گھرا ہوا ہے۔ چاروں طرف کے راجہ رؤسا وامرا یہاں کے مندر میں نقود وجواہر وانواع نفائس بھیٹ میں دیتے ہیں اور اُسکو عبادت جانتے ہیں اور سعادت اخروی سمجھتے ہیں برسوں سے یہاں طلا ونقرہ وجواہر ومرجان کے خزانے وہ جمع ہو رہے تھے کہ کسی بادشاہ کے یہاں بھی نہ ہونگے ہندوؤنکا مجمع الاصنام یہ شہر کہلاتا تھا۔ اس قلعہ سے ایک میل پر بھیم نگر تھا جسکو اب بھون کہتے ہیں یہ شہر اور نگرکوٹ اور کوٹ کانگڑہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔ سلطان یہاں پہنچا اور لشکر جرار سے محاصرہ کیا۔

ایسے مقام پر ہندو بڑے دل کھول کر لڑا کرتے ہیں مگر یہ اتفاق کی بات ہے کہ یہاں کی فوج بھی اُسی بڑی
لڑائی میں مصروف تھی جس کا اوپر بیان ہوا اور قلعہ بہادر سپاہیوں سے خالی تھا۔ بچارے بچاریوں نے
جب دیکھا کہ ساری پہاڑیاں غارت گروں سے بھری پڑی ہیں اور آگ کے شراروں کی طرح تیر اُنپر پڑ رہے
ہیں تو اُنپر خوف طاری ہوا اور اُنھوں نے جان کی امان چاہی اور دروازے کھولدیئے اور زمین پر اسطرح
گرے جیسے کہ ابابیل باز کے آگے یا مینھ بجلی سے پیچھے گرتا ہے۔ اسطرح یہ قلعہ آسانی سے فتح ہو گیا اور بحر و کان کا حاصل
سلطان کو مل گیا۔ ابو نصر احمد بن محمد والی جرجان کے ساتھ سلطان قلعہ میں داخل ہوا۔ جواہر کو اُسنے خود سمیٹا
اور طلا و نقرہ بیش بہا چیزوں کو اُسکے دو حاجبوں تونتاس اور الغ تگیں نے سنگوایا۔ اونٹوں پر جتنا خزانہ لد سکا
لادا باقی کو افسروں نے اپنے دامنوں میں رکھا کہتے ہیں کہ ستر لاکھ مسکوک درہم شاہی تھے اور سونے چاندی کی
سات لاکھ ڈلیاں تھیں جنکا وزن چار سو من تھا۔ سوائے انکے طرح طرح کے کپڑے سوس کے تھے جنکو بڈھے بڈھے آدمی
کہتے تھے کہ ہمنے ایسے نفیس کپڑے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ایک چاندی کا گھر اتنا بڑا تھا جیسا کہ امیروں کا گھر ہوتا ہے
تیس گز طول میں اور پچیس گز عرض میں وہ ایسا بنا ہوا تھا کہ چاہو اُسکے ٹکڑے کر لو چاہو جوڑ لو۔ اور ایک
سائبان دیبائے رومی کا تھا چالیس گز طول میں اور بیس گز عرض میں وہ دو سونے اور دو چاندی کی
ڈھلی ہوئی چوبوں پر لگایا جاتا تھا۔ سلطان نے ایک نہایت معتبر دیانت مند ملازم کو یہ قلعہ اور اُسکا خزانہ
سپرد کیا۔ بعد ازاں سلطان محمود غزنی میں آیا۔ شہر کے باہر بارگاہ لگا کر فرش پر جواہرا اور دُرِ ناسفتہ و دُرِ مُدور
و الماس و لعل چنے جو ایسے چمکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ شراب میں برف۔ زمرد کی سبزی تازی برگ حنا کی
سبزی کو مات کرتی تھی اور الماس مقدار اور وزن میں انار کی برابر تھے۔ ممالک غیر کے سفیر اور ترکستان کا بادشاہ
طغاں خاں اُنکے دیکھنے کیلئے آئے وہ سب کہتے تھے کہ کبھی اتنی دولت نہ دیکھی نہ کبھی کتابوں میں پڑھی کہ سلاطین ایران
اور روم نے جمع کی ہو۔ وہ قارون کے خزانہ کو بھی مات کرتی تھی۔ تین روز تک یہ جلسہ ہا بڑے بڑے شاہانہ جشن ہوئے
اور مستحقوں کو بڑی بڑی بخششیں عطا ہوئیں۔ ۴۰۱ھ میں سلطان نے غور پر لشکر کشی کی۔ یہ ملک ہرات کے مشرقی پہاڑوں
میں واقع ہے۔ یہاں سوری افغان حکومت کرتے تھے۔ اسوقت محمد بن سوری یہاں فرمانروا تھا وہ دس ہزار سپاہ
کی صف بندی کر کے سلطنت سے جنگ آرا ہوا۔ صبح سے دوپہر تک آتش جنگ مشتعل رہی طرفین سے لشکر والوں نے
داد مردانگی دی۔ جب سلطان محمود نے غوریوں کی یہ جد و جہد دیکھی تو اُسنے یہ خدعیت کی کہ اپنے لشکر کو مراجعت کا
حکم دیا۔ غوریوں نے یہ گمان کیا کہ سلطان کی سپاہ کو ہزیمت ہوئی تو غوریوں کی سپاہ نے اُسکا تعاقب کیا۔

فتح غور

اپنی خندق سے جو اُنھوں نے حفاظت کے لیے اپنے گرد کھودی تھی بہت دور نکل گئے پس سلطان نے جوانی باگ موڑی تو لشکر محمودی نے غوریوں کو بہت قتل کیا اور محمد ابن سوری کو دستگیر کر کے سلطان پاس لے گئے اُسنے غایت آزادگی سے زہر آلود نگینے کو چوس کر مجلس سلطان میں اس عالم سے سفر کیا اور ملک سلطان کے ہاتھ آیا۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہی کہ حکام و رعایا غوری نے پہلے اسلام نہیں قبول کیا تھا اب قبول کیا۔ مگر اور تاریخوں میں لکھا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہو گئے تھے۔

ساتویں مہم ناراین

سلطان نے پھر ہند کا عزم کیا اور ناراین کیطرف کوچ کیا۔ اس کے سوار سخت و نرم زمین کو طے کر کے وسط ہند میں پہنچے اُسنے اُن رئیسوں کو محکوم بنایا جو اتبک محکوم نہوئے تھے۔ بتونکو توڑا اور باشونکو تہ تیغ کیا اور اپنے مقاصد کو خوشی کے ساتھ پورا کیا۔ ایک لڑائی ہندوؤں سے اُسکی ہوئی جسمیں وہ فتحیاب ہوا۔ بہت سی غنیمت اور ہاتھی گھوڑے ہاتھ لگے جب ہند کے راجہ نے دیکھا کہ سلطان کے ساتھ لڑنے میں میرے ملک اور رعایا پر یہ تباہی اور بربادی آتی ہی تو اُسکو یقین ہو گیا کہ میں اس سے لڑ نہیں سکتا۔ اُسنے اپنے بعض عزیزوں اور امیروں کو سلطان پاس بھیجا اور التجا کی کہ آپ پھر ہندوستان پر حملہ نہ کیجیے میں روپیہ حضور کی نذر کرتا رہونگا اور ہمیشہ آپکا بہی خواہ رہونگا پچاس ہاتھی جنپر نفائس ہند لدے ہوئے ہونگے بھیجتا رہونگا اور دو ہزار سپاہی سلطان کی خدمت کے لیے حاضر رکھونگا۔ راجہ کی اس اطاعت میں اسلام کی عظمت تھی سلطان نے قبول کر لیا۔ سلطان نے سفیر بھیجا کہ ان شرائط کی تعمیل کو وہ دیکھ لے۔ ہند کے راجہ نے اُن شرائط کو پورا کیا اور ہاتھی بھیجتا رہا۔ یوں امن و امان ایسا ہو گیا کہ ہندوستان اور خراسان میں کاروان آنے جانے لگے۔ ساتویں مہم ناراین کی ایسی ہی کہ اُسکا ذکر طبقات اکبری اور فرشتہ میں نہیں ہی مگر حبیب السیر و روضۃ الصفا اور یمینی میں ہی حبیب السیر میں نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا ہی کہ نگرکوٹ اور غور کی مہم کے درمیان ایک مہم سنہ ۴۰۴ھ میں ہندوستان پر ہوئی۔ اب اس ناراین کے مقام کی تحقیق میں فرنگستانی محققوں نے بڑی موشگافی کی مگر آخر کچھ فیصلہ نکر سکے۔

ہندوستان کے [illegible]

ہند کے راجہ نے جو دو ہزار سوار دینے بھیجنے کا عہد کیا یہ عجیب واقعہ ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوؤں کی عادت میں داخل تھا کہ وہ اپنی سخت جانی دشمنوں کی سپاہ میں بھی نوکری کرنے کو موجود ہو جاتے تھے۔

آٹھویں مہم

جب ابو الفتح لودھی نے غور کی فتح میں سلطان کو مصروف دیکھا تو پھر سر اُٹھایا۔ اسلیے سلطان کو ملتان آنا پڑا اُبکی دفعہ اُسنے ملاحدہ و قرامطہ کو خوب درست کیا اور ابو الفتح کو قید کر کے غزنی لے گیا۔

اس مہم کا حال طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی مگر روضۃ الصفا اور حبیب السیر اور یمینی میں نہیں لکھا اس سے بعض فرنگستانی محققین نے یہ خیال کیا ہی کہ ساتویں آٹھویں مہم ایک ہونگی۔ مگر اسپر بعض نے یہ اعتراض

کیا کہ اُسکی حالتیں ایسی مختلف ہیں کہ اُنکا ایک خیال کرنا بھی دشوار ہے۔ محمود کو یہ خیال تھا کہ ہر سال ہندوستان
پر ایک جہاد کیا جائے تو اُس سے لازم آتا ہے کہ یہ مُہمیں دو سمجھی جائیں۔

فتح نارودین

جب ہند میں شعار اسلام کا رواج ہوتا گیا اور مساجد تعمیر ہوگئیں تو سلطان ہند نے دارالسلطنت پر حملہ کرنیکا
ارادہ کیا۔ اسنے اپنے جری جوانمردوں کو جمع کیا اور اُنکو بہت مال انعام میں دیا ۴۰۴ھ میں لشکر گراں کے ساتھ
اندھیری راتمیں اُسنے کوچ کیا۔ خزاں کا موسم تھا۔ جنوبی نسیم چل رہی تھی۔ سفر اچھا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سلطان سرحد
ہند کے قریب پہنچا ہی تو برف بڑی شدت سے پڑی۔ پہاڑ کے سارے رستے بند ہوگئے اور پہاڑ و وادی سب ہموار ہوگئے
گھوڑوں اور اونٹوں کے پاؤں میں برف کی سردی کا اثر پہنچا تھا آدمیوں کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا ذکر تو کیا ہی
جو شاہ راہ تھی وہ مخفی ہوگئی۔ دائیں بائیں طرف اسکے نمعلوم ہوتی تھی۔ راہ میں جو آگے تھا وہی پیچھے تھا۔ اس لیے لشکر
واپس بھی نہ جا سکتا تھا۔ سلطان نے اس عرصہ میں سپاہ کے لیے رسد کا سامان درست کیا۔ اور اپنے بڑے بڑے
سپہ سالارونکو بلایا۔ اسطرح سے جب سامان جنگ طیار ہوگیا تھا اور دور دور کے ملکوں کی سپاہیں آنکر اکھٹی
ہوئیں۔ پھر سلطان نے سفر کیا دو مہینے تک اُسکے گھوڑے اُن ویران جنگلوں میں چلے کہ جن میں مویشی بھی راہ
بھول جاتے تھے اور بڑے بڑے عمیق دریاؤں سے عبور کیا۔ سلطان قلعہ نندونہ (ناردین) پر پہنچا یہ قلعہ کوہ
بال نات پر ہے۔ وہاں کے راجہ ندربھیم نے اپنے سپہ سالاروں اور رئیسوں کے لشکروں کو ایک درہ کوہ میں
جمع کیا جسمیں دشمنونکا گذرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اُنھوں نے پتھرونکے پیچھے مورچے جمائے اور ہاتھیوں سے رستونکو
روکا۔ یہاں راجہ جانتا تھا کہ میں امن کے گنبد میں بیٹھا ہوں جب سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ کو اپنے مامن پر
یہ غرور ہے تو اُسنے دیلمی سپاہیوں اور افغانی نیزہ اندازونکو ساتھ لیکر حملہ کیا یہ سپاہی پہاڑوں پر اسطرح چڑہتے
جیسے پہاڑی بکری اور اُترتے اسطرح جیسے پانی متواتر لڑائی کئی روز تک جاری رہی جیسے چراغ میں بتی تیل کو
کھینچتی ہے اور لوہا مقناطیس کو اسطرح مسلمانوں نے ہندوں کو لڑنے کے لیے باہر کھینچا۔ باہر نکلتے ہی سواروں کے
ہاتھ سے وہ اسطرح مارے گئے جیسے کہ شطرنج میں گھوڑے سے پیادے مارے جاتے ہیں۔

جب ندربھیم پاس اور رئیسوں کی کمک پہنچگئی تو وہ اپنے مورچوں سے باہر نکلا اور پہاڑ سے میدان میں آیا
پہاڑ اُسکے پیچھے تھے اور ہاتھی آگے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر پر جب ہاتھی ہلتے تھے تو وہ مسلمانوں کی نیزہ زنی
سے پیچھے ہٹتے تھے۔ ابو عبداللہ طائی نے جو بہادری سے پیشقدمی کی تو اُسکا سر اور جسم زخموں سے چکنا چور ہوگیا
سلطان نے اُسکو ہاتھی پر زخموں کی تکلیف کے سبب سے بٹھایا۔ جس سے یہ معلوم ہونے لگا کہ اس نے

لشکر کا یہی بادشاہ ہے۔ ہندوؤں کو سب جگہ شکست ہوئی۔ اور بہت سے ہاتھی جو دشمنوں کے لشکر کی پشت و پناہ
تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور نار دین فتح ہو گیا۔ اس کثرت سے غلام ہاتھ لگے کہ بہت سستے بکنے لگے۔ جو یہاں
اپنے دیس میں بڑے آدمی تھے وہ پردیس میں ادنی دوکاندار دنکے غلام بنے۔

سلطان نے بعد اس فتح کے دہلی کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ارکان دولت نے عرض کیا کہ دہلی کو اسوقت
ہم تسخیر کر سکتے ہیں کہ مملکت پنجاب بکلیہ ہماری قلمرو میں ہو اور انند پال کے فساد سے بالکل فراغت ہو۔ سلطان
کو یہ بات پسند آئی فسخ عزیمت کیا۔ دو لاکھ بندہ و بردہ ہندوستان سے غزنی میں لایا۔ غزنی اس سال
میں بلاد ہند معلوم ہوتی تھی کہ سلطان کے لشکر میں ہر متنفس پاس کئی کئی غلام تھے

غرجستان کی فتح اور سلطان محمود کا خلیفہ بغداد کو نامہ بھیجنا اور اسکا جواب آنا

سنہ ۴۰۳ھ میں التونتاش سپہ سالار اور ارسلان جاذب نے غرجستان کو فتح کیا یہ ملک دریائے مرغاب پر غور کے متصل واقع ہے
ان دنوں میں سلطان نے خلیفہ عباسی بغداد القادر باللہ کو نامہ لکھا کہ بلاد خراسان کا اکثر حصہ میرے
تصرف میں ہے باقی حصہ جو حضرت کے غلاموں کے پاس ہے وہ بھی مجھے عنایت ہو خلیفہ کو کوئی اور چارہ نہ تھا
سلطان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ مگر پھر دوسری دفعہ اسنے خلیفہ عباسی کو خط بھیجا کہ ثمرقند مجھے عنایت کیجئے
اور منشور لکھکر بھیجئے۔ خلیفہ نے ایلچی کی زبانی کہلا بھیجا کہ معاذ اللہ یہ کام مجھسے نہوگا اور میرے حکم بغیر ثمرقند کی تسخیر کا ارادہ
تو کریگا تو ایک عالم کو تیرے خلاف شورش پر آمادہ کر دونگا۔ سلطان کو اس جواب سے بڑا رنج ہوا اور خلیفہ کے
ایلچی سے کہا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ دار الخلافہ پر ہزار فیل چڑھا کر لیجاؤں اور اسکو برباد کرکے اسکی خاک ہاتھیونکی پیٹھ
پر غزنی میں لاؤں۔ رسول یہ سنکر چلا گیا اور کچھ دنوں کے بعد نامہ لایا اور سلطان محمود کو دیا کہ امیر المومنین نے یہ
جواب لکھا ہے۔ خواجہ ابونصر زوزنی نے کہ دیوان رسالت تھا اس نامہ کو کھولا تو اسمیں دیکھا کہ بسم اللہ الرحمن لکھا ہے
اور بعد اسکے چند سطروں میں حروف مقطعات ال م ال م لکھے ہیں اور آخر میں الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ
محمد و آلہ اجمعین تحریر ہے باقی کچھ نہیں۔ سب میر منشی حیران تھے کہ یہ کیا جواب ہے۔ تفاسیر میں ان حروف کی تفسیر دیکھی
مگر کچھ نہ معلوم ہوا۔ خواجہ ابو بکر قہستانی نے جرات کرکے عرض کیا کہ حضور نے جو ہاتھیوں کے پاؤں کا ڈراوا لکھا تھا اسکا
یہ جواب اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ہے یہ سنتے ہی سلطان کے ہوش اڑ گئے اور جب ہوش میں آیا
تو بہت رویا اور خلیفہ کے رسول سے معذرت کی اور بہت تحائف نذر کے لیے بھیجے اور ابو بکر کو خلعت خاص
عنایت کیا۔ سنہ ۴۰۶ھ میں ہندوستان کی فتوحات کا فتحنامہ خلیفہ القادر باللہ عباسی پاس محمود نے بھیجا اور ایک
سنگ جو ہندوستان میں سلطان کو ملا تھا اور اسکی یہ خاصیت تھی کہ زخم پر اس کو لگائے تو فوراً اچھا ہو جاتا تھا

تحفہ بھیجا۔ خلیفہ نے ایک مجلس عظیم کو جمع کیا اور منبر پر بیٹھکر باواز بلند فتحنامہ کو اہل مجلس کے روبرو پڑھا۔ اِن فتوحات کے سننے سے مسلمانوں کو عید کی سی خوشی ہوئی اور ۴۱۲ھ میں علما و صلحا و اہل اسلام کی جماعت نے متفق ہوکر سلطان سے عرض کیا کہ بیت الحرام کی راہ اعراب و قرمطیون سے مسدود ہو رہی ہے اور اُنکے خوف سے اور خلفا رعباسیہ کے ضعف سے مسلمان حج سے محروم رہتے ہیں۔ سلطان نے اس عرض پر محمد ناصحی کو قاضی القضاۃ ممالک محروسہ کا تھا امیر حجاج بنا کے اور تیس ہزار زر سرخ دیکر روانہ کیا اعراب کو راہ قافلہ سے پرے ہٹا دیں۔ بہت سے مسلمان قاضی صاحب کے ساتھ ہوئے۔ جب یہ قافلہ بادیہ فید میں پہنچا تو عربوں نے اُسے روکا۔ قاضی صاحب پانچہزار دینار اُنکو دیتے تھے۔ مگر احماد بن علی شیخ اعراب متعرض ہوا جسکو ایک تیرانداز نے مار ڈالا اعراب بھاگ گئے اور اس سال حج خوب ہوا۔

خوارزم کی سلطنت کا سلطان کے ہاتھ آنا

جب ولایت خوارزم مامون کے بعد اُسکے بیٹے ابو علی کو ملی تو اُسنے سلطان محمود کی بہن سے نکاح کیا اور اس رشتہ بندی سے سلطان کے ساتھ بھی دوستی ہوگئی۔ جب مامون کی حکومت ختم ہوئی تو اُسکا جانشیں ابو العباس مامون ہوا۔ تو اُسنے محمود کے ساتھ خلوص عقیدت ظاہر کرکے اجازت چاہی کہ اُسکی بہن سے جو اُسکے بھائی کی بیوہ تھی خطبہ نکاح پڑھ لے۔ سلطان نے اجازت دیدی اور اسطرح محبت کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ ابو العباس مامون کے آخر ایام میں سلطان نے اس پاس ایلچی بھیجا اور درخواست کی کہ ولایت خوارزم میں خطبہ اُسکے نام پڑھوایا جایا کرے۔ ابو العباس مامون نے اپنے اعیان دولت سے مشورہ کیا تو اکثر نے یہ کہا کہ جب تک آپکا ملک دوسرے کی شرکت سے خالی ہے ہم کمر خدمت باندھے ہوئے موجود ہیں اور اگر آپ کسی اور کے محکوم ہوتے ہیں تو ہم تلوار لیے کھڑے ہیں آپ کو معزول کرینگے اور کسی اور کو تخت پر بٹھائیں گے۔ سلطان کا ایلچی یہ صورت حال دیکھکر الٹا چلا گیا۔ اعیان خوارزم شاہی نے یہ کہتے تو کہدیا مگر پھر وہ سلطان کے اقوال کے رد کرنے سے پشیمان ہوئے اور نیال تگیں جو صاحب جیش خوارزم اور سر دفتر اہل جسارت و خسارت تھا ہم کے واسطے طیار ہوا۔ ایکدن وہ اوباشوں کے گروہ کے ساتھ خدمت ابو العباس مامون میں گیا۔ اندر سے خبر آئی کہ اُسکا انتقال ہوگیا اور کسی شخص کو اس واقعہ ہولناک پر اطلاع نہوئی۔ اسکے بعد پسر ابو العباس کو تخت پر بٹھایا۔ یہ خوارزمی گروہ خوب جانتا تھا کہ سلطان اس کا انتقام ہم سے لیگا اس لیے سب نے باہم قسم کھائی کہ اگر محمود انتقام کے درپے ہو تو اتفاق کرکے اُس سے خوب لڑیں۔ جب سلطان محمود کو اس غدر کی خبر ہوئی تو صلاح مشورہ کرکے وہ سپاہ کو آراستہ کرکے خوارزم کی طرف چلا۔ سلطان نے محمود طائی کو مقدمۃ الجیش بنا کے بھیجا پیشکر صبح

کی نماز پڑھ رہا تھا کہ خمار تاش خوارزمیونکے سپہ سالار نے غزنویوں پر چھاپا مارا اور بہت سے اُنمیں قتل کیے اور لشکر کو بھگا دیا۔ سلطان نے پھر اپنے خاصہ غلاموںکا لشکر بھیجا اُس نے خوارزمیوں کو شکست دی اور خمار تاش کو گرفتار کیا۔ اور اُسکو سلطان کی خدمت میں لائے۔ جب سلطان قلعہ ہزار اسپہ پاس پہنچا تو ایک سخت لڑائی صبح دوپہر تک ہوئی اور شام تک بہت سے آدمی سلطان کے ہاتھیوں اور گھوڑوں نے پامال کیے اور پانچہزار آدمی قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ نیال تگین کشتی میں بیٹھکر جیحوں سے عبور کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے اُسکو کشتی میں باندھ لیا اور سلطان پاس لے آیا۔ سلطان نے ابو العباس مامون کی قبر کے پاس سُولیاں کھڑی کیں جنپر نیال تگین اور اُسکے ساتھیوں کو وہاں چڑھایا اور مامون کی قبر پر یہ کندہ کرا دیا کہ ہذا قبر مامون ابن مامون

یعنی بغی علیہ حشمہ واجرعلے دمہ خذ مہ فقبض الیہ السلطان یمین الدولۃ وامین الملۃ حتٰی اقبض منہم وصلبہم علے الجذوع عبرۃ للناظرین وآیۃ للعٰلمین اور خوارزم کی حکومت امیر حاجب کبیر التونتاش کو دی اور قیدیوں کو غزنی بھجوایا اور پھر سب کا قصور معاف کرکے چھوڑ دیا۔

سلطان نے سنا کہ تھانیسر کے ملک میں ہاتھی بڑے قوی ہیکل ہوتے ہیں اور اُنکو میدان جنگ میں لڑانا خوب آتا ہے تھانیسر کے حکمراں کو ان ہاتھیوں پر بڑا غرور تھا۔ سو سلطان فوج جرار کو لیکر گیا۔ اُسکو ایسے جنگل میں اول گذرنا پڑا کہ جسمیں سوائے چرند پرند حیوانوں کے انسان نے ابتک قدم نہ رکھا تھا۔ گھوڑے کا سم اُسپر نہ پڑا تھا اس میں دانہ پانی کا کال تھا۔ اول سلطان ہی نے اس جنگل کو طے کیا۔

تھانیسر کے نیچے ایک ندی صاف پانی کی بہتی تھی اُسکی تہ میں پتھر تھے اور اُسکے کنارے ناہموار اور تیر کی طرح نوکدار تھے۔ سلطان اس ندی پر وہاں پہنچا جہاں وہ درہ کوہ میں ملتی تھی اور وہاں دشمنوں نے ہاتھیونکے بیچھے مقام کیا تھا اُنکے پاس بہت پیادے اور سوار تھے۔ سلطان نے یہاں یہ حکمت اختیار کی کہ اپنے لشکر کو دو پایاب مقاموں سے ندی کے پار اُتارا اور دشمنوں پر دونوں طرف سے حملہ کیا۔ جب ان لشکروں میں آپسمیں قریب آکر لڑائی بھڑائی ہونے لگی تو سلطان نے اپنے لشکر کو اس درہ کوہ سے جسمیں ندی بڑے زور سے بہتی تھی ندی کے کنارے پر کھڑے ہو کر حملہ کرنیکا حکم دیا کہ گھاٹیوں میں جو دشمن چھپے ہوئے ہیں اُنکو قتل کریں۔ شام تک سخت لڑائی ہوئی دشمن بھاگ گئے ہاتھی چھوٹ گئے جو سلطان کے پاس پکڑے آئے جنمیں سے بڑے بڑے ہاتھی سلطان نے اپنے پاس رکھے۔ اسقدر ہندو مارے گئے کہ اُنکے خون سے ندی کے پانی کا ایسا رنگ بدل گیا کہ کوئی اُسے پیتا نہ تھا۔ رات ہو گئی نہیں دشمن اور ہلاک ہوتے۔ یہ بیان تاریخ یمینی سے لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں اس مہم کو یوں بیان کیا ہے کہ

محمود غزنوی کا ارادہ تھا کہ تھانیسر کو فتح کیجیے وہ ان دنوں بت پرستوں کا ایسا ہی معبد تھا جیسا کہ بلاتشبیہ مکہ
خدا پرستوں کا جب سلطان پنجاب میں آیا تو اس سبب سے کہ انندپال سے جو شرائط و عہود ہو چکے تھے اُنکا پاس و
تھا کہ اُنمیں کوئی فرق نہ آئے اور اسکا علاقہ لشکر سے پامال نہو۔ اِس لیے سلطان نے انندپال کو لکھا کہ ہمارا ارادہ
تھانیسر کا ہے تمکو چاہیئے کہ اپنے معتمد آدمیونکو ہمارے لشکر کے ہمراہ کردو کہ اثنار راہ میں وہ اپنے علاقوں کو تبلاتے جائیں
تاکہ لشکر سے اُنکو گزند نہ پہنچے۔ انندپال اس بات کو غنیمت سمجھا۔ سامان رسد وغیرہ میں ہمہ تن مصروف ہوا
اور کل تاجروں اور بنیے بقالوں کو حکم دیدیا کہ لشکر سلطانی کے لیے غلّہ جمع کر و اور کل اپنے ماتحتوں کو تاکید کی
کہ لشکر سلطانی کو کسی طرح کی تکلیف نہونے پائے۔ اور دو ہزار سوار اپنے بھائی کے ساتھ سلطان کی خدمت میں
بھیجے اور ایک عرضی لکھی کہ تھانیسر ہمارا معبد ہے اگر حضور وہاں کی رعایا پر خراج اور محصول مقرر کریں تو بہتر ہی
کہ اگر حضور میری درخواست منظور فرمائینگے تو میں بھی پچاس ہاتھی سالانہ نذر دیا کرونگا۔ سلطان نے اسپر حکم لکھا
کہ بت پرستی کی بیخکنی کرنا اور شرع اسلام کا رواج دینا ہمارا کام ہے۔ جب دلّی کے راجا کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے
اور راجاؤں کو لکھا کہ محمود لشکر نامعدود سے تھانیسر کیطرف متوجہ ہوا۔ اگر اس سیل کا بند نہ باندھو گے تو وہ سب پر
پانی پھیر کر خاک میں ملائیگا۔ یہ راجہ اپنی فوج جمع کرتے ہی رہے کہ تھانیسر میں محمود داخل ہوا اور دل کھول کر
خوب لوٹا مارا بتوں کو توڑا۔ سب سے بڑے بت کو غزنی بھیجا کہ وہاں پیروں کے تلے ہمیشہ روندا جائے۔ غنیمت
بے حساب ہاتھ آئی۔ ایک یاقوت ملا جسکا وزن ساٹھ تولہ تھا۔

سلطان نے ۴۰۶ھ میں کشمیر کا ارادہ۔ قلعہ لوہ کوٹ تک آیا یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ سلطان نے اسکا محاصرہ
کیا جب اس محاصرہ پر مدت گذر گئی اور کشمیر کو کمک اطراف سے بھی پہنچ گئی اور جاڑے اور برف کی بھی بڑی شدت ہوئی
تو سلطان نے محاصرہ کو چھوڑا اور غزنی کی راہ لی اس سفر میں لشکر اُس صحرا میں پہنچا جہاں پانی کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا
ایک خلق پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئی۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ ہندوستان کے حملوں میں لشکر اسلام کو اسطرح کا صدمہ
پہنچا کہ صدہا جانیں ضائع ہوئیں بہت سی مشقتیں اٹھانی پڑیں اور کوئی مقصد نہ حاصل ہوا۔ اور غزنی سلطان بے نیل مرام آیا پھر
پنجاب تو مدتوں سے اہل اسلام کے قدموں کا رہنا تھا۔ اب سلطان محمود کے ارادوں کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسے بلند اور فراخ
ہو گئے کہ اُسنے یا اولوالعزمی کی کہ وسط ہند کا دروازہ اہل اسلام کی فتح و نصرت کیلیے کھولیے۔ اُسنے ایک لشکر جرّار جمع کیا
اُسکو ایک مؤرخ لکھتا ہی کہ ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہی کہ بیس ہزار سوار ماوراالنہری
اس پاس تھے۔ فقط جہاد کے ارادہ سے وہ آئے تھے۔ اس سلطان کی اس فرزانگی کو دیکھیے کہ

اُس نے سپاہی ثمرقند اور بخارا اور ان ملکوں کے لئے جو ابھی فتح ہوئے تھے یہ تدبیر نہایت معقول تھی اگر ہمراہ نہ لیتا تو وہ کب اسکے پیچھے نچلے بیٹھتے۔ ضرور ایسا دنگہ فساد پیچھے مچاتے کہ سلطان کو آگے بڑھنا دشوار ہو جاتا پھر اس سپاہ نو اوان کو ہمراہ لیکر وہ سات دریاؤں سے اُن مقامات سے اُترا جہاں اُنکے پاٹ کم تھے۔ اس مہم میں سلطان جس راہ سے قنوج آیا گیا مورخوں نے مختلف طرح سے بیان کیا ہے مگر ہم تاریخ یمینی کے موافق اس سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ لشکر کو لیکر اول کشمیر میں آیا۔ کشمیر اور غزنی کے درمیان ایسے گھنے جنگل تھے کہ اُمیں ہوا کا گذر بھی دشوار تھا۔ اُمیں جانور نغمہ سرائی اور غل شور مچاتے تھے۔ سلطان پاس بیس ہزار ماوراء النہری سپاہی اسلئے آگئے تھے کہ وہ اُنکو بھی جہاد میں بھیجکر غازی و شہید بنا دے۔ سلطان نے اس لشکر کو ہمراہ لیکر قنوج کا ارادہ کیا۔

غزنی اور قنوج کے درمیان گھوڑوں اور اونٹوں کی تین مہینہ کی راہ تھی۔ سو سلطان نے رات دن سفر کرنا شروع کیا۔ وہ دریاے سندھ سے اُترا۔ پھر جہلم۔ راوی۔ بیاس ستلج سے عبور کیا۔ یہ دریا ایسے عمیق ہیں کہ انمیں ہاتھی ڈوب جاتے ہیں۔ اُس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اونٹوں اور گھوڑوں پر کیا گذری ہوگی جن ملکوں میں سلطان کا گذر ہوا وہاں کے حاکموں نے اُسکی اطاعت اختیار کی اور اپنے سفیر بھیجے۔ سیلی یا جانکی بن شاہی بن بمنی حاکم درہ ہاے کشمیر نے سلطان کو یہ جانا کہ وہ کوئی خدا کا فرستادہ ہے اسکے پاس حاضر ہوا اور راہ نمائی کا ذمہ لیا اور وہ ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں لیگیا آدھی رات کو کوچ کا نقارہ بجتا اور دوپہر کے بعد تک منزل طے ہوتی۔ ۲۰ رجب ۴۰۹ھ کو یہ لشکر جمنا پار اُترا۔ راہ میں سلطان کو ایسے بلند قلعے نظر آئے کہ اُنکے دیکھنے میں گردن پیٹھ سے لگ جاتی تھی۔ اب وہ قلعہ برن میں پہونچا (یہ پرانا نام بلند شہر کا ہے) راجہ ہردت کے ملک میں یہ قلعہ تھا۔ جب اُسنے سُنا کہ اس لشکر جرار نے حملہ کیا اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھی وہ دس ہزار آدمیوں سمیت سلطان کی خدمت میں آیا اور ان سب نے دین اسلام قبول کیا اور بت پرستی کو ترک کیا۔

برن کا فتح ہونا

کچھ توقف کے بعد سلطان قلعہ مہابن کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کا راجہ کل چند تھا وہ کثرت مال اور رجال اور ملک پر بڑا مغرور تھا۔ بڑے بڑے راجہ اُس سے لڑتے ہوئے ڈرتے تھے اور ایسے قلعے اُسکے پاس مضبوط تھے کہ کبھی اُنکو زمانہ کے ہاتھ سے آسیب نہیں پہنچا تھا وہ اپنے لشکر کو ایک جنگل میں لیگیا کہ اُسمیں درخت ایسے گھنے تھے کہ نہ وہاں جا سکتی تھی نہ ہوا۔ جب سلطان وہاں پہونچا تو اُس کا لشکر اس جنگل میں اس طرح گھس گیا جیسے بالوں میں کنگھی جاتی ہے اور قلعہ کی راہ دریافت کر لی۔ سخت لڑائیاں ہوئیں مگر ہندوؤں کو ہر جگہ شکست ہوئی۔ بہت سے سپاہی انکے قتل ہوئے اور کچھ جمنا کے پار چلے گئے۔ غرض اس طرح پچاس ہزار ہندو عرصہ فنا اور ورطہ عنا میں پڑے۔ کل چند نے

مہابن کا فتح

خنجر کھینچکر پہلے اپنی بیوی کو مارا اور پھر اپنا سینہ چاک کیا۔ سلطان کو ایک سو اٹھاون ہاتھی ہاتھ آئے اور بہت سی غنیمت ملی۔

جب سلطان کو کل چند کی مہم سے فراغت ہوئی تو وہ متھرا میں گیا وہاں عمارتیں دیکھیں جن کو یہاں کے لوگ کہتے تھے کہ وہ آدمیوں نے نہیں بنائیں بلکہ دیوتاؤں نے۔ وہاں کی عادتیں بھی ایسی دیکھیں جو عادات جاریہ کے خلاف تھیں اور انکا یقین مشاہدہ ہی سے آسکتا ہے۔ شہر کی فصیل سنگ خارا کی بنی ہوئی تھی اسکے دو دروازے جمنا کے کنارہ کیطرف ایسے مضبوط بنے ہوئے تھے کہ پانی سے انکو آسیب نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شہر کے دونوں طرف ہزار قصر تھے اور انمیں بت خانے تھے اور وہ سر سے پاؤں تک لوہے کی میخوں سے مضبوط کئے گئے تھے۔ یہ سب عمارتیں گچ کی بنی ہوئی تھیں۔ سب مندروں سے بڑا شہر کے بیچ میں ایک مندر زیادہ عظیم الشان ورفیع البنیان تھا کہ اس کا بیان ہو سکتا ہے نہ نقشہ کھچ سکتا ہے۔ سلطان نے شہر فار غزنی کو اس عمارت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر ہزار دفعہ ہزار دینار خرچ کئے جائیں اور دو سو برس تک چابکدست کاریگر و دستکار بنائیں تو بھی ایسی عمارت نہیں بن سکتی۔ بتوں میں سے پانچ سونے کے بت تھے۔ ہر ایک پانچ گز لمبا تھا۔ یہ بت ہوا میں معلق لٹکے رہتے تھے۔ ان بتوں میں سے ایک کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان یاقوتوں سے ہر ایک یاقوت کی قیمت پچاس ہزار دینار سے کم نہو گی۔ ایک بت کی آنکھیں صاف و چمکدار یاقوت ازرق کی تھیں۔ اس کا وزن ساڑھے چار سو مثقال تھا۔ ایک بت کے دو پاؤں سونے کے وزن میں چار ہزار چار سو مثقال کے تھے۔ ان بتوں میں کل سونا وزن میں اٹھانوے ہزار تین سو مثقال تھا۔ چاندی کے بت دو سو تھے مگر انکا وزن بغیر توڑنے کے نہیں معلوم ہو سکتا تھا وہ ترازو میں بغیر ٹوٹنے کے نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ سارے بتخانہ نفط آگ سے جلا دیے جائیں۔ اس جلانے سے سنگین عمارتوں کا نقصان بہت ہوا ہوگا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان نے بعض مندروں کو حسانت کے سبب سے نہ توڑا یا حصانت کے سبب سے نہ توڑ سکا۔ بعد اسکے سلطان نے قنوج کی طرف کوچ کیا۔ قنوج تصحیف سے فتوح ہوتا ہے یہ فال نیک پہلے سے موجود تھی۔ سلطان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پیچھے چھوڑا اور تھوڑی سی فوج کے راجہ جیپال سے لڑنے کے لئے لے گیا۔ راجہ کے ساتھ بھی تھوڑے سپاہی تھے اور وہ اپنے کسی امیر کے پاس جانیکو تھا اس ملک میں سلطان نے جس قلعہ کو دیکھا اسکو گرا کر زمین کی برابر کیا۔ یہاں کے باشندوں نے کیا اسلام قبول کیا یا تلوار لیکر لڑنے کو کھڑے ہوئے۔ بیشمار قیدی اور غنیمت سلطان کو ہاتھ لگی۔ ۸ شعبان ۴۰۹ھ ۱۰۱۸ء کو سلطان کے قریب پہونچنے کی خبر سنکر راجہ جیپال گنگا پار بھاگ گیا۔

قنوج کی فصیلوں میں سلطان داخل ہوا تو اس میں سات قلعے جدا جدا بنے ہوئے تھے اور اُسکے نیچے گنگا بہتی تھی۔ قنوج میں دس ہزار بتخانے تھے جنکو ہندو کہتے تھے کہ دو دو تین تین ہزار برس گذرے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے بنائے تھے۔ سلطان نے ایک ہی دن میں ساتوں قلعے لے لئے اور سپاہ کو حکم اُنکے لوٹنے کا دیدیا باشندے کیا بھاگ گئے یا قتل و اسیر ہوئے۔

قنوج کی تعریف ہندو مسلمان دونوں کرتے ہیں مگر اسکی وجہ کوئی نہیں معلوم ہوتی کہ یہ شہر کیوں دولت سے مالامال اور باشان و شکوہ گنا جاتا تھا۔ نہ تو وہاں کے راجہ کا ملک وسیع تھا کہ ہندوستان میں کسی اور راجہ کا نہو۔ نہ اُسکی حکومت اور راجاؤں سے زیادہ تھی۔ اس زمانہ میں قنوج کی مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ اُسکی شہر پناہ پندرہ کوس کے گردے میں تھی۔ تیس ہزار تنبولیوں کی دکانیں تھیں راجہ کے پاس پانچ لاکھ پیادے تھے تیس ہزار سوار تھے اسی ہزار زرہ پوش تھے۔ اصل حال معلوم ہونا دشوار ہے۔ مگر ان مورخوں کے بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فارسی تاریخوں میں تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ قنوج کی خواہ پہلے کچھ ہی شان ہو۔ مگر اب تو وہ قصبہ کہنہ ہے۔ البتہ اسکے گرد عمارات کے کھنڈر باقی ہیں جو ارباب بصیرت کو عبرت دلاتے ہیں۔ اب اوپر جو بیان قنوج کی فتح کا لکھا ہے وہ تاریخ یمینی سے لکھا ہے۔ اب اور تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ قنوج کا راجہ کنور رائے سلطان کے لشکر کی عظمت اور شوکت دیکھکر دنگ رہ گیا اور سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑی کہ رومال سے ہاتھ باندھکر مع اپنے اہل و عیال کے سلطان کے حضور میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اُس پر بہت لطف و کرم کیا اور کسی طرح کی اذیت نہیں پہنچائی خود تین روز تک مہمان رکھا اور اُس سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی دشمن تمکو ستائے گا تو ہم خود آنکر تمہاری امداد کرینگے۔ چنانچہ اس وعدہ کا ایفا بھی کیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر سلطان منج دے کی طرف متوجہ ہوا یہ برہمنوں کا قلعہ مشہور تھا۔ اسکے باشندے نستربے معار تھے۔ وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے مگر جب مقابلہ نہ کر سکے اور اُنکو یہ بھی یقین تھا کہ مسلمان ہمکو جیتا نہ چھوڑینگے تو وہ فصیلوں پر سے کود کود کر بھاگنے لگے مگر اس طرح کودنے میں پاش پاش ہوکر مر گئے۔

یہ شہر منج دے پرانا شہر منجھاؤں یا مجھاؤں معلوم ہوتا ہے جس کے کھنڈر کانپور سے جنوب میں دس میل کے فاصلہ پر پڑے ہیں وہ قنوجی برہمنوں کا مرکز ہے۔

پھر سلطان قلعہ آسی یا اسونی کی طرف متوجہ ہوا یہاں کا حاکم چندپال بھور تھا۔ وہ ہندوؤں کے امیروں اور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ وہ ہمیشہ فتح پاتا تھا۔ اس قلعہ کے گرد بڑا گہرا گھنا جنگل تھا اور اسمیں سانپ

بھرے ہوئے تھے جن پر کوئی منتر نہ چلتا تھا اور ایسا اندھیرا رہتا تھا کہ چاندنی اسمیں نہیں دکھائی دیتی تھی۔ بڑی چوڑی اور گہری خندق قلعہ کے گرد تھی۔ چنڈیل بھور نے جب سلطان کے آگے بڑھنے کی خبر سنی تو بڑا ہول اُس کے دل میں اٹھا اور اُس نے جان لیا کہ موت مُنہ کھولے میری طرف آرہی ہے۔ اسلئے وہ بھاگا۔ سلطان نے اُسکے پانچوں قلعوں کے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ انہیں کے ملبے کے نیچے باشندے دبے رہ گئے۔ سپاہی قتل اور اسیر ہوئے۔ مال اسباب اُنکا لوٹا گیا۔ یہ قلعہ اسوئی گنگا کے گوشہ شمال مشرق میں فتح پور سے دس میل پر ہے۔ یہ بہت پرانا شہر ہے اسکو اسوئی کمار نے جو سورج کا بیٹا تھا بنایا تھا۔ اُسنے یہاں پر بلدان کیا تھا اور اس شہر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا۔

فتح قلعہ شروا

جب سلطان نے سُنا کہ چنڈیل بھاگ گیا تو اُسکو افسوس ہوا۔ اور وہ قلعہ شروا کی طرف چلا یہاں کا راجہ چندر رائے تھا ہندوؤں میں بڑے رتبے کا راجہ تھا۔ پورجے پال سے ہمیشہ اُسکی لڑائی رہتی تھی اور کشت و خون ہوتا تھا۔ پورجے پال نے اپنے پرانے دشمن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا پیغام بیاہ کا بھیجا کہ اس رشتہ مندی کے سبب ہمیشہ کیلئے رشتہ اتحاد قائم ہوگا۔ اُسنے اپنے بیٹے کو بیاہنے کیلئے رائے چند پاس بھیجا۔ رائے چند نے اُسکے بیٹے کو قید کر لیا اور اُسکے باپ کے سبب جو اُسکے نقصان ہوئے تھے اُنکا معاوضہ چاہا۔ پس اب پورجے پال مجبور تھا کہ رائے چند کے قلعہ اور ملک پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے بیٹے کو بھی نہیں چھڑا سکتا تھا۔ غرض ان دونوں میں چھیڑ چھاڑ ہمیشہ رہتی تھی کہ سلطان محمود اس ملک میں آگیا۔ پورجے پال تو راجہ بھوج چند پاس جا کر چھپ گیا مگر چندر رائے سلطان سے لڑنے کیلئے آمادہ ہوا۔ اس اثنا میں بھیم پال نے ایک خط اسکو لکھا کہ سلطان محمود کا حال ہندوستان کے راجاؤں کا سا نہیں ہے وہ ہندوؤں کا پیشوا نہیں ہے اُسکے باپ کے نام سے فوجیں بھاگتی ہیں بہتر ہے کہ اس سے صلح کی جائے اگر تم اس سے لڑوگے تو پچھتاؤگے آگے تمہیں اختیار ہے۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کہیں چھپ جاؤ۔ چندر رائے نے بھیم پال کی صلاح کو مان لیا اور وہ اپنے ہاتھیوں اور خزانوں کو لیکر پہاڑوں میں جا چھپا۔ اس صلاح ورائے کے ماننے کا سبب یہ تھا کہ کہیں وہ سلطان کے دام میں ایسا نہ پھنس جائے کہ وہ مسلمان ہو جائے جیسے کہ بھیم پال کے رشتہ دار مسلمان ہوگئے تھے۔ سلطان نے قلعہ شروا کو فتح کر لیا۔ مگر اصل مطلب اسکا یہ تھا کہ چندر رائے کو گرفتار کرے اسلئے وہ اسکی تلاش میں پندرہ فرسنگ ایسے جنگل میں چلا جسکے کانٹوں سے اُسکے لشکر کے آدمی بڑے زخمی ہوئے آخر کو اُسنے ۲۰ شعبان سنہ ۴۱۰ھ (۶ جنوری سنہ ۱۰۱۹ء) کو دشمن کو جا لیا۔ سلطان نے اپنے دشمنوں پر حملہ کرکے اُنکو قتل کیا اور تین دن تک مردوں کی تلاشی لوٹ کیلئے کی۔ بہت سے ہاتھی گرفتار کئے۔ ایک ہاتھی جو اس راجہ کا مشہور تھا وہ خود سلطان کی طرف چلا گیا۔ جسکا نام خداداد رکھا گیا۔ تمام غنیمت تین ہزار درہم کی ہاتھ لگی اور قیدی اتنے ہاتھ لگے کہ دو دو سے

لیکر دس درہم تک ایک قیدی فروخت ہوتا تھا۔ یہ قیدی غزنی کو روانہ ہوئے۔ دور دور سے سوداگر اُنکے خریدنے
آئے۔ سارا ماوراء النہر۔ عراق خراسان ان ہندی غلاموں سے بھر گیا گورے کالے امیر غریب سب غلامی میں
آکر برابر ہوگئے۔ یہ سرواده۔ سیون راہی جو کین ندی کے کنارہ پر کالنجر اور باندہ کے درمیان واقع ہی یا سرواگڈھ
جو بھوج ندی کے کنارہ پر کوچ سے کچھ فاصلہ پر ہے جن پہاڑوں میں راجہ چندر رائے جاکر چھپا تھا وہ بندیلکھنڈ کے پہاڑ
کے سوائے کوئی اور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب سلطان محمود ۸ شعبان کو قنوج میں ہو اور ۲۵ شعبان کو ان پہاڑوں میں
آگیا ہو تو سوائے انکے اور پہاڑ نہیں ہو سکتے۔ سرواگڈھ بندیلکھنڈ کے راجاؤں کی تاریخ میں بڑا مشہور مقام ہو اور دو برس
بعد چند و بھاٹ نے پرتھی راج دہلی کے راجہ کی لڑائیوں میں اس قلعہ کا ذکر کیا ہی کہ اُسکی حفاظت میں بہت سے راجہ مارے گئے

۴۰۶ھ میں سلطان نے کشمیر کا قصد کیا۔ کوہ لوٹ کا محاصرہ کیا۔ ایک مہینہ یہیں صرف کیا مگر قلعہ کو ایسا مستحکم و بلند
و بالا پایا کہ اُس کا فتح کرنا اپنے احاطہ قدرت سے باہر دیکھا۔ یہاں سے لاہور کی طرف گیا مگر لشکر کو جوانب اور اطراف
میں تاخت و تاراج کیلئے بھیجا۔ بہت مال و دولت غنیمت ہاتھ لگی۔ چونکہ جیپال کا پوتا ضعیف ہوگیا تھا اور اجمیر کے راجہ
پاس بھاگ گیا تھا۔ اسلئے سلطان شہر لاہور پر قابض ہوا اور اپنے امرائے معتمد میں سے ایک کو صوبہ پنجاب حوالہ
کیا اور اُسکے اضلاع میں اپنے عامل صاحب تدبیر مقرر کئے۔ باج و تاراج کی جگہ ملک گیری اختیار کی ایک لشکر یہاں
متعین کیا اور اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اوّل بہار میں وہ غزنی چلا گیا۔ پہلی دفعہ تھی کہ دریائے اٹک کے
جانب شرق میں لشکر اسلام نے سکونت اختیار کی اور یہی ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کی بنیاد تھی۔

سلطان نے آب جیحوں سے عبور کیا۔ ماوراء النہر کے سرداروں نے اُس کا استقبال کیا ہر ایک نے اپنے مقدور
کے موافق پیشکش دی۔ یوسف قدرخاں کہ ترکستان کا بادشاہ تھا استقبال کے لئے آیا آپس میں دوستانہ ملاقات ہوئی
جشن شاہانہ بڑی تیاریوں سے ہوئے۔ تحفہ تحائف باہم لئے دیئے گئے۔ علی تگین کو جب خبر ہوئی تو وہ بھاگ گیا
سلطان نے اُسکو گرفتار کرکے ہندوستان کے کسی قلعہ میں محبوس کیا۔

کنور رائے راجہ قنوج اور سلطان کے باہم عہد ہو چکا تھا کہ اگر کوئی راجہ اُس کو ستائیگا تو وہ اُسکی امداد کرے گا
اب کالنجر کے راجہ نند رائے نے اور راجاؤں کو اپنے ساتھ لیکر قنوج کے راجہ کو دبانا چاہا۔ اس راجہ کی اس حرکت سے
کہ محمود کی اُسنے اطاعت کرلی تھی سب راجہ متنفر ہوگئے اور اُس پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ جب یہ خبر سلطان محمود
کو پہونچی تو وہ راجہ کالنجر سے لڑنے کے لئے چلا۔ وسط ہند کی وہ پہلے سیر کر چکا تھا۔ مگر اُسکے آنے سے پہلے ہی راجہ
کالنجر نے قنوج کے راجہ کا کام تمام کردیا۔

غزنی سے جب فوج سلطان لیکر آتا تھا تو راجہ جیپال دوم جس کو پور جیپال فارسی کتابوں میں لکھا ہے لشکر سلطانی کا دریاے جمن پر سد راہ ہوا۔ راجہ انند پال کا بیٹا ہمیشہ سلطان کی اطاعت کیا کرتا تھا۔ مگر شامت اعمال جو آئی تو راجہ کالنجر کا طرفدار ہوگیا۔ اس دریا کی طغیانی لشکر سلطانی کے عبور کی مانع ہوئی۔ مگر آٹھ امیر دریا سے پار اتر گئے اور راجہ جیپال کے پوتے کو شکست دی۔ اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اور بتخانوں کو لوٹا۔ غرض وہاں نندرا کے ملک میں سلطان آیا۔ اس راجہ نے بھی لڑائی کے ارادہ سے بڑا لشکر جمع کیا تھا۔ چھتیس ہزار سوار اور پینتالیس ہزار پیادے اور چھ سو چالیس ہاتھی جمع تھے۔ سلطان نے جو کسی بلندی پر چڑھ کر یہ لاؤ لشکر دیکھا تو دل میں پشیمان ہوا کہ میں یہاں کیوں آیا۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا اور فتح اور سلامتی کیلئے گڑگڑایا۔ خدا کی قدرت جب رات ہوئی تو نندرا پر ایسا خوف عظیم طاری ہوا کہ وہ سب اسباب چھوڑ چھاڑ کر فرار ہوا۔ جب دن ہوا تو سلطان نے یہ دیکھا تو خود گھوڑے پر سوار ہو کر کمینگاہوں کو دیکھا اور پھر دست غارت دراز کیا۔ اور پانسو اسی ہاتھی اسکو یہاں سے ہاتھ لگے۔ غرض بعد اس فتح کے غزنی کو مراجعت کی۔ اس مہم میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ انکا حل ہونا دشوار ہے۔ اول وہ دریا جہاں محمود اٹکا کون تھا۔ کوئی دریاے جمن تجویز کرتا ہے۔ کوئی رام گنگا بتلاتا ہے۔ غرض کچھ تحقیق نہیں۔ دوسرے کوئی پور جیپال کو نبیرہ جیپال لکھتا ہے۔ کوئی بیٹا بتلاتا ہے۔ اس مہم کا نام مہم راہب بھی ہے۔

چودھویں مہم قیراط اور ناردین کی

۴۱۲ھ ۱۰۲۲ء میں سلطان کو خبر لگی کہ قیراط اور ناردین کے آدمیوں نے بغاوت اختیار کی۔ ان دونوں دیار کے باشندے بت پرست تھے۔ سلطان نے لشکر جمع کیا اور بہت سے آہنگر اور سنگتراش ساتھ لئے اور انکی طرف روانہ ہوا اول قیراط کو فتح کیا۔ یہ ملک قیراط کا سرد سیر تھا۔ وہاں میوے بہت پیدا ہوتے تھے اور ترکستان کے درمیان واقع تھا اور وہاں باشندے شیر پرست تھے۔ یہاں کے حاکم نے اطاعت کی اور اسلام قبول کیا اور باشندے بھی اپنے حاکم کی تقلید کر کے مسلمان ہوئے۔ حاجب علی بن ارسلان یا صاحب علی بن ایلار کو ناردین کے فتح کرنیکے لئے بھیجا اسنے قلعہ کو سرسواری فتح کر لیا اور اس مقام پر ایک قلعہ بنوایا۔ اور علی قدر بن سلجوقی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اسلام نے اس ملک میں اشاعت پائی۔ اس مہم کی نسبت بہت سے محققین کو اشتباہ ہے۔ اول قیرات اور ناردین کے صحیح نام اور مقام کے دریافت کرنے میں بہت کوشش کیگئی۔ فارسی تاریخوں میں نام ایسی بے پروائی سے لکھتے ہیں کہ وہ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ اب دونوں مقاموں کے نام مختلف طرح سے لکھے ہیں کوئی قریت لکھتا ہے اور کوئی قرات اور ناردین لکھتا ہے۔ غرض بعد تحقیق کے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیراط اور ناردین کا وہ ملک ہے جسمیں سوات اور باجوڑ اور ایک حصہ کافرستان کا واقع ہے۔ طبقات اکبری کا بیان ایسا ہے کہ جس سے کچھ شبہ نہیں رہتا

کہ حقیقت میں یہی ملک ہے اور بہت سے بودھ موجود ہیں جو یہاں کی شیر پرستی کی شہادت دیتے ہیں۔ بدھ کا نام ساکی تھا اور سنگھ شیر کو کہتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں نے بودھوں کو شیر پرست لکھا ہے ؎

چودھواں حملہ راجہ کالنجر کی تادیب

۴۱۴ھ ۱۰۲۳ء میں راجہ کالنجر کی تادیب کے واسطے سلطان محمود نے لاہور سے قصد پھر کیا جب سلطان گوالیار پر پہونچا اور وہاں کا محاصرہ کیا چار روز بعد راجہ نے امان مانگی اور ۳۵ ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ سلطان نے امان دی اور کالنجر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ سارے ہندوستان میں استحکام کے اندر اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اُس کا بھی محاصرہ کیا۔ مگر نندرائے نے تین سو ہاتھی ہدیتاً بھیجے اور امان چاہی۔ ان ہاتھیوں پر فیلبان نہ تھے۔ بادشاہ نے ترکوں سے کہا کہ انپر چڑھو۔ ترک اُنکو پکڑ کر سوار ہونے لگے۔ ہندوؤنکو بڑا تعجب ہوا۔ راجہ نے ہندی اشعار سلطان محمود کی تعریف میں لکھکر بھیجے۔ پنڈتوں سے اُسکے معنی پوچھے۔ اُنکے معنی سُنکر راجہ سے بہت خوش ہوا۔ اور اُسکو پندرہ قلعوں کا حاکم مقرر کیا۔ راجہ نے بھی بہت سے جواہر اور زر نقد اور اسباب اُسکو پیش کئے۔ سلطان اب غزنی کو واپس آیا۔

اب محمود کا دل لوٹ مار کے حملوں سے بھر گیا تھا۔ اور ایسی مہموں میں اُسکو مزہ نہ آتا تھا۔ قنوج کے فتح کے بعد جو حملے اُسنے کئے وہ اپنی خوشی سے اُسنے نہیں کئے بلکہ مجبوری تھے۔ اب ساری توجہ اس بات پر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں گو وہ کوئی بڑا آدمی نہ شمار کیا جائے مگر یہ بات تو حاصل ہو کہ بُت پرستی کے حق میں وبا سمجھا جائے اور بُت شکن نام پائے۔ اسلئے اُسنے ارادہ سومنات کا کیا

پندرھواں حملہ سومنات پر

یہ حملہ سومنات پر اہل اسلام کا ایک مشہور جہاد ہے۔ اب تو ہندوستان کے لوگ سومنات کا مقام بھی نہیں جانتے لیکن وہ اس وقت میں بڑے تیرتھوں میں گنا جاتا تھا۔ گرہن کے دن لاکھوں آدمی دور دور سے یہاں آتے تھے اور ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں مسئلہ آواگون کے موافق آتی ہیں۔ اور سمندر کا جوار بھاٹا نہیں ہوتا بلکہ سمندر اُسکی پرستش میں اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ مقام اس مندر کا وہاں ہے جہاں اب جزیرہ نما گجرات میں بجابری وار ہے۔ وہ مہادیو کا مندر تھا جس مکان میں سومنات تھا وہاں باہر کی روشنی نہ آتی تھی۔ جواہر اور الماس جو در و دیوار میں جڑے ہوئے تھے۔ اور جڑاؤ قندیلیں لگے ہوئے تھے۔ اُنکی جوت اور جھگمگاہٹ سے دن رات وہاں برابر تھے۔ چھپن ستون مرصع جواہرات کے لگے ہوئے تھے۔ دو سو من سونے کی زنجیر لٹکتی تھی۔ اُسمیں گھنٹے اور گھڑیالیں لٹکتی تھیں۔ جس وقت پوجا کا وقت ہوتا تھا وہ بجتے تھے۔ اُس کے مصارف کیواسطے دو ہزار گاؤں معاف تھے۔ دو ہزار پنڈے وہاں محافظت کے واسطے متعین تھے۔ دروازہ کے سامنے سومنات کھڑا تھا۔ پورا پانچ گز لمبا تھا۔ دو گز زمین کے اندر اور تین گز زمین کے باہر۔ گنگا اگرچہ چھ سو کوس پر ہے

مگر روز تازہ گنگا جل آتا تھا اور اُس سے سومنات کو اشنان ہوتا تھا۔ پانسو گائنیں اور تین سو گویّے تھے کہ پوجا کے
وقت بھجن گاتے تھے اور ناچتے تھے۔ وہ دولت اس مندر میں جمع تھی کہ کسی راجہ کے خزانہ میں نہوگی۔ غرض
جب اس مہم سومنات کی غزنی میں تجویز ہونے لگی تو ہزاروں مسلمان ترکستان اور اور ملکوں سے حرارت مذہبی کے جوش
سے ساتھ ہولیے۔ اُنکی نہ تنخواہ تھی نہ درماہہ فقط غنیمت کی اُمید ہمراہ تھی۔ ماہ ستمبر ۱۰۲۴ء ۴۱۵ھ میں یہ فوج غزنی سے روانہ
ہوئی۔ اور ماہ اکتوبر میں ملتان میں پہونچی۔ اب یہاں ملتان سے راستہ بالکل جنگل ہی جنگل تھا نہ راہ میں آدمی ملتا نہ
پینا۔ تیس ہزار اونٹوں پر پانی اور غلہ لادا گیا اور ہر سپاہی پر تاکید تھی کہ وہ اپنے کھانے پینے کا سامان رکھ لے۔
غرض یہ سب سامان درست کرکے ۳۵۰ میل لق و دق میدانوں کو لپیٹ کر اجمیر کے پاس سلطان پہونچا۔ اگرچہ کوئی
راجہ ایسا نہ تھا کہ سلطان کے ارادہ سے واقف نہ تھا مگر کوئی یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ طوفان پھر بجلی کی طرح آن پڑیگا اور پہاڑ کی
طرح آن اڑیگا۔ اب راجہ اجمیر نے سوائے بھاگنے کے کوئی اپنا چارہ نہ دیکھا۔ راجہ بھاگا دار الخلافہ خالی ہوا۔ اُسکا ہر ایک گھر
بے چراغ ہوا۔ سامنے تارا گڈھ کا قلعہ نظر آیا۔ مگر محمود نے اُسکے محاصرہ کو بے سود جانا اپنا سیدھا سفر منزل بمنزل طے کرنا شروع
کیا۔ راہ میں جو اور قلعے پڑے اُنکو ٹھکراتا ہوا چلا گیا۔ گجرات کے مشہور شہروں میں سے اوّل وہ نہل واڑہ میں پہنچا۔ اگرچہ
راجہ یہاں کا بڑا راجہ تھا۔ مگر سلطان محمود کے سامنے سے بھاگ گیا۔ یہ ایک فتح نمایاں اہل اسلام کو حاصل ہوئی۔ مگر محمود نے کچھ اسکا
خیال نہ کیا سیدھا سومنات کی دھن میں چلا گیا۔ خدا نے اُسکو منزل پر پہونچایا۔ سمندر کے کنارہ پر ایک قلعہ عالیشان نمودار
ہوا۔ سر اُسکا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ پاؤں میں اُسکے سمندر لوٹ رہا تھا فصیلوں پر جگہ جگہ پہرہ بندی تھی جب مندر والوں
نے دیکھا کہ نشان محمودی لہرا رہا ہے اور اُسکے ساتھ یہ ساز و سامان اور لاؤ لشکر موجود ہے تو دیواروں پر کھڑے ہو ہو کر پھر
پکار پکار کر کہتے تھے کہ تم اپنے لشکر کے گھمنڈ پر ہمکو لوٹنے آئے ہو اسکی تمکو خبر نہیں کہ ہمارے دیوتا سومنات نے تمکو
یہاں بُلایا ہے۔ سارے ہندوستان میں شوالے۔ مندر۔ بت تم نے توڑے ہیں۔ اب اُسکی عوض میں ہمارا یہ
دیوتا تمہاری گردنیں توڑیگا۔ ایلچی ایسے ایسے پیغام محمود پاس لائے مگر اُسنے کان لگا کر سنا بھی نہیں کہ کیا
کہتے ہو۔ تیوری بدلکر منہ پھیر لیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو محمود نے اپنے تیر اندازوں کو فصیل کے پہرہ والوں سے جا بھڑایا۔ ان
تیر اندازوں نے وہ تیر برسائے کہ ہندوؤں کو فصیل چھوڑتے ہی بنی۔ پھر ہندو اپنے دیوتا کے قدموں پر گر پڑے اور
گڑگڑائے روئے۔ یہ روتے ہی رہے کہ مسلمان جھٹ سیڑھیاں لگا کمندیں ڈال فصیلوں پر چڑھ گئے اور تکبیر کے نعرے
مارنے شروع کئے۔ راجپوتوں کا حال یہ ہے کہ جیسے وہ جلد سرد ہوجاتے ہیں ویسے ہی جلد حرارت میں بھر آتے ہیں
غرض غیرت سے خون اُنکا جوش میں آیا۔ اور مسلمانوں سے ایسا لڑے کہ اُنکے پیر اکھیڑ دیئے۔ مسلمان

بہت نقصان اُٹھا کر لَوٹ پھرے۔ مسلمانوں نے تیسرے روز پھر حملہ کیا اور بہت نقصان اُٹھایا اور جب محمود نے
بڑے زور کا حملہ کیا اور زینے لگا کر فصیل پر لشکر چڑھایا تو مندر والوں نے اپنی بہادری سے اُن کو سر کے بل گرا دیا
اُس سے خوب معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے مندر کی حمایت میں آخر دم تک لڑنے کو موجود ہیں۔ اب آس پاس کے
راجہ مندر چھڑانے کے لئے جو جمع ہوئے تھے اُنہوں نے باہر اپنے لشکروں کی صفیں آراستہ کیں بمجبوری محاصرہ
چھوڑ کر نئے دشمنوں سے لڑنا پڑا دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی لڑائی ترازو کی تول تھی۔ یہ نہ معلوم ہوتا
تھا کہ کسطرف کا پلہ بھاری ہے کہ ہندوؤں کی طرف انہل واڑہ کا راجہ بہت سی فوج لیکر آ موجود ہوا۔ اب ہندوؤں
کا پلہ بھاری معلوم ہونے لگا۔ اور یہ وہم ہونے لگا کہ لشکر اسلام ضعیف ہو گیا سلطان محمود مضطرب ہوا۔ ایک سناٹے
کے عالم میں تھا کہ دیکھئے کیا خداد کھاتا ہے۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا اور عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں اور خرقہ شیخ
ابوالحسن خرقانی پہنا بعد ازاں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کے دل بڑھانے لگا۔ سپاہ جو اتنے دنوں سے سلطان
محمود کے ہمرکاب لڑی ہو وہ ایسے وقت میں چھوڑ کر کہاں جا سکتی تھی۔ غرض سب نے یکدل و جاں ہو کر اور تکبیر کہکر
ایسا قدم بڑھایا کہ کوئی اُسکو روک نہ سکا۔ پانچہزار ہندوؤنکو قتل کر ڈالا۔ ہندو بھاگ کر مندر میں گھسنے لگے اور ایسی
ہیبت لشکر اسلام اُن کے دلمیں بیٹھی کہ مندر کے سپاہیوں کو بھی بچنے کی اُمید نہ رہی چار ہزار سپاہی دل کرکے باہر
نکلے اور کشتیوں میں بیٹھکر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ مگر محمود نے اُن کے پکڑنے کے واسطے کشتیاں چھوڑیں۔ اُنمیں سے کچھ
مارے گئے کچھ جان بچا کر چلے گئے۔ کچھ ڈوبکر مر گئے بعد اس فتح کے محمود مندر کے اندر داخل ہوا۔ اور سومنات کی ناک
تبر سے اُڑا دی۔ اور توڑنے کا حکم دیا۔ تو پجاری بیچارے دوڑ کر پاؤں میں گر پڑے۔ اور عرض کرنے لگے۔ اگر جناب عالی
اس مورت کو نہ توڑیں تو اُسکے عوض میں جسقدر روپیہ فرمائیں ہملوگ اسکو نذر دیں یہ بات سُنکر سلطان نے کچھ
تامل کیا اور پھر فرمایا کہ میرے نزدیک بُت فروش نام پانے سے بُت شکن نام پانا بہتر ہے۔ یہ کہکر اُس بیچاری مورت
پر ایک ایسا گرز مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ جب اتفاق اُسکی پیٹ میں اسقدر ہیرے موتی اور جواہرات بیش بہا نکلے
کہ اُس نذرانہ کی اُسکے آگے کچھ اصل نہ تھی۔ یہ دیکھکر محمود باغ باغ ہو گیا۔ دو ٹکڑے اُسکے مدینہ بھیجے۔ دو غزنین
کو بھجوائے جنمیں سے ایک جامع مسجد میں اور ایک دیوان عام کے دروازہ پر ڈالدیا۔ کہتے ہیں کہ اس مہم میں کم از کم
دس کروڑ روپیہ کا مال اُسکو ہاتھ آیا ہوگا۔ ایسی غنیمت عمر بھر ہاتھ نہیں لگی تھی۔ انہل واڑہ کا راجہ پرم دیو گندابہ
کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ یہ قلعہ سمندر میں تھا۔ جب سمندر کا پانی اُترتا تو اُس تک رسائی ہوتی۔ محمود نے لشکر
بھیجا۔ اُسنے قلعہ فتح کر لیا۔ مگر راجہ ہاتھ نہ آیا۔ بعد اُن فتوحات کے محمود انہل واڑہ میں آیا۔ اور ساری برسات

ہیں کاٹی۔ اس ملک میں آب و ہوا کی صفائی اور آدمیونکی حسانت اور دل آرائی۔ اور زمین کی شادابی اور
پانی کی روانگی کو دیکھکر یہ خطہ اسکو پسند آیا اور ارادہ کیا کہ غزنی مسعود کو دیدیجئے اور اپنا یہاں جُدا دارالخلافہ
بناتے اور سلطنت کو بڑہائے۔ محمود کی اس عالی حوصلگی کو دیکھنا چاہئے کہ وہ سکندر ذو القرنین بنا چاہتا تھا۔ یہاں
رہنے سے یہ مطلب تھا کہ جہازونکا بیڑا تیار کرے اور لنکا اور پیگو کو فتح کرے اور وہانکے سونے اور جواہرات کی
کانوں سے متمتع ہو۔ غرض ان خیالات سے یہاں رہ جانیکا ارادہ کیا تھا۔ مگر اُسکے مشیروں نے اُسے ڈھیلا کر دیا۔
اُنہوں نے عرض کی کہ خراسان کو کس محنت اور جانکاہی سے صاف کیا۔ اسکو چھوڑنا اور گجرات کو دار السلطنت مقرر
کرنا مصلحت ملکی نہیں ہے اس بات کو سلطان نے مان لیا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔

سلطان نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو منتخب کرو کہ جس کو یہاں مملکت اور حکومت سپرد کر جائیں بہت امیروں نے
آپسمیں مشورہ کیا۔ اور عرض کیا کہ اس ملک میں پھر ہمارے آنیکا اتفاق نہوگا۔ یہیں کے کسی شخص کو حاکم مقرر کرنا چاہئے
اہالیان سومنات سے اس معاملہ میں کچھ گفتگو ہوئی۔ اُنہوں نے کہا کہ سب سے اچھا حسب و نسب اس ملک میں داب شلیموں کا
ہے اور انمیں سے ایک شخص یہاں ریاضت میں مشغول ہے۔ اگر اُسکو یہاں کی سلطنت عنایت کیجئے تو بہتر ہے بعض نے
کہا کہ یہ داب شلیم بڑا تند خو ہے۔ یہ ریاضت اسکی عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ جب اُسکو لڑائی جھگڑے سے ملک ہاتھ
نہ آیا تو یہ سانگ بھرا ایک اور داب شلیم ہے وہ بہت عاقل اور دانا ہے اور ایک بار حاکم بھی ہے اور سب اُسکی بات مانتے
ہیں۔ اگر سلطان اُسکے نام فرمان بھیجے تو وہ سر آنکھوں سے حاضر ہو وہ یہاں خوب راج کریگا۔ اور آپکا خراج اور باج
ادا کرتا رہیگا۔ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ کسی ملک کے حاکم کو یہاں بُلا کر راجہ بنانا مناسب نہیں۔ داب شلیم مرتاض ہی کو
یہاں کا بادشاہ بنا دیا۔ اس داب شلیم نے عرض کی کہ ایک داب شلیم میرا دشمن ہے جس وقت حضور یہاں سے تشریف فرما ہونگے
وہ مجھے دبا کر ملک چھین لیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ اُسکو میرے حوالے کیجئے۔ سلطان نے اس داب شلیم کا ملک لے لیا پہلی یہاں
دستور تھا کہ بادشاہ کو مارا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے تخت کے نیچے نہایت تنگ و تاریک گھر بناتے اور اسکے اندر ایک
سوراخ رکھتے اُسی میں سے دانہ پانی رجاؤں کو قید کر کے دیتے۔ ابتک یہ مکان تیار نہ تھا۔ اسلئے داب شلیم مرتاض نے
عرض کی کہ دوسرے داب شلیم کو آپ ہمراہ لیجائیے اور جب مانگوں تو اُسے میرے حوالہ کیجئے۔ خدا کی قدرت جب یہ داب شلیم
غزنی سے گجرات کو آیا تو داب شلیم مرتاض اندھا ہو گیا تھا۔ اسلئے وہی قیدی گجرات کا راجہ ہوا اور جو گھر اُسکے قید
کرنے کیلئے بنایا تھا اُسمیں یہ داب شلیم مرتاض قید ہوا۔ سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش۔

اب جیسا اس ملک میں آنا دشوار تھا ایسا ہی اُلٹا جانا مشکل تھا جس راہ سے آیا تھا وہاں اجمیر اور انہل واڑہ

بیان اُن مصائب کا جو سلطان محمود کو واپس جانے کے وقت پیش آئیں

کے راجاؤں کی فوجیں کمین میں بیٹھی تھیں۔ سلطان کی فوج نے کیسے کچھ مصائب اُٹھائے تھے اور کیا کیا لڑائیاں لڑی تھیں مگر اس سبب سے وہ کم ہوگئی تھی۔ سلطان جنگ کرنی مصلحت نہ جانتا تھا۔ اسلئے وہ اُس راہ سے نہ گیا جس راہ آیا تھا۔ بلکہ بیابان اور ریگستان سندھ کی راہ اختیار کی اور ملتان جانیکا قصد کیا۔ راہبر ساتھ لئے۔ مگر راہ بر نے راہ نہ بتائی بلکہ راہ ہی بے راہ اور گمراہ کیا اور ایسی راہ پر ڈالدیا جہاں پانی کا پتا نہ تھا۔ جب رات دن سفر ہوا اور پانی نہ ملا تو ایک تلاطم سارے لشکر میں پڑگئی۔ راہ بر سے پوچھا کہ پانی کہاں ملیگا اُسنے جوابدیا کہ میں سومنات کا فدائی ہوں۔ تجھے اور تیرے لشکر کو ایسی جگہ لایا ہوں کہ بن پانی ماروں۔ سلطان نے غضب میں آکر اُسکو وہیں مار ڈالا پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا کہ مرغان آبی نظر آئے۔ اُس سے یقین ہوا کہ جہاں یہ جانور ہوں وہاں پانی ضرور ہوگا۔ غرض اُنسے ایک چشمے کا پتہ مشکل سے ملا۔ اس عرصہ میں بہت سے آدمی مرگئے۔ کچھ دیوانے ہوگئے راہ کی مصیبتوں کی بیان کرنے کیلئے ایک دفتر چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ملتان کی راہ سے سلطان غزنی میں پہونچگیا اور اسی سال میں خلیفہ القادر باللہ عباسی نے اسکو لقب کہف الدولت والاسلام عطا فرمایا۔ اب اس مہم میں یہ باتیں قابل غور کے ہیں۔ اوّل گندابہ جسمیں راجہ انہل واڑہ کا جا کر چھپا کیا مقام ہے۔ فارسی تاریخوں میں اُسکے نام مختلف طرح کے لکھے ہیں۔ غالباً وہ کھانڈا وار کاٹھیا واڑ میں ہے۔ دوم سومنات کی تحقیقات جو تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ وہ مرکب سوم اور نات سے ہے۔ اور سوم نام بادشاہ کا ہے جس نے اُسے بنایا تھا اور نات اُس بت کا نام ہے یہ دونوں علم ملکر نام بت اور بتخانہ اور شہر کا ہوگیا ہے اور نات کے معنی ہندی میں بزرگ کے ہیں۔ اُس نے قیاس جگنا تھ پر کیا ہے مگر یہ اُسکی غلطی ہے اصل یہ ہے کہ سنسکرت میں سوم چاند کو کہتے ہیں۔ مہادیو کی پرستش اس سوم نات کے نام سے بھی کیجاتی ہے اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے۔ چاند کی پہلی اور چودھویں تاریخ کو اُس کا اشنان بڑی دھوم دھام سے ہوتا تھا شاید اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے۔ پہلے مورخوں نے کچھ اس بت کے اعضا اور خط و خال نہیں بیان کئے وہ لنگ کی شکل تھا۔ اسمیں آنکھ ناک کچھ نہ تھے اور لنگ ٹھوس ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورخوں کا لکھنا کہ تبر سے ناک اُڑائی۔ اور گرز سے پیٹ کو توڑا اسمیں سے جواہرات نکلے غلط ہے ابوریحان بیرونی کا لکھنا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اُسکے سر کے اوپر یعنی لنگم پر سونے کی پوشش اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

تاریخ فرشتہ میں جو حال سومنات کے توڑنے کا لکھا ہے وہ ایک کہانی بے اصل گھڑی ہوئی ہے مگر وہ دلچسپ ایسی ہے کہ ان مورخوں نے جو تحقیق سے غرض نہیں رکھتے نقل کردیا ہے۔ ابوریحان بیرونی نے صحیح لکھا ہے کہ سومنات لنگ تھا۔ یہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ لنگ کے پیٹ نہیں ہوتا جو اس میں جواہر بھرے جاتے۔ ہندوستان میں

سومنات کا صندلی دروازہ

جاٹوں سے جنگ

بارہ مندر لنگ کے ہیں اُنمیں سے ایک سومنات بھی تھا۔

جیسی فارسی تاریخوں میں سومنات کے پیٹ سے جواہر نکلنے کی کہانی لکھی جاتی ہی۔ انگریزی تاریخوں میں اس سے زیادہ بیہودہ یہ کہانی گھڑی جاتی ہی کہ سومنات کا دروازہ صندلی محمود غزنوی لیگیا تھا جسکو ۱۸۴۲ء میں سرکار انگریزی بڑی دھوم دھام سے غزنی سے ممالک شمالی میں لائی اور اُسکو اپنی فتح کا نشان بنایا۔

بعد ان تکالیف کے بھی سلطان محمود کو چین نصیب نہوا اور ایک دفعہ ہندوستان میں پھر آنا پڑا۔ سومنات سے جب واپس آیا تھا تو سپاہ محمود کے تکلیف رساں اور مزاحم جود کے جاٹ ہوئے تھے۔ وہ بہت سی فوج لیکر ملتان کی طرف گیا۔ اور ایک بیڑہ چودہ سو کشتیوں کا بنوایا۔ اور ہر کشتی میں تین شاخیں آہنی لگائیں دو ادہر ادہر اور ایک پیشانی پر۔ غرض یہ کشتیاں ایسی بنیں کہ جو کوئی اُن کے سامنے آئے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔ ہر کشتی میں تیس تیرانداز تھے۔ اور اُن پاس تیر اور نفط اور قارورہ موجود تھے۔ اس بیڑہ میں سوار ہوکر جاٹوں پر حملہ کیا۔ جاٹوں نے اس بیڑہ کی خبر پاکر اُن جزیروں میں پناہ لی جو دریائے اٹک کے چھوٹے چھوٹے دھاروں سے بنگئے تھے اور وہ دھاریں پایاب تھیں اور اُنکے ذریعہ سے جزیروں میں آمد و رفت اور دشمن کے صدمہ سے بچنا آسان تھا۔ جاٹوں نے بھی بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ ہزار کشتیاں تیار کرائیں۔ اور خود مسلح ہوکر اُنمیں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اب یہ دونوں بیڑے آپسمیں خوب لڑے۔ جاٹوں کی کشتی جو محمود کی کشتی پاس آتی تھی وہ ان آہنی شاخوں سے پاش پاش ہوجاتی تھی۔ بہت سے جاٹ ڈوب کر مر گئے اور بعض تلوار دنکے نیچے آئے۔ اب فوج سلطانی وہاں پہونچی جہاں جاٹوں کے اہل و عیال چھپے تھے۔ اُسنے ان سب کو قید کرلیا۔ بعد اس فتح کے سلطان نے غزنی کو مراجعت کی۔

اب محققین تاریخ اسمیں شبہ نہیں کرتے کہ سلطان محمود جاٹوں سے لڑنے آیا۔ کیونکہ لاہور کی سلطنت بگڑنے پر یہ جاٹ ضرور متمرد ہوگئے ہونگے۔ اور زور پکڑ کر لوٹ مار شروع کی ہوگی۔ بلکہ ایک فقرہ کامل التاریخ میں یہ لکھا ہی کہ مسلمانوں کی ریاست منصورہ پر جاٹوں نے حملہ کیا اور وہاں کے رئیس کو اپنے مذہب سے منحرف ہونے پر مجبور کیا۔ یہ تحقیق نہیں معلوم ہوتا کہ ملتان کے پاس پہاڑوں میں وہ کہاں سے کہانتک پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً نمک سار پہاڑ تک سلسلہ انکا ملجا اور ماوی ہوگا۔ جن جاٹوں نے محمود کا مقابلہ کیا تھا وہ شمال مشرق میں زیادہ پھیل گئے ہونگے جس سے انکا صاحب قوت ہونا معلوم ہوتا ہی۔ محققین اس بیڑہ میں شاخ لگنے لگاتے ہیں کوئی کہتا ہی کہ دریا ایسا وسیع نہ تھا کہ اسمیں یہ بیڑے سما سکتے ہیں۔ کوئی کہتا ہی کہ اس قدر کشتیوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ ایک بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ محمود نے گجرات سے مراجعت میں سختیاں و مصیبتیں اُٹھائیں اُس نے دریائے سندھ سے

کیوں فائدہ نہ اُٹھایا۔ اگر وہ ایسا بیڑا بنا سکتا تھا تو ضرور وہ ان اپنی مصائب کی دور کرنیکے لئے اسے بناتا۔ یہ بھی نہ تھا کہ وہ اس راہ سے ناآشنا تھا محمد بن قاسم کی مہمات سے اور افغانوں کی قربت سے ضرور اُسکو اطلاع ہوگی۔

سلطان محمود کا سلجوقیوں سے لڑنا اور ملک رے کو جانا اور دیراں کا فتح ہونا

۴۱۸ھ میں سلطان محمود نے ابوالحرب ارسلان کو امیر طوس مقرر کیا کہ دریا ر اموبہ (جیحون) سے جو سلجوقی اُتر کر ملک میں فساد کرتے ہیں اُنکا استیصال کرے۔ امیر طوس نے جنگہائے عظیم کے بعد لکھا کہ جبتک سلطان خود یہاں رونق افروز نہونگے سلجوقیوں کا فساد مٹنا ممکن نہیں۔ یہاں رے میں مجدالدولہ بن فخرالدولہ کی صغرسنی کے سبب سے اُسکی ماں سیدہ سلطنت کرتی تھی۔ وہ هر روز دربار کرتی پردہ کے پیچھے بیٹھکر وزرا سے باتیں کرتی اطراف سے جو خطوط آتے اُنکا جواب بغیر کسی مدد کے لکھوا دیتی۔ سلطان محمود نے اس کو خط لکھا کہ سکہ وخطبہ اُسکے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے یا جنگ کیلئے آمادہ ہو۔ سیدہ نے جواب میں لکھا کہ جبتک میرا شوہر زندہ تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اگر سلطان یہ فرمائیگا تو کیا تدبیر کرنی ہوگی مگر اب مجھے کچھ اس کا فکر نہیں ہے سلطان عاقل و فرزانہ ہے اور جنگ وسرداد۔ اگر مجھپر ظفر ہوئی تو سلطان کا اس سے کچھ نام نہوگا کہ ایک بیوہ عورت پر فتح پائی۔ اور اگر مجھ سے شکست پائی تو قیامت تک اس بدنامی کا داغ محو نہوگا۔ ع چہ مردی بود کز زنے کم بود۔ سلطان اس جواب کو سنکر اُسکی خصومت سے درگزرا۔ مگر جب وہ مرگئی اور مجدالدولہ کو اختیار ہوا تو ملک میں ہرج مرج ہونے لگا۔ ۴۲۰ھ کے اوائل میں غزنی سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مازندران میں جب آیا تو شمس المعالی قابوس سلطان سے ملا۔ اور بہت تحفے تحائف میں نذر دیئے بعد چند روز کے وہ کسی توہم کے سبب سے اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور سلطان کے پاس چار ہزار دینار اور مایحتاج سپاہ بھیج گیا اور معذرت نامہ ایسا لکھا کہ سلطان بھی اُسکے پیچھے نہیں پڑا مجدالدولہ کتابیں بہت پڑھا کرتا تھا۔ اُسنے بھی سلطان محمود پاس خط اپنی سپاہ کی شکایت میں لکھا۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ایک لشکر گراں رے کو روانہ کیا اور امیر لشکر کو ہدایت کی کہ ایسی سعی کرے کہ مجدالدولہ ماخوذ ومقید ہوجائے۔ جب لشکر سلطانی رے میں آیا تو مجدالدولہ اُس سے ملا۔ حاجب سلطان کہ امیر لشکر تھا اُسنے مجدالدولہ اور اُسکے بیٹے ابو دلف کو گرفتار کرلیا جب سلطان کو یہ خبر ہوئی تو وہ بلا توقف رے میں آیا۔ اور خزانہ رے سے بہت دولت وجواہر اور جامہ ابریشمیں سلطان کے پاس لائے سلطان نے مجدالدولہ کو بلاکر پوچھا کہ شاہنامہ تاریخ ملک فارس ہے۔ اور تاریخ طبری جسمیں ارباب اسلام کے وقائع لکھے ہیں پڑھی ہیں اُسنے کہا کہ ہاں سلطان نے پوچھا کہ شطرنج بھی کھیلی ہے کہا ہاں۔ پھر سلطان نے کہا کہ کسی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ ایک ملک میں دو بادشاہ حکومت کرتے ہوں اور بساط شطرنج میں دو شاہ ایک خانہ میں ہوں۔ اُسنے کہا کہ نہیں۔ سلطان نے

کہا کہ پھر تونے کس واسطے اپنا اختیار دوسرے شخص کو دیدیا جو تجھ سے زیادہ بااقتدار تھا۔ غرض مجد الدولہ اور اُسکے بیٹے اور نواب کو قید کرکے غزنی روانہ کیا۔ اور خلیفہ قادر باللہ عباسی کو نامہ لکھا کہ ہم نے رے میں آکر مجد الدولہ کو گرفتار کیا۔ اُسکے گھر میں پچاس عورتیں تھیں جن میں سے تیس کے اولاد تھی۔ اس سے سوال کیا کہ اتنی بیویاں کس مذہب کے موافق تونے کیں۔ اُسنے جواب دیا کہ ہمارے اسلاف کی یہی عادت اور رسم تھی۔ ایک جماعت فرقہ باطنیوں کی اُسکی ملازم تھی اُن سب کو دار پر کھینچا اور رے میں جو معتزلہ تھے اُنکو کوچے لگاکے خراسان بھیجدیا۔ کہتے ہیں کہ مجد الدولہ کے کتب خانہ میں کتابیں بہت تھیں۔ اُنمیں سے جن کتابوں میں اقوال اہل اعتزال اور حکما کے تھے اُن کو جلا دیا باقی کتابوں کو خراسان بھیجدیا۔ اور سُلطان مسعود کو رے اور سپاہان سپرد کرکے اور ایران فتح کرکے غزنی آیا۔

جس سال میں سلطان سومنات سے پھرا ہی خلیفہ القادر باللہ عباسی نے سلطان محمود کو القاب نامہ لکھا اور خراسان۔ ہندوستان۔ نیمروز۔ خوارزم کا لوا بھیجا اور سلطان کو کہف الدولہ و الاسلام کا اور اُسکے بیٹے مسعود کو شہاب الدولہ و الملۃ کا۔ اور دوسرے بیٹے امیر محمد کو جلال الدولہ و جمال الملۃ اور اُسکے بھائی امیر یوسف کو عضد الدولہ و مؤید الملۃ کا لقب دیا اور یہ بھی اجازت دی کہ جس کو چاہو اپنا ولی عہد مقرر کرو۔ یہ نامہ سلطان کے پاس بلخ میں پہونچا۔

سلطان محمود کی فتوحات کا نتیجہ

پچیس برس کے عرصہ میں جو سلطان محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے ان سب کا نتیجہ یہ تھا کہ پنجاب کے مغربی اضلاع دولت غزنویہ کے تابع ہوگئے۔ مشرق میں قنوج میں اور جنوب میں گجرات میں سلطان کی تاخت و تاراج کی یاد باقی رہی۔ سُلطان نے ہندوستان پر مستقل سلطنت کرنیکا قصد نہیں کیا۔ پنجاب سے باہر جو اُس نے مہمات کیں اُنکا مقصود فرمانروائی کرنے سے زیادہ بت شکنی اور دولت کھسوٹنی تھی۔ باپ نے تو صرف پشور میں چھاؤنی ڈالی تھی بیٹے نے پنجاب کو سلطنت غزنویہ کا ایک تابع صوبہ بنادیا۔

اہل عرب اور ایرانی اور ترک خواہ وہ شہروں میں رہتے ہوں یا صحرا نشین ہوں سلطان کی پوری اطاعت کرتے تھے۔ بہت سے فرمان جو خود مختاری کے درجہ پر پہونچے ہوئے تھے وہ بھی اُسکے حکم کو مانتے تھے غرض جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ کہاں کہاں مختلف قومیں اُسکی زیر فرمان تھیں تو اُسکے جاہ و جلال کا اندازہ ہوتا ہی کیسا بلند پایہ تھا۔ محمود نے اپنی خاص حفاظت کیلئے ترکی غلاموں کا پہرہ چوکی رکھا تھا۔ اور اہیں تاتاری سپاہی بھی ہوتے تھے اُس نے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں میں فوج بھرتی کی تھی اور وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور سب کو

برابر جانتا تھا۔ اُس نے ان سپاہیوں کی افسر ایسی فراست سے مقرر کئے تھے کہ جنگی ماتحتی میں سپاہ کام بہت دیتی تھی
پہاڑی سپاہ میں اُنکے موروثی افسر تھے جو کبھی اُنکو بغاوت نہیں کرنے دیتے تھے اکثر سپاہیوں کے افسرونکے ناموں
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی تھے۔ اُسنے بڑی وسیع سلطنت کا انتظام بہت تھوڑی فوج سے کر لیا تھا۔ ضرورت
کے وقت فوج بھرتی کر لیا کرتا تھا۔ اگرچہ محمود کی فوج میں کہیں یہ ذکر نہیں آیا کہ ہندوؤں کی فوج نے بھی کوئی کام
اُس کی زندگی میں کیا مگر بعد اُسکے غزنی کے انقلابات عظیم میں ہندی سپاہ نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔ سلطان
جبتک زندہ رہا ہندوؤں سے خدمت کا کام لیتا رہا۔ کچھ مذہب و دین کا خیال نہیں کیا۔ اگرچہ اُس کی سپاہ
میں ترکی سب مسلمان تھے۔ مگر اُن کے نام مسلمانوں کے سے نہ تھے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ ترک بُت پرست تھے
مگر ناموں سے ایسا سمجھنا غلط ہے۔ ترکوں نے اسلام اختیار کیا لیکن اپنے نام رکھنے کا قدیمی طریقہ نہیں چھوڑا۔

سلطان محمود کی وفات

سلطان محمود دو سال سے اسہال یا سوء القنیہ میں مبتلا تھا۔ مگر اس مرض کی حالت میں وہ سارے کام کرتا تھا
ہرچند طبیب اُسکو منع کرتے تھے مگر وہ مانتا نہ تھا۔ آخر مرض نے وہ زور پکڑا کہ جینے کی آس نہ رہی۔

٢٣ ربیع الاول ۴٢١ھ مطابق ١٩ اپریل ١٠٣٠ء میں ٦٣ برس کی عمر میں پیغام اجل آگیا۔ کہتے ہیں کہ دو
دن مرنے سے پہلے حکم دیا کہ سارے جواہر خانے اور دولت کے خزانے باہر لا کر سجاؤ۔ جس وقت ایک میدان میں
شامیانے کے نیچے یہ نفائس سجائے گئے وہ ایک چمن معلوم ہوتا تھا۔ وہ سلطان محمود جو اقبال کے گھوڑے پر ہمیشہ
سوار رہتا تھا ایک پالکی میں پڑا ہوا نیچے آیا چہرہ پر مردنی کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ چار سو ارکان سلطنت
ایک سکتے کے عالم میں کھڑے تھے۔ محمود چاروں طرف ان چیزوں کو دیکھتا تھا اور سرد آہیں بھرتا تھا۔ اور روتا
تھا۔ بعد ازاں حکم دیا کہ ان خزانوں کو لیجاؤ۔ پھر وہ ایک میدان سبز میں گیا اور حکم دیا کہ اصطبل سے اسپان تازی
اور فیل خانہ سے فیلان کوہ پیکر اور شتر خانہ سے شتران قوی ہیکل منگائے جائیں یہ بھی مرصع جھولوں میں ایک
طلسم کا عالم دکھا رہے تھے۔ ان کو بھی دیکھ دیکھ زار زار رویا مگر حیف ہے کہ اسوقت ایک پیسہ کسی شخص کو ہاتھ
اُٹھا کر نہ دیا۔ سلطان محمود کا یہ قطعہ مشہور ہے ؎ ہزار قلعہ کشادم بیک اشارت دست + بسے مصاف شکستم بیک
اشارت پاے + چو مرگ تاختن آورد ہیچ سود نداشت + بقا بقاے خداست و ملک ملک خداے۔

آخر عمر میں سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نیشاپور میں دولت رکھتا ہے۔ اُسکے حاضر ہونیکا حکم صادر فرمایا
جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے فرمایا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تو ملاحدہ اور قرامطہ میں سے ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ میں
نہ ملحد ہوں نہ قرمطی ہوں یہ دونوں عیب نہیں۔ مگر ایک بڑا بھاری عیب یہ ہے کہ میں دولتمند ہوں جو مجھ

میرے پاس ہی وہ حضور لے لیں مگر مجھے بدنام نہ کریں۔ سارا مال اُس کا لیکر فرمان اُسکی ایمانداری ہونیکا سلطان نے لکھدیا۔
ایکدفعہ سلطان پاس ایک دادخواہ آیا۔ اُسپر التفات فرماکر حال پوچھا۔ وہ بولا کہ میرا حال اس جلسہ میں کہنے کے قابل
نہیں خلوت میں چلیے تو عرض کروں۔ اُسوقت سلطان خلوت میں آگیا۔ وہاں عرض کی کہ آپکا خواہرزادہ میری
بی بی کے پاس آتا ہی اور شب بھر رہتا ہی اور مجھے مارکر نکالدیتا ہی۔ اسکا انصاف آپکے اعیان دولت سے چاہا مگر
کسی نے کچھ نہ سُنا۔ اب آپ انصاف کیجیے نہیں خدا انصاف کرنے والا ہی۔ اس کہنے سے سلطان کو رونا آگیا۔ اُس سے
کہا کہ تو نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا۔ اُس نے عرض کیا کہ بھلا میرے تئیں یہاں کون آنے دیتا ہی آج بھی نہیں معلوم
کہ کیا اتفاق ہی کہ میں حضور تک پہونچ گیا۔ سلطان نے فرمایا کہ جس وقت وہ شخص تیرے گھر میں آئے مجھے اطلاع کر
اور اُسکو اطلاع کرنیکا طریقہ بھی بتلادیا۔ غرض تیسرے روز دادخواہ پھر آیا۔ محمود تلوار ہاتھ میں لے اُسکے ساتھ ہوا۔
اور اُسکے مکان پر پہنچا۔ دونوں سیاہ کاروں کو سوتے پایا۔ چراغ گل کرایا اور تلوار کا ایک ہاتھ اُس مرد پر ایسا مارا کہ
قصہ پاک ہوا پھر اُس کا مُنہ دیکھکر خدا کا شکر بجالایا اور پانی مانگا اور خوب ڈگڈگا کر پیا اور اُلٹا چلا۔ اُس شخص سے
کہا کہ اب تم آرام سے سوؤ۔ اُس آدمی نے چراغ بجھانے اور پانی مانگنے کا سبب پوچھا۔ اُس پر فرمایا کہ چراغ گل کرنیکا
سبب یہ تھا کہ اُس کا مُنہ دیکھنے سے محبت کا جوش نہ کرآئے۔ اور پانی مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت سے یہ بات
میں نے سُنی تھی قسم کھائی تھی کہ جبتک اس ظلم کو دور نکرونگا کھانا پانی مجھے حرام ہی تین روز تک اسی انتظار
میں بسر ہوئے۔ اب تو آیا اور شر و فساد دور ہوا۔ پیاس کی شدت تھی اُسکو بجھایا۔

عراق کی فتح پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ وہاں کی شرقی بیابان میں ایک قافلہ سوداگروں کا لٹ گیا ایک
عورت روتی دھوتی فریاد لیکر محمود پاس آئی کہ میرا بیٹا مارا گیا اور سب اسباب مال غارت ہوا۔ یہ فریاد سُنکر محمود
نے فرمایا کہ ملک دور دراز ہی۔ اُسکا انتظام دشوار اور مشکل ہی۔ عورت نے دل کڑا کرکے یہ کہا کہ جب تجھ سے دور کے
ملکوں کا نظم و نسق نہیں ہوسکتا تو پھر کیوں ملکوں کو فتح کرتا ہی اس بات کو خوب یاد رکھ کہ اُنکی حفاظت اور رعایت
کی جوابدہی تیرے ذمہ ہوگی۔ اس لعنت ملامت سے محمود نادم ہوا۔ عورت کو بہت کچھ دے دلا کر راضی اور
رخصت کیا۔ اور آیندہ ایسا انتظام کیا کہ قافلہ کا لٹنا موقوف ہوا۔

تاریخ بناکتی میں لکھا ہی کہ خراسان میں جب سلطان محمود گیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ آپ شیخ ابوالحسن
خرقانی کی زیارت کیجیے۔ سلطان نے کہا کہ میں اس سال اپنے گھر سے مصالح خراسان کیلیے آیا ہوں زیارت کے
عزم سے نہیں آیا۔ یہ شرط ادب نہیں ہی کہ کسی دوسرے کام کی تحصیل سے مقربان الٰہی کی زیارت کی جائے۔ وہ

غزنی مین آنکر پہر زیارت شیخ کی نیت کرکے فرقان گیا اور شیخ کو پیام بہیجا کہ سلطان غزنی سے آپکی زیارت
کو آیا ہے اگر آپ خانقاہ سے اُسکی بارگاہ مین تشریف لائین تو آپ کے الطاف سے بعید ہوگا۔ ایلچی سے یہ بہی کہدیا
کہ اگر آپ اسے انکار کرے تو یہ آیت سنا دینا کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ رسول نے پیغام شیخ پاس پہونچایا شیخ نے جانے سے انکار کیا رسول نے جب یہ آیت پڑہی
تو شیخ نے کہا کہ مجہے معذور رکہو اور محمود سے کہدو کہ مین اطیعوا اللہ مین ایسا مستغرق ہون کہ اطیعوا الرسول سے خجل
ہون چہ جائیکہ مین اولی الامر منکم کی طرف متوجہ ہون ایلچی سلطان پاس آیا اور یہ حال سنایا یہ سنکر محمود کو رقت آئی اور
اُس نے کہا کہ چلو یہ آدمی ایسا نہین ہے جیسا مین نے گمان کیا تہا۔ سلطان شیخ کی خدمت مین گیا اور اُس سے بست درخوا
کی کہ کچہہ نصیحت فرمایئے شیخ نے اُسکو یہ نصیحتین کین۔ اول پرہیزگاری دوم نماز با جماعت۔ سوم سخاوت چہارم
خلق پر شفقت۔ سلطان کو دعا دی کہ عاقبت محمود باد اپنا خرقہ دیا۔ جب سلطان رخصت ہوا تو اُسکی تعظیم سے وقد
دی۔ سلطان نے عرض کی کہ جب مین آیا تہا تو آپنے یہ التفات نہ فرمایا تہا۔ اب جاتے وقت تعظیم کیون ہے شیخ
نے اسکا سبب یہ بتلایا کہ جب آپ آئے تہے تو رعونت بادشاہی اور نخوت امتحان آپکے ساتہ تہی۔ اب جاتے
وقت انکسار درویشی ہمراہ ہے۔ سلطان نے وہ دو فوا اس خرقہ کو اُسوقت میدان جنگ مین پہنا تہا کہ نہایت تنگ
تہا اور فتحیاب ہوا۔ سلطان نے ملاقات کے وقت شیخ کی نذر مین درہ زر پیش کیا تہا۔ شیخ نے روٹیان سلطان
کے روبرو رکہکر کہا کہ کہاؤ۔ سلطان نے جب اُنکو کہایا تو وہ گلے مین اٹکین تو شیخ نے کہا کہ آپ کی روٹی حلق
سے نیچے نہین اترتی۔ سلطان نے کہا کہ ہان۔ شیخ نے کہا کہ یہ آپکا درۂ زر ہمارے گلے مین اٹکتا ہے ہم نے
زر کو طلاق دیدی ہے آپ اسے اٹہا لو۔ اس کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کیسا خوش عقیدہ تہا اور شاہ وگدا
مین اسوقت کن اخلاق کا برتاؤ ہوتا تہا۔ فقیر بادشاہون کو اخلاق کی تعلیم کیونکر کرتے تہے۔

محمود کی سپاہ مین ترکی تاتاری عربی ایرانی ہندی قومون مین سے ملازم تہے۔ جنکا حال یہ تہا کہ ترکی
غزنی مین فتحمند ہوکر نہین بلکہ لونڈی غلام بنکر آئے۔ مگر انہون نے وفاداری۔ ایمانداری۔ جوانمردی ایسی
دکہائی کہ معتمد کامون پر وہ مقرر ہونے لگے۔ اُن کے اعتماد کا ایک سبب یہ بہی تہا کہ وہ اس ملک سے کچہہ تعلق
نہین رکہتے تہے بلکہ بیگانہ تہے۔ ایسی حالت مین اعتماد ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ تاتاری اور اہل عرب خانہ بدوش
اور سپاہی ہونے مین برابر تہے۔ مگر تاتاریون مین بلند دماغی عربون کی سی نہ تہی۔ تاتاری فقط
سپاہیانہ کامون سے مناسبت رکہتے تہے مگر علم مین انکا ذہن کند تہا۔ عربون نے دین قانون

علم حکمت کی صورتون کو بدلدیا بہت کچھ ان مین اپنے ذہن دقیق سے اضافہ کیا مگر تاتاریون نے ان کامون مین سے ایک کام نہین کیا۔ وہ صرف سیدھے سادے سپاہی رہے۔ ایرانی ان سب مین غضب کے تھے ان مین چستی چالاکی تاتاریون کی تیزفہمی عربون کی سی فند فریب مکاری ہندیون کی سی تھی یہ سب صفات انکی ذات مین ایسی جمع تھین کہ ملکی کامون مین وہ سب قومون پر سبقت لیگئے یہ ایرانیو نکی استادی تھی کہ ہندوستان کی درباری بادشاہی زبان انہین کی زبان ہوئی محمود کے وزراء اعظم ایرانی ہی تھے۔ ہندی سپاہ کو کوئی موقع نہین ملا کہ وہ سلطان غزنوی کے سامنے اپنا کام دکھاتے۔ مگر بعد ازان انہون نے سلطنت اسلامیہ کی حمایت مین کارہائے نمایان کئے۔

باوجود اس سپاہیانہ مزاج کے سلطان محمود کو علوم و فنون و علم ادب کا بڑا شوق تھا۔ اس خوبی مین کوئی بادشاہ اُسپر سبقت نہین لیگیا۔ سب کامون مین کفایت شعار تھا مگر ہنر پروری اور علم کی قدر شناسی مین دریا دل تھا۔ ایک عظیم الشان دارالعلوم اُس نے بنوایا اور اُسمین بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ عالمونکے وظیفون اور بخششون مین ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا۔ ایک عجائب خانہ بھی بنایا جسمین سارے عالم کے عجائب جمع کئے۔ اُسکی قدردانی اور جوہر شناسی نے چارون طرف سے اہل کمال کو لاکر غزنی کے دربار مین جمع کردیا تھا نامور شاعر اُسکے دربار کے یہ تھے۔ عصائری رازی۔ استاد رشیدی طوسی۔ منوچہر بلخی۔ حکیم عنصری۔ عسجدی فرخی۔ دقیقی۔ سوائے ان شاعرون کے چارسو اور شاعر اُس کے ملازم تھے۔ فردوسی کل شعراء کا سرامد تھا۔ وہ شاداب ضلع طوس مین پیدا ہوا تھا عامل طوس نے ایک باغ بنایا تھا اُسکا نام فردوس رکھا تھا۔ فردوسی کا باپ مولانا فخرالدین اُسکی باغبانی کرتا تھا اس مناسبت سے وہ اشعار مین اپنا تخلص فردوسی کرتا تھا یزدجرد آخر ساسانی شہریار ایران نے ایران کے تمام بادشاہون کے حالات کیومرث کے زمانہ سے لیکر خسرو پرویز کی تخت نشینی تک بڑی تحقیق و تدقیق اور تلاش سے یکجا جمع کئے تھے اور اُسکا خلاصہ ہوکر ایک کتاب موسوم بہ باستان نامہ تصنیف ہوئی تھی۔ جب اہل اسلام سلطنت ایران کے فرمانروا ہوئے تو یہ کتاب یزدجرد کے کتاب خانہ مین اُنکے ہاتھ آئی جب خراسان مین آل یعقوب کے ہاتھ یہ باستان نامہ آیا تو ابو منصور عبدالرزاق بن عبداللہ فرخ معتمدالملک کو یعقوب بن لیث نے حکم دیا کہ خسرو پرویز سے شہریار یزدجرد کے مرنے تک واقعات جو واقع ہوئے ہین وہ لکھکر باستان نامہ مین اضافہ کئے جائین اس حکم کے موافق سنہ ۳۶۰ھ مین یہ کتاب مرتب ہوگئی اور اوسکی نقلین خراسان اور عراق مین پھیلین آل سامان کو جب یہ بات ہاتھ لگی

تو انہون نے دقیقی شاعر کو حکم دیا کہ وہ اُس کو نظم مین لکھے اُس نے ایک دو ہزار شعر لکھے تھے کہ کسی غلام نے اُسکو مار ڈالا جب دولت آل سامان کا زوال آیا اور سلطان محمود کا اقبال چمکا تو اُس نے بھی آل سامان کی تقلید کی اور باستان نامہ کو چاہا کہ نظم مین لکھا جائے۔ فردوسی نے دقیقی کی نسبت یہ اشعار لکھے ہین اشعار بخت برگشتہ شد بدست یکے بندہ برگشتہ شد ز گشتاسپ و جاسپ بیتے ہزار بگفت و سرآمد بر و روزگار فردوسی کی یہ آرزو ہوئی کہ مین اس کتاب کو نظم مین لکھکر پورا کرون۔ باستان نامہ اُسکو ہاتھ نہ آتا تھا۔ اُسکی تلاش مین رہتا تھا کہ اُسکے ایک دوست نے باستان نامہ لا دیا اور فردوسی سے کہا کہ تیرا یہ ارادہ کہ اس نامہ پہلوی کو نظم مین لکھے بہت مستحسن ہے۔ اسوقت طوس مین ابو منصور محمد امیر تھا اُس نے فردوسی کو نصیحت کی تھی کہ جب یہ کتاب تمام ہو تو کسی بادشاہ کے نذر کرنا۔ سب ملکون مین مشہور تھا کہ سلطان محمود شاعرون کا بڑا قدر شناس ہے اس لئے فردوسی غزنی مین آیا۔ سلطان محمود نے اپنے دربار کے شعراء عظام سے باستان نامہ کی نثر کی نظم لکھوائی سب نظمون مین فردوسی کی نظم فائق معلوم ہوئی۔ سلطان نے فردوسی کو حکم دیا کہ باستان نامہ کو نظم مین لکھے اسکے واسطے رہنے کا مکان اور اسباب آسایش کے تیار کرنے کا حکم دیا اور ہر ہزار اشعار کہنے کے بعد ہزار دینار طلا دینے کا ارشاد کیا۔ سلطان کہا کرتا تھا کہ فردوسی نے آنکر میرے دربار کو فردوس بنا دیا۔ فردوسی شاہنامہ کے کہنے مین مصروف ہوا۔ خواجہ احمد بن حسن میمندی نے ایک ہزار اشعار کے بعد اس پاس ہزار دینار بھیجے مگر فردوسی نے اسلئے نہین لئے کہ اسکا ارادہ تھا کہ ایکدفعہ سب زر لیلے اور اُسکو طوس ندی کے بند آب مین خرچ کر دے۔ ارکان دولت فردوسی کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور وہ بھی اُنکی مدح کرتا تھا یہ امر احمد بن حسن میمندی وزیر سلطان کو ناگوار خاطر تھا۔ انہی دنون مین ایسی شکر رنجی ہوگئی کہ فردوسی نے یہ اشعار کہے **مثنوی**

بمن بندہ اگر مبادی فطرت نبودہ ام	مایل بمال ہرگز طامع بجاہ نیز	سوئے در وزیر چرا ملتفت شوم	چون فارغم ز بارگہ پادشاہ نیز

محمود کے سامنے فردوسی کے اشعار ایسے پڑہے جانے لگے جس سے اُسکا معتزلہ شیعہ قرمطی دہریہ ہونا ثابت ہو سلطان کو بھی اشعار کیطرف رغبت کم ہوگئی تھی۔ کچھ اس سعایت و شکایت سے بھی فردوسی کے حال پر پہلی سی مہربانی نہ رہی تھی۔ باستان نامہ کی جو داستان نظم مین مرتب ہوتی جاتی تھی اُسکی نقلین اطراف مین جاتی تھین ادہر اُسکا صلہ فردوسی پاس بھیجتے تھے۔ یہ امر بھی سلطان کو ناگوار خاطر ہوتا تھا غرض وزیر کے سبب سے سلطان کو فردوسی سے نفرت ہوگئی جب شاہنامہ کو فردوسی تمام کر چکا تو اس نے ایاز کو دیا فردوسی اور ایاز مین کمال محبت تھی۔ ایاز نے سلطان کی نذر کیا۔ سلطان نے خواجہ احمد بن حسن کو فرمایا کہ پیلوار زر سرخ فردوسی

کودین اور یہ شعر پڑھا بیت بہ چشم من چو بگنجد گنج گہر + کنون پیلوارش دہم گنج زر۔ وزیر نے عرض کی کہ حضور کی رائے حکمت آرا سے پر مخفی نہین ہے کہ شادی مفرط بھی آدمی کو اسیطرح ہلاک کرتی ہے جیسا کہ غم بے اندازہ۔ نعوذ باللہ اگر یہ صلہ بادشاہ فردوسی پاس پہونچے گا تو وہ شادی مرگ ہوجائیگا غرض سلطان کو بہکا کر وزیر نے ساٹھ ہزار مثقال نقرہ ایاز کے ہاتھ اُس پاس بھیجے جب یہ صلہ اُس پاس ہونچا تو وہ حمام مین نہارہا تھا جب حمام سے باہر آیا تو ایاز نے سلام کرکے صلہ پیش کیا اُسے دیکھکر وہ بہت غمگین ہوا اور ایاز سے کہا سلطان نے اپنا وعدہ ایفا نہین کیا۔ ایاز نے سلطان اور وزیر کی ساری حکایت عرض کی فردوسی نے ۲۰ ہزار مثقال حمامی کو اور ۲۰ ہزار ایاز کو اور بیس ہزار فقاعی کو دئے اور ایک پیالہ شربت کا پیا اور ایاز سے کہا کہ سلطان سے عرض کرو کہ مینے جو رنج اسکام مین اٹھایا وہ ان مثقال نقرہ کے لئے نہ تھا جب ایاز نے سلطان سے عرض کیا تو وہ وزیر پر غصہ ہوا وزیر نے عرض کیا کہ بادشاہ کا صلہ ایک درم سے لیکر ہزار درم تک برابر ہے۔ بلکہ اگر بادشاہ ایک خاک کی مٹھی بھی صلہ مین بھیجے تو چاہیے کہ اُسکو آنکھوں کا سرمہ بنائے اور اُسکا اعزاز و اکرام کرے۔ فردوسی نے سلطان کے ساتھ سخت گستاخی کی ہے غرض سلطان کو فردوسی کیطرف سے ایسا وزیر نے بھڑکایا کہ سلطان نے حکم دیدیا کہ یہ قرمطی ہاتھی کے پانون کے تلے کچلا جائے تاکہ تمام بے ادبون کو عبرت ہو۔ فردوسی کو اُس کی خبر ہوئی صبح کو سلطان کی خدمت مین حاضر ہوکر قدمونپر گر پڑا اور گڑگڑایا کہ حاسدون نے بندہ کو حضور کے نزدیک رافضی و قرمطی ٹہرا دیا حضور کی رعایا مین گبر و جہود و ترسا رہتے ہین مجکو بھی اُن مین سے شمار فرمائیے اور قتل سے معاف کیجئے اور اشعار فی البدیہہ پڑھے۔ اشعار

چو از ملک سلطان کہ جز حق ستود | بسے ہست ترسا و گبر و یہود | گرفتند در ظل عدلش قرار
شدہ ایمن از گردش روزگار + | چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ | رہے را شمارد یکے زان گروہ

ان اشعار سے سلطان کا غصہ فرو ہوا اور اُس کا قصور معاف کر دیا۔

فردوسی نے غزنی سے باہر چلے جانیکا ارادہ کیا اور جامع مسجد مین یہ اشعار اسجگہ دیوار پر لکھے جہان سلطان آکر بیٹھتا تھا ؎

خجستہ درگہ محمود زاولے دریاست | چگونہ دریا کہ آن را کرانہ پیدا نیست
چہ غوطہ ہا زدم و اندرو ندیدم دُر | گناہ بخت من ست این گناہ دریا نیست

جب محمود نے جامع مسجد مین آن کر یہ اشعار پڑھے اور سلطان سے فردوسی کے معتقدین نے اُسکی سفارش کی اور عرض کیا کہ جو معاملہ فردوسی کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک قصہ بخل و حسد کا ساری دنیا مین مشتہر ہوگا

سلطان نے حکم دیدیا کہ ساٹھ ہزار دینار طلا خلعت شاہی کے ساتھ فردوسی پاس بھیجا جائے یہ عجیب اتفاق کی بات ہے۔ طوس کے ایک دروازہ سے فردوسی کا یہ صلہ آیا تھا کہ دوسرے دروازہ سے اسکا جنازہ جاتا تھا۔ کہتے ہین اس صلہ کے روپیہ سے سلطان نے طوس کی ندی کا آب بند تعمیر کرا دیا۔ حکیم ناصر خسرو نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ مین جب طوس مین گیا تو ایک رباط نو تعمیر دیکھی جس کو لوگ کہتے تھے کہ یہ رباط صلۂ فردوسی سے بنی ہے۔ فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے جسے بعض یہ کہتے ہین کہ محمود کی وہ برائیان اس سے ظاہر ہوئی ہین جو کسیطرح آشکارا نہ ہوتین۔ حضرت ابو الفضل نے اس ہجو کی نسبت یہ اکبرنامہ مین لکھا ہے کہ "چون فردوسی پست فطرت در سبکسری خواہش ور شدہ و پردہ آزرم را در گفتگوے داد و ستد برگرفت او سخن فروش بود بہا امیدانست بدل آزانگ پارچہ چند اندیشیدہ چون بازاریان در کشایش د افزایش زبان زدہ گشت بہار لیے بہا و وزن رایے وزن ساخت۔ سی سال زحمت کشید بر آنفرین اید بعارجائی کتابم"

	گذشت شوکتِ محمود درزمانہ نماند		انجرین فسانہ کہ نشناخت قدر فردوسی	

غرض ایک ہی بات سے دو نتیجے نکالے ہین اپنے اپنے اعتبار سے وہ سچے ہین انگریزی مورخ اس تمام واقعہ کو ایک داستان بے سر و پا جانکر یہ کہدیتے ہین کہ محمود نے ہر شعر پر ایک دینار دینے کا وعدہ کیا تھا ساٹھ ہزار شعر دیکھکر اپنے وعدہ سے پچتایا اور بخل کے سبب سے وعدہ پورا نہ کیا۔

حکیم ابوریحان بیرونی

دربار محمودی کا درۃ التاج ابوریحان بیرونی تھا۔ یہ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی ۳۶۲ھ ۹۶۹ع مین پیدا ہوا تھا جنم بھوم اسکی بیرون تھی جو ملک سندھ کا ایک شہر تھا اسنے تحصیل علوم و فنون کی تکمیل کے لئے اپنا وطن چھوڑا اور سیر و سیاحت مختلف ملکون مین کی کچھ دنون فارس کے بادشاہ شمس المعالی قابوس ابن وشمگیر کی خدمت مین رہا۔ اسکی وزارت کو علم کی خاطر نہین منظور کیا۔ برسون تک خوارزم مین بھی رہا اور وہان سے کسی سبب سے سلطان محمود کے پاس چلا آیا۔ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ اسنے ہندوستان کی بڑی سیر کی اور یہان رہ کر نہایت محنت و مشقت سے سنسکرت مین مہارت کامل پیدا کی۔ یہان کے پنڈتون کے دماغ مین یہ نخوت سمائی ہوئی ہے کہ ہندوستان کے سوا ساری دنیا مین کہین علم نہین ہے جب ابوریحان اور قومون کے علمون کا ذکر کرتا تو وہ اسکو جھوٹا یا دیوانہ سمجھتے مگر جب اسنے تحریر اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ سنسکرت مین کر کے انکو دکھا دیا تو وہ متحیر ہوئے اور اسکو ساحر کہنے لگے اور حقارت سے اس سمندر سے تشبیہ دینے لگے جسکا پانی سرکہ سے زیادہ ترش ہو۔

ابوریحان کی تصنیفات اسقدر ہین کہ اگر انکے نام لکھئے تو چند کاغذ کے تختے سیاہ ہون اور اگر اسکی

کتابونکو جمع کرکے اونٹ پرلادئے تو وہ بہت دیر تک پڑے رہے اُسنے سنسکرت کی وہ کتابین عربی زبان مین ترجمہ کین جنکو پنڈت بھی بہت مشکل سے سمجھتے ہین۔ علوم مختلفہ مین اُسکے ایجادات اور اختراعات ایسے ہین کہ جنمین ذہانت اور جودت طبیعت آجکل کے موجدونکی پائی جاتی ہے۔ تسطیح کرہ کے باب مین ایک رسالہ اُسنے لکھا ہے کہ جسمین کرہ کی سطح مستدیر کو سطح مسطح پر نقشہ بنانے کی ترکیبین اختراع کرکے وہ لکھی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہندسہ مین اُسکو کمال تھا۔ وہ بوعلی سینا کا معاصر تھا اُس سے علمی مباحثے مدتون تک رہے انمین اُسیکا پلہ بھاری رہا علم نجوم یونانی اور جوتش ہندی دونون جانتا تھا علم ہئیات مین اُسکی تصنیفات اس زمانہ مین بھی اعلیٰ درجہ کی شمار ہوتی ہین اس نے جو اپنا ہند کا سفرنامہ لکھا ہے اس سے صدہا تاریخی عقدے حل ہوتے ہین محمود غزنوی کے حملون کے مقامات اس سے صحیح معلوم ہوتے ہین کہین کہین ہمنے اُسکا ذکر کیا ہے۔ اہل یورپ کو اسی عالم کی تصنیفات سے اول اول بہت کچھ سنسکرت کی کتابون اور ہندون کے رسم ورواج پر علم ہوا ہے۔ سلطان محمود کے اگرچہ کئی ہزار غلام تھے لیکن ان مین سر برآوردہ ایاز تھا اور اُس کے عشق کی کمند مین محمود گرفتار تھا۔ ایاز کو

ایاز

لکھتے ہین کہ والی کشمیر کا بیٹا تھا باپ کے ساتھ شکار مین گیا تھا کہ چورون نے اُسکو قابو پاکر پکڑ لیا اور بدخشان اُسکو لیگئے یہان اس لعل بے بہا کو ایک سوداگر کے ہاتھ خاطر خواہ قیمت پر فروخت کیا۔ تقدیر الٰہی سے شاہزادہ سے غلام بنا اور نام بھی اُس کا غلامونکا سار کھا گیا۔ سوداگر اپنے سارے مال سے زیادہ اس غلام کو قیمتی جانتا تھا اور اس کی تربیت وتعلیم مین سعی کرتا تھا۔ وہ بدخشان سے جب غزنی مین آیا تو ایازنکے حُسن وجمال کا شہرہ سلطان محمود کے کان تک پہونچا۔ اُسکو اپنی انجمن خاص کا انیس اور مجلس اختصاص کا جلیس بنایا۔ حُسن صورت سے زیادہ اُسکی حُسن سیرت پر فریفتہ ہوا **بیت** این عشق کہ ہست بیخود از خویش ٭ نے شاہ شناسد ونہ درویش ٭ سلطان کے نیاز کے اور ایاز کے حُسن کے قصے اکثر مشہور ہین۔ مُلّا زلالی نے ایک داستان اُسکی بڑی رنگین لکھی ہے ایاز حُسن صورت وجمال ظاہری مین ایسا یکتا تھا جیسا کہ اخلاق پسندیدہ وصفات حمیدہ مین بے بہا تھا۔

وزراء محمود

حبیب السیر مین لکھا ہے کہ سلطان محمود کا اول وزیر ابو العباس فضل بن احمد اسفراینی تھا۔ سلاطین سامانی کے امرا مین فائق ایک امیر تھا اس کے ہان وہ کتابت کرتا تھا جب فایق کے اقبال کا زوال آیا تو وہ امیر ناصر الدین سبکتگین پاس آیا اور مسند وزارت پر بیٹھا۔ بعد امیر ناصر الدین کے مرنے کے سلطان محمود نے بھی اُسکو وزارت کے منصب پر قایم رکھا۔ ابو العباس زبان عربی مین ایسا متبحر نہ تھا کہ وہ احکام سلطانی کو عربی زبان مین لکھتا اسلئے سلطان نے حکم دیا کہ احکام فارسی زبان مین لکھے جائین لیکن

خواجہ بزرگوار خواجہ احمد میمندی نے پھر احکام کو عربی زبان مین لکھوانا شروع کیا۔ ابو العباس فضل کو
امور مملکت اور سرانجام مہام سپاہ و رعیت مین کمال تھا جب دس سال وزارت کر چکا تو بعد ازان وہ معزول
ہوا۔ بعد اسکے خواجہ بزرگوار احمد بن حسن میمندی وزیر ہوا وہ سلطان کا برادر رضاعی اور ہم سبق تھا اُسکا باپ
حسن میمندی امیر ناصر الدین سبکتگین کے عہد مین قصبہ بست مین ضبط اموال کے لئے قیام رکھتا تھا مگر وہ خیانت
کے سبب سے صلیب پر چڑہایا گیا یہ جو لوگون مین مشہور ہے کہ سلطان کا وزیر حسن میمندی تھا بالکل غلط اور
عین خطا ہے حسن خط مین وجودت و فہم و فضل مین احمد بن حسن مشہور تھا اول وہ صاحب دیوان انشا
و رسالت کا ہوا۔ پھر سلطان کی عنایت سے درجہ بدرجہ ترقی ہوتی گئی استیفاء ممالک کا عہدہ مع اشغل عرض
عساکر اس کا ضمیمہ ہوا۔ بلاد خراسان مین اموال کی تحصیل اس کے سپرد ہوئی۔ اور جب ابو العباس اسفرائنی
سے سلطان کی طبیعت مکدر ہوئی تو عہدۂ وزارت اُسکو بالاستقلال ملگیا۔ اٹھارہ برس تک وہ اس عہدہ
وزارت پر مامور رہا اور ملک و مال کا کام بخوبی کرتا رہا۔ پھر التونتاش سپہ سالار اور امیر علی خویشاوند کا عروج
ہوا اُسکی غیبت و بہتان سے خواجہ بزرگوار معزول ہوا قلعہ کالنجر مین تیرہ سال قید رہا۔ امیر مسعود کی سلطنت مین
اس قید سے رہا ہوا اور پھر وزیر سلطنت ہوا۔ اور ۴۲۴ھ مین انتقال کیا۔ پھر سلطان محمود نے ایک مدت
کے بعد احمد حسین میکال کو منصب وزارت عطا کیا وہ لڑکپن سے سلطان کی خدمت مین رہتا تھا۔ جودت طبع
وجودت گفتار و محاسن کردار مین معروف تھا وہ سلطان کی وفات تک وزیر رہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود کی سلطنت کا ملکی نظم و نسق ایرانیون کے ہاتھون مین تھا اس کے دو بڑے
وزیر ابو العباس اور احمد میمندی خاص ایرانی تھے۔ اور وہ دونون ترکی کے سپہ سالارون سے بغض و عداوت
رکھتے تھے۔ اگرچہ ایرانیون نے کبھی ہندوستان فتح نہین کیا مگر کاروبار سلطنت مین دخیل ہونے سے انہین
کی زبان کا رواج ہندوستان مین ہوا۔ اور وہی شاہی زبان سمجھی گئی۔

محمود کی صورت

محمود متوسط الاندام تھا۔ اعضا مین اُس کے تناسب تھا۔ ورزش بہت کرتا تھا۔ مگر چیچک نے اُس کے چہرہ
کو ایسا کھا یا تھا کہ ایک دن وہ آئینہ مین اپنے چہرہ کو دیکھکر پژمردہ اور افسردہ ہوا اور وزیر سے کہنے لگا کہ
کہتے ہین بادشاہون کے دیکھنے سے نور بصر زیادہ ہوتا ہے مگر میری صورت ایسی ہے کہ جس سے دیکھنے والون کو
ضرر پہونچے گا۔ وزیر نے عرض کی کہ آپ کی صورت کو ہزارون آدمیون مین سے ایک بھی نہین دیکھنے کا مگر
سیرت پسندیدہ کو سب دیکھینگے۔ ایسی حسن سیرت پیدا کیجئے کہ جسپر ساری خلق مفتون اور شیدا ہو۔ اس کلام

لئے وہ تاثیر محمود کے دل پر کی کہ اُس نے اپنی حُسن سیرت سے زشتی صورت کے عیب کو مٹا دیا۔

ہندوستان سے جو حال محمود کا تعلق رکھتا تھا اسکو بالتفصیل اور باقی کو بالاجمال ہمنے بیان کر دیا ہو اب اسپر غور کرکے اُسکی برائیاں بھلائیاں اُسکے اعمال اور افعال سے خود سمجھیں جو ہماری سمجھ مین آتا ہے وہ بیان کرتے ہین

اوّل سلطان محمود اپنے وقت کا بڑا شان و شوکت اور جاہ و جلال کا بادشاہ تھا وہ مشاہیر عالم مین ہمیشہ شمار ہوگا اہل اسلام مین وہ ہمیشہ سلطان عظیم سمجھا جائیگا۔ کیا جوانمرد اور شجاع کہ جب دشمن پر فوج لیکر چڑھتا۔ دریا کی طرح نشیب و فراز نہ دیکھتا دشمن پر برابر پانی پھیرتا چلا جاتا۔ کیا منتظم اور اولوالعزم تھا کہ کیسے کیسے لشکرون کو اُن صحراؤن سے نکال کرلے گیا۔ جہان پانی کا پتہ اور گھاس کا پتا نہ تھا۔ کہان سے کہان گیا۔ کیا کیا ارادے کئے سلطنت اُسکی ایسی وسیع کہ جس کی شرقی اور غربی سرحدین دجلہ اور گنگا اور شمال جنوبی حدین تاتار اور بحر ہند تھین۔ کیا مدبر کہ کتنی ہی دور دارالسلطنت سے چلا جاتا مگر انتظام ملکی مین بال برابر خلل نہ آتا۔ گو بعض محقق کہین کہ اسوقت ملکون کا خود حال ایسا ہو رہا تھا کہ سلطنت کا اتنا کرلینا کمال نہ تھا۔ مگر محمود کے صاحب کمال ہونے مین کسیکو گفتگو نہین ہے۔ دولتمند ایسا کہ شاید دوسرے بادشاہ پاس اسقدر دولت ہوگی جسوقت اُسنے سُنا کہ امیر نوح سامانی پاس سات رطل جواہر تھے تو اُسوقت اسنے یہ کہا کہ خدا کی عنایت ہے میرے پاس سات سو رطل جواہر اسکے مین

دوم جیسا اُسکو مندرون اور بتوان کے توڑنے پھوڑنے کا شوق تھا ایسا ہندؤونکو مسلمان بنانیکا ذوق نہتا۔ کہین تاریخ سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اُس نے اشاعت اسلام اور دعوت اسلام مین ہمت صرف کی ہو گجرات مین اتنے دنون تک پڑا رہا۔ مگر ایک ہندو کو مسلمان نہ بنایا۔ اسکا طریقہ محمد بن قاسم کا سا تھا کہ ہندؤون سے مسلمان ہونے کو کہتا پھر جہاد کرتا غرض محمود اُن مسلمانون مین نہین شمار ہو سکتا کہ جنہون نے مذہب اسلام کا علم بلند کیا ہو۔ اہل یورپ اُسپر الزام تعصب مذہبی کا ناحق لگاتے ہین محمود دیندار مسلمان تھا۔ لڑائی اور جہاد فقط غنیمت کے لئے کرتا۔ جہان اُس کو دولت ملگئی۔ پھر اُس کو کچھ پروا کسی بات کی نہتی۔ اگر وہ بالاستقلال کسی صوبہ پر ہندوستان کے قبضہ کرتا تو اس کے ہاتھ ایسی غنیمت تو نہ آتی مگر اسلام کے حق مین زیادہ فائدہ مند یہ امر ہوتا۔

سوم۔ اُس نے اسلام کو ایسی ہیبت ناک شکل مین دکھایا کہ ہندؤون کو اُسکی طرف رغبت پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ نفرت زیادہ ہوگئی۔ اور پھر اُنکا اسلام مین لانا زیادہ دشوار ہوگیا۔

چہارم اہل یورپ جیسا اُس کے ذمے تعصب مذہبی کا الزام بیجا لگاتے ہین۔ ایسے ہی ایشیا والے اسکی بعض حرکات سے حریص ہونے کی تہمت دہرتے ہین اور یہ اشعار اُسکی شان مین پڑھتے ہین اشعار

نبود ش ز فضل سخاوت ترف ÷ نگہداشتے دربیان صدف ÷ خزاین بسے داشت پرّاز گہر ÷ ولیکن نشد مفلسے بہرہ ور
مرتے وقت سب نقد و جنس کو دیکھا۔ مگر ایک پیسہ ہاتھ سے نہ نکلا۔ مگر یہ الزام بھی پہلے الزام کی طرح بیجا معلوم
ہوتا ہی۔ اُس کے دربار مین بقدر فضلا، علما، شعرا، حکما، جمع ہوتے تھے اور اُس کے خوان مکرمت سے
بہرہ مند ہوتے تھے کبھی اور بادشاہ کو یہ بات کم نصیب ہوئی ہوگی۔ غرض جیسا کہ وہ دولت کے پیدا کرنے
مین ہوشیار تہا اُس کے خرچ کرنے مین بھی کفایت شعار تھا۔ نہ فضول خرچ تہا نہ ممسک تہا۔ مگر یہ عیب
اسمین ضرور تہا کہ وہ اپنے عمدہ کامون مین دولت کی حرص کو ایسا شامل کر دیتا تہا کہ وہ کام اچہا بھی بُرا
معلوم ہوتا تہا۔ اُس کے سارے جہاد اور لڑائیان یہ معلوم ہوتے ہین کہ فقط دولت جمع کرنے کے لئے تہین
ابو الفضل نے بڑا ستم کیا ہے کہ سلطان محمود کی نسبت یہ زہریلے فقرے لکہے ہین "تعصب پیشگان ہند را دامن جرب
دامنودہ آن سادہ لوح را بریختن آب ناموس دخون بیگناہان وگرفتن مال نیکوان برانگیختہ" سچ یہ ہی کہ اگر
اس زمانہ کا لحاظ کرین تو سلطان اخلاق حمیدہ سے موصوف و شجاعت فطری و کسبی مین معروف ممالک ستانی
و سپہداری و تیغ گزاری مین ایسا سلیقہ رکہتا تہا کہ مخالفون کو مغلوب کرتا تہا رعیت پروری و دادگستری
سے ملک کو رونق دیتا تہا اپنی عدالت سے ستمگارونکو سزا دیتا تہا۔ اور ستمدیدگان کو مدعا پر پہونچاتا تہا تعصب
دینی و طمع دنیوی دونون اُس کے دل مین قوی تہی۔ اسلئے ثواب کے اور مال و اسباب کے حاصل کرنیکے لئے وہ
ہندوستان مین سترہ دفعہ آیا یہ شعر اُسکے حسب حال تھے ؎ ہر جا کہ جلیتش رسیدہ ÷ اقبال برہنہ پا دویدہ ÷
شیران جہان شکار کردہ ÷ وز مورچگان کنار کردہ ÷ سخندانی و نکتہ فہمی و لطیفہ گوئی و مدعا شناسی مین بہرہ کافی
رکہتا تہا۔ فضلا، و شعراء کا اعزاز و احترام کرتا تہا اور اُنکے ساتھ رعایت و احسان کرتا تہا۔

پنجم۔ کہین مصیبت اُسپر نہین پڑی اور کوئی لڑائی ایسی نہین لڑا جس مین اُسنے خدا کی درگاہ مین سجدہ کر کے
دعا نہ مانگی ہو۔ اور اپنی فوج پر سلامتی اور خدا کی رحمت نہ چاہی ہو۔ وہ فقرا اور گوشہ نشینون کا بڑا معتقد تہا
خلیفہ وقت کی ہمیشہ فرمانبری کرتا تہا۔ باوجود اس حشمت اور شوکت کی خلیفہ قادر باللہ نے جو خطاب اُسے دیا تہا اُسکو
اپنا فخر سمجہتا تہا۔ غرض اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ پکا مسلمان تہا تاریخ فرشتہ مین لکہا ہی کہ طبقات ناصری
مین یہ دیکھنے مین آیا کہ سلطان محمود ہمیشہ اس حدیث کے باب مین کہ العلماء ورثۃ الانبیاء
مین متردد رہتا تہا اور قیامت کی نسبت شک تہا اور اسمین بھی شبہہ تہا کہ مین امیر سبکتگین کا بیٹا ہون یا نہین
ایک رات کہین سلطان جاتا تہا فراش شمع و شمعدان طلائی آگے لئے ہوئے جاتا تہا کہ اُس نے دیکھا کہ

ایک طالب علم اُس سبب سے کہ چراغ جلانے کے لئے اُس کے پاس دام نہ تھے ایک بقال کی دکان کے چراغ کی روشنی مین مطالعہ کرتا تھا۔ سلطان کو اُس پر رحم آیا اور شمع و شمعدان اسکو دیدیا۔ اس شب کو رسول خدا کی زیارت ہوئی کہ انہون نے یہ فرمایا۔ "یا ابن امیر ناصر الدین سبکتگین اعزك الله في الدارین کما اعززت وراثتي" اُس بات سے اُس کی تینون مشکلین حل ہوگئین۔ طبقات ناصری مین مجھے یہ حکایت نہین ملی انگریزی مورخ اس مضمون کو یون ادا کرتے ہین۔ ایشیائی مورخ جسکی کچھ وقعت نہین کرتے کہ اسکو دو شبہے عائد ہوئے۔ اول یہ کہ مین امیر سبکتگین کا بیٹا ہون یا نہین۔ خیر اسکی اصل تو کچھ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وہ مان کی طرف سے داغدار تھا مان اُسکی زابلستان کے کسی امیر کی بیٹی تھی۔ اسکی منکوحہ و غیر منکوحہ ہونے مین شبہہ تھا ہی۔ مگر دوسرا یہ شبہہ کہ "قیامت ہوگی یا نہین" اس شبہہ کے سبب سے لوگ اس سے متنفر ہونے لگے تو اُس نے یہ کہا کہ پیغمبر خدا نے خواب مین آکر میرے دونون شبہے رفع کردئے ہین۔

ششم۔ سارے محمود کے حال مین کہین یہ نہین معلوم ہوتا کہ کوئی نیا قانون اور آئین اور دستور جدید ایجاد کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کامون کے لئے وہ شرع اسلام کو کافی سمجھتا تھا اور قوانین کے ایجاد کرنے مین اپنا وقت نہین ضائع کرتا تھا۔ مگر اُس کو انتظام کرنا خوب آتا تھا عراق کی عورت کی حکایت دیکھو۔

ہفتم اپنی سپاہ مین بدکاری کو راہ نہ دیتا تھا۔ اور سخت منتظم اس کام مین تھا اور قواعد و قوانین سپاہ کی بڑی رعایت کرتا تھا۔ بھانجے کے قتل کرنے کی حکایت سے یہ بات ثابت ہے۔

ہشتم۔ اُسکو علم کا بڑا شوق تھا یہی سبب اصل اُسکی ناموری کا تھا۔ اس عمدہ صفت کے سبب سے وہ فخر الاسلام شمار ہوتا ہے اور اور قومین بھی اُسکو مانتی ہین۔ غرض یہی اُس کے اصل فخر اور عزت کا سبب تھا۔ عمارات کا بھی شوق رکھتا تھا۔ ایک مسجد اس نے غزنی مین بنوائی۔ ساری سنگ مرمر اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی اور ایسی خوبصورت تھی کہ لوگ اُسے دیکھکر متحیر ہوتے تھے۔ اور بے اختیار اُسکو عروس فلک کہتے تھے۔ یہ بادشاہ کا شوق ایسا تھا کہ اور امراء نے بھی اُسکی تقلید کر کے غزنی مین وہ عمارتین بنوائین کہ وہ سارے ایشیا کے شہرون پر سبقت لے گیا۔

نہم۔ محمود خوش اخلاق بڑا تھا۔ اپنے رفقا اور ملازمین سے بہت اچھی طرح پیش آتا تھا غلامونکا شوقین تھا۔ محمود کا غلام ایاز مشہور ہے جس کی حکایتین بہت سی زبان زد خلایق ہین۔ کوئی بات اُسمین ایسی نہ تھی کہ جس سے اُس کو ظالم کہہ سکین جو کوئی شخص اسکے ہاتھ سے لڑائی مین مارا جاتا مگر پیچھے وہ کسی

کی جان نہ لیتا اور نہ اُس کے دربار مین وہ ظلم ہوتے جو اور ایشیا کے بڑے بڑے بادشاہون کے ہان ہوا کرتے ہین۔ باغی عفو تقصیر کے بعد بہی جو بغاوت کرتے انکو سوا قید کے اور کوئی سزا نہ ملتی۔

ذکر سلطنت شہاب الدین و جمال الملۃ سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود کے تین بیٹے تھے۔ امیر مسعود۔ امیر محمد۔ امیر عبدالرشید۔ ۴۰۱ھ مین غور کے فتح کے لئے سلطان روانہ ہوا اور بست سے زمین داور مین پہونچا تو اپنے بہائی یوسف اور دو بیٹون امیر مسعود اور امیر محمد کو یہین داور مین چہوڑا۔ سلطان کو اول اُسکے باپ نے اسی سرزمین کا والی مقرر کیا تہا۔ اس لئے وہ زمین داور کو اپنی اولاد کیلئے مبارک سمجہا۔ ان لڑکون کے لئے ملازم خادم اتالیق سب مقرر کئے اور یہان کے حاکم بالتگین کو انکا محافظ مقرر کیا۔ اُسوقت دونون شہزادے چہاردہ سالہ تہے وہ دونون ایک ہی دن پیدا ہوے تہے مسعود چند گہنٹے محمد سے بڑا تہا اور یوسف کی عمر سترہ برس کی تہی۔ یہ تینون ہم عمر یہان آپس مین مل جلکر پیار اخلاص سے خوش وخرم رہتے تہے۔ امیر مسعود کی تعظیم و تکریم نوکر چاکر بہ نسبت ان دو کے زیادہ کرتے تہے۔

۴۰۵ھ مین امیر مسعود کو غور کی لڑائی مین محمود لیگیا۔ اس لڑائی مین باپ کے ساتھ بڑے بڑے بہادری کے کام اُس نے کئے۔ ایک حصار کے بُرج پر ایک شخص اپنے تیرون سے بہت مسلمانونکو ہلاک کر رہا تہا کہ مسعود نے ایسا تیر تاک کر اُس کی گردن مین لگایا کہ وہ ہلاک ہوا اور اُسیوقت قلعہ فتح ہوگیا۔

جب سلطان جنگ سے فارغ ہوا تو امیر مسعود کو خیمہ مین بلایا اور اُسپر بہت نوازش کی اور اس کا تجمل زیادہ کیا اور اپنی کود کی اُسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تہا کہ میرے مرنیکے بعد میرے دودمان کا چراغ روشن رکہنے والا سوا اُس کے دوسرا نہین ہے اپنے باپ کی زندگی مین امیر مسعود نے غور اور خراسان کے فتح کرنے مین بڑے بڑے کارنمایان کئے تہے۔ مسعود فقط نام ہی مین محمود کا ہم قافیہ نہ تہا بلکہ شجاعت مین اُسکا ردیف تہا۔

جوانی مین باپ سے چہپکر امیر مسعود شراب پیتا تہا اور رقص و سرود کی محفلین گرم کرتا تہا۔ ہرات مین اُس نے عالیشان محل بنایا اور اُس مین باغ پر فضا لگایا۔ اس مین حوض بنایا اور ایک خلوتکدہ کے اندر تمام دیوارون اور چہت پر ایکہزار تصویرین ننگی عورت و مرد کی بنائین اور انپر نام بہی ان کے لکہدئے جنکی تصویرین تہین اسی محل مین امیر مسعود قیلولہ کرتا تہا۔ سلطان محمود مسعود پر اُس کے مخفی حالات دریافت کرنے کے لئے مشرف و جاسوس مقرر کر رکہے تہے۔ اُسکو جب اس محل کا حال معلوم ہوا تو اس نے نوشتگین کو یہ حکمنامہ لکہکر دیا

سلطان محمود کی اولاد اور اُنکی عمرین

امیر مسعود کی ولیعہدی

کہ وہ آٹھہ روز مین ہرات پہونچے اور سیدھا سرائے عدنانی سے باغ مین جائے جس کے داہنی طرف حوض ہے اور اُس کے بائین طرف ایک مکان ہے اُسکی دیوارون وچہت کا حال دیکھکر چلا آئے وہ کچہ امیر مسعود خیال نکرے اور جو کوئی اسکو گھر مین جانے سے روکے تو اُسکی گردن تلوار سے اڑا دے۔ امیر مسعود کو بھی یہ اطلاع ہوگئی کہ جاسوس اس لئے آیا ہے اس نے دیوارونکو گچ کرا کے اور خوب گھسوا کے پردا اُسپر ڈلوا دیا اور جاسوس کو دکھایا کہ جو کچہ سلطان نے سنا وہ غلط ہے جب اس جاسوس نے آنکر سلطان سے اس مکان کا حال بیان کیا تو آسنے کہا کہ افسوس ہے اس میرے فرزند پر لوگ جھوٹ بہتان لگاتے ہین۔ امیر مسعود کو لڑکپن اور جوانی مین زور آزمائی ورزشونکا بڑا شوق تہا۔ بڑے بھاری پتھر اُٹھاتا کشتی لڑتا سخت جاڑے مین برف پر موزہ اتار کر ننگے پاؤن چلتا شکار بہت کھیلتا۔ شیر کو پیادہ پا اس طرح مارتا کہ پہلے اُسپر اینٹ مارتا جب وہ غصہ مین بلکر آتا تو اُسکو نیزہ مار کر مارتا۔ مگر جب اسکو ہندوستان کی ہوا لگی تو ہاتھی ہی پر سوار ہو کر شیر کا شکار کھیلتا۔ غرض وہ شجاعت مین رستم ثانی مشہور تہا اسکا تیر پیل کے برگستوان کو توڑ کر اُس کے بدن پر اثر کرتا تہا جس گرز کو وہ ایک ہاتھ سے اُٹھاتا تہا اُسکو کوئی دوسرا شخص دو ہاتھون سے نہین اُٹھا سکتا تہا۔ کریم اور سخی بڑا تہا۔ شاعرون کو انعام سے اکثر مالا مال کر دیتا تہا۔ مگر بڑی عمر مین اس سخاوت مین کمی آگئی تہی۔

امیر محمد اپنے بہائی مسعود سے بہت حسد رکہتا تہا اُس نے جاسوس مقرر کر رکھے تہے کہ وہ مسعود کی ذرا ذرا سی باتون سے اطلاع دیتے تہے اور پہر ایک ایک بات کی دس دس باتین سلطان کے کان مین بہرتے تہے سلطان محمود نے اول امیر مسعود کو ولیعہد کیا پہر مسعود کے حاسدون اور دشمنون نے سلطان کا دل اس سے برگشتہ کرا دیا اور ایسی ایسی رنجش کی باتین ہونے لگین کہ ایک دن سلطان کی خدمت مین امیر مسعود آیا اور ایک ساعت ٹہیر کر واپس چلا کہ سلطان نے اُسے پیغام بہیجا کہ خیمہ نوبتی مین پہر جاؤ آج ہم تم ملکر شراب پئین گے مسعود نوبت کے خیمہ مین جا بیٹھا کہ ایک بوڑھا فراش آیا اُس نے عرض کی کہ آج آپکے لئے کچہ ارادے ہو رہے ہین آپ ہوشیار ہو جائیے نہین تو خیر نہین ہے مسعود نے اپنے غلامون اور ملازمون اور سپاہیون کو حکم دیدیا کہ تیار اور ہوشیار رہو اور زین کس لو اور ہتیار ہاتھ مین لیلو۔ جب سلطان محمود کو یہ خبر ہوئی کہ ایک فساد اُٹھنے والا ہے اُس نے مسعود سے کہلا بہیجا کہ بیٹا اب تم جاؤ اور انتظار نکرو آج ہمکو ایک ضروری مہم درپیش ہے اس لئے مے نوشی کی مجلس کو مینے موقوف کر دیا۔

سلطان محمود گرگان سے رے کو جاتا تہا کہ امیر محمد نے درگاہ سلطانی پر امیر خراسان کا گھوڑا منگایا

سلطان محمود کی ناراضامندی امیر مسعود سے اور محمد کی ولیعہدی

اور سوار ہوگیا۔ امیر سلطان محمود نے امیر مسعود سے کہلا بھیجا کہ آج امیر محمد تو خراسان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا
تم میرے گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہو یا امیر عراق کے گھوڑے پر۔ امیر مسعود نے عرض کی کہ مین حضور کی
کس کس نعمت کا شکر ادا کرون۔ اول حضرت نے یہ نعمت مجھے عطا کی کہ میرا نام مسعود رکھا جسمین بڑی بزرگی
یہ ہے کہ حضور کے نام کا ہموزن ہے۔ آج حضور کی خدمت سے جدا ہوتا ہون ایسا فرمان عنایت کیجیے جس سے
اس نام کی سعادت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ سلطان یہ جواب سنکر خجل ہوا اور کہنے لگا کہ خوب جواب دیا
غرض روز بروز باپ کی نظر سے مسعود گرتا جاتا تھا اُس نے امیر محمد کو ولیعہد کردیا اور حکم دیدیا کہ امیر محمد کا نام
اور لقب امیر مسعود کے نام اور لقب پر مقدم کیا جائے جب یہ فرمان بارگاہ محمودی مین پڑھا گیا تو وہ سب کو
اس لئے ناگوار گزرا کہ سلطنت و شہامت کے آثار مسعود کی پیشانی پر زیادہ نمایان تھے۔ امیر مسعود باپ سے رخصت
ہوا تو ابو نصر مشکان مسعود کے پیچھے گیا۔ اور عرض کی کہ آج سلطان کے فرمان سے ہم سب کان سلطان کو
ملال ہوا سلطان مسعود نے فرمایا کہ کچھہ غمناک نہو تم نے سنا ہوگا کہ السیف اصدق انباء من الکتب
اب تم جاؤ سلطان کو اس کے جانے کی خبر مخبرون نے کردی تھی جب وہ اُلٹا آیا تو سلطان نے اسکو بلایا
اور حال پوچھا اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ سلطان نے فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ امیر محمد پر سب طرح سے امیر
مسعود فوقیت رکھتا ہے اور میرے بعد وہی سلطان ہوگا۔ مگر یہ تکلف اس لئے ہے کہ محمد بیچارہ کو بھی میرے
عہد مین کچھہ حرمت و تمتع حاصل ہو۔ محمود نے جو باتین کہین وہی وقوع مین آئین۔

سلطان محمود کے بعض معتمد ملازمین نے امیر مسعود سے عرض کی کہ سلطان آپکی طرف سے روز زیادہ بدگمان
ہوتا جاتا ہے اگر حکم ہو تو ہم سلطان کو رخصت کرکے آپکو اس کشمکش سے رہائی دین اُسکے جواب مین امیر مسعود نے
کہا کہ استغفر اللہ مین اور یہ کام مجھے تو اسکا خیال بھی حرام ہے۔ سلطان محمود میرا باپ ہے مجھے تو ایسے تیز ہوا
کا چلنا بھی گوارا نہین۔ اُسکی گوشمالیون سے مین خوش ہوتا ہون وہ ایسا بادشاہ ہے کہ دنیا مین جواب
نہین رکھتا فالعیاذ باللہ اگر وہ کام ہو جو تم کہتے ہو تو اس خاندان کے دامن پر وہ بدنامی کا داغ
لگے گا کہ قیامت تک وہ مٹائے سے نہ مٹے گا۔ وہ خود بڈھا ہے۔ اسکی عمر ختم ہونے کو آئی مین اُسکا جینا چاہتا ہون
تم سے فقط میری یہ درخواست ہے کہ جب وہ بقضاء الٰہی اس دنیا سے انتقال کرے تو تم میرے مطیع و
فرمانبردار ہو۔ جب سلطان محمود کا انتقال ہوا تو امیر مسعود سپاہان صفاہان مین چھہ سات سو فرسنگ غزنی سے
دور تھا اور امیر محمد بیان گوزگانان مین تھا جب سلطان کو باغ پیروزہ مین دفن کیا تو اسی رات کو حاجب رگ

سلطان محمود غزنوی

امیر علی قریب نے جمال الدین جمال الدولہ محمد کو گوزگانان سے بلا کر سلطان محمود کی وصیت کے موافق تخت پر بٹھا دیا۔ مسعود نے بہائی کو لکھا کہ مین تمہارا ملک نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہون کہ میرا نام خطبہ مین اول پڑھا جایا کرے۔ محمد نے بہائی کو سخت جواب دیا جسکا مفصل حال آگے بیان ہوگا۔ امیرون نے ہرچند چاہا کہ دونون بہائیون مین نہ بگڑے تو اچھا ہے مگر محمد نے نہ مانا۔ یوسف بن سبکتگین کو مقدمۃ الجیش بنا کر اول رمضان ۴۲۱ھ کو وہ تکینا آباد مین جو حقیقت مین اس کے لئے نکبت آباد تہا آیا اور رمضان مین سارے مہینے بیسن رہا۔ عید کے روز اُسکے سر پر ٹوپی گر گئی جسکو لوگ بڑی بدشگونی سمجھے ۳ شوال کی رات کو علی خویشاوند اور یوسف بن سبکتگین نے اسکو قید کر دیا اور خود امیر مسعود کی طرف روانہ ہوئے اور باقی امرا کا حال لکھا جائیگا کہ کیونکر وہ امیر مسعود پاس چلے گئے اور کیا حال ہوا۔ امیر مسعود سپاہان مین یہ قصد کر رہا تہا کہ سپاہانہ تاش فراش کو یہ ملک حوالہ کر کے ہمدان و جبال کیطرف جاؤن۔ فراش خیمون کو بہی باہر لے گئے تہے کہ ناگاہ ۱۲ جمادی الاول ۴۲۱ھ کو یہ خبر پہونچی کہ سلطان محمود کا انتقال ہوا اور امیر محمد تخت سلطنت پر بیٹھا ہے۔ اور حاجب بزرگ علی قریب اُسکا پیشکار ہے امیر سخت تحیر مین تہا کہ اُسکی والدہ حرّہ ختلی نے اُسے یہ خط لکھا تہا۔ ۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ کو سلطان محمود کی عمر پوری ہوئی مین مع تمام اہل حرم کے قلعہ غزنی مین رہتی ہون۔ پرسون سلطان کی مرگ کا اشتہار ہوا اور باغ پیروزہ مین اُسے دفن کیا۔ حاجب علی سارے کام سلطنت کے کرتا ہے اور امیر محمد سلطان ہے۔ تمکو معلوم ہے کہ سلطنت کے لائق محمد نہین ہے اور ہمارے خاندان کے دشمن بہت سے ہین۔ تم ولیعہد پدر ہو جلد یہان آؤ جو ولایت تم تسخیر کر چکے ہو اور جو ولایت لے سکتے ہو یہ دونو باتین باپ کی حشمت کی سبب سے تہین جواب دنیا سے رخصت ہو جب اُسکے مرنے کی خبر مشہور ہو گی تو معاملات سلطنت کا رنگ کچھ اور ہوگا سبکی اصل غزنی ہے اور خراسان اور ملک اُسکی فروع ہین اصل پر اول متوجہ ہو فروع کو چھوڑو جسقدر جلد ممکن ہو یہان آؤ۔ مین چشم براہ بیٹھی ہون جو کچھ حال یہان گذریگا اُس سے اطلاع ملا توقف دیتی رہون گی۔

امیر مسعود نے اپنے باپ کے مرنے کا ماتمی دربار اسطرح کیا کہ خود قبا و دستار و روئے سفید پہنکر آیا۔ اور اسی سفید لباس مین اور اہل دربار جمع ہوئے اور خوب رونا پیٹنا ہوا۔ تین روز تک یہی ماتم و شیون رہا۔

امیر مسعود کی خود اور اُسکے مشیرونکی یہی صلاح ہوئی کہ جسقدر جلد ہو سکے غزنی پہونچنا چاہئے۔ سپاہان کا یہ انتظام کیا کہ ابو جعفر کاکویہ کو منشور دیکر حوالہ کیا۔ اور ۲ جمادی الآخر ۴۲۱ھ کو سلطان رے کیطرف روانہ ہوا جب اس شہر مین آیا تو اہل شہر نے اُسکے آنے کے لئے آئین بندی کی اور بہت سی تکلفات کئے یہان امیر محمود

سلطان محمود کے مرنے کی خبر امیر مسعود پاس غزنی سے سپاہان مین پہونچنا

ماتمی دربار

امیر مسعود کا سپاہان سے غزنی کو روانہ ہونا

قادر باللہ کا خط بھی تعزیت و تہنیت میں رسم کے موافق پہونچا۔ اسمیں لکھا تھا کہ ولایت ری و جبال و سپاہان سے جو ملک تو نے تسخیر کیا ہے ہمنے بھی امیر محمد کو والی مقرر کیا تو جلد خراسان جا کہ وہان کوئی خلل نہ پیدا ہو امیر مسعود اس نامہ کو دیکھکر بہت خوش ہوا اسکو بر ملا پڑھوایا۔ اور بوق دہل کو بجوایا۔ اُس نامہ کی نقلین چارون طرف ملک میں بھجوائین کہ مین امیر المومنین کا خلیفہ اور اپنے باپ کا ولیعہد ہون۔

غزنی سے امیر یوسف و حاجب بزرگ علی و بو سہیل ہمدانی و خواجہ علی میکائیل رئیس اور سرہنگ بو علی کوتوال کی عرضی پر عرضی چلی آتی تھی۔ سبنے بعد بندگی کے عرض کی کہ تسکین وقت کے لئے امیر محمد کو غزنی ملا لیا تھا تاکہ کوئی اضطراب نہ پیدا ہو۔ اُن سے سلطنت کا کام نہیں چل سکتا۔ وہ شب و روز لہو و لعب مین مصروف ہے۔ آپ ولیعہد پدر ہین یہان جلد تر آکر تخت سلطنت پر بیٹھیئے۔ امیر مسعود ان عرضیون سے بہت قوی دل اور مسرور ہوا۔ اور اُس نے اس امر پر ارادہ مصمم کر لیا کہ اصل غزنی ہے اُسکی طرف متوجہ ہونا چاہئے باقی ملک کو نہایت سخت محنت اور شمشیر زنی سے حاصل ہوا ہے وہ فرع ہے۔ فرع بغیر اصل کے قایم نہیں رہ سکتی اس لئے وہ جلد نیشا پور اور ہرات کیطرف روانہ ہوا اور رے مین یہان کے چیدہ محتشم و معظم امیر و نکو دربار مین اُسنے جمع کیا۔ اور اُنکے صلاح و مشورہ کے موافق حسن سلیمان کو یہان شحنہ مقرر کیا۔ رجب سنہ ۴۲۱ھ مین رے سے روانہ ہوا غزنی سے بہاگ کر دامغان مین بو سہیل زوزنی پہونچا جب امیر مسعود ہرات مین آیا تھا تو وہ اُسکا بڑا محتشم خدمتگار تھا۔ مگر پھر امیر سے برگشتہ ہو گیا۔ مگر اب پھر وہ امیر کا مقرب سب سے زیادہ ہو گیا۔ دامغان سے آگے کچھ چلا تھا کہ وہ رکابدار ملا جسکے ہاتھ سلطان محمود نے نامے جا بجا بو نصر مشکانی سے لکھوا کر بھجوائے تھے کہ مین نے امیر مسعود کو عاق کر دیا۔ اس رکابدار نے یہ سب نامے امیر مسعود کو دئے۔ امیر نے ان سب کو چاک کر کے پھینکدیا۔ اور کہا کہ سلطان محمود نے میرے ساتھ ہزارون نیکیان کی ہین اگر آخر عمر مین اُسنے ایک جفا کی تو کیا مضائقہ ہے اُسکی گوشمالیون سے مجھے بہت فائدہ پہونچا ہے۔ لکھنے والے کا بھی اسمین کچھ قصور نہیں ہے جو سلطان نے لکھوایا وہ اُس نے لکھدیا رکابدار کو پانچہزار درم عنایت کئے اور دامغان سے آگے بڑھا اور سپہ سالار خراسان غازی حاجب و قضاۃ و اعیان و رئیس و عمال کے نام نامے لکھے کہ وہ حاضر ہون۔ جب سلطان بہق مین پہونچا تو غازی سپہ سالار خراسان بہت سا لشکر لیکر خدمت مین حاضر ہوا امیر نے اُسکو سپہ سالار مقرر کیا اور سیاہ کی موجوات لی اور ایک بڑا جلسہ سپاہ کا زیب و زینت کے ساتھ ہوا۔ پھر نیشا پور مین امیر آیا۔ یہان بھی اُس کے استقبال کی بڑی تیاریان ہوئین۔ امیر مسعود نے یہان کے سب قیدیونکو قیدخانہ سے رہائی دی۔ بہت سے شہر نویسی

رے سے خبر آئی کہ امیر مسعود نے جب یہان سے سفر کیا تو فرقہ شاہنشاہی مین بہت آدمیون نے دنگا
اور فساد برپا کیا اور آل بویہ کو رے کا مالک بنانا چاہا۔ ان اوباشون کو حسن سلیمان نے جو امیر مسعود کی
طرف سے رے کا والی مقرر ہوا تہا۔ ایک سخت لڑائی لڑکر شکست دی اور سب اوباشونکو بہگا دیا جب
امن امان قایم ہوگیا۔ ہزارون مفسدونکو انہین راہون مین کہ وہ آئے تہے سولیون مین لٹکا دیا جب امیر مسعود
کو اس فتح کی خبر ہوئی تو بڑی خوشی منائی اور اس مژدہ فتح کو مشتہر کرایا اور بوق اور دہل کو بجوایا انہین ایام
مین خلیفہ بغداد کی طرف سے ایلچی آیا اور بہت سے تحفہ تحائف اور لوا اور منشور لایا۔ اس ایلچی کی تعظیم وتکریم
مین حد سے زیادہ تکلفات کئے گئے اور سلطان نے عطیات خلیفہ کی بڑی تعظیم کی اور اُسکے شکریہ مین خدا کی
درگاہ مین دوگانہ شکر ادا کیا۔ اور خود امیر نے اور اور امیرون نے لاکھون روپیہ صدقہ وخیرات مین دئے۔
خلیفہ نے جو منشور بہیجا تہا اُسکی نقلین سب ملک کے رئیسون کے پاس بہیجی گئین۔ پہر امیر ہرات مین آیا عید الفطر
کا جشن اس دہوم دہام سے یہان ہوا کہ پہلے کبہی نہین ہوا تہا۔

غزنی سے ہر روز خط آتے تہے کہ لشکر کیا کر رہا ہے۔ دہم شوال ۴۲۱ھ کو منگیتراک برادر حاجب بزرگ علی
قریب اور دانشمند بوبکر حصیری درگاہ سلطان مسعود مین حاضر ہوئے اور انہون نے آن کر سلطان کو سلطنت
کی مبارکباد دی اور اُسکے بہائی امیر محمد کے قید ہونے کی خبر سنائی منگیتراک کو امیر نے حاجب مقرر کیا اور
بوبکر حصیری کو ندیم بنایا جب امیر گوزکانان سے آنکر تخت پر بیٹہا تو امیرون نے اُسے سلطان تسلیم کر لیا اگرچہ
سلطان محمود نے امیر مسعود کو اول اپنا ولیعہد کیا تہا مگر آخر اُسکو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ امیر مسعود ایک طرف
رے سے روم تک اور دوسری جانب مصر کو طولاً وعرضاً فتح کرکے اس ملک فرمانروائی کرے اور غزنی اور
ہندوستان مین امیر محمد سلطنت کرے۔ بغرض سلطان مسعود نے امیر محمد پاس ایلچی بہیجکر اول باپکے مرنے کی
تعزیت کی اور تخت سلطنت پر اُسکے بیٹہنے کا حال بیان کیا اور ایسے پیغام بہیجے کہ جنمین طرفین کی بہلائی
تہی اور جنمین خراسان وعراق کے ہزارون آدمیونکی آسایش تہی اُس نے صاف صاف بیان کیا کہ خلیفہ
امیر المومنین کے حکم وفرمان سے ہمکو اتنی ولایتین لینے کا اختیار ہے کہ اُسکا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ہم دونون بہائیونکو چاہئے کہ ہم دوست
یکدل ہوکر موافقت کرین اور کل مخالفت کو بالکل دور کر دین تاکہ جہان مین ہمارا نام باقی رہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ زاد خانہ
پانچہزار اونٹ پہ لدے ہوں ہزار گہوڑے دو ہزار ترکی غلام ساز وسامان کے ساتہ اور پانسو ہاتہی جنگی ہمارے پاس بہیجدو کہ
ہم تمکو اپنا خلیفہ بنائین۔ ممبرون پر خطبون مین اول میرا نام پڑہا جائے پہر تمہارا نام۔ درم و دینار و جاپہ

رے مین فساد

خلیفہ بغداد کے ایلچی کا آنا

امیر محمد کی طرف سے ...

اول میرا نام ہو پھر تمھارا نام۔ قضاۃ وسفیر میرے پاس آئیں تاکہ جو کچھ مجکو حکم دینا ہو وہ انکو دوں۔ میں عراق و روم کی طرف مشغول ہوں اور تم غزنی اور ہندوستان کیطرف تاکہ سنت پیغمبر ادا ہوتی رہے اور جو ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے وہ جاری رہے کہ انکی برکتیں ہمکو پہنچیں اور میں صاف صاف تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ مینے تمکو حکم دیا ہے اگر اس میں تم تعلل اور مدافعت سے شغل کروگے تو ناچار مجھے غزنی آنا پڑیگا اور اس سبب سے جو کچھ ملک میں نے لیا ہے وہ یوں ہی بیکار جائیگا غزنی اصل ہے اور سب اُسکی فرع ہیں جسوقت اصل میرے ہاتھ میں ہوگی تو فرع کا کام آسان ہوگا۔ خدانخواستہ اگر ہم میں اور تم میں لڑائی ہوئی تو ناگزیر خونریزی ہوگی میں اپنے باپ کا ولیعہد ہوں۔ میں نے جو کچھ چاہا ہے اُس میں انصاف مدنظر رکھا ہے۔ تمھارے ساتھ بہت رعایت کی ہے۔

جب ایلچی غزنی میں آیا تو یہاں امیر محمد کے دماغ میں باد نخوت زور کر رہی تھی۔ شب و روز عیش و نشاط سے کام تھا۔ خزانہ کی کنجیاں ہاتھ میں تھیں۔ بخشش کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جو اُسکے مشیر تھے اُنھوں نے چاہا کہ مستحق کے ہاتھ میں ملک آئے اُنھوں نے صلاح دیکر بھائی کے ایلچی کو واپس بھیجا اور یہ پیغام بھجوایا کہ باپ کا ولیعہد میں ہوں اور باپ نے رے تمکو اس لیئے دیا تھا کہ تم وہاں رہو۔ اُسکے مرنے کے بعد ہم تم اسی ملک پر جو باپ دے گیا ہے راضی رہیں۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ غلام۔ ہتھیار میں تمکو اس شرط سے دیتا ہوں کہ تم عہد کرو کہ خراسان کا قصد تم کبھی نہیں کروگے۔ غرض جب یہ جواب آیا تو سلطان مسعود نے سپاہان سے سفر کیا اور ہرات میں پہنچا۔

حاجب علی اور اعیان سلطنت نے امیر مسعود کو نامہ لکھا کہ ہمنے امیر محمد کو قلعہ کوہ تیز میں ٹھیرا رکھا ہے۔ اور فوج آپکے حکم آنے پر روانہ ہوگی۔ اس نامہ کا جواب اُسکے پاس پہنچا۔ سلطان مسعود نے اپنے ہاتھ سے حاجب علی کو اسطرح خط لکھا تھا کہ جیسے کوئی اپنے مساوی درجہ والے کو لکھتا ہے۔ تکیناآباد سے حاجب بزرگ علی نے فوجیں روانہ کرنی شروع کیں۔ گر سپاہ ہندی کو حکم دیا کہ وہ یہاں رہے وہ اُسکے ساتھ پیچھے جاویگی۔ حاجب بزرگ علی جانتا تھا کہ سلطان مسعود مجھے زندہ نہیں چھوڑیگا اور یہ خط جو اُسنے برادرانہ لکھا ہے اور میرے بھائی کو حاجب مقرر کر دیا ہے یہ سب اُسکی فریب کی چالیں ہیں اُسنے کہا کہ میرے پاس خزانہ و ہاتھی و فوج قوی ہندی ایسی ہے کہ سیستان کی راہ سے جاکر کرمان اور اہواز کو لیکر بغداد کے دروازہ تک جا سکتا ہوں مگر میں اس خاندان کا نمک پروردہ ہوں۔ سلطان محمود مجھسے ایسی محبت کرتا تھا کہ خویشاوند کا خطاب دیا تھا۔ میں نمک حرام ہوکر اپنے تئیں بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ علی ہندی سپاہ کے ساتھ ہرات میں امیر مسعود کے پاس پہنچا۔ اول امیر مسعود نے اُسکی حد سے زیادہ خاطر کی مگر آخر کو اُسکو فریب سے پکڑوا کر قتل کرا دیا۔ اکثر تاریخوں میں لکھا ہے کہ تکیناآباد

سے ہرات کو سلطان پاس سپاہ روانہ ہوئی تو سپاہ ہندی نے بسرداری بند رائے کے اُسپر حملہ کیا اور شکست پائی دوسری طرف ترکی غلام بھی مارے گئے جنکے سر کٹکر امیر محمد پاس آئے یہ بات تاریخ مسعودی بیہقی میں نہیں لکھی۔ اسلیئے یہ امر معتبر نہیں معلوم ہوتا۔

سلطان مسعود کے ہاں ارکان و اعیان سلطنت کے دو گروہ ہوگئے ایک محمودی دوسرا مسعودی گروہ مسعودی کی بن آئی اور گروہ محمودی میں بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

خواجہ احمد بن حسن میمندی سلطان محمود کے حکم سے قلعہ کالنجر میں مقید تھا۔ اسکو اول ہی سال جلوس میں سنہ ۴۲۲ میں سلطان مسعود نے رہائی کا حکم دیا اور اپنے پاس بلاکر وزیر کردیا۔ خواجہ احمد حسن کو یہ خوف تھا کہ کہیں ایسا نہو کہ جو سلطان محمود کے زمانہ میں واقعہ مجھے پیش آیا تھا وہی اب بھی پیش آئے اس لیئے اسنے وزارت قبول کرنے سے انکار کیا۔ مگر جب سلطان نے اصرار کیا تو وزارت کو منظور کیا۔

جب تکیناآباد سے لشکر ہرات کو روانہ ہوا تو امیر کے تمام خدمتگار ماہی بے آب کیطرح مضطرب تھے کہ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے کہ سلطان مسعود کا حکم آیا کہ حاجب بکتگین جسکی حراست میں امیر محمد قلعہ کوہ تیر میں تھا وہ امیر محمد کو قلعہ مندیش میں پہنچادے۔ یہ قلعہ بہت اونچا تھا۔ وہاں مشکل سے آدمی پہنچ سکتا تھا غرض امیر محمد اس قلعہ میں بھیجا گیا۔ ایک شاعر نے اُسکے جانے کے باب میں یہ اشعار کہے ہیں۔ ۔ اشعار

اے شاہ چہ بود اینکہ ترا پیش آمد ٭ دشمنت ہم از ہیربن خویش آمد ٭ درمحنہا محنت تو بس پیش آمد ٭ از ملک پدر بہر تو مندیش آمد

جب سلطان محمود نے خواجہ احمد میمندی کو معزول کرکے قلعہ کالنجر میں قید کیا تو خواجہ حسنک میکائی کو اُسکی جگہ اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ وہ نوجوان ناتجربہ کار زمانہ کے نشیب و فراز سے ناواقف تھا۔ مگر صاف باطن تھا۔ دشمنوں کو سزا دینے میں اور دوستوں پر عنایت کرنے میں جلد باز تھا۔ گو سلطان محمود کو امیر مسعود سے نفرت تھی مگر جبتک وہ ولی نہوئی تھی کہ سلطان نے امیر محمد کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ خواجہ حسنک ہمیشہ امیر مسعود کے حق میں نیش زنی کیا کرتا تھا اور باپ کا دل اُسکی طرف سے برگشتہ کراتا تھا اسلیئے سلطان مسعود کو بھی اُس سے عداوت قلبی تھی۔ چنانچہ ایک نہایت عمدہ تلوار جب اُس کے پاس تحفۃً آئی تو اُسنے کہا کہ سب سے عمدہ کام اس تلوار سے کل میں یہ لونگا کہ خواجہ حسنک کا سر اس سے اُڑا دونگا۔ مگر اُسکے مصاحبوں نے اس حرکت سے اُسکو باز رکھا امیر مسعود جب سلطان ہوگیا تو خواجہ حسنک ہرات میں اِس پاس آیا۔ اُس کے وزیر بوسہیل نے اِسکو گرفتار کرکے اپنے نوکر علی عارض کے حوالہ کردیا وہ اسی طرح گرفتار سلطان کے ساتھ بلخ میں آیا۔ راہ میں طرح طرح کی ذلتیں اُسکو اُٹھانی پڑیں

خواجہ احمد حسن کا وزیر ہونا

احوال امیر محمد کا قلعہ کوہ تیر میں

خواجہ حسنک وزیر محمود کا مارا جانا

آخر کو سلطان نے اسکو حکم دیا کہ وہ سنگسار کیا جائے وہ ایک میدان میں لایا گیا رسّوں سے باندھا گیا خود اُسکے سر پر چڑھایا گیا اور حکم ہوا کہ پتھر اُسکو لوگ لگائیں مگر اسکی اس حالت پر سبکو رحم آتا تھا کسی نے اُسکو پتھر نہیں لگائے تو چند اوباشوں کو روپئے دیئے تو اُنھوں نے اُسکو پتھر لگائے۔ مگر وہ پہلے ہی رسّوں کی بندش سے مر چکا تھا۔ اُس کا سر خود چُھپا کر خلیفہ بغداد پاس بھیجنے کے لیے سنگساری سے بچایا گیا تھا۔ اُسپر قرمطی ہونیکا جرم لگایا گیا تھا جسکے سبب سے خلیفہ بغداد نے قتل کا فتویٰ دیا تھا جب وزیر بوسہیل کی مجلس شراب میں طشت پر یہ سر رکھا ہوا آیا تو وزیر بہت خوش ہوا۔ ایک شاعر نے خواجہ حسنک کے مرنیکا مرثیہ کہا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں۔ اشعار

به برید سرش را که سران را سر بود — آرائش ملک و دهر را افسر بود
گر قرمطی و جهود و یا کافر بود — از تخت بدار بر شدن منکر بود

سلطان محمود نے علی اریارق کو ہند کا سپہ سالار مقرر کر کے لاہور بھیجا تھا یہاں آنکر اُسکے دماغ میں نخوت ایسی سمائی کہ سلطان سے سرتابی کی جب اُسکو سلطان نے بلایا تو نہ گیا اور امیر محمد نے بلایا تو گیا۔ جب خواجہ احمد کالنجر کے قلعہ سے لاہور میں آیا تو اُسکو سمجھایا کہ تم میرے ساتھ چلو تو میں سلطان مسعود سے تمہاری سفارش کر دونگا جو رنجش امیر کو تم سے ہو رہی ہے رفع ہو جائیگی اس سمجھانے سے وہ خواجہ کے ہمراہ سلطان مسعود پاس چلا آیا۔ اب محمودی گروہ میں یہ دو سپہ سالار اریارق اور اسفتگین باقی رہ گئے تھے اُنکی اُکھیڑ پچھاڑ میں مسعودی گروہ لگا رہتا تھا۔ یہ دونوں سپہ سالار بڑے زیرک و ہوشیار تھے مگر جب شراب بہت پیتے تھے تو احمق ہو جاتے تھے۔ انکی مجلسوں میں سپاہ پیشہ آتے تھے اور شراب کا دور خوب چلتا تھا اور بد مستانہ نوشی میں حاجب بزرگ بلکاتگین کو مخنث اور علی دایہ کو مادہ اور بکتغدی سالار غلامان کو کور اور لنگ غرض ایسی پھبتیاں سب امیروں پر کہتے تھے۔ آخر کو سلطان مسعود نے اریارق کو اپنی مجلس میں شراب پلا کر اور بہت سی باتیں نوازش اور مہربانی کی کر کے اور گرفتار کر کے غزنی روانہ کیا اور غزنی سے غور میں بھجوا دیا۔

یہ اریارق کا حال دیکھکر غازی نے شراب سے توبہ کی اور امیر مسعود سے بدگمان ہوا وہ جوان تھا ڈھونگا ادب نہیں کرتا تھا اس لیئے امیر مسعود کے کان اُسکی برائیوں سے بھرے جاتے تھے۔ ایکدن امیر کا ارادہ اُسکی گرفتاری کا ہوا مگر ایک لونڈی کی معرفت اُسکو اطلاع ہوئی وہ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ دریائے جیحوں میں کشتی میں جا رہا تھا کہ امیر مسعود کے اہلکاروں اور سپاہیوں نے اُسے آن لیا۔ کچھ ہتھیار چلے غازی کی ٹانگ میں تیر لگا کہ امیر عبدوس اُسے سمجھا سمجھو کر امیر کے پاس لے آیا اُسکا علاج کیا گیا۔ پھر ایکدن دغابازی سے اس قلعی

اریارق حاجب و مصاحب امیر نبدگا اور مصاحب امیں ا — امین غازی کا گرفتار ہونا

کو گرفتار کرکے غزنی اور غزنی سے غور بھجوا دیا۔ ان دونوں سپہ سالاروں کا مال اسباب اور جو کچھ انھوں نے اپنی عمر میں جمع کیا تھا امیر مسعود نے ضبط کر لیا۔

جب سعدان والی کرمان اس جہان سے گذر گیا تو اُسکے دو بیٹوں عیسیٰ اور ابو العساکر میں مخالفت ایسی بڑھی کہ تلواریں کھچنے لگیں۔ لشکر و رعیت دونوں عیسیٰ کے طرفدار ہوئے اس لیے وہی فرمانروا ہو گیا اور بیچارہ ابو العساکر سلطان محمود کی خدمت میں فرار ہو کر حاضر ہوا۔ جب عیسیٰ نے دیکھا کہ بھائی نے سلطان کا دامن پکڑا ہے تو اسکے دل میں بھی کھٹکا پیدا ہوا۔ اُسنے بھی سلطان کی اطاعت اور نذر و ہدیہ کا وعدہ کیا اور سلطان کے نام کا خطبہ اپنے ملک میں پڑھوایا۔ اس لیے سلطان نے اُسکو ریاست پر بدستور مامور رکھا اور ابو العساکر کو باعزت و حرمت اپنے پاس بٹھایا اور اُسکے بھائی سے وظیفہ معقول کرا دیا۔ جب امیر مسعود سلطان ہوا تو ابو العساکر اپنے بھائی سے انتقام لینے کے درپے ہوا اور سلطان مسعود سے عرض کیا کہ اگر سلطان فوج بھیجکر کچھ و کرمان کو میرے تصرف میں کرا دے تو میں آپکے نام کا سکہ و خطبہ اپنی ولایت میں چلاؤنگا اور ہمیشہ آپکا دولت خواہ رہونگا سلطان نے اسکی عرض قبول کر لی اور حاجب جامہ دار کے ساتھ ایک لشکر گراں بکر وہاں بھیجا اور کہدیا کہ اگر عیسیٰ ملک کی تقسیم برادرانہ پر راضی ہو جائے تو فہو المراد اُس سے ابو العساکر کا حصہ دلا دینا۔ جب ابو العساکر لشکر کے ساتھ ملک کی حدود میں آیا تو عیسیٰ بھی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوا۔ اکثر آدمی اُس سے جدا ہو کر ابو العساکر سے آملے۔ مگر پھر ایسا لڑا کہ لڑائی میں مارا گیا۔ ابو العساکر اپنے موروثی ملک کا مالک ہو گیا اور اُس نے سلطان مسعود کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس سال میں ولایت رَی و ہمدان و سائر بلاد جبال کی ریاست فراش خود تاش کو دی گئی۔ اُس نے یہاں سب طرح سے انتظام کر لیا اور سلطان مسعود کے حکم سے علاء الدولہ کو جنے یہاں اپنا علم بلند کر رکھا تھا اُسکے عاملوں کو نکال باہر کیا۔

سلطان مسعود ۱۳ رجمادی الاولی ۴۲۲ھ کو بلخ سے غزنی کیطرف روانہ ہوا۔ راہ میں بعض منزلوں میں مجمع سے عیش و عشرت کے جلسے کرتا خود ہر روز شراب کے نشہ میں چور ہوتا اور اپنے ہمنشینوں کو شراب سے بدمست کرتا۔ عورتوں کا ناچ دیکھتا اور قوالوں کا گانا سنتا۔ جب منزل بلخ میں آیا تو یوسف بن سبکتگین جو اُسکا چچا تھا یہاں آیا اور گرفتار ہوا۔ یوسف ایک سیدھا سادھا آدمی تھا وہ اپنے بھائی سلطان محمود کی خدمت کرتا اور جب خدمت سے فرصت پاتا تو عیش و عشرت کرتا اور شراب پیتا اُس کی دو بیٹیاں تھیں بڑی امیر محمد سے منسوب تھی۔ امیر محمد سے جس لڑکی کی شادی ہوئی تھی وہ دلہن بنتے ہی مرگئی اس لیے دوسری بیٹی کی بھی شادی امیر محمد

حال ریاست عیسیٰ کرمان۔ سلطان مسعود کا دخل۔

سلطان مسعود کا بلخ سے غزنی کو روانہ ہونا اور یوسف ابن سبکتگین کا گرفتار ہونا

یسے کر دہی جس سے مسعود ناراض ہوا اور جب امیر محمد سلطنت پر بیٹھا تو اُس نے اپنے اس چچا کو جو خسر بھی تھا اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا اس سے سلطان مسعود اور ناراض ہوا۔ غرض اُسنے اس چچا کو اپنے پاس بلاکر قید کیا اور ہندی سپاہ کی حراست میں قلعہ درونہ میں بھیجدیا۔ یہیں اسکی زندگی ختم ہوگئی۔ اسکا غلام طغرل تھا جسنے اُسکو دغا سے گرفتار کرایا تھا۔ جمادی الاخریٰ میں سلطان غزنی میں آیا سارا شہر اُسکے آنے سے خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا۔ ہر جگہ محفل رقص و سرود دمے ورود آراستہ ہوئی سلطان بڑی شان وشکوہ سے تخت پر بیٹھا۔ لاکھوں روپیہ خیرات و صدقہ میں دیے امیر مسعود کی یہ حرکت لوگونکو نہایت ناپسند ہوئی کہ امیر محمد نے آپنے ارکین سلطنت و امرار غزنی کو جو روپیہ خزانہ سے انعام دیا تھا اُنسے واپس لینے کا ارادہ کیا۔ اور بہت امیروں سے روپیہ و خلعت واپس لے لیے۔ اور اپنے بھائی امیر محمد کو نابینا کر قلعہ دج میں قید کیا امیر محمد کی سلطنت صرف پانچ مہینے رہی اور نو برس وہ قید میں رہا اور پھر ایک سال کے لیے سلطان ہوا۔

رجب ۴۲۲ھ میں غزنی میں سیل آئی اور اُس سے ہزاروں آدمیونکا خان ومان برباد ہوا۔

احمد نیال تگین کا سالار ہند مقرر ہونا اور اُس کا بنارس جانا

اریارق کے چلے آنے سے ہندوستان کی سالاری خالی تھی۔ سلطان مسعود نے احمد نیال تگین کو ہندوستانکا سالا مقرر کیا۔ وہ بڑی شان وشکوہ سے یہاں ہندوستان میں آیا۔ امیر نیال تگین عطسہ سلطان محمود مشہور تھا اُسکی ماں اور سلطان میں نہایت اتحاد تھا۔ اس سبب سے گونگا اُسپر ادر گمان تھا۔ یہاں جب ہندوستان میں وہ آیا تو پہلے یہاں قاضی شیرازی حکمرانی کر رہے تھے۔ ان دونوں میں آپس میں نارضامندی ہوئی سلطان مسعود تک شکایت کی نوبت پہنچی۔ سلطان نے حکم بھیجدیا کہ احمد نیال تگین سپہ سالار ہند ہے اور قاضی شیراز مال کا افسر ہے۔ قاضی ٹھاکروں سے اپنا خراج وصول کرے سپاہ کے باب میں دخل نہ دے۔ گھر اور دروازہ میں نزاع نہیں ہونی چاہیئے اس سے امیر نیال تگین بڑا خوش ہوا اور اپنے لشکر سمیت لاہور میں آیا۔ اور یہاں سے چلکر دریائے گنگ کے بائیں کنارہ سے اُترکر بنارس میں پہنچا۔ یہ شہر سے دو فرسنگ تھا۔ بزازوں و عطاروں و گوہر فروشوں کے تین بازار تھے۔ انکو لوٹ کر سارا لشکر اُسکا متمول ہوگیا۔ وہاں رہنا انکو رہنے میں خطرہ تھا اسلیے احمد نیال تگین واپس چلا آیا۔ قاضی شیراز یہ دیکھکر دیوانہ ہوگیا اُس نے سلطان کو خبر دی کہ احمد نیال تگین بنارس کی لوٹ سے مالا مال ہوگیا ہے اور اس غنیمت میں بہت خیانت اُسمیں کی ہے۔ کچھ سلطان کو بھیجا ہے اور باقی مال اُس نے ہضم کیا ہے۔ اور ایسی خبریں اوروں نے بھی سلطان کو دیں۔ ابتک بنارس کے فتح کرنے کے لیے کوئی مسلمان نہیں گیا تھا۔ سلطان مسعود صد ہزارہ باغ میں تھا کہ اس پاس اس مضمون کے خطوط

آئے کہ احمد نیال تگیں لاہور میں آگیا ہی۔ ترکمان اور بہت مفسد اُسکے ساتھ ہیں اور ہر جنس کے آدمی اُس کے پاس آتے جاتے ہیں اگر اُسکی جلد خبر نہیں لیجائیگی تو جھگڑا بڑھ جاویگا سلطان نے مجلس شوریٰ کو جمع کیا اُس میں سلطان کی یہ رائے ہوئی کہ تلک نے جو درخواست ہند کی سالاری کے لیے کی ہی وہ منظور کیجائے اسلیے کہ وہ ہندوستانی ہی۔ گرمی کا موسم ہی۔ ان دنوں میں ہندی سے اچھی طرح کام ہونے کی زیادہ توقع ہی غرض تلک بڑی شان وشکوہ کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوا۔ یہ تلک نائی کا لڑکا تھا لیکن صورت وجیہ اور زبان فصیح رکھتا تھا۔ ہندی وفارسی میں خوشخط تھا اور عشوہ وناز کرنے میں سحر کرتا تھا۔ قاضی شیراز ابو الحسن پاس اسنے تربیت پائی تھی پھر خواجہ احمد کا وہ معتمد خاص ہوگیا تھا۔ اسی طرح تربیت وتعلیم پانے سے وہ بہت لائق فائق ہوگیا تھا۔ سلطان مسعود نے تلک اور قاضی کے پاس احکام روانہ کردیے تھے کہ وہ دونوں ملکر احمد نیال تگیں کا کام تمام کریں۔ جب تلک لاہور میں آیا تو اُسنے چند مسلمانوں کو جو احمد نیال تگیں کے بڑے یار غار تھے قید کیا اور انکے داہنے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اس سیاست وحشمت سے احمد نیال تگیں کے ساتھیوں کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا کہ وہ اس سے جدا ہو کر تلک سے امان مانگنے لگے۔ پھر پولیس اور مال کا کام درستی سے ہونے لگا۔ تلک بہت سے آدمیونکو جنمیں سے اکثر ہندو تھے ساتھ لیکر احمد نیال تگیں کے پیچھے پڑا۔ راہ میں لڑائیاں ہوتی تھیں تلک اُس کے آدمیونکے دل فریب باتوں سے اپنی طرف کرلیتا تھا۔ احمد نیال تگیں ایک جگہ جم کر خوب لڑا مگر ہزیمت پائی۔ ترکمانوں نے اسے بالکل چھوڑ دیا اور وہ تلک پاس آگئے۔ احمد تین سو سواروں اور اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ جو سخت مجروح تھے بھاگا۔ تلک نے جاٹونکے سرداروں کو چٹھیاں لکھیں کہ وہ اگر احمد نیال تگیں کو زندہ پکڑ کر یا اُسکا سر کاٹکر بھیجدینگے تو پانچ لاکھ درم اُسکے عوض میں انعام دیے جائینگے ان جاٹوں نے احمد نیال تگیں کو ایک دریا میں گھیر کر مار ڈالا اور اُسکے بیٹے کو پکڑ لیا اور تمام مال واسباب اُسکا لوٹ لیا جس سے وہ مالا مال ہوگئے۔ جاٹوں نے تلک پاس نیال تگیں کا سر اور اُسکا بیٹا بھیجکر زر موعود کی درخواست کی جسکے جواب میں تلک نے جاٹوں سے یہ کہا کہ تمکو لوٹ سے بہت کچھ مال ملگیا ہی۔ غرض بعد تکرار کے ایک لاکھ درم پر فیصلہ ہوگیا۔ جب سلطان کے پاس یہ فتحنامہ پہنچا تو بہت خوشیاں اُسنے منائیں اور تمام ممالک میں اس فتح کو مشتہر کرایا اپنے امیروں کو اس نوید پر مطلع کیا اور تلک کو حکم بھیجا کہ وہ احمد نیال تگیں کا سر اور اُسکے بیٹے کو لیکر یہاں چلا آئے اور اُسکے کاموں کی بہت تحسین وآفریں کی۔ آدم علیہ السلام کے عہد سے یہ حال چلا آتا ہی کہ جس بندہ نے اپنے خداوند سے سرتابی کی اُسکا سر برباد ہوا۔ جیسا کہ احمد نیال تگیں کا ہوا۔ سلطان نے شاہزادہ

تلک ہندو کا سالار ہند مقرر ہونا

امیر مجد الدین کو ہندوستان کا سالار مقرر کیا اور خلعت دیکر اُسے لاہور روانہ کیا۔ اور یہ تین امیر اُس کے ساتھ کیے۔ منصور بن ابو القاسم علی نوکی۔ سعد سلمان۔ سرہنگ محمد۔

پہلے لکھ آئے ہیں کہ حاجب جامہ دار کے ساتھ لشکر بھیجکر ابو العساکر کو کرمان میں سلطان مسعود نے فرمانروا بنا دیا تھا۔ ایسا انتظام ہو گیا تھا کہ رعایا آرام سے رہتی تھی۔ امیر مسعود کو خبرداروں نے خبر دی کہ اس ملک میں امیر بغداد حاکم ہے وہ اپنی خویشتن آرائی اور تن آسانی میں مصروف ہے کہ مفسد فساد کرتے ہیں اُسکی وہ پروا نہیں کرتا کام میں ایسا سست مگر ہمت میں ایسا چست ہے کہ اس ساری ولایت کو خود لے لینا چاہتا ہے۔ سیستان کے آخر حصہ سے کرمان ملا ہوا تھا اور اُسکے دوسری طرف رَی اور سپاہان سے ہمدان تک سلطان مسعود کا لشکر پھیلا ہوا تھا بعد صلاح و مشورے کے یہ صلاح پائی کہ احمد علی نوشتگیں کو کرمان کا والی اور سپہ سالار مقرر کرکے بھیجدیا جائے چنانچہ وہ دو ہزار سوار ترک اور ایکہزار سوار ہندی اور ایکہزار سوار کرد اور عرب اور ہر قسم کے پیادے پانچ پانچ سو اُسکے ہمراہ ہوئے وہ کرمان میں بڑے تزک اور احتشام سے روانہ ہوا۔ عاملِ سیستان کو لکھا گیا کہ دو ہزار پیادے سگزی تیار رکھے۔ اس لشکر نے جاکر کرمان پر قبضہ کر لیا۔ اور دیلم کے اوباش جو یہاں جمع تھے اُنکو نکال دیا اور با لکل انتظام ہو گیا۔ امیر بغداد اس سے آزردہ ہوئے غصہ میں آنکر خط لکھا اور ایلچی کے ہاتھ بھیجا۔ یہاں سے خط کا جواب گیا کہ یہ ولایت ہمارے ملک سے دو جانب سے ملی ہوئی ہے۔ وہاں کی رعایا نے ہمسے فریاد کی کہ ہمکو مفسد ستاتے ہیں یہ ہمپر فرض تھا کہ مسلمانوں کو اس بلا سے بچائیں۔ سوائے اسکے خلیفہ امیر المومنین بغداد نے ہم کو منشور بھیجدیا ہے کہ اس ولایت کی خبر رکھیں امیر بغداد نے اُس پر خلیفہ بغداد کو بھی برا بھلا کہا۔ اس مراسلت سے رنجش اور بڑھ گئی آخر کو پسر باقیہ اور حاجب امیر بغداد دس ہزار سوار لیکر کرمان میں آئے برماشیر میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ احمد علی نوشتگیں نے ہر چند کوشش کی مگر ہندوؤں نے ایسی سستی کی کہ اور سپاہ کا بھی دل شکستہ ہو گیا اور لشکر کو شکست ہو گئی۔ احمد علی نوشتگین تائن کی راہ سے نیشاپور میں آگیا تھا۔ ہندی سپاہ سیستان میں آگئی اُنکے سردار باغ صد ہزارہ کے ایک مکان میں اُتارے گئے۔ انپر ایسی سختی ہوئی کہ اُن میں سے چھ سرداروں نے اپنے تئیں کٹار مار کر ہلاک کیا اُسپر سلطان نے کہا کہ یہ کٹاریں جو اپنے تئیں لگائیں وہ کرمان میں لگانی چاہیے تھیں۔ باقی ہندی سرداروں کا قصور معاف کر دیا۔ اس شکست کا الزام ہندیوں کے ذمے ناحق لگایا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ اور ملکوں کی سپاہ لڑائی میں موجود تھی۔

آلِ سلجوق کی فرمانروائی کا حال باب دوم میں پڑھ لو۔ طغرل بیگ و چغر بیگ جیحوں سے عبور کرکے

کرمان کی مہم میں ہندی سپاہ کے سبب سے سلطان کے لشکر کا شکست پانا۔

نسا میں پہنچے۔ اور وہاں کے بیابان میں اترے اور تھوڑے دنوں بعد ایک ایلچی زبان دان سلطان مسعود کے پاس بھیجا اور اپنے وفاق وحسن اتفاق کا پیغام بھیجا سلطان مسعود کو یہ بات پسند نہ آئی کچھ بری بھلی باتیں بنا ایلچی سے کہلا بھیجا کہ آل سلجوق کی صلاح حال اسی میں ہی کہ ہمارے ملک سے باہر چلے جائیں جب طغرل بیگ وجغر بیگ کو امیر مسعود کی اعانت سے مایوسی ہوئی تو اُنھوں نے اموال رعایا پر دست درازی شروع کی اور اسباب محاربہ تیار کیا۔ جب سلطان مسعود کو خبر پہنچی کہ وہ نسا و ابیورد میں رعایا کو ستارہے ہیں تو اُسنے بکتغدی خاں کو سپاہ جرار کے ساتھ روانہ کیا اور بڑا خزانہ بھی ہمراہ کیا اور آل سلجوق کے نکالنے کا حکم دیا۔ غرض امیران سلجوق اور سلطان مسعود کے لشکر میں جنگ عظیم ہوئی اور بکتغدی خاں کو شکست فاش ہوئی۔ جب بھگوڑوں نے سلطان مسعود سے یہ حال بیان کیا تو وہ خود دار الملک غزنی سے خراسان کی طرف اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ آل سلجوق کو بالکل دفع کرے۔ اعیان سلطنت سے اس باب میں مشورہ لیا۔ اُن میں سے ارباب خرد نے یہ صلاح دی کہ کوئی ناصح مشفق تحف وہدایا دیکر طغرل وجغر کے پاس بھیجنے چاہیئے کہ وہ اُنکو ایسی نصیحت کرے کہ یہ فساد دفع ہو جائے۔ سلطان نے ایلچی بہت سے تحفے دیکر سلجوقیوں کے پاس بھیجے اور جو کچھ کہ ہو چکا اسکی معذرت کی کہ یہ احمقوں کی حرکت ناشائستہ تھی اب آپ مضی ما مضی پر عمل فرمایئے اور پہلی باتوں کو بھول جایئے مخالفت کو دل سے نکالیئے اور مصادقت وموافقت کیجیے اور ہمنے اپنے امیروں کی تین لڑکیاں طغرل بیگ وجغر بیگ اور ینال بیگ سے بیاہنے کے لیے تجویز کی ہیں۔ اس مصاہرت سے منازعت دور ہو گی۔ بلاد وعباد آفت مخالفت سے امن ہونگے جب ایلچی اُردوئے سلجوق میں پہنچا اور یہ پیغام دیا تو جواب میں جغر بیگ نے کہا کہ بالفعل سلطان مسعود نے نہایت لطف وکرم کے کلمات دل پزیر ارشاد فرمائے ہیں اور جو مروت انسانیت کا اقتضا تھا وہ کام کیا ہی لیکن یہ معلوم نہیں کہ اُسکے بعد سلطان کے افعال اپنے اقوال کے موافق ہونگے یا نہیں۔ اگر زبان کے موافق دل ہو گا تو ہم اُسکے مطیع ہیں اور اُسکے خواہاں ہیں کہ خونریزی نہو اور رعایا امن میں رہے اور اگر اس پیغام کے خلاف ظاہر ہو گا تو جو خدا کا ارادہ ہو گا وہ ظہور میں آئیگا۔ جب ایلچی یہ جواب لیکر سلطان مسعود کے پاس آیا تو وہ بہت مسرور اور خوش ہوا اور والی مرو کو حکم بھیجا کہ وہ ان تینوں امیروں کی خدمت بجا لائے اور تینوں لڑکیوں کی عروسی کا سامان طیار کرے۔ جب یہاں سب تیاری ہو چکی اور امرا سلجوقی پاس ایلچی پیغام لیکر گیا تو اُن بیباک ترکی نوں نے اپنی حماقت سے سلطان مسعود کو گالیاں دیں اور کہا کہ اگر لڑنے سے پہلے سلطان یہ لکھتا تو محبت ودداد کی بنیاد مستحکم ہوتی۔ اب ان مزخرفات کلمات سے

کچھ فائدہ نہیں۔ جب سلطان کو یہ خبر ہوئی تو اُسنے سلجوقیوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کیا۔ ان ترکمان سلجوقیوں نے سلطان مسعود کے تمام ممالک میں متفرق ہوکر غدر مچا دیا سلطان نے سیاشی کو سپہ سالار مقرر کیا وہ تین برس تک جا بجا ان سلجوقیوں سے لڑتا پھرا۔ روز بروز سلجوقیوں کا ستارہ اقبال زیادہ چمکتا جاتا تھا۔ سیاشی ہر چند کوشش کرتا مگر کامیاب نہیں ہوتا تھا سلطان مسعود نے پریشان ہوکر عزم کیا کہ خراسان کی جانب خود جاے لیکن پسر و وزیر اسکے مانع ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ سلطان اگر خود جائیگا تو یہ طائفہ عاجز ہوکر دور کے بیابانوں میں چلا جائیگا۔ اور پہاڑوں میں چھپکر ہو بیٹھے گا۔ جب سلطان مراجعت فرمائیگا تو وہ پھر جنگل سے لومڑیوں کی طرح نکلکر تخریب بلاد اور تعذیب عباد میں کوشش کریگا اور اگر وہ صف کھینچکر لڑا اور جسم سلطانی کو چشم زخم پہونچایا تو ہمیشہ بدنامی ہوگی۔ اسطرح کی ناصحوں نے نصیحت کرکے سلطان کو اپنے ارادے سے باز رکھا۔ پھر سلطان بساط نشاط وانبساط بچھاکر پری پیکروں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔ شراب پرزور کے نشہ میں شب و روز چور رہنے لگا۔ زمانہ زبان حال سے مخاطب ہوکر یہ اشعار پڑھنے لگا۔ ؎

شاہا زمی گراں چہ برخواہد خواست | ذرمستی بیکراں چہ برخواہد خواست
شہ مست و جہان خراب و دشمن پس و پیش | پیداست کز آں میاں چہ برخواہد خواست

۴۲۳ھ میں التونتاش سپہ سالار سلطان مسعود کے حکم سے خوارزم سے ماوراء النہر میں آیا۔ یہاں علی تگین کو سمرقند اور بخارا میں بڑا غلبہ ہوگیا تھا۔ اور دار السلطنت غزنی سے التونتاش کی مدد کیواسطے پندرہ ہزار سوار جرار متعین ہوئے تھے اور حدود بلخ میں اس سے آملے تھے۔ آب آمویہ سے التونتاش عبور کرکے اول بخارا میں آیا۔ اور اس کو ایک حملہ میں تسخیر کرکے سمرقند کیطرف متوجہ ہوا۔ علی تگین رزم کا عزم کرکے شہر سے باہر آیا۔ اور ایسی جگہ لشکرگاہ بنایا جس کے ایک طرف آب رود اور بہت سے درخت تھے۔ اور دوسری طرف یہاں بلند پہاڑ۔ جب آتش جنگ گرم ہوئی تو علی تگین کے آدمیوں نے کمین میں سے نکلکر التونتاش کے بہت آدمیوں کو ہلاک کیا اور التونتاش کے بھی زخم کاری ہاتھ پر اُس جگہ لگا کہ وہ ہند کی لڑائی میں منجنیق سے پہلے زخمی ہوچکا تھا۔ باوجود اس زخم کے وہ اتنا ثابت قدم رہا کہ اُس نے علی تگین کی بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا اور باقی سپاہیوں کو بھگا دیا جب رات کو اپنی منزل پر آیا تو اُسنے اپنے امرا اور اعیان سے زخم کا حال بیان کیا کہ وہ ایسا سخت ہے کہ کسی طرح میں بچ نہیں سکتا۔ تم سب کو چاہیے کہ اپنا اپنا چارہ آپ کرو۔ امیروں نے مشورہ کرکے علی تگین سے پیغام صلح بھیجا کہ بخارا سلطان مسعود کا اور سمرقند تمہارا رہے۔ اس پر علی تگین راضی ہوگیا۔ سلطان

سلطان مسعود کی سلجوقیوں سے لڑائی

مسعود کا لشکر خراسان کو اور علی تگین کا لشکر سمرقند کو روانہ ہوا۔ اسی رات کو التونتاش نے وفات پائی سلطان نے جب یہ خبر سُنی تو اُسکے بیٹے ہارون کو خوارزم کی حکومت عنایت فرمائی۔

احمد بن حسن کا انتقال

سنہ ۴۲۴ھ میں وزیر احمد بن حسن میمندی نے وفات پائی۔ سلطان نے اُسکی جگہ ابونصر احمد بن محمد ابن عبد الصمد کو کہ خوارزم میں ہارون بن التونتاش کا وزیر اور نائب تھا اپنا وزیر مقرر کیا۔

اس اثنا میں سلجوقی دریا جیحون سے گذر کر نیشاپور کے ہمسایہ میں اقامت گزیں ہوئے جب اُنکی قدرت بڑھی تو وہ سلطان مسعود سے اپنی عداوت دکھانے لگے۔ سنہ ۴۲۶ھ میں سلطان مسعود نے جرجان اور طبرستان پر لشکرکشی کی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عراق میں جو حاکم اُسکی طرف سے تھے اُنہوں نے اُس سے امداد طلب کی تھی۔ ابوسہل حمدانی جوری کا حاکم تھا اُس نے سپاہ بھیجکر اہل قم اور ساوا کو جو غدر مچا رہے تھے مطیع کیا۔ سلطان مسعود

سلطان کا جرجان جانا پھر ہندوستان آنا

جرجان سے غزنی میں آیا اور ہند کی طرف روانگی کا ارادہ کیا۔ ہرچند امیروں اور اعیان سلطنت نے اُسکو سمجھایا کہ پہلے آپ کو چاہیے کہ سلجوقیوں کو ملک سے نکالیے پھر ہندوستان کا قصد کیجیے۔ مگر سلطان مسعود نے کہا کہ میں نے بیماری میں نذر مانی ہے کہ صحت کے بعد میں ہند کے فلاں قلعہ کو فتح کرونگا جسمیں بہت سے کافر جمع ہیں وہ غزنی سے ۹ ذی الحجہ سنہ ۴۲۸ھ کو ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ کابل کی راہ سے وہ ۲۵ محرم کو دینار کوٹہ پر دریا جہلم کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ اور یہاں وہ بیمار پڑا اور چودہ روز تک بیمار رہا۔ اس بیماری میں شراب سے توبہ کی اور ساری شراب کو دریا جہلم میں پھکوا دیا اور اُسکے برتنوں کو توڑ ڈالا۔ پھر محتسب مقرر کر دیے کہ کسی شخص کو ظاہر شراب نہ پینے دیں۔ بوسعید مشرف کو بھی ہندوسی لڑنے کو بھیجا مگر پھر اُس کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ سلطان

قلعہ ہانسی و سونی پت کا فتح کرنا

کو جب صحت ہو گئی تو وہ جہلم سے چلا اور نہم ربیع الاول کو قلعہ ہانسی پر پہونچا۔ قلعہ کے پیچھے لشکر اُتارا بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اہل قلعہ نے جنگ کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ لشکر سلطانی نے بھی داد شجاعت دی قلعہ کی دیوار کے نیچے پانچ جگہ سرنگ لگائی اور دیوار گرائی اور تلوار سے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس قلعہ کو ہندوستان کا قلعۃ العذرا کہنا چاہیے کیونکہ اتبک اُسکو کسی نے فتح نہیں کیا تھا وہ دوشیزہ ہی تھا۔ اور بہت غنیمت لشکر منصور کو ہاتھ آئی۔ پھر یہاں سے قلعہ سونی پت کیطرف متوجہ ہوا۔ یہاں کا راجہ دیپال ہری جنگل میں بھاگ لشکر اسلام نے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ پھر دیرہ رام پر گئے۔ رام نے اپنی ضعیفی کا عذر کر کے سلطان کو نذر دیکر صلح کر لی۔ اب یہاں سے سلطان نے غزنی کا ارادہ کیا۔ راہ میں برف و باران کے ہاتھ سے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ بہت مشکل سے غزنی پہونچا۔ وہاں توبہ شکن جشن کیا۔ شراب جو توبہ کے بعد نہیں پی تھی اب پی

اس ہانسی جانے سے سلطان کی مملکت میں بڑے شور و فساد عظیم برپا ہوئے. خراسان میں سلجوقی ترکمانوں
کی قوت بڑھ گئی۔ علاء الدین ابن کاکویہ جو سلطان کی طرف سے حاکم عراق تھا اُس نے ابو سہیل حمدانی کو رَی
نکالدیا۔ ابو کالیجار جو مسعود کا مخالف تھا طبرستان میں قوی حال ہوگیا۔ ایک شاعر نے یہ قطعہ بھی پیش کیا ؎

مخالفان تو بودند مور مار شدند ۔۔۔ برآر از سر موران مار گشتہ دمار
مدہ زمان و مدہ بیش ازین زمان ازین بیش ۔۔۔ کہ اژدہا شود ار روزگار یابد مار

سنہ ۴۳۰ھ میں غزنی سے باہر نکلا اور جرجان میں پہونچا۔ ان دنوں میں جرجان کے قریب ایک قلعہ میں ایک
شخص نے اوباشوں اور چوروں کی ایک جماعت اپنے پاس جمع کی تھی اور اس نواح میں وہ رہزنی کرتا تھا۔ جب
سلطان مسعود یہاں آیا تو چوروں کے سردار نے قلعہ میں پناہ لی۔ مسعود نے فریب سے اس قلعہ کو فتح کرلیا اور اسی
چوروں کو دار پر کھینچا۔ سلطان بلخ میں پہونچا۔ وہاں کے آدمیوں نے عرض کی کہ نورتگین نے حضور کی غیبت
میں جرأت و جسارت کرکے کئی دفعہ دریا سے عبور کرکے ہمکو غارت اور قتل کیا۔ مسعود نے کہا کہ اس جاڑے میں
اُنکا سب کام تمام کئے دیتا ہوں۔ اس پر امرا اور نوابوں نے غل مچادیا کہ دو سال ہوئے کہ سلجوقی خراسان
سے خراج لیتے ہیں اور وہاں کے آدمی اُنکے مطیع ہوئے جاتے ہیں اول اُنکو دفع کرنا چاہئے۔ مسعود کی نحوست
کے دن تھے اُس نے کچھ نہ سُنا اور دریا سے عبور کرکے نورتگین کے پیچھے پڑا۔ جاڑے کا موسم تھا لشکر پر ایسی
برف پڑی کہ اس سے سپاہ غزنی کو بڑی زحمت اُٹھانی پڑی۔ اس اثنا میں سُنا گیا کہ داؤد سلجوقی سرخس سے
بلخ کی طرف متوجہ ہوا ہے اس لئے ناچار مسعود کو پھرنا پڑا۔ نورتگین کو جب اس مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ بھی اُسکے
پیچھے روان ہوا۔ اُسکے گھوڑوں اور اونٹوں کو لوٹ لیا۔ ہر طرف سے مسعود کی ذلت و رسوائی ہونے لگی اور
سلجوقیوں سے لڑائیاں ہوئیں اور آخر کار سلطان کو سلجوقیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی قوت نہ رہی۔ جب
سلطان بلخ میں آیا تو داؤد مرو کو چلا گیا۔ سلطان مسعود اپنے پسر مودود کو ہمراہ لیکر چغر بیگ کے تعاقب میں
گورکان گیا۔ جب ترکمانوں کو خبر ہوئی کہ سلطان مرو کی طرف جاتا ہے تو ایلچی بھیجکر پیغام بھیجا کہ ہم آپکے غلام
و مطیع ہیں اگر ہماری چراگاہ کی جگہ معین ہوجائے کہ ہم وہاں اپنے ستور اور اہل و عیال کے ساتھ رہیں کہ ہم
نہ کسی سے کار رکھیں نہ کوئی ہمکو آزار دے ہم آپکی ملازمت کیلئے حاضر ہیں اس درخواست کا قبول کرنا آپکی
عنایت سے بعید نہوگا۔ سلطان مسعود نے اس ملتمس کو بیغو کے پاس بھیجا کہ اس جماعت کا سردار تھا
کہ اُن سے وثیقہ لکھوالے کہ اُس کے بعد وہ کسی حرکت ناشایستہ کے مرتکب نہونگے اور چراخور اُنکی

متعین کردے۔ یوں قول و قرار ہو کر وہ ہرات کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک ترکمانوں کی جماعت نے مسعود کی لشکر کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور کچھ اسباب لوٹ کر لیگئے۔ سلطان نے اس جماعت کی ترکمانونکے تعاقب میں اپنے آدمیوں کو بھیجا جنہوں نے ان سب کو قتل کیا اور اُن کے اہل و عیال کو اسیر کرکے آنکی سروں کو سلطان مسعود پاس لائے۔ سلطان نے یہ تمام سر گدھوں پر لاد کر بیغو کی پاس بھیجدیئے اور کہلا بھیجا کہ جو کوئی نقض عہد کریگا اسی سزا کا سزاوار ہوگا۔ بیغو نے عذر کیا کہ مجکو اسکی خبر نہ تھی۔ آپنے جو مجرموں کو سزا دی وہی میں آنکو سزا دیتا۔ سلطان مسعود ہرات سے نیشاپور گیا۔ اور وہاں سے طوس میں آیا۔ ترکمانوں نے اُس پر حملہ کیا اور شکست پائی۔ ان دنوں میں خبر آئی کہ باد آورد کے آدمیوں نے اپنا قلعہ ترکمانوں کو دیدیا۔ سلطان مسعود نے اس قلعہ کو فتح کرکے وہاں کے آدمیوں کو قتل کیا اور پھر نیشاپور میں آگیا اور جاڑا اییں بسر کیا جب موسم بہار آیا تو ۴۳۰ھ میں طغرل بیگ سے لڑنیکے لئے باد آورد میں گیا۔ طغرل بیگ کو خبر ہوئی وہ ترن و باد آورد کی طرف بھاگا۔ سلطان مہنہ کی راہ سے سرخس میں آیا۔ مہنہ کے رہنے والے خراج نہیں دیتے تھے۔ انمیں سے کسی جماعت کو قتل کیا کسی جماعت کے ہاتھ کٹوائے۔ حصار انکا ویران کردیا۔ وہاں سے وندانقاہ میں آیا۔ رمضان ۴۳۱ھ کو ترکمانوں نے چاروں طرف سے ہجوم کرکے غزنی کی راہوں کو بند کردیا۔ ناچار سلطان کو لڑنا پڑا۔ دونوں میں جنگ عظیم ہوئی۔ اس اثنا میں بڑے بڑے سردار غزنی کے ترکمانوں سے جا ملے۔ سلطان اپنے نفس نفیس سے لڑتا رہا اور ترکمانوں کے چند سرداروں کو قتل کیا۔ جو لشکر سلطان کے ساتھ تھا اُس نے بھی دغا کی اور وہ میدان جنگ سے غزنی کو بھاگے۔ سلطان پاس اب کوئی باقی نہ تھا تن تنہا اپنی مردانگی سے معرکہ سے باہر آیا اور مرد میں پہونچا۔ کچھ لشکر اُس کا یہاں آن کر ملا غور کی راہ سے وہ غزنی میں آیا۔ جو سردار لڑائی میں بھاگے تھے مثل علی دایہ و حاجب شیبانی و بکتغدی اُنسے ڈنڈ لیکر ہندوستان کے قلعوں میں مقید کیا۔ اکثر ان میں سے قید ہی میں مرگئے۔ اب سلطان سلجوقی ترکمانوں کے ہاتھ سے ایسا تنگ آیا کہ اُس نے ہندوستان کا قصد کیا کہ یہاں آنکر سپاہ کو جمع کرے اور پھر سلجوقیوں کو سزا دے شہر شدہ یزدیار نغز سے غزنی میں آیا اور اسی قلعہ سے امیر محمد کو غزنی میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ امیر محمد کو قلعہ غزنی میں بھیجدیا اور سگزی امیر خرس کو اُس پر متعین کردیا۔ امیر محمد کے ساتھ اُسکے چار بیٹے۔ امیر محمد احمد۔ عبدالرحمن عمر۔ عثمان تھے۔ ان چاروں بھتیجوں کی خستہ حالی پر امیر مسعود کو افسوس ہوا۔ اُن کو خلعت گراں بہا عطا کئے گھوڑے سواری کو دیئے اور وظیفے اُن کے مقرر کردیئے اور ہزار ہزار دینار ہر ایک کو دیئے اور امیر احمد کے ساتھ اپنی بیٹی حرہ گوہر کو منسوب کیا۔

سلطان مسعود کا ہندوستان جانا اور غزنیوں کا رونا

معتمدوں کو حکم بھیجا کہ خزانے زر و درم و جامہ و جواہر کے اور سب طرح کی چیزیں جو ایسی ہیں اُنکو اونٹوں پر
لادو۔ اور سب بہنوں اور ماں بیٹیوں کو حکم دیدیا کہ وہ ہندوستان کے سفر کے لئے آمادہ ہوں اور غزنی میں کوئی
چیز ایسی نہ چھوڑیں کہ اُس سے دلکو تعلق باقی رہے۔ وزیر کو نامہ لکھا کہ ہم واسطے ہندو مرمارہ و پشور کبری میں
جاڑے کے موسم میں رہینگے۔ ہم سے پشور میں تم آنکر ملو۔ وزیر اس ارادہ کا مانع ہوا۔ اور اس طرح اُسکو خط لکھا
جیسے کہ کوئی برابر والے کو لکھتا ہے اور صاف صاف یہ لکھا کہ حضور اُس طرف تشریف فرما ہونگے تو دشمن بلخ کے
دروازہ پر لڑینگے اور آپ کو شہر کے اندر نہیں داخل ہونے دینگے۔ لوگوں کے دل ہماری طرف سے ایسے برگشتہ
ہو رہے ہیں کہ وہ شہر کو چھوڑے جاتے ہیں اور ہم سے لڑتے ہیں۔ اگر حضور ہم غلاموں کو حکم دیں تو ہم دشمنوں کو
وہاں سے نکال دیں۔ حضور کو ہندوستان میں جانیکی ضرورت نہیں ہے۔ جاڑے میں غزنی میں رہیں۔ یہاں
کوئی دہشت کی بات نہیں ہے۔ پورتگین کو میں نے بھیجدیا ہے۔ وہ دشمنوں پر غالب ہوکر یہاں آنے والا ہے۔ اگر حضور
ہندوستان تشریف فرما ہونگے اور اہل حرم و خزانوں کو ساتھ لیجائینگے اور یہ خبر منتشر ہوگی اور دوست دشمنوں
کے کانوں تک پہونچیگی تو حضور کی آبرو جاتی رہیگی۔ ہندوؤں پر ایسا اعتماد نہیں ہے کہ اپنے اہل حرم اور خزانے
اُن کی زمین میں بھیجے جائیں۔ میں ہندوؤں کی وفاداری پر چنداں اعتماد نہیں کرتا۔ غلاموں کو جو ویرانہ میں
لیجانے کے لئے خزانے حوالہ کئے جاتے ہیں اُنکا کیا اعتماد ہے کہ وہ خزانوں کو جنگل میں نہ لوٹ لینگے۔ سلطان نے
جو ابتک ہمارے کہنے کو نہیں مانا ہے اُس کا انجام دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ اگر خدانخواستہ حضور ہندوستان کو روانہ ہوئے
تو رعیت کا دل شکستہ ہوجائیگا۔ بندہ نے یہ نصیحت کی اور حضور کا حق نعمت ادا کیا اور جوابدہی سے چھٹکارا پایا۔
آگے جو حضور کی رائے ہو وہ رائے ہے۔ سلطان مسعود نے جب اس نامہ کو پڑھا تو اُس نے کہا کہ وزیر خوفزدہ
ہوگیا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا لکھتا ہے اُسکو جواب لکھو کہ جو کچھ میں نے فیصلہ کیا ہے وہی عین صواب و مصلحت
ہے اور خواجہ نے جو لکھا ہے اُسکو میں جانتا ہوں کہ شفقت کے سبب سے لکھا ہے۔ مگر تم میرے حکم کے آئندہ منتظر رہو
جس سے تمکو معلوم ہوگا کہ جو میں نے سوچا ہے وہ تم نہیں سوچ سکتے ہو۔ جب سلطان کا یہ جواب آیا تو سب مایوس
ہوئے اور سفر کی تیاری شروع کی۔ بوعلی کوتوال بلخ سے تمام کام وہاں کے درست کرکے آیا تھا اُسے شہر و
قلعہ اور نواح غزنی حوالہ کیا۔ شاہزادہ مودود کو بلخ کی امارت دی اور خواجہ محمد بن عبدالصمد وزیر کو اور چار ہزار
سپاہ کو اُسکے ساتھ کیا۔ شاہزادہ مجدود کو جو لاہور سے آیا تھا اُسکو دو ہزار سپاہ دیکر ملتان روانہ کیا کہ وہاں کا
انتظام کرے۔ اور شاہزادہ ایزدیار کو کوہ غزنی بھیجا کہ وہاں جو افغانوں نے غدر و فساد مچا رکھا ہے اُسے مٹائے

امیر محمد کا پھر سلطان ہونا۔ سلطان مسعود کا قید ہونا اور مارا جانا

غرض سارے ملکونکا انتظام ارکان سلطنت کو سپرد کر کے لاہور کی جانب سی معہ اہل وعیال و خزانوں کے روانہ ہوا۔ سلطان مسعود کی سلطنت کا رعب اُٹھ گیا تھا اور سپاہ خود سر ہو گئی تھی۔ غزنی میں سلجوقیوں کے مقابلہ کیلئے وہ فوج نہیں جمع کر سکتا تھا بلکہ اتنی جمعیت بھی بہم نہیں پہونچا سکتا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے فسادوں کو روکے اس حالت میں اسکا یہ منصوبہ غلط تھا کہ وہ ہندوستان میں لشکر اور اُس کا سامان ایسا بہم پہنچا لیگا کہ وہ سلجوقیوں کے پست کرنیکو کافی ہوگا۔ خود دریائے سندھ سے اُتر آیا تھا اور خزانے دریا کے پار تھے کہ خاص غلاموں کے امیر نوشتگین کی نیت بگڑی اور آپسمیں اتفاق کر کے خزانوں کو لوٹ لیا اور اندھے امیر محمد کے پاس گئے اور اُسکو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ ہرچند اُس نے انکار کیا۔ مگر غلاموں نے کہا کہ آپکی دولت خواہی کے لئے تو یہ ہمنے گناہ کیا ہے۔ اگر آپ نہیں مانینگے تو دوسرے کو سلطان بنائینگے اور آپ کو مار ڈالینگے۔ ناچار اس اندھے امیر کو سلطانی قبول کرنی پڑی اور اُس کے ساتھ دریائے سندھ سے عبور کر کے سلطان مسعود سے لڑنا شروع کیا۔ سلطان مسعود لاچار ہو کر رباط مارگلہ میں بھاگا وہاں سب چھوٹے بڑوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ ان سب کو جلاوطنی وہند کی سفر نے آزردہ خاطر کر رکھا تھا اس سرائے میں مسعود کو گرفتار کیا اور اُسکو سلطان محمد کے آگے لائے۔ سلطان محمد نے کہا کہ میں تیرے مارنیکا قصد نہیں کرتا۔ جسجگہ تیرا جی رہنے کو چاہے وہ بتادے وہاں میں تیرے لئے اور سب تیرے اہل وعیال کے رہنے کا سامان تیار کر دونگا۔ مسعود نے قلعہ کیری کو سکونت کیلئے پسند کیا۔ محمد نے وہیں اُسکو مع کل متعلقین کے بھیجدیا اور ایک جماعت اُسکی حراست کیلئے مقرر کر دی۔ جب مسعود قلعہ کی طرف جاتا تھا تو اس ضروری خرچوں کے لئے بھی روپیہ نہ تھا۔ بھائی سے کچھ روپیہ مانگا اس پست ہمت بھائی نے پانسو درم بھجوائے۔ ان درموں کو دیکھکر مسعود رو کر کہنے لگا کہ کل میرے پاس تین ہزار خروار خزانہ تھا۔ آج ایک درم کا مقدور نہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ جو شخص یہ درم لایا تھا اُس نے ایک ہزار درم اپنے پاس سے دیدیے۔ اس سخاوت سے علاوہ سعادت کے اور انعام بھی اُسکو آئندہ سلطنت سلطان مودود میں ملگیا۔ چونکہ محمد اندھا تھا اُس نے سلطنت کا کام برائے نام بھی اپنے پاس نہیں رکھا وہ سب سنہ ۴۳۲ھ میں اپنے بیٹے احمد کے حوالہ کیا۔ خود ایک نان پر قانع ہوا۔ احمد کا دماغ مشوش ومخبط تھا اُس نے ۴۳۳ھ میں سلیمان ولد یوسف بن سبکتگین اور پسر علی خویشاوند سے اتفاق کر کے بے استصواب پدر قلعہ کیری میں سلطان کو تلوار سے مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ زندہ کنوئیں میں ڈالکر اُسکو مٹی سے بھر وا دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس پاگل نے باپ کو مجبور کر کے اُسکے قتل کا حکم دلایا کوئی لکھتا ہے کہ نو سال نو مہینے کوئی بارہ سال غرض دس سال سے کچھ زیادہ مسعود نے سلطنت کی

مسعود بڑا شجاع تھا۔ کریم الاخلاق تھا۔ بڑی سخاوت کرتا تھا۔ ایک دفعہ رمضان میں اُس نے ہر ایک مستحق کو ہزار ہزار دینار دیئے۔ وہ علما و فضلا کے ساتھ مجالست کرتا تھا اور انپر طرح طرح کے احسان کرتا تھا۔ فاضلوں کی ایک جماعت نے اُسکے نام پر کتابیں لکھی ہیں حکیم ابو ریحان نے جس کا پہلے ذکر کر چکے ہیں قانون مسعودی علم ریاضی میں اُسکے نام پر لکھا۔ اور قاضی ابو محمد مسعودی نے کتاب مسعودی فقہ حنفیہ میں اُسی کے نام پر لکھی باوجودیکہ اُسکے ملک میں یہ شور و فساد برپا تھا مگر علم کی ترقی برابر جاری تھی اُس نے بہت سے مدرسے جاری کیے ان کے لئے عمارتیں بنوائیں۔ مسجد و خانقاہیں نہایت عمدہ تعمیر کرائیں۔ اور اپنے رہنے کے عمارات عالیشان بنائیں۔ غرض وہ ان باتوں میں اپنے باپ کا سچا جانشین تھا۔

حکایات سلطان مسعود

جامع الحکایات میں سلطان مسعود کی حکایات یہ لکھی ہیں کہ سلطان محمود نے والی کرمان پاس تیس تحائف ایک ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجے اُسکو کفج اور بلوچیوں نے صحرا خبیص میں لوٹ لیا اور اسکے ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ ان چوروں کی جماعت نے ایک بلندی پر اپنی گڈھی بنا رکھی تھی اور وہ رہ زنی کیا کرتی تھی سلطان محمود کو اُس کی کچھ خبر نہ تھی بست میں سلطان محمود مقیم تھا اُسکو اپنے ایلچی کے لُٹنے کا حال معلوم تھا۔ امیر مسعود بھی باپ سے ملنے کو یہاں آیا تو باپ کو خفا پایا۔ بیٹے سے اُس نے ہاتھ نہ ملایا اور ناخوشی کا چہرہ بنایا۔ اس خفگی سے امیر مسعود ڈرا اور اُس نے باپ سے اس رنجیدگی کا سبب پوچھا تو باپ نے غصہ سے کہا کہ میں تجھ سے خفا کیوں نہوں اور تیری صورت کیوں دیکھوں کہ تو میرا بیٹا ہو اور تیری ناک کے سامنے یہ غضب کی رہزنیاں ہوں اور تجکو خبر نہ ہو۔ مسعود نے عرض کیا کہ اے حضرت میں ہرات میں رہزنی ہو صحرا خبیص میں۔ اسمیں میرا قصور کیا ہے۔ سلطان نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ تیری خیر اسی میں ہو کہ چوروں کو زندہ پکڑ کر یا ان کا سر کاٹ کر میرے روبرو لائے امیر مسعود دو سو سواروں کو لیکر چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ جاسوسوں کو بھیکر اُن کا پتہ لگایا۔ اور ہوشیاری یہ کی کہ پہلے پچاس سوار اُن کے روبرو گئے جن کے ہتھیار بھی زینوں میں چھپے ہوئے تھے۔ چوروں نے اُن کو تھوڑا اور بے ہتھیار سمجھکر جانا کہ اُن کا مار لینا کیا بات ہے وہ جب اُنسے لڑنے کو گئے تو مسعود نے اپنے باقی ڈیڑہ سو سوار و کو بیجا کر اُنپر حملہ کیا۔ چالیس کو زندہ پکڑا اور چالیس کا سر کاٹا۔ زندوں کو سلطان کے روبرو لایا جس نے زندوں کو بُری طرح قتل کیا کہ جس سے لوگوں کو عبرت ہو اور اُس کے انصاف کی شہرت ہو۔

دوسری حکایت امیر مسعود جب عراق میں حاکم تھا تو اُسکو معلوم ہوا کہ کرمان میں ایک چوروں کا گروہ

راہ زنی کرتا ہی اور سلطان جب اُن کے پکڑنے کے لئے سپاہ بھیجتا ہی تو وہ چھپ جاتے ہیں۔ اُن کے مارنے کی تدبیر امیر مسعود کو یہ سوجھی کہ اُس نے اصفہانی سیبوں میں سوراخ کرکے زہر آلود کیا اور اُن کو ایک کاروان کو دیا اور اُسکے ساتھ اپنے آدمیوں کو کیا۔ کاروان پر چور گرے مال لوٹا اور اُنہوں نے سیبوں کو نوشجان کیا جو اُن کے نیش جان اور آسیب روان ہوئے۔ اس طرح سب مرگئے تو امیر مسعود کے آدمیوں نے اہل کاروان کو سب مال اسباب لٹا ہوا اُنکو دلایا۔ اس حکمت سی امیر مسعود کی تدبیر نے وہ کام کیا جو ہزار شمشیر نہیں کرسکتی تھیں۔

سلطان مسعود کے مرنے کے بعد ملک میں خرابی پھیل گئی۔ محمد اور اُس کا بیٹا احمد دونوں لشکر و رعیت کی نظر سے گرگئے اور کچھ انکا اعتبار نہیں رہا۔ دیار وسیع ممالک پشاور کا غارت ہوگیا سب طرح کا مال لٹ گیا۔ ملک میں غلام ایک دینار کو بکتا اور ایک من خمر بھی ایک دینار کو۔ خمر کے خریدار غلاموں سے زیادہ تھے۔

ذکر سلطنت ابو الفتح قطب الملۃ شہاب الدولہ امیر مودود بن سلطان مسعود

جب امیر مسعود کشتہ ہوا تو امیر محمد کحول بہت رویا اور جنہوں نے اُسے مارا تھا بہت لعنت ملامت کی اور امیر مودود کو جو باپ کے مرنے کے وقت بلخ میں تھا اس مضمون کا نامہ لکھا کہ فلاں فلاں آدمیوں نے تیرے باپ کو مارا ہی اور سوا اُن کے کسی دوسرے کو اسمیں اختیار نہ تھا۔ مودود نے اس تعزیت نامہ کے جواب میں یہ لکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ امیر کی عمر دراز کرے اور اُسکے دیوانہ فرزند احمد کو عقل دے کہ وہ اپنی زندگی اچھی طرح بسر کرے اُسنے یہ امر عظیم کیا ہے کہ اس بادشاہ کا خون کیا ہی کہ امیر المومنین نے جسکو سید الملوک و السلاطین کا لقب دیا تھا۔ جلد اُس کا وہ پاداش پائیگا۔ اُس نے اس نامہ کے بھیجنے کے بعد قصد مارکلہ کا کیا مگر وزیر ابو نصر احمد نے اس ارادہ سے باز رکھا اور اُس کو غزنی میں لے آیا۔ سارا شہر اُسکے استقبال کو گیا۔ ۴۳۲ھ میں محمد کحول نے بھی اپنے چھوٹے بیٹے کو پشاور اور ملتان میں سپہ سالار مقرر کیا اور خود آب سندھ سے عبور کرکے غزنی کو چلا دینور میں چچا بھتیجوں کی لڑائی ہوئی۔ آخر مودود نے فتح و ظفر پائی۔ محمد اور اُس کا بیٹا اور نوشتگین بلخی و پسر علی خویشاوند و سلیمان بن یوسف کہ مادۂ فتنہ و فساد تھے سب اسیر ہوکر قتل ہوئے مگر عبد الرحیم پسر امیر محمد اس سبب سے بچگیا کہ جب سلطان مسعود قید تھا تو دونوں بھتیجے عبد الرحیم و عبد الرحمن چچا کو قیدخانہ میں دیکھنے گئے۔ عبد الرحمن نے تمسخر کی راہ سے یہ بے ادبی کی کہ چچا کے سر پر سے ٹوپی اُتار لی۔ عبد الرحیم نے ٹوپی اُسکے ہاتھ سے چھین کر پھر مسعود کے سر پر پہنادی اور بھائی کو اس بے ادبی پر سرزنش کی اور گالیاں دیں۔ پس اس ادب کے سبب سے اُس نے رہائی پائی۔ اور عبد الرحمن ورطہ ہلاکت میں خود بھی ڈوبا اور اوروں کو بھی لے ڈوبا۔

سلطان محمد کی سلطنت

مودود کی چچا سے لڑائی

پیلے ادب تہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

جب وہ باپ کے قاتلون سے مودود انتقام لے چکا تو اُس نے اس موضع پر جہان فتح ہوئی تہی ایک رباط بنائی اور قریہ آباد کیا اس کا نام فتح آباد رکہا۔ اس کے حکم سے باپ کا تابوت اور اُسکے بہائی کبری سے غزنی مین آئے اور خود بہی غزنی مین چلا آیا اور سریر دولت پر بیٹہا اور منصب وزارت ابونصر بن احمد عبدالصمد کو دیا اور پہر اُسکو وزارت سے معزول کرکے ہندوستان بہیجا جس نے ہندوستان مین سلطان محمد کے بیٹے نامی حاکم پشاور کو لڑکر مارڈالا سلطان مودود نے عدل و داد سے سلطنت کرنی شروع کی۔ رعایا کیساتھ مرحمت کا طریقہ اختیار کیا اُسکو اندیشہ سوا اسکے کچہ اور نہ تہا کہ اُسکا چہوٹا بہائی مجدود بن سلطان مسعود باپ کے مرنے پر ملتان سے لاہور مین آیا اور ایاز کے استظہار سے آب ہند سے لیکر ہانسی و تہانیسر کا حصہ انتظام کرکے خوب استقلال اپنا کرلیا۔ مودود نے لشکر مرتب کیا پہلے اس سے کہ مجدود کوئی فساد برپا کرے اسکے دفع کرنے کے لئے لشکر کو نامزد کیا۔ مجدود جب اِس لشکر کی روانگی سے واقف ہوا تو وہ ہانسی مین دہلی فتح کرنیکی گہات بیٹہا ہوا تہا یہان سے روانہ ہوا اور پہلے اس سے کہ مودود کا لشکر لاہور پہونچے وہ یہان سپاہ فراوان لیکر گیا۔ عیدالضحےٰ کی صبح کو ناگاہ اسکو خرگاہ مین مردہ دیکہا اور اسکا حال کسی پر نہ کہلا۔ چندروز بعد ایاز نے بہی وفات پائی۔ اس مجدود کے مرنے سے ہند کا علاقہ جتنا مسعود سے متعلق تہا وہ مودود سے متعلق ہوگیا اور ملوک ماوراءالنہر نے اُسکی اطاعت قبول کی۔ مگر سلجوقیون سے باوجود اس کے کہ اُس نے جعفر بیگ سلجوقی کی بیٹی سے نکاح کیا تہا پہلی منازعت چلی جاتی تہی ۔

جب سلطان مودود کو ملوک ہند نے دیکہا کہ وہ مغربی فتوحات مین مصروف و سرگرم تہا دلی کے راجہ نے اور راجاؤن سے اتفاق کرکے بلدہ ہانسی اور تہانیسر اور اُنکے سارے مضافات برگشتگان غزنویہ کے ہاتہ سے نکال لیا اور نگرکوٹ کیطرف متوجہ ہوئے ۔ اور چار مہینہ تک اُسکا بہی محاصرہ کیا اور محصورین نے لاہور سے مدد مانگی مگر آپس کی رنجش کے سبب کمک نہ آئی اس لئے ہندوؤن نے نگرکوٹ بہی فتح کرلیا اور اپنی رسم قدیم کے موافق یہان بتونکو قایم کیا اور رسوم بت پرستی کو بدستور سابق رواج دیا۔ اس واقعہ کی حکایت تاریخ فرشتہ مین لکہی ہے کہ جب سلطنت غزنویہ کے آثار ضعف جا بجا نمودار ہوئے تو ایک برہمن نے راجہ دہلی سے کہا کہ میر سپنے مین نگرکوٹ کے بت نے آکر یہ کہا ہے کہ اتنی مدت تک مین نے غزنی مین اسلئے توقف کیا تہا کہ دولت غزنویہ کی اساس کو متزلزل کرکے ویران کردون اب مقصد حاصل ہوگیا ہے اسلئے چاہتا ہون کہ مرکز اصلی پر مراجعت کرون

کہ جو ملک انکے ہاتھ سے نکل گئے ہین وہ پہر ہاتھ آجائین راے دہلی نے مخفی سنگ اشون سے ویسا ہی
بُت جیسا کہ پہلے نگرکوٹ مین تہا تیار کرالیا اور راجاؤن کے ساتھ متفق ہوکر قلعہ ہانسی اور تہانیسر کو فتح
کرلیا اور اسکے بعد وہ نگرکوٹ مین آیا۔ اور یہان ایکدن اُس بُت مصنوعی کو اسطرح ظاہر کیا کہ گویا وہ قدیمی
بُت یہان پہر پیدا ہوا۔ پہر اسپر چڑہاوے چڑہنے شروع ہوئے اور اتنا مال جمع ہوا کہ محمود کی لوٹ ہندوستان
مین آئی ہوگی جو ہندو اس بُت کی پوجا کو آتا تہا تو اُس سے پوجاری یہ کہتا کہ اس بُت کا حکم ہے کہ قلعہ نگرکوٹ
کو فتح کرلو چنانچہ انہون نے فتح کرلیا۔ بتخانہ شکستہ سے کی مرمت کرلی۔ نگرکوٹ مین بُت پرستی کا بازار خوب گرم
ہوا ہندوؤنکا قاعدہ تہا کہ وہ امور عظیم سے اس بُت سے مشورت لیتے اگر وہ اجازت دیتا تو کرلیتے کچہہ دنون
بعد یہ ہندوؤن کا اثر مسلمانون پر ہوگیا تہا کہ وہ اس بُت پر نذرین چڑہاتے اور اُسکی اجازت کے موافق کام کرتے یہانتک
مسلمان بہاگ کر لاہور گئے۔ اس اثنا مین یہ حال دیکھکر ملک پنجاب کے راجہ جو اسلام کے شیرون کے خوف سے لومڑی کیطرح
چہپے ہوئے تہے۔ انہون نے بہی سر نکالا اور تین قوی دست راجاؤن نے دس ہزار سپاہ لیجا کر لاہور کا محاصرہ
کرلیا۔ امراء اسلام جنہون نے سلطان مودود کی اطاعت کو طاق پر رکہکر چہہ سات مہینہ سے آپسمین لڑائی
لڑرہے تہے۔ ہندوؤن کی جمعیت وجرأت دیکہکر آپس کی نااتفاقی کو تہ کرکے رکہہ چہوڑا اور آپس مین
موافقت کرکے سلطان مودود کی اطاعت اختیار کی اور آپس مین عہد وپیمان کیا اور لشکر کی ہیئت اجتماعی
بنائی سلطان مودود سے لشکر کی مدد مانگی اُس نے مدد غزنی سے روانہ کی مگر پہلے اس سے کہ یہ لشکر یہان
پہنچے ہند کے راجاؤن مین جو محاصرہ کررہے تہے اختلاف واقع ہوا بعض نے انمین سے مودود کی اطاعت اختیار
کرلی اور اہل شہر کے ساتھ ہوگئے اور ہندوؤنکی فوج اپنے ملک کو روانہ ہوئی۔ لاہور کے آدمیون نے ان
آدمیونکی معاونت سے جنہون نے مودود کی اطاعت اختیار کی تہی ہندوؤن کے لشکر پر کہ جسمین پانچہزار سوار
اور ستر ہزار پیادے تہے تعاقب کیا وہ ایک بلند پہاڑ کے حصار مین محصور ہوئے۔ مسلمانون نے انکو چارون
طرف سے گہیرا اور دو روز تک لڑائی ہوئی اور بہت ہنود کو قتل کیا بقیۃ السیف نے امان چاہی اور قلعہ کے
حوالہ کرنے کی درخواست کی اہل اسلام نے کہا کہ ہم سے تم امان چاہتے ہو تو ہم جب امان دینگے کہ جو قلعے
تمہارے تصرف وقبضہ مین ہین ہم کو سب واپس کرو۔ ہندوؤن نے ضعف وخوف جان سے کل قلعے حوالے کردیے
ملوک ہند کو جب اس فتح عظیم کی خبر ہوئی تو سب مطیع ہوگئے۔ مسلمان بہت سی غنیمت اور پانچہزار مسلمانون
کو جو ہندوؤن نے قلعون مین مقید کررکہے تہے ساتھ لیکر لاہور مین آگئے۔

ہندوؤن کا لاہور کا محاصرہ

سنہ ۴۳۴ھ مین مودود نے لشکر مرتب کیا سنہ ۴۳۵ھ مین لشکر ارتگین حاجب کیساتھ طخارستان مین بھیجا اُسکو خبر لگی کہ ترکمان ارنن مین آتے ہین یہ لشکر لیکر جب اُنکے قریب پہونچا تو ارسلان پسر جغر بیگ اپنے لشکر کو چھوڑکر معدود آدمیون کے ساتھ باہر چلا گیا۔ ارتگین نے اُس کے لشکر پر پہونچکر بہت آدمیونکو قتل کیا اور شہر بلخ مین آیا اور امیر مودود کے نام کا خطبہ پڑہوایا۔ پہر کچھ دنون بعد ترکمان بلخ کا قصد کرکے آئے ارتگین نے امیر مودود سے مدد کی درخواست کی وہ نامنظور ہوئی وہ اپنی جمعیت سمیت کابل کی راہ سے غزنی مین آیا سلطان مودود نے اُسی سال ارتگین کو اپنے سامنے مروا ڈالا۔

پہر ترکمان ملک غزنویہ کی طمع کرکے نواحی بست مین آئے سلطان مودود نے لشکر بھیجا جسنے اُنکو شکست دی اور اسی سال مین طغرل حاجب کو بست کی طرف بھیجا کہ وہ سیستان کو ترکمانون کے ہاتھ سے نکالے اُس نے ہر اور ابو الفضل و زنگی ابو المنصور کو گرفتار کیا اور غزنی مین لایا۔

سنہ ۴۳۷ھ مین سلجوقی ترکمانون نے غزنی کیطرف رخ کیا بست سے گذر کر رباط امیر کو غارت کیا طغرل لشکر غزنی کو ساتھ لیجاکر اُن سے لڑا سخت کشت و خون ہوا ترکمانون کو ہزیمت ہوئی اور اکثر انمین قتل ہوئے بعد اس فتح کے طغرل گرمیر اور قندہار مین گیا۔ جہان ترکمانون نے بڑی شورش مچا رکھی تہی اور وہانکے ترکمانون کو جنکو سرخ کلاہ کہتے تہے خوب قتل کیا اور بہت ترکمان قید کئے اور غزنی مین آیا۔ سنہ ۴۳۸ھ مین سلطان مودود نے طغرل کو پہر بست کیطرف روانہ کیا جب وہ تکیناباد مین پہونچا تو سلطان سے بغاوت کی جب خبر سلطان مودود کو ہوئی تو اُس نے آدمی بلانے کیلئے بہیجے تو طغرل نے یہ جواب دیا کہ جو سلطان کی خدمت مین حمایت ہے وہ میری دشمن ہے۔ مین حضور کی ملازمت مین حاضر نہین ہو سکتا۔ سلطان مودود نے علی بن حاذم کو دو ہزار سوار دیکر طغرل کی سرکوبی کے لئے بہیجا جب وہ اُسکے قریب گیا تو طغرل چند آدمیون کو لیکر بہاگ گیا۔ علی نے اُسکے لشکر کو غارت کیا اور چند آدمیون کو پکڑ کر غزنی مین لایا۔ اسی سال مین حاجب بزرگ امیر باشتگین کو غور کی جانب مین بہیجا جب وہ غور کے نزدیک آیا والہجی غوری کو ہمراہ لیا اور حصار ابو علی پر پہنچا اور اُسے فتح کیا اور ابو علی جو غور کے امراء عظیم مین سے تہا گرفتار کیا یہ وہ حصار تہا جس کو سات سو سال سے کسی نے امیر حاجب سے پہلے نہین فتح کیا تہا والہجی اور ابو علی کو طوق گردن مین ڈالکر وہ غزنی لایا یہان سلطان نے اُن کی گردن اُڑوالی۔ اسی سال مین امیر حاجب باشتگین ترکمانون کے سپہ سالار بہرام نہال پر چڑہ گیا نواحی بست مین لڑائی ہوئی ترکمانون کو ہزیمت ہوئی۔ سنہ ۴۳۹ھ مین امیر قراردار نے بغاوت

اُس سے لڑنے گیا اور قراردادے شکست پائی۔ کچھہ دنون بعد اطاعت اختیار کی اور خراج دینا قبول کیا امیر حاجب نے غزنین مراجعت کی سنہ ۴۴۱ھ مین سلطان مودود نے اپنے دو بڑے بیٹون ابو القاسم محمود و منصور کو خلعت جلیل و علم دیکرا بو القاسم کو لاہور اور منصور کو پیشور بھیجا۔ ابو علی کو توال کو فوجدار کرکے ہندوستان مین بھیجا تاکہ ہند کے سرکشون کو سزا دے۔ ابو علی پہلے پیشور مین آیا قلعہ تہلہ کیطرف چلا تو اس قلعہ کا حاکم اہلی ملحی ہو کر بھاگ گیا۔ اس زمانہ مین تلک سالار ہند جسکا ذکر پہلے بہت کچھہ ہو چکا ہے کشمیر کے پہاڑون مین زندگی بسر کرتا تھا اُسکو ابو علی نے بلایا اور قول و قرار لیکر غزنی بھیجا۔ سلطان مودود نے اُسکے حال پر التفات کی سنہ ۴۴۳ھ مین تمام ملوک ماوراء النہر اور بامیان نے سلطان مودود سے عہد کیا تھا کہ وہ اُسکے ساتھہ خراسان سے ترکمانون کی نکالنے مین مال اور لشکر سے مدد کرینگے۔ اس سال کے رجب کے مہینہ مین وہ غزنی سے لشکر فراوان لیکر روانہ ہوا کہ اول ہی منزل مین درد قولنج مین مبتلا ہوا۔ غزنی مراجعت کی۔ اپنے وزیر عبد الرزاق احمد میمندی کو سیستان کی جانب روانہ کیا کہ ترکمانون کے قبضہ سے اس ملک کو نکالے جب مودود غزنی مین آیا تو مرض نے غلبہ کیا اور ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔ اسکی سلطنت کی مدت نو سال تھی اور عمر ۲۹ سال غرض سلطان مودود کو سلجوقیون کے ساتھہ باوجود قریب رشتہ داری کے ایسے جھگڑے اور قضیے پیش رہے کہ دم نکلنے تک ایک لمحہ کی فرصت ہندوستان مین آنے کی نہ ملی۔

جب سلطان مودود نے دنیا سے سفر کیا تو اُسکے بیٹے مسعود کو جسکی عمر چار سال کی تھی علی بن ربیع نے تخت سلطنت پر بٹھا دیا اس بہانہ سے علی خود سلطنت کرنی چاہتا تھا۔ مگر بائتگین کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ کے امرا مین سے تھا۔ اُس کے ساتھہ اس کام مین متفق نہین ہوا۔ ان دونون مین جنگ کی نوبت پہونچی۔ غزنی کے باشندے مسلح ہوسے اور بائتگین پاس آئے بائتگین نے اور امرا کے اتفاق رائے سے مسعود بن مودود کو تخت سے اتار کر اُسکے چچا ابو الحسن علی کو بادشاہ بنایا۔ مسعود نے بھی چار پانچ روز سلطنت کر لی۔

ابو الحسن علی سنہ ۴۴۱ھ مین تخت سلطنت پر بیٹھا اور مودود کی بیوی سے جو جعفر بیگ کی بیٹی تھی عقد نکاح کیا علی بن ربیع میرک وکیل کے ساتھہ اتفاق کرکے زر و جواہر جتنے لے سکا لیکر پشاور کو بھاگ گیا اور غلامون اور امیر دنکو اپنے ہمراہ لیگیا۔ اور اس خطہ و ملتان و سندہ پر قابض ہو گیا اور افغان جو فساد مچا رہے تھے انکو تلوار سے مطیع و منقاد کیا سلطان ابو الحسن علی نے اپنے بھائی مردان شاہ اور ایزد شاہ کو قلعہ تائی سے اور الامان سے غزنی مین بلا کر معزز و مکرم کیا عبد الرشید کے آنے کی خبر گرم تھی اسلیے سلطان ابو الحسن نے

خزانہ کا منہ لوگون کے لئے کہولدیا۔عبد الرشید آخر سال مین آیا اُس نے ابوالحسن کو منہزم کیا اور خود تخت و تاج کا مالک ہوا۔اور چند روز غزنت کے ساتہہ سلطنت کی ابوالحسن کی مدت سلطنت دو سال تہی۔

سلطان عبد الرشید کو اکثر مورخ سلطان مسعود کا بیٹا بتلاتے ہین۔مگر صحیح امر یہ ہے کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا تہا وہ سلطان مودود کے حکم سے کسی قلعہ مین جو بست و غزنی کے درمیان ہی مقید تہا جب اس قلعہ کے قریب عبد الرزاق بن احمد حسن میمندی وزیر آیا تو سلطان مودود کے حکم سے سیتان جاتا تہا اور اُسکو سلطان مودود کی وفات کی خبر پہونچی تو وہ عبد الرشید کو قید سے نکال لایا اور لشکر کو اوسکی اطاعت کیلئے دعوت کی سپاہ نے اُسے قبول کیا۔یہ وزیر عبد الرشید کی ملازمت مین غزنی کو روانہ ہوا جب دار الملک کے قریب آیا تو ابوالحسن بہاگ گیا ۴۴۳ھ مین عبد الرشید بے تکلف اپنے باپ دادا کے تخت پر رونق بخش ہوا اور ملک و مال کے کام مین مشغول ہوا۔اگرچہ عبد الرشید فاضل و عاقل تہا اور سب طرف کی خبر رکہتا تہا مگر قوت دل و شجاعت ایسی نہین رکہتا تہا کہ سلطنت کو سنبہال سکتا۔اس نے سلطان ابوالحسن علی کو بغیر کسی دوسری کے قلعہ وندی مین بند کیا۔پہلے ہم لکہہ چکے ہین کہ علی بن ربیع نے یہان پنجاب مین تسلط اپنا پیدا کرلیا تہا اُسکے دفع کرنیکے لئے عبد الرشید نے نوشتگین حاجب کو ہندوستان کا امیر الامرا مقرر کیا اور سپاہ دہم کو ساتہہ کرکے ہندوستان روانہ کیا۔وہ یہان آیا اور قلعہ نگرکوٹ کہ جسپر ہندؤن نے اپنا تسلط کر رکہا تہا پانچ چہہ روز مین فتح کرلیا۔

سلطان مودود کا حاجب طغرل تہا وہ سلطان کا بہت مُنہ چڑہا اور ناک کا بال تہا۔سلطان مودود نے طغرل کی بہن سے نکاح کیا تہا طغرل ہمیشہ اس بات کو بہت چاہتا تہا کہ ایک لشکر اُسکو حوالہ کیا جائے کہ وہ خراسان مین جاکر سلجوقیون کو دفع کردے جب عبد الرشید کی سلطنت کی نوبت آئی تو نہایت منت سماجت سے اُس سے یہی درخواست کی اُس نے ہزار سوار طغرل کو دئے کہ وہ سیتان سلجوقیون سے جاکر لیلے اور سیتان مین داؤد سلجوقی کیطرف سے ابوالفضل حاکم تہا اور قلعہ طاق مین اقامت رکہتا تہا طغرل سیتان مین آیا اور ابوالفضل کا محاصرہ کیا اور اُس سے کہا کہ سلطان عبد الرشید کی اطاعت اختیار کر وابوالفضل نے اطاعت سے انکار کیا۔محاصرہ پر بہی ایک مدت گذر گئی طغرل نے بغیر اسکے کہ فتح نمایان ہو شہر سیتان کیطرف متوجہ ہوا اور ایک فرسخ پر شہر سے کمینگاہ مین اس سئے بیٹہا کہ بیخبر شہر پر جا پڑے اس اثنا مین بیغو سلجوقی جس سے ابوالفضل نے کمک طلب کی تہی لشکر عقب مین آیا۔طغرل نے جنگ و گریز کے باب مین مشورہ کیا سبنے بالاتفاق یہ کہا کہ کوئی تدبیر بہتر اسکے سوا نہین ہے کہ جس مہلکہ مین ہم پڑے ہوئے ہین اسکا

مین لڑنے پر راضی ہون اور اس غربت مین شمشیر کے تلے دم دیدین ۔غزنی دُور۔ پانی کی قلت دشمنون کی کثرت ہے ۔غرض مرنے پر تیار ہوکر بیغو پر حملہ آور ہوئے اور بیغو کو شکست دیکر بھگا دیا اور دس فرسنگ تک طغرل نے اُسکا تعاقب کیا اور شہر کو لے لیا ۔سلطان عبدالرشید کو تمام اپنا قصہ سنا دیا اور خراسان بھیجنے کے لئے مدد طلب کی ۔عبدالرشید نے اپنے نامی سوار طغرل کی مدد کے لئے بھیجے اور سیستان مین طغرل مستقل ہو گیا اور اُس کے سارے اطراف اور نواح مین انتظام کر لیا۔ اپنے خاص دوستون سے عبدالرشید کے باب مین صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ سب نے اُس کی رائے کو عبدالرشید کے قلع و قمع کے باب مین پسند کیا۔ پس اس ارادہ سے وہ غزنی کیطرف روانہ ہوا جب غزنی سے پانچ فرسنگ پر آیا تو عبدالرشید کو اُسکے غدر و مکر پر اطلاع ہوئی وہ مع اپنے متعلقین کے غزنی مین آیا طغرل نے غزنی کو لیلیا اور قلعہ کے کوتوال پاس آدمی بھیجے اور اس وعدہ وعید کی باتین کین کہ اُسنے سلطان عبدالرشید کو اس کے حوالہ کیا۔ اس کافر نعمت نے عبدالرشید کو اور سلطان محمود کے نو یا گیارہ اولاد کو جو اسکے ہاتھ آئی قتل کیا۔ اس اولاد مین سے تین آدمی قلعون مین محبوس تھے کہ اُن تک طغرل کی رسائی نہین ہوئی۔ بہت چاہتا تھا دختر سلطان مسعود سے نکاح کیا تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ توشتگین کرخی کو کہ سلطان عبدالرشید کے حکم سے لاہور گیا تھا اور حوالی پشور مین پہونچا تھا اُسکو طغرل نے بڑی محبت و دوستی سے خط لکھا مگر توشتگین سلاطین غزنویہ مین بڑا اعتبار رکھتا تھا بھلا وہ اس کافر نعمت کی بات کب سنتا تھا اس لئے اُس نمکحرام کے خط کا جواب نہایت تلخ و درشت لکھا اور دختر مسعود کو پوشیدہ خط بھیجا اور اسکو طغرل کافر نعمت کے قتل پر ترغیب دی اور اور امراء غزنوی کو جو نعمت پروردۂ خاندان محمودی کے تھے خطوط لکھے اور طغرل کے اعمال قبیح سے چشم پوشی کرتے بہت سرزنش کی اس سبب سے سبکی غیرت و حمیت کی رگ حرکت مین آئی اور سب نے ملکر طغرل کے قتل کا قصد کیا۔ نوروز کے دن طغرل کا اجلاس تخت شاہی پہ ہو رہا تھا اور دربار عام لگ رہا تھا کہ ایک ترک سلحدار نے قدم جرأت بڑھا کر اس کافر نعمت محسن کش کا تلوار سے سر اڑا دیا۔ دربار مین واہ واہ کا غل شور مچگیا۔ بعد اس حادثہ کے چند روز بعد توشتگین کرخی بھی غزنی مین آیا۔ اشراف اور اعیان کو جمع کیا۔ امیر ناصر الدین سبکتگین کی اولاد مین سے تین شخص قلعون مین مقید تھے ۔فرخ۔ ابراہیم۔ شجاع ۔ان کے نام پر قرعہ ڈالا گیا تو فرخ زاد کے نام پر پڑا اسکو بلا کر تخت سلطنت پر بٹھایا اور سب نے اس سے بیعت کی ۔عبدالرشید کی سلطنت کی مدت ایک سال کی ۴۴۳ و ۴۴۴ھ کے قریب رہی ۔طغرل نے چالیس روز کی سلطنت مین بڑے ظلم کئے ۔جب اس سے پوچھا کہ ملک کی طمع کیونکر تیرے دل مین پیدا ہوئی تو اُس نے

کہا کہ جب عبدالرشید مجھے الپ ارسلان و داؤد سے لڑنے کے لیے بھیجتا تھا اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر عہد کرتا تھا تو خوف کے مارے اُس کا ہاتھ ایسا کانپتا تھا کہ ہڈیون کی آواز میرے کان مین آتی تھی۔ اُس سے مین نے جانا کہ یہ بودا نامرد ہرگز بادشاہی کے لایق نہین ہے۔ پس ملک و دولت کی طمع دامنگیر ہوئی اور وہ حاصل بھی ہوئی۔ ؎ سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود غنیمت است

جب فرخ زاد نے تاج شاہی سر پر رکھا تو کاروبار سلطنت نوشتگین کرخی کے حوالے ہوئے۔ اس نے امور سلطنت کا انتظام کیا اور جس نے عبدالرشید کے قتل مین سعی کی تھی اُسکو گرفتار کرکے قتل کیا۔ جب داؤد سلجوقی کو غزنوی خاندان کے اس انقلاب کی خبر ہوئی تو وہ فوج لیکر غزنی پر چڑھ آیا۔ نوشتگین کرخی بھی غزنی سے محاربت کا سامان خوب تیار کرکے لڑنے کے لئے سامنے آیا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوئی۔ بہت سا کشت و خون ہوا۔ امیر نوشتگین کو فتح و ظفر ہوئی۔ داؤد نے قرار پر قرار اختیار کیا۔ غزنویہ نے سلجوقیونکا تعاقب کیا اور اُنکا بہت سا اسباب لوٹا اور غارت کیا۔ اس فتح سے فرخ زاد کی استقامت کی صورت تخت سلطنت پر پیدا ہوئی پھر فرخ زاد ایک سپاہ عظیم لیکر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ سلجوقیون کی طرف سے اُنکے امراء اعظم سے کلیارق بھاری لشکر لیکر لڑنے کو آیا۔ جب دونون لشکر آپس مین ملے تو وہ جدال و قتال کی آگ بھڑکی کہ خدا کی پناہ۔ اس لڑائی مین بھی غزنوی فتحیاب ہوئے۔ کلیارق اور چند اور امرا گرفتار ہوئے۔ جب یہ خبر جعفر بیگ سلجوقی یا چکر بیگ یا چقر بیگ سلجوقی کو پہونچی تو اس نے اپنے بیٹے الپ ارسلان کو لڑنے کے لئے بھیجا اور نوشتگین کرخی اس سے لڑنے کو گیا۔ مگر اس دفعہ سلجوقی غالب رہے اور انہون نے کئی غزنوی امیر اسیر کئے۔ جب فرخ زاد نے یہ حال دیکھا تو اُس نے بڑی دانائی کی کہ کلیارق اور امیران سلجوقی کو جو اُسکی قید مین تھے خلعت دیکر رخصت کیا۔ جب سلجوقیون نے غزنویون کی یہ مروت اور انسانیت دیکھی تو انہون نے بھی غزنوی قیدیونکو رہا کر دیا۔ سلطان فرخ زاد کو روضۃ الصفا مین مسعود کا بیٹا لکھا ہے اور احمد اکبر مستوفی نے عبدالرشید کا بیٹا مگر سکون سے روضۃ الصفا کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ایکدفعہ حمام مین اُسکو غلامون نے گھیر کر مارنا چاہا تھا وہ تلوار ہاتھ مین لیکر بڑی بہادری سے غلامونکو مار رہا تھا کہ اور آدمیونکو خبر ہو گئی اور جا پہونچے اُنکے سبب غلامونکا کام تمام کیا۔ بعد ازان فرخ زاد اکثر موت کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کو حقیر جانتا تھا اُسکا اوائل مین وزیر حسن مہران تھا اور آخر مین ابوبکر صالح تھا۔

فرخ زاد حلیم و عادل تھا جب تخت سلطنت پر بیٹھا ہے تو ملک زاولستان عوارض و آفات کے سبب سے

سلطنت ابوالمظفر فرخ زاد

سلطان فرخ زاد

خراب و ویران تہا اس نے خراج اسکا معاف کردیا تو یہ ملک آباد ہو گیا وہ خلق کے ساتھ نکوئی کرتا ہورد قولنج مین مبتلا ہوکر داعی حق کو لبیک کہی۔ اُسکی عمر ۳۴ سال کی تہی اور مدت سلطنت چھہ سال ۴۴۴ھ سے ۴۵۰ھ تک۔ سلطان فرخ زاد کوتے فنا مین روپوش ہوا اور سلطان ابراہیم مسند سلطنت پر رونما ہوا۔ اُس نے اپنے جلوس کے ابتدائی سالون مین سلجوقیون سے مصالحت کرلی اور آپسمین یہ قول وقرار ہو گیا کہ فریقین سے ایک دوسرے کے ملک کا قصد نہ کرے اور رعایا کو جو خدا کی ودیعت ہی آزار اور ضرر نہ پہونچاے۔ ملکشاہ سلجوقی کی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے مسعود سے کردیا جس سے غزنویون اور سلجوقیون مین ابواب مصالحت کشادہ ہوگئے کہتے ہین خدا معلوم سچ یا جہوٹ کہ جب ملک شاہ نے غزنی پر حملہ کرنیکا قصد کیا تو سلطان ابراہیم کو وہم پیدا ہوا اور اُسنے یہ تدبیر سوچی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے امرا کے نام خطوط لکہے جنکا مضمون یہ تہا کہ ہماری سمع شریف نے یہ بات سنی ہی کہ آپ لوگ اس طرف آنے کی ملک شاہ کو بہت ترغیب و تحریص کرتے ہین یہ طریقہ تمہارا ہمکو بہت پسند آیا۔ طریقۂ اخلاص یہی ہے کہ اس باب مین سعی ایسی کرو کہ سلطان ملک شاہ بہت جلد اس ملک مین آئے تاکہ ہمکو بالکل اس سے خلاصی ہوجائے۔ اور ہمنے یہ قرار دیا ہے کہ تمہاری رسومات کو مضافات کردین اور تم سب پر عنایت وعاطفت بیکران رکہین۔ اور ان مکتوبات کو ایک پیک کو دیا اور اس سے کہہ دیا کہ ملک شاہ کی عادت ہی کہ اکثر اوقات شکار وصید مین رہتا ہی اُسکی شکارگاہ مین اس تاک مین رہنا کہ لوگ تجکو پکڑکر اس پاس لیجائین اس تعلیم سے سلطان ابراہیم کی یہ غرض تہی کہ مکتوبات ملک شاہ کے ہاتہ مین اسوقت پڑین کہ امرا اُس پاس ہون یہ ایک امر اتفاقی ہے کہ سلطان ملک شاہ قصبۂ اسفراین مین فروکش تہا اور ایک دن شکار کو جاتا تہا کہ اثناء شکار مین صیدگاہ کے محافظین نے پیک کو گرفتار کیا اور سلطان کے روبرو لیگئے۔ جب سلطان نے پیک سے پوچھا تو اُس نے پریشان باتین کرنی شروع کین جب سلطان نے اُس کے تازیانے لگوائے کہ سچ سچ باتین کہدے تو اس نے سلطان سے کہا کہ مین سلطان کا پیک ہون اور امراء سلجوقی پاس ان مکتوبات کے پہونچانے کے لیئے بہیجا گیا ہون جب مکتوبات کو لیکر ملک شاہ نے پڑہا تو اُنکا اظہار کچہہ نہین کیا اور اپنی دارالسلطنت مین چلا آیا۔ بعد تفحص وتفتیش کے معلوم ہوا کہ یہ تمام سلطان ابراہیم کی مکاریان چال بازیان ہین کہتے ہین کہ ملک شاہ نے یہ کہا کہ سلطان ابراہیم نے جو یہ مکر وحیلہ کیا ہے اسکا سبب یہ ہی کہ وہ سلجوقیون کے ساتھ تاب مقاومت نہین رکھتا اور وہ یقینی جانتا تہا کہ اگر لڑائی ہوگی تو مین مغلوب ہونگا اور جب ہم اسکے مکر و تدبیر سے باز رہے

سلطان ظہیر الدولہ نصیر الملۃ رضی الدین ابراہیم

سلجوقیون سے مصالحت

باز رہیں گے تو گویا وہ ہم پر غالب ہوگا۔

جب سلجوقیوں سے سلطان ابراہیم کی یوں خاطر جمع ہوئی تو ہندوستان میں اپنے لشکر بھیجا جس نے وہ ملک فتح کئے جو ابتک مسلمانوں نے نہیں کئے تھے اور [illegible]ھ میں وہ خود ہندوستان میں آیا اور قلعہ اجودہن کو جو اب پاک پٹن فرید شکر گنج کہلاتا ہے اور لاہور کے قلعہ سے سو کروہ ہے محاصرہ کرکے مسخر کرلیا۔ پھر ردپال کے قلعہ کیطرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اُسکے ایک طرف دریا ہے اور دوسری طرف وہ جنگل ہے کہ جسمیں خاردار درختوں کی کثرت سے آفتاب کی شعاعوں کا گذرنا بھی مشکل تھا اور اکثر درختوں پر زہریلے سانپ لپٹے ہوئے رہتے تھے حصار کے نیچے نہ کھڑے رہنے کی نہ لڑنے کی جگہ تھی۔ سلطان ابراہیم نے اپنی ہمت شاہانہ سے اُسکے قلعہ کو فتح کرلیا۔ اور ایک موضع درہ پر وہ متوجہ ہوا۔ یہاں کے متوطن اہل خراسان تھے کہ افراسیاب نے اُن کی سرکشی سے تنگ ہوکر ان سبکو زن و فرزند میت ولایت خراسان سے خارج کرکے ہندوستان میں بھیجا تھا اس شہر کے آدمی سارے وہی خراسانی تھے وہ بیگانوں سے پیوند مواصلت نہیں کرتے تھے اور بت پرست تھے اور یہ شہر بہت آباد تھا اور اس شہر میں ایک حوض تھا جسکا قطر نصف فرسنگ تھا اور اسکی تھاکا تو پتا ہی نہ تھا سارے آدمی اور چارپائے اسکا پانی پیتے تھے مگر اصلا فرق نہ آتا تھا۔ اور اُسکے گرد درخت اتنے تھے کہ آمد و رفت کی راہ معلوم نہیں ہوتی تھی ملوک ہند جانتے تھے کہ اسپر ہمارا غالب ہونا ناممکن ہے اسلئے کچھ تعرض نہیں کرتے تھے۔ سلطان ابراہیم کو راہ میں بڑی دشوار گھاٹیاں پیش آئیں جب اس جنگل میں وہ پہنچا تو چند ہزار پیادے تبر لیکر جنگل کے کاٹنے کو بھیجے۔ جب درختوں کو کاٹکر رستہ بنایا تو برسات شروع ہوگئی۔ تین مہینہ تک لڑنا پڑا۔ کثرت بارش سے لشکر کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی اول شہر والوں پاس آدمی بھیجکر دعوت اسلام کی اُنھوں نے دعوت قبول نہیں کی اسلئے اس شہر کو جبراً قہراً لڑائی سے مفتوح کیا اور ایک لاکھ لونڈی غلام اسیر کئے اور غزنی بھیجے اور غنایم بھی بہت سی ہاتھ آئیں بعد ان فتوحات کے سلطان غزنی آیا۔

یہ بادشاہ بڑا عابد و متقی زاہد تھا۔ باوجود عنوان شباب کے کل ممنوعات شرعی سے دست کش تھا لذات نفسانی کو ترک کرکے رجب و شعبان کو رمضان کیساتھ ملاکر سال بھر میں تین مہینے روزے رکھتا تھا اور رعیت پروری بوجہ احسن کرتا اور خیرات بہت دیتا۔ ہر سال میں ایک مرتبہ امام یوسف سجاوندی کو اپنی مجلس میں بلاتا اُنسے وعظ کہلواتا اور آدمیوں کو نصیحت کراتا۔ سلطان ابراہیم کو بے محاورہ باتیں سُناتا مگر اس امام کی درشتی سے وہ آزردہ نہوتا خط نسخ میں بڑا خوشنویس تھا ایک سلطنت میں ہر سال ایک مصحف اپنے ہاتھ سے لکھتا۔ اسکو ایک سال مکہ معظمہ کو اور

دوسرے سال مدینہ منورہ کو بھیجتا۔ اب تک اُسکے ہاتھ کے لکھے ہوئے مصحف آنحضرت کے کتاب خانہ میں موجود ہیں۔ یہ ایک نقل مشہور ہے کہ سلطان ابراہیم ایکدن غزنی کو جاتا تھا کہ ایک حمال کو دیکھا کہ عمارت شاہی کے لئے وہ بڑا بھاری پتھر سر پر رکھے لئے جاتا تھا اور اُسکے بوجھ سے مرا جاتا تھا۔ سلطان کو اُسکے حال پر رحم آیا فرمایا کہ پتھر کو پھینکدو۔ اُس بیچارہ نے میدان میں پتھر پھینکدیا جب گھوڑے یہاں آتے تو دوڑنے میں اُس سے تکلیف پاتے۔ ایک دن کسی مقرب نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو یہ پتھر میدان سے اُٹھا دیا جائے سلطان نے کہا کہ ہمنے حکم دیا کہ پتھر کو یہاں پھینکدو اور پھر حکم دیں کہ اُٹھاؤ تو ہمارے قول کی بے ثباتی پر حمل ہوگا اور ایسا کرنا لائق بادشاہوں کو سزاوار نہیں ہے سلطان ابراہیم کے قول کی تعظیم کا ایسا خیال تھا وہ بہرام شاہ کی سلطنت تک اسیطرح پڑا رہا۔

سلطان ابراہیم کے چھتیس بیٹے اور چالیس لڑکیاں تھیں اور لڑکیوں کو اکثر سادات عظام و علماء عالیمقام سے وہ بیاہتا۔ اُسکی وفات ایک روایت کے موافق ۴۸۱ھ میں اور دوسری روایت کے موافق ۴۹۲ھ میں ہوئی پہلی روایت کے موافق اُسکی سلطنت کی مدت اکتیس سال اور دوسری روایت کے موافق بیالیس سال۔ اُسکی اوائل سلطنت میں ابوسہیل خجندی و خواجہ مسعود رجحی سے اُسکی وزارت تعلق رکھتی تھی اور اواخر عہد میں عبدالحمید احمد بن عبدالصمد سے اسکی مدح میں ابوالفرج نے یہ قصیدہ کہا ہے جسکا مطلع یہ ہے ؎ ترتیب فضل و قاعدۂ جود و رسم داد + عبدالحمید احمد عبدالصمد نہاد + اسکی سلطنت میں ابوالفرج اور ارزقی بڑے شاعر تھے۔ ابوالفرج کے قصیدہ کا تو ایک شعر اوپر لکھا گیا۔ ارزقی کے نام پر اول ابوالفضل لکھا جاتا تھا۔ وہ اصل میں ہرات کا رہنے والا تھا۔ الفیہ و شافیہ اُسی کی تصنیفات سے ہیں۔

سلطان ابراہیم کی وفات ۴۸۱ھ یا ۴۹۲ھ اور اسکی مدت سلطنت و وزرا و شعرا

سلطان مسعود اپنے باپ سلطان ابراہیم کا جانشین ہوا۔ یہ بادشاہ نیک اخلاق و مبارک عہد و برگزیدہ اوصاف باعدل و داد تھا۔ حیا و کرم اسمیں بہت تھی رسوم ظلم کہ اس سے پہلے وضع ہوئی تھیں اور وہ قلمبند ہو کر مروج ہوگئی تھیں اُن سبکو اُسنے مٹا دیا اور باج و خراج میں تخفیف کردی۔ کل امرا اور ملوک کو جو جاگیریں باپ کے وقت میں مل چکی تھیں برقرار رکھیں۔ اور خود ہیچ سمجھکر سلطنت کا دستور العمل عمدہ بنایا پہلے ہندوستان کی امارت امیر عضدالدولہ کو دی اور جب وہ مر گیا تو طغاتگین کو ہندوستان کا سپہسالار مقرر کیا۔ یہ سپہ سالار دریائے گنگ سے عبور کرکے وہاں پہنچا جہاں سوا سلطان محمود کے لشکر کے کوئی اور لشکر اسلام نہیں گیا تھا۔ وہ بہت سی غنیمت و مال لیکر لاہور میں واپس آیا اس بادشاہ کے عہد میں تمام امور ملک داری کا انتظام رہا اور اُسنے بے خرخشہ و اندیشہ ۱۶ برس سلطنت ۴۹۲ھ-۱۰۹۸ع سے ۵۰۸ھ-۱۱۱۴ع تک کی۔ وہ ۴۵۳ھ میں غزنی میں پیدا ہوا تھا اور ستاون برس کی عمر اُسکی تھی۔ ۵۰۸ھ میں وہ دارالبقا کو سدھارا۔

سلطنت علاء الدولہ مسعود بن ابراہیم

اُسنے سلطان سنجر کی بہن مہدعراق سے شادی کی تھی۔ تاریخ گزیدہ میں لکھاہے کہ مسعود کی وفات کے بعد اُسکا بیٹا کمال الدولہ شیرزاد تخت پر بیٹھا۔ ایک سال اُسکی سلطنت پہ گذرا تھا کہ ۵۰۹ھ میں اُس کے اپنے بھائی ارسلان شاہ نے مار ڈالا مگر اور مورخ کمال الدولہ کی سلطنت کا اڑنگا بیچ میں نہیں لگاتے۔ ارسلان شاہ کو مسعود کے بعد ہی تخت پر بٹھاتے ہیں۔

جب ارسلان شاہ غزنی کا بادشاہ ہوا اُسنے اپنے سب بھائیوں کو قید کیا۔ مگر ایک بھائی اُسکا ابراہیم شاہ اُسکے پنجہ سے نکلگیا اور اپنے ماموں سلطان سنجر پاس چلاگیا جو ان دونوں میں اپنے بھائی محمد بن ملک شاہ کی طرف سے خُراسان میں فرمانروائی کرتا تھا۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ سلجوقیوں اور غزنویوں میں آپس میں رشتے داریاں ہوگئی تھیں اور سلطان سنجر کی بہن مہدعراق خاندان غزنوی کے سارے شہزادوں کی ماں تھی۔ کوئی لکھتاہے کہ ہرچند ارسلان شاہ نے بہرام شاہ کے باب میں سلطان سنجر کو خط لکھے اور بہت منت سماجت کی مگر اُس نے اُسکی کچھ نہ سُنی اور وہ بہرام شاہ کی مدد پر آمادہ ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سلطان سنجر نے ارسلان شاہ کو لکھا کہ بھائیوں سے نہ لڑو اُسنے نہیں سُنی۔ ارسلان شاہ نے سلطان محمد سے اُسکے بھائی سلطان سنجر کی شکایت کی۔ سلطان محمد نے خراسان ایلچی روانہ کیا اور یورش سے منع کیا مگر ایلچی سے کہدیا کہ اگر سلطان سنجر غزنی کو روانہ ہوگیا ہو تو کچھ نہ کہنا جب یہ ایلچی خراسان میں آیا تو اُسنے دیکھا کہ سلطان سنجر برسر سفر ہے اس لئے اُس نے کچھ نہ کہا۔ جب سلطان سنجر لشکر لیکر بست میں پہونچا تو ابوالفضل والی سیستان اُس سے ملا۔ ارسلان شاہ کو جب سلطان محمد سے مایوسی ہوئی اور سلطان سنجر کی لشکرکشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر لیکر سلطان سنجر سے لڑنے کو آیا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ غزنوی کچھ زخمی ہوئے کچھ مارے گئے۔ باقی بُرے حال احوال سے غزنی میں آئے۔ بعدازاں ارسلان شاہ نے اپنی ماں مہدعراق کے روبرو ہاتھ جوڑے اُسکے پاؤں پر پڑا دو ہزار دینار اور بہت سے تحائف دیکر سلطان سنجر پاس بھیجا اور مصالحت کا طالب ہوا۔ مگر یہ ماں پہلے ہی اُسکے ظلموں سے دل آزردہ جلی بھُنی بیٹھی تھی وہ اپنے بچوں کو قید میں طرح طرح کے عذابوں میں کب دیکھ سکتی تھی اُسنے بھائی پاس جاکر ایسی باتیں لگائیں بجھائیں کہ سلطان سنجر جس کا ارادہ معاودت کا تھا غزنی پر حملہ کرنے کو مستعد ہوا اور بہرام شاہ نے غزنی کی تسخیر کی آسان صورت بتلادی۔ سلطان سنجر غزنی سے ایک فرسخ پر آگیا تو ارسلان شاہ تیس ہزار سوار اور بہت سے پیادے اور ایک سو ساٹھ ہاتھی لیکر سلطان سنجر سے لڑنے کے لئے صف آرا ہوا۔ جانبین سے سیف وسنان سے آدمی ضایع ہوئے اور ابو الفضل والی سیستان کی شجاعت وجلادت سے غزنویوں کو شکست ہوئی اور

ارسلان ہار کر ہندوستان کو روانہ ہوا اور ۲۰ شوال ۵۱۰ھ میں سلطان سنجر غزنی میں داخل ہوا اور لشکریوں کو تاخت و تاراج سے منع کیا اور خود اُسنے غزنی کے خزانہ سے اموال بے تعداد لے لیا۔ منجملہ اُس مال کے پانچ تاج تھے کہ ہر ایک کی قیمت دو لاکھ دینار کی لوگ آنکتے تھے اور سترہ تخت سونے چاندی کے تھے اور تیرہ سو زیور جواہر سے مرصع تھے۔ وہ غزنی میں چالیس روز رہ کر باہر آیا اور بہرام شاہ کو غزنی کے تخت پر بٹھایا۔ جب ارسلان شاہ کو خبر ہوئی کہ سلطان سنجر نے غزنی سے مراجعت کی تو وہ ولایت ہند سے فوج جمع کر کے غزنی کیطرف چلا۔ بہرام اس سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لئے وہ بامیان میں آیا اور یہاں سے سلطان سنجر کے لشکر کو اپنی پشت پناہ بنا کے اپنے دار الملک کیطرف متوجہ ہوا۔ ارسلان شاہ خوف ہراس کے سبب سے افغانوں میں بھاگ گیا وہاں سلطان سنجر کے لشکر نے اُسکا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے بہرام شاہ کے حوالہ کیا جسنے اُسے خفیہ مروا دیا۔ اور خود مستقل بادشاہ ہو گیا۔ اور تین سال سلطنت کی اور ستائیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ ارسلان شاہ کے عہد میں حوادث عظیم واقع ہوئی آسمان سے آگ برسی اور بجلی ایسی پڑی کہ غزنی کا بازار جل گیا۔

سلطان معز الدولہ بہرام شاہ بن مسعود

بہرام شاہ خوب رو۔ ذی شوکت و صاحب حشمت بادشاہ تھا۔ علماء و فضلا کی صحبت کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ اُنکے کمال و ہنر کی قدر کرتا تھا۔ اس جوہر شناسی کا نتیجہ یہ تھا کہ عالموں نے اُسکے نام پر بہت کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ شیخ نظامی گنجوی نے مخزن الاسرار اُسی کے نام پر تصنیف کی ہے۔ سید حسن غزنوی نے جلوس کے روز ایک قصیدہ پڑھا جسکا مطلع یہ ہے ؎

منادی بر آمد ز ہفت آسماں کہ بہرام شاہ است شاہ جہاں

کلیلہ دمنہ کا ترجمہ عربی زبان سے فارسی زبان میں اُسی کے نام سے مزین ہوا۔ حکیم سنائی بھی اُس بادشاہ کے عہد میں تھا۔ یہ بادشاہ ہندوستان میں کئی دفعہ آیا اور یہاں کے بہت سے سرکشوں کو سزا دی

سلطان بہرام شاہ کا ہندوستان میں آنا

محمد باہلیم سلطان ارسلان شاہ کیطرف سے سپہ سالار لاہور تھا۔ اور اعمال ناشایستہ اختیار کر کے علم مخالفت اُسنے بلند کیا۔ بہرام شاہ اوّل دفعہ ہندوستان میں اسی کی گوشمالی کے لئے آیا تھا۔ اُسے رمضان ۵۱۱ھ میں گرفتار کر کے قید کیا۔ پھر اسکا گناہ معاف کر کے قید سے رہا کیا اور بدستور سپہ سالار مقرر کیا۔ جب سلطان یہاں سے چلا گیا تو اُسکی غیبت میں قلعہ ناگور میں جو کوہ سوالک میں واقع ہے اپنے اہل و عیال اور اسباب و مال کو رکھا۔ عرب عجم افغان خلج کے آدمیوں کو نوکر رکھکر اپنے لشکر کو مرتب کیا اور بہت سے

ہند سرکشوں کو دبایا۔ اور اس سے نخوت اُسکی ایسی بڑھی کہ سلطنت و ملک گیری کا دعویٰ کرنے لگا۔
جب بہرام شاہ کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ دوبارہ ہندوستان میں آیا۔ یہ کافر نعمت اپنے دس بیٹوں کو جو
مسند امارت پر متمکن تھے ساتھ لیکر بہرام شاہ سے لڑنے گیا اور ملتان میں ایک سخت جنگ ہوئی جس میں اس کافر
نعمت کو شکست ہوئی۔ وہ اپنے دس بیٹوں سمیت سرزمین جمجمہ میں بھاگا پھر اسکا پتہ نہ لگا کہ زمین کھا گئی یا
آسمان سالار حسین بن ابراہیم علوی کو یہاں سپہ سالار بہرام شاہ نے مقرر کیا اور خود غزنی کو چلا گیا۔
ایک عرصہ دراز تک اس بادشاہ کی سلطنت سرسبز رہی مگر آخر وقت وہ کوتک کئے جس سے دودمان غزنوی کا
چراغ گل ہوگیا۔ اور سلطنت غزنی خاک میں ملگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان مودود کے عہد سے
سلطنت غزنی کا ایک صوبہ غور چلا آتا تھا۔ بہرام شاہ کے عہد میں قطب الدین محمد غوری سوری غور میں سلطنت
کرتا تھا۔ اور وہ خود بہرام شاہ کا داماد تھا۔ ان دونوں بادشاہوں میں کچھ جھگڑا ہوا۔ بہرام شاہ نے قطب الدین
کو غزنی بلایا اور اُسکو زہر دلوایا یا قتل کرایا۔ غرض اپنے داماد کا کام تمام کرایا۔ جب اس قتل کی خبر سیف الدین
اُسکے بھائی کو پہونچی تو وہ فوراً انتقام لینے کے لئے غزنی پر چڑھ آیا۔ بہرام میں اُسکے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اسلئے
غزنی سے بھاگ کر شہر کرمان میں جو غزنی اور ہندوافغانستان کے درمیان تھا امان لی اور اُسپر متصرف
ہوکر وہیں قیام کیا۔ یہاں پہاڑوں کی کثرت کے سبب سے سواروں کا گذر نہ تھا۔ سیف الدین غزنی پر متسلط
ہوگیا اور غزنویوں پر اعتماد کرکے یہیں سکونت اختیار کی اور اپنے بھائی علاء الدین کو مع اپنے تمام امراء
قدیمی کے غور کو روانہ کردیا۔ باوجودیکہ غوریونکی برابر غزنویونکے ساتھ سیف الدین سوری سلوک کرتا تھا
اور غوریونکا یہ مقدور نہ تھا کہ وہ اہل غزنی پر ذرا سا بھی ظلم کریں مگر غزنوی اس سے منافقانہ طور پر رہتے تھے
اور درپردہ بہرام شاہ سے سازش رکھتے اور اُسکی سلطنت کے خواہاں رہتے تھے اور ظاہر میں سیف الدین
کیساتھ اظہار دوستی کرتے تھے۔ جب موسم زمستان آیا اور غور کی راہیں برف سے مسدود ہوئیں تو بہرام شاہ
ناگاہ بہت سا لشکر افغانوں اور خلجیوں اور صحرانشینوں کا لیکر غزنی پر چڑھ آیا۔ غزنی سے دو فرسنگ پر اُسکا
لشکر ہوگا کہ سیف الدین نے اہل غزنی سے مشورہ پوچھا کہ میں بہرام سے لڑوں یا غور کو چلا جاؤں۔ ان
نفاق پیشہ اہل غزنی نے مشورہ کا حق نہ ادا کیا اور جنگ پر اُس کو ترغیب دی سیف الدین نے المستشار
موتمن پر عمل کرکے اُن کو مشورہ میں امین جانا اور کچھ فوج غزنی کی اور کچھ سپاہ غور کی لیکر شہر کے باہر
صفیں آراستہ کیں۔ ابھی سامان حرب پورا تیار نہ ہوا تھا کہ اہل غزنی نے سیف الدین کو گرفتار کرکے

خوش طبعی کے طور پر بہرام شاہ کے حوالے کیا۔ بہرام شاہ کے حکم سے سیف الدین کا منہ کالا کیا گیا اور ایک مریل بیل پر جو قدم بپر و نہیں اُٹھاتا تھا وہ سوار کیا گیا اور سارے شہر میں یوں پھرایا گیا شہر کے لڑکے کیا اور بوڑھے کیا اُسکے پیچھے تھے اور گالیاں دیتے تھے اور طرح طرح کی ہنسی اُڑاتے تھے اور بعد اس گت کے بہت بُری گت سے اُسکو مارا اور سر کو تن سے جدا کر کے سلطان سنجر پاس بھیجدیا۔ اور اُسکے وزیر سید مجد الدین کو بھی دار پر کھینچا۔ معلوم نہیں کہ یہ کام انسانیت سے بعید بہرام سے اُسکی عادت کے خلاف کیونکر سرزد ہوا۔ یہ خبر وحشت اثر علاء الدین کے کان میں پہونچی تو اُسکے کلیجے میں آگ لگ گئی اور اپنے بھائی کے انتقام لینے کے لئے جھٹ پٹ لشکر جرار تیار کر کے غزنی پر چڑھ آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس اثناء میں بہرام شاہ طومار حیات لپٹ چکا تھا اور اُسکا بیٹا خسرو شاہ بادشاہ ہو چکا تھا۔ مگر روایت یوں مشہور ہے کہ جب بہرام شاہ نے غزنی میں علاء الدین کے آنے کی خبر سُنی تو وہ اپنے لشکر کو تیار کر کے غزنی سے باہر اُس سے لڑنیکو آیا۔ اور علاء الدین پاس ایلچی بھیجکر یہ پیغام بھیجا کہ تیری لئے یہی مصلحت ہے کہ اپنے اس بے حاصل ارادہ سے نادم ہو کر واپس چلا جا ورنہ ہزار پہلوانان شیر افگن اور فیلان آہنی تن تیری بیخکنی کیواسطے موجود ہیں میرے ساتھ ستیز کرنے سے پرہیز کر ورنہ سارا خاندان سلاطین غوریہ کا معدوم ہو جائیگا۔ سلطان علاء الدین نے اُسکے جواب میں کہلا بھیجا کہ جو کام بہرام شاہ نے کیا ہے وہ دولت غزنویہ کے زوال کی علامت ہے۔ یہ دستور تو بادشاہوں کا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر لشکر کشی کرتے ہیں اور اُنکے نفوس نفیسہ کو مستاصل کرتے ہیں مگر نہ اس رسوائی و فضیحت کیساتھ کہ تونے کیا۔ یقین کر کہ زمانہ ضرور تجھ سے انتقام لیگا اور مجکو فتح و ظفر دیگا۔ تو اپنے ہاتھیوں پر گھمنڈ نہ کر۔ اگر تیرے پاس فیل ہیں تو میرے پاس خرفیل ہیں (سلطان علاء الدین کے لشکر میں دو پہلوان تھے جنکا نام خرفیل یعنی فیل کلان تھا) ایلچی نے بہرام شاہ کو جب یہ پیغام سنایا تو بظاہر وہ کچھ متغیر نہوا۔ مگر باطن میں ضرور متاثر ہوا اور دل میں بہت ہراس پیدا ہوا۔ القصہ دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی تلواروں کی چپاچپ اور تیروں کی شفاشف کی دھوم مچی بہرام شاہ کا بیٹا دولت شاہ لشکر کا سپہ سالار تھا جس وقت اس معرکہ جان ستان میں اُسکی جان گئی تو بہرام کا دل ٹوٹ گیا اور ہندوستان کیطرف بھاگا۔ اس بھگڑ میں فرزند کے رنج سے ایسا رنجور ہوا کہ اس سرائے فانی سے دور ہوا صحیح روایت کے موافق ۵۴۷ھ میں اُسکی وفات ہوئی اُسکی سلطنت کی مدت کوئی ۳۵ سال اور کوئی ۴۱ سال بتاتا ہے۔

روایت صحیح یوں ہے کہ بہرام شاہ نے جب وفات پائی تو باتفاق امراء خسرو شاہ تخت پر بیٹھا لیکن جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ غزنی میں علاء الدین غوری آن پہنچا ہے تو وہ مع اہل و عیال کے ہندوستان کو روانہ ہوا۔

سلطنت ظہیر الدولہ خسرو شاہ ابن بہرام شاہ

اور لاہور میں اقامت کی۔ یہاں ہندؤں نے اُسکی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ ان سبکو اس بات کی خوشی تھی کہ اُن کے شہر میں ایک سلطنت قایم ہوگئی۔ اس طرح غزنی کی سلطنت ہندوستان میں منتقل ہوگئی۔

۱۱۵۰ء علاء الدین جہانسوز کا غزنی کو جلانا

اگرچہ بہرام شاہ اور اہل غزنی کے ہاتھ سے غوریوں نے بہت جور و ستم اُٹھائے تھے اور اُسکے عوض میں جو کچھ علاء الدین کرتا تھوڑا تھا۔ مگر جو اُسنے غضب ڈھایا اور ظلم و ستم توڑا اُسکے نام کو وہ دہبا لگا تا ہی کہ قیامت تک نہ مٹے گا اُسکے ظلم و نکی تفصیل کیلئے ایک طومار کی ضرورت ہی مگر مختصر یہ ہے کہ ایشیا کا عروس البلاد شہر غزنی جسکے برابر کوئی شہر نہ تھا اُس کو اس ظالم نے تین دن یا سات دن تک ایسا جلایا کہ دہوئیں سے دن رات معلوم ہوتی تھی اور شعلوں سے رات دن معلوم ہوتا تھا۔ اور باشندوں کو قتل کیا اور سارے شہر کو لٹوایا اور حکم دیا کہ اس شہر کی تخریب و غارت و قتل میں کوئی بات نہ اُٹھا رکھی جائے۔ جب کچھ غیض و غضب کم ہوا تو عوام کے قتل سے ہاتھ اُٹھایا اور خواص پر ہاتھ صاف کیا۔ سید مجد الدین وزیر سیف الدین کے قتل کے انتقام میں منتخب سادات غزنویہ کی ایک جماعت کے گلے میں توبڑے خاک سے بھرے ہوئے ڈالدیئے اور اُنکو فیروزہ کوہ میں لایا اور وہاں ان توبڑونکی خاک کو اُنکے خون سے سان کر گارا بنایا اور برج فیروزہ کوہ میں اُسکو لگوایا۔ جب علاء الدین نے یہ سُنا کہ سیف الدین کی تشہیر کے وقت عورتوں نے بھی دف و دائرے بجائے تھے تو اُن کو بھی قتل کیا۔ کسی پر اُسنے رحم نہیں کیا۔ جو چیزیں خاندان غزنوی کی یاد دلاتی تھیں اُنکو بھی برباد کیا۔ قبریں اُکھیڑ اُکھیڑ کر پھینک دیں۔ مردونکی ہڈیوں میں آگ لگائی۔ سلطان محمود و سلطان مسعود کی قبروں کو اُن کی شجاعت کے سبب سے اور سلطان ابراہیم کی قبر کو اُسکے زہد کے سبب سے چھوڑ دیا۔ غرض شہر غزنی کو جلا کر خاک سیاہ کیا۔ اور خود جہاں سوز کا لقب حاصل کیا۔

۱۱۶۰ء تا ۱۱۷۰ء غزنی پر ترکوں کا تسلط

علاء الدین جہاں سوز کی مراجعت کے بعد پایۂ تخت غزنی کی طمع میں اور سلطان سنجر کی امداد کی اُمید میں لاہور سے سپاہ آراستہ کر کے خسرو شاہ غزنی کیطرف چلا۔ ان ایام میں غزان ترکوں نے سلطان سنجر کو گرفتار کیا تھا اور غزنی کیطرف متوجہ ہوئے تھے۔ خسرو شاہ نے جب اپنے میں اُنکے ساتھ لڑنے کی طاقت نہ دیکھی تو پھر لاہور چلا آیا۔ ترکان عراق دس سال تک غزنی پر متصرف رہے۔ پھر غوریوں نے غزنی کو ان سے لے لیا۔ پھر اُنسے اُمراء خسرو شاہ نے غزنی کو لے لیا۔ بعض کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علاء الدین جہانسوز کے خوف سے جب خسرو شاہ لاہور چلا آیا تو علاء الدین نے گرمسیر و قندہار و تکیناباد کو فتح کیا اور اُسکو سلطان غیاث الدین محمد کو سپرد کیا اور خود غور کو گیا اور جب خسرو شاہ ہند سے فوج لیکر غزنی کو چلا ہی

تو اُسنے خسرو شاہ کی مصالحت اس طرح چاہی کہ وہ تکینا باد کے شہر اور قلعہ کو اُسکو دیدے اور خود غزنی پر قناعت کرے۔ مگر خسرو شاہ نے منظور نہیں کیا تو علاء الدین غوری نے یہ رباعی لکھکر بھیجی **رباعی**

اول پدرت نہاد کیں را بنیاد   تا خلق جہاں جملہ بہ بیداد اُفتاد

ہان نہ دہی زبہر یک تکینا آباد   سرتا سر ملک آل محمود بباد

خسرو شاہ کو سلطان سنجر کی امداد کی بڑی اُمید تھی مگر وہ پوری نہوئی سلطان سعید سنجر کے عہد کا خاتمہ ہوگیا علاء الدین جہانسوز کے خوف کے مارے خسرو شاہ پھر لاہور میں بھاگ آیا اور علاء الدین جہاں سوز غزنی کو تسخیر کرکے غور گیا۔ سنہ ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء میں خسرو شاہ لاہور میں دار السرور کو چلدیا سات سال سلطنت کرگیا۔

سلطنت خسرو ملک بن خسرو شاہ

جب خسرو شاہ لاہور میں مرا تو اُسکا بیٹا خسرو ملک لاہور میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سلطان ابراہیم اور سلطان بہرام شاہ کے زمانہ میں جسقدر ہندوستان کا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اُسپر اس بادشاہ نے اچھی طرح حکومت جمائی اور انصاف وعدالت سے کام کرنا شروع کیا لیکن سلطان شہاب الدین محمد غوری نے غزنی ہی کو جو اس خاندان کا دار السلطنت تھا لیکر بس نہیں کی بلکہ ہندوستان کی بھی طمع کی۔ پیشاور و افغانستان و ملتان و سندہ کو مسخر کرکے سنہ ۵۷۶ھ میں لاہور کی طرف رُخ کیا۔ خسرو ملک اس سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لئے قلعہ نشین ہوا۔ سلطان شہاب الدین خسرو ملک کے ایک بیٹے خرد سال ملک شاہ کو اول میں اور ایک نامی ہاتھی کو لیکر غور چلا گیا۔ سنہ ۵۸۰ھ میں پھر لاہور آیا خسرو ملک پھر قلعہ میں چلا گیا۔ سلطان نے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا اور سیالکوٹ میں اپنا کوئی معتمد حاکم مقرر کرگیا۔

گھکروں کو ساتھ لیکر خسرو ملک نے سیالکوٹ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا اُلٹا چلا آیا۔ اب سلطان شہاب الدین غوری نے عزم جزم کیا کہ لاہور کو مسخر کرے۔ سنہ ۵۸۳ھ میں وہ یہاں آیا اور بظاہر خسرو ملک سے اظہار محبت کیا اور ملک شاہ پسر خسرو ملک کو اسباب بادشاہی سے جو کچھ مناسب تھا دیکر لاہور کو باپ سے ملنے کے لئے معتمد آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیدیا کہ اُسکو ہمیشہ شراب پلایا کرو اور آہستہ آہستہ اُسے لیجاؤ اور راہ میں قیام کرتے جاؤ۔ خسرو ملک کو جب بیٹے کے آنے کی خبر ہوئی تو اُسکو سلطان شہاب الدین کی دوستی پر اعتماد ہوا اور عیش وطرب میں مشغول ہوا۔ ہنوز ملک شاہ راہ ہی میں تھا کہ سلطان شہاب الدین غوری بیس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ لیکر غزنی سے ایلغار کرکے راوی کے کنارہ پر آپہونچا۔ جب صبحکو خسرو ملک خواب غفلت سے بیدار ہوا تو اُس نے دریا کے کنارہ پر لشکر دیکھا تو ناچار عاجز ہوکر اماں چاہی

اورسلطان سے جا کر ملا۔ اس حیلہ سے بلے خرخشہ وجنگ کے شہاب الدین غوری کے ہاتھ لاہور آیا
غزنی کے خاندان سے غوریون کے خاندان مین سلطنت منتقل ہوگئی۔ ۵۸۲ھ مین خسرو ملک غرجستان
کے قلعہ یزدان مین قید کیا ۵۹۸ھ مین اُس کو اور اُس کے بیٹے بہرام شاہ کو جو قلعہ سیف رود غور مین قید
تھا دونون کو شہید کیا۔ یون آل سبکتگین کا نشان باقی نرہا اور خسرو ملک پر آل سبکتگین کی سلطنت کا
خاتمہ ہوگیا یہی ختم الملوک اس خاندان کا ہوا فقط۔

فصل سوم

خاندان غوری

غور کو غورستان بھی کہتے ہین اور وہ ہرات اور غزنی کے درمیان ایک کوہستانی ملک ہے اس مانین
یہ قدیمی دار القرار افغانونکا ایک ویرانہ شہر ہے جو ہرات سے مشرق جنوب مین ۲۰ میل پر افغانستان مین ہے
غوریون کے سلاطین کے نسب کی نسبت عجیب روایات ہین۔ طبقات ناصری مین لکھا ہے کہ سلاطین غوریہ
کے نسب نامہ کو مولانا فخر الدین مبارک شاہ نے نظم مین لکھا ہے اور سلسلہ نسب کی ابتدا ضحاک پارسی سے
کی ہے مشرقی مورخین تو ضحاک کو بادشاہ مانتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ بڑا جابر ظالم تھا اُس نے اپنے باپ کو
ہلاک کیا اور عرب کا بادشاہ ہوا اور جمشید سے سارا ملک چھین لیا اُس کے پاس ایک سونے کی تھی جسکے
سات سوراخ پر دنیا کی ساتون اقلیمون مین سے ایک ایک اقلیم کا نام لکھا ہوا تھا جو اقلیم اس سے بغاوت
کرتی وہ اس سوراخ سے جو اس اقلیم سے منسوب تھا اپنا سحر پھونکتا تو اس ولایت مین قحط و وبا آجاتے
اُسکے کندھے پر دو مار مردم خوار بھی کہتے ہین کہ تھے۔ غرض اس بادشاہ کے افسانون سے بہت سے
صفحے سیاہ کرلیتے ہین مگر مغربی مورخین کہتے ہین کہ ضحاک کوئی ایران کا بادشاہ ہی نہ تھا فقط شاعرون
نے اپنے خیال سے گھڑ لیا ہے اور اُسکے افسانے بنا کے لکھ دئے ہین ملوک غور کے باب مین مشرقی ارباب تاریخ
پیرا کا یہ ارشاد ہے کہ جب ضحاک تازی پر فریدون غالب ہوا تو ضحاک کی اولاد مین سے ایک گروہ کو ایسے
مامن کی تلاش ہوئی کہ وہ دشمنون کو نہ ملے اور اگر ملے تو اُس پر انکو قدرت نہ حاصل ہو بعد بہت سی تگ و پو
و جستجو کے کوہستان بامیان مین کہ بلخ و کابل کے درمیان ہے پناہ گزین ہوئے ضحاک کے نبیرون مین سے
دو جنکے نام سور و سام تھے آئے اور اس مقام کو مستحکم کیا اور سور اپنے قبیلہ کا سردار اور سام سپہ سالار
ہوا۔ سور کی دختر سام کے پسر شجاع سے بیاہی گئی جب سام مرگیا تو اُسکا بیٹا شجاع سپہ سالار ہوا

اور چچا کی خدمت مین رہا مگر لوگون نے لگا بجہا کر چچا بہتیجومین ایسی بگڑوادی کہ چچا نے یہ چاہا کہ میری
بیٹی کو بہتیجا طلاق دیدے۔ اسپر شجاع خفا ہوکر ایک رات کو مال اسباب نقود و جواہر واہل وعیال کو لیکر
جبال غور مین چلا آیا اور یہان پہونچکر کہا کہ مندیش اسلئے مقام کا نام مندیش ہی ہی یہان قلعے مستحکم بنائے
فریدون کو جب اسکا حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنا لشکر یہان لڑنے کو بہیجا وہ مدتون تک لڑتا رہا۔ آخرکار
ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ اہل غور باج خراج دیا کرین اور فقط غور ہی پر قناعت کرین کسی اور ولایت سے متعرض
ہون۔ اس خاندان مین مدت تک سلطنت نسلاً بعد نسل چلی اور شنسب پر نوبت پہونچی وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے دست مبارک پر مسلمان ہوا اس لئے خاندان کا لقب شنسبانی ہوا۔ غرض باقی حال تاریکی مین ہی۔ پہر
یہان سے تاریخ کا سلسلہ چلتا ہی کہ سلطان محمود غزنوی نے محمد سوری حاکم غور اور اُسکے بیٹے کو گرفتار کرکے قید کیا
جسکا ذکر ہم پہلے کرچکے محمد سوری نے اپنے بیٹے حسن سے کہا کہ میری عمر تو ختم ہوچکی ہی میری آرزو یہ ہی کہ تو
غور جا تاکہ ہمارا خاندان بالکل مستاصل نہو جائے۔ قیدخانہ مین ایک کہڑکی جنگل کیطرف تیس گز اونچی تہی۔
محمد سوری نے بیٹے کی بند کو توڑا اور اپنے نیچے بچہانے کے کمبل کی رسی بٹی اور اپنے بیٹے کو اس مین لٹکا کر
قیدخانہ سے نکالا اور وہ غور مین پہونچا اور وہان اپنی حکومت کرنے لگا۔ جب سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے
محمد سوری کو مارڈالا اور حسن ابن محمد سوری کو غور کی ایالت پر قایم رکہا اُسکا بیٹا حسین ہوا اور اس حسین کے سات بیٹے
ہوئے جب غزنی مین بہرام شاہ سلطان ہوا اور اسکی سلطان سنجر سے لڑائی ہوئی تو حسین کے بیٹون سے
اُسنے مصالحت کرکے نہین جوڑا تہا اُسکو طلب کیا اور ملک قطب الدین جو بزرگتر اولاد حسین مین سے تہا وہ غزنی
مین گیا اور مدتون تک اس پاس رہا پہر کسی سبب سے بہرام شاہ نے اسکو قتل کرڈالا۔ اسی سبب سے غزنیون اور
غوریون مین عناد ہوگیا اور آپسمین ایک دوسرے کے ملک کے خواہان ہوئے ایک اور قول یہ ہی کہ محمد
بن سوری معاصر سلطان محمود غزنوی کا تہا وہ بغاوت کے سبب سے سلطان کے ہاتہ مین زندہ اسیر ہوا اور
حکومت غور کی اُسکے بیٹے ابوعلی کو تفویض ہوئی اُس نے بہی اپنے باپ کا طریقہ سرکشی کا اختیار کیا تو بوعلی
کے بہتیجے بوعباس کو غور کی سلطنت سپرد ہوئی سات برس تک اُسنے ظلم اور ستم کیا بڑا قحط پڑا آخرکار وہ
بہی سلطان ابراہیم کے عہد مین قید ہوا محمد بن عباس اُسکا جانشین ہوا اور سلطان غزنی کی اطاعت کرتا تہا
غرض ان سلاطین غوریہ کا خاتمہ قطب الدین حسن بن محمد بن عباس پر ہوگیا اُسکی آنکہہ مین تیر لڑائی مین لگا
اور اس صدمہ سے مرگیا۔ اسکا بیٹا سام سلاطین غزنویہ کے تسلط کے سبب سے ہند مین بہاگ آیا اور نتیجہ مین

نوکر ہوا مگر پہر مسلمان ہوگیا اور یہان تجارت کرنے لگا آخر کو وطن کی محبت نے جوش کیا۔ اہل وعیال سمیت غور کی جانب دریا کی راہ سے روانہ ہوا۔ باد مخالف سے کشتی غرق ہوئی اور سب اہل کشتی غریق لجہ فنا ہوئے مگر اعزالدین حسین بن سام بچگیا ایک کشتی کا تختہ اُسکو ہاتہہ لگ گیا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہی بہت ہوتا ہے ایک شیر بہی اس تختہ پر اُسکے ساتھ بیٹھ گیا سے خوش ست آوارگی اور اگہ ہمراہے چنین باشد ہو کا تین رات دن تک مصیبتین اٹھا کر کنارہ پر پہونچا شیر تختہ سے کودا اعزالدین اس بلا سے چھوٹا ایک شہر نظر آیا اسمین پہونچا مسافرون کی طرح رات کو ایک دُکان پر سوگیا۔ کوتوال شہر نے اُسکو چور جان کر پکڑلیا۔ قید خانہ مین بہیجدیا وہان اتفاقاً بادشاہ بیمار ہوا اُس کے صدقہ مین جو قیدی چھوٹے اُنمین یہ بہی صدقہ اترا۔ اثنائے راہ مین قزاقون سے ملا انہون نے اُسکو خوبصورت اور قوی جوان دیکھکر زبردستی اپنا سردار بنایا گھوڑا اور لباس دیا بنصیبونکی کم بختی سے سلطان ابراہیم غزنوی کے آدمیون نے اس گروہ کو گرفتار کیا سلطان نے سبکی گردن مارنیکا حکم دیا جسوقت جلاد نے حسین کی آنکھون پر پٹی باندھی اُس نے فریاد اور واویلا مچائی اور کہا کہ اے خدا تیرے ہان غلطی نہین ہوتی مین بے خطا قتل ہوتا ہون تیرے ہان ظلم نہین پہر مین کیون بیگناہ مارا جاتا ہون۔ جلاد نے کہا کہ ساری عمر رہزنی کرتا رہا۔ ابتک اپنے تئین بیگناہ کہتا ہے حسین نے اپنی ساری سرگذشت سنائی اُسپر جلاد کو رحم آیا۔ ایک سردار کی معرفت یہ ماجرا سلطان کے کان تک پہونچوایا۔ بادشاہ کو بہی رحم آیا اُسکو بلوایا۔ بشرہ سے آثار نجابت ظاہر تہے۔ انہون نے اُسکے قول کی صداقت کی۔ بادشاہ نے اُسپر عاطفت شاہانہ فرما کر مقربین مین داخل کیا۔ پہر امیر صاحب کا عہدہ عطا کیا اور اپنی لڑکی کی شادی اُسکے ساتہ کردی اسطرح روز بروز جاہ و اعزاز اُسکا بڑہتا گیا۔ اور جب سلطان مسعود بن سلطان ابراہیم تخت پر بیٹہا تو غور کا حاکم حسین مقرر ہوا۔ انگریزی مورخ اس ساری داستان کا یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ غور کی حکومت کسی جوہر دار آدمی نے سلاطین غزنویہ کی بدولت حاصل کی اور یہ آدمی یا تو اصل حقیقت مین غوری تہا یا کسی غوری سردار کی دامادی کے رشتہ سے غور یونمین داخل ہوا اور پہر اپنے حسب و نسب کے عیب چہپانے کیواسطے یہ ایک داستان گہڑلی۔ جب غزنی مین سلطان مسعود بن ابراہیم بادشاہ ہوا تو حسین کو حکومت غور عنایت کی اور درجہ اُسکا بلند کیا جب حسین مرگیا تو بہرام شاہ غزنوی اور حسین کی اولاد مین چند دفعہ جنگ ہوئی بہرام شاہ اور علاءالدین جہان سوز سے کہ اُسکی اولاد مین تہا ایک جنگ عظیم ہوئی خاندان غزنویہ کے بیان مین اس لڑائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ کیا کیا ہوا۔

سلطنت سلطان علاء الدین جہانسوز

علاء الدین جہانسوز کے حالات جو غزنی سے متعلق ہین وہ ہم سلطان بہرام شاہ غزنوی کے ذکر مین بیان کر چکے ہین اب وہ غزنی کے سب کامون سے فارغ ہو کر اور اپنا انتقام لیکر فیروزہ کوہ مین آیا اور سلطان کا لقب اختیار کیا۔ عیش و نشاط مین مشغول ہوا مگر یہ عیش اُسکو بہت دنون نصیب نہوا سلطان کو جو خراج ہمیشہ بھیجا کرتا تھا وہ نہ بھیجا بلکہ ہرات اور بلخ کو دبا لیا۔ اسپر سلطان سنجر سے ایک معرکہ ہوا سنجر غالب ہوا علاء الدین اسیر ہوا۔ سنجر نے کہا کہ اس کے پانون مین بھاری بیڑیان ڈالی جائین تو اُس نے سلطان سے کہا کہ مجھے یہ توقع ہے کہ میرے ساتھ وہ سلوک کرے جو مین نے اُسکے لئے سوچا تھا سلطان سنجر نے پوچھا کہ تو نے کیا سوچا تھا جواب دیا کہ مینے آپکی عزت کے سبب چاندی کی زنجیرین بنوائی تھین کہ اگر آپ میری قید مین آئے ہوتے تو وہ بیڑیان آپ کو پہناتا سلطان نے حکم دیا کہ وہی بیڑیان پیدا کر کے اسکے پانون مین ڈالدی جائین۔ علاء الدین کی ذکاوت مشہور تھی طبع لطیف تھی اور شعر خوب کہتا تھا اس لئے سلطان سنجر نے اُسکو رہا کر کے اپنا ندیم اور مجلس خاص کا جلیس بنایا ایکدن سلطان کے روبرو ایک طبق موتیون کا بھرا ہوا آیا وہ اُسنے علاء الدین کو دیدیا۔ اسپر اُس نے یہ رباعی فی البدیہہ کہی رباعی

بگرفت و نکشت شہ مرا در صف کین | با آنکہ بدکشتنی از روے کین
وانکہ بہ طبق می دہدم در ثمین | بخشایش و بخششم چنان کرد چنین

ایک دن سلطان سنجر موزہ اُتار کر اپنے پانون کو پھیلا کر پاک کرتا تھا کہ علاء الدین کی نظر اُس پر جا پڑی سلطان سے اجازت لیکر بوسہ دیا اور یہ رباعی اُسیوقت کہی رباعی

اے خاک سُم مرکب تو افسر من | وے حلقۂ بندگیٔ تو زیور من
تا خاک کف پائے ترا بوسہ زدم | اقبال ہمے بوسہ زند بر سر من

بعد ازان سلطان سنجر نے علاء الدین جہانسوز کو غور مین سلطنت دیدی اور وہان جا کر سلطنت کے کامون مین مشغول ہوا جب سلطان علاء الدین سنجر کی قید مین تھا تو غور مین دنگہ اور فساد برپا تھا اس لئے اعیان غور نے ملک ناصر الدین محمد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ مگر وہ رات دن عورتون سے شغل رکھتا تھا اور سلطنت کا کام کچھ نہین کرتا تھا۔ جب سلطان علاء الدین قید سے رہا ہو کر اور غور کا بادشاہ بنکر آیا تو ناصر الدین کو عورتون نے بستر مین دبا کر اُسکا دم نکال لیا۔ سلطان علاء الدین پھر تخت پر بیٹھا اور فتوحات کے درپے ہوا بلاد بامیان اور طخارستان کا انتظام کیا اور بلاد داور۔ قوم لبست کو تسخیر کیا

سلطنت سلطان سیف الدین محمد بن سلطان علاء الدین حسین

خراسان مین قلعہ تولک غرجستان کو فتح کیا اور بعض اور قلعے فتح کئے اس کے آخر عمر مین ملاحدۂ الموت کے
ایلچی بہت آئے اور وہ اُنپر بہت مہربانی کرتا تہا اس لئے بدنام ہوتا تہا تہوڑے دنون بعد چار برس
کچھ دنون سلطنت کرکے ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء مین رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔
جب سلطان علاء الدین جہانسوز اس جہان سے رخصت ہوا تو سب ملوک و اکابر نے متفق ہوکر اُسکے
بیٹے سلطان سیف الدین محمد کو فیروزہ کوہ مین تخت سلطنت پر بٹہایا۔ سلطان علاء الدین جب غزنی کو
تباہ کرکے غور مین آیا تہا تو اس نے اپنے بہتیجون غیاث الدین محمد اور معز الدین محمد کو سنجہ مین حاکم مقرر کیا
تہا۔ ان دونون بہائیون کے مزاج مین سخاوت و شجاعت بہت تہی۔ اسلئے وہ مرجع خلائق بنگئے۔ علاء الدین
کو اس سبب سے بہتیجون کیطرف سے وہم پیدا ہوا۔ انکو جرجان کے قلعہ مین قید کردیا۔ اصل سبب شکایہ تہا کہ بہتیجون
کی لیاقت کے سبب اسکو یہ اندیشہ پیدا ہوا تہا کہ اسکا بیٹا سیف الدین کہین سلطنت سے محروم ہوجائے۔ مگر جب
یہ بیٹا بادشاہ ہوا تو وہ ایسا نیک دل تہا کہ اُسنے اپنے چچیرے بہائیون کو جرجان کے قلعہ سے رہائی دی یہ اس
بادشاہ کا بڑا نیک کام عدل کا تہا ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ ملاحدہ الموت کی حال پر اُسکے باپ کو نظر التفات تہی
مگر یہ بادشاہ سُنّی شریعت پرور تہا ملک غور سے ان ملاحدہ کا استیصال کلی کردیا۔ اس کے عہد مین رعیت بڑے
چین سے رہتی تہی۔ مگر اس نیک سیرت بادشاہ کی سلطنت دوران گل کیطرح بقا نرکہتی تہی بہت جلد اسکا رشتۂ حیات
اسطرح منقطع ہوگیا کہ ایکدن وہ اپنے سرا پردہ مین چاندماری پر تیر لگا رہا تہا اور امراء غور بہی اُس کے ساتھ شریک
تہے انمین سپہ سالار درمیش بن شیش بہی اور اُسکا بہائی ابو العباس بہی تہا۔ اس زمانہ مین امراء غور مین یہ
رسم تہی کہ جس کسی کو خلعت دیتے تو اس مین جواہرات سے مرصع زرین دستانے بہی دیتے تہے۔ اس سپہ سالار درمیش
کے ہاتہ مین وہ دستانے مرصع جو ملک ناصر الدین حسین نے خلعت مین دیئے تہے وہ سلطان سیف الدین کی
بیوی کے ہاتھ کے تہے انکو دیکہکر سلطان کو غیرت آئی حمیت سلطنت سے سینہ مین ایک شعلہ غضب اُٹہا اُس نے
کہا کہ درمیش چاندماری مین سے تیر نکال لا حسب الحکم درمیش نے آماج کیطرف مُنہ کیا تو پشت اُسکی سلطان
کیطرف ہوئی۔ سلطان نے کمان تانکر ایک تیر ایسا اُسکو مارا کہ وہ اُسکے جگر کے پار ہوگیا اور بغیر مرگ ناگہانی بنگیا
دولت سنجری کا دَور آخر ہوچکا تہا امراء غزان کا غلبہ تہا۔ اطراف غور مین بہی انکی تاخت و تاراج کا
بازار گرم تہا۔ سلطان سیف الدین باپ کے ملک کا انتظام کرکے اس فساد کے مٹانے کیطرف متوجہ ہوا۔
وہ غرجستان اور ولایت ماوین کیطرف آیا اور بیرو و بادہ مرو کی طرف گیا اور شہر ورق سے گذر کر غز سے لڑا

سپہ سالار ابو العباس اپنے سینہ مین کینہ اپنے بھائی کے قتل کا لئے ہوئے موقع کی تلاش مین تھا۔ لڑائی
مین وہ سلطان کے پس پشت آیا اور سلطان کے پہلو مین ایسا نیزہ مارا کہ وہ زین سے زمین پر گرا اور
ابو العباس نے چلا کر یہ کہا کہ مردانرا برروے آنچ نکشند چنانچہ برادر مرا کشتی چنین جائی کشند۔ جب سلطان گرا
تو لشکر کا بھی منہ لڑائی سے پھرا اور سلطان کی بھی خبر نہ لی کہ کہان پڑا ہی۔ ایک غزا اُسکے سر پر آگیا ہنوز وہ زندہ
تھا وہ بادشاہ کے جامہ و کمر کی تلاشی لینی چاہتا تھا مگر کمر اُسکی جلد نہ کھلی تو اُسنے بند کمر پر چھری لگائی اور
چھری کی نوک سلطان کے پیٹ مین گھوپ گئی اور اس زخم سے وہ شہید ہوا۔ وہ صرف ایک برس بادشاہ رہا۔
سلطان غیاث الدین اور سلطان معز الدین دونون سگے بھائی تھے غیاث الدین تین برس کچھہ دنون
اپنے بھائی سے بڑا تھا جب یہ دونون بھائی سلطان سیف الدین سے نہ رہا کئے۔ غیاث الدین فیروزہ کوہ
مین سلطان سیف الدین کی خدمت مین رہنے لگا اور معز الدین اپنے چچا ملک فخر الدین مسعود پاس بامیان
مین چلا گیا۔ غیاث الدین غز کی لڑائی مین سلطان سیف الدین کے ساتھہ تھا کہ وہ مارا گیا اور لشکر شکست
پا کر بھاگا۔ ابو العباس جسنے سیف الدین کے نیزہ مارا تھا وہ غیاث الدین پاس آیا اور سب اکابر اور
امرا و شرفا نے لشکر کو جمع کیا اور غیاث الدین کو تخت پر بٹھایا اور سبنے اُسکی بیعت کرائی پہلے غیاث الدین
کا نام شمس الدین تھا اور اُسکے بھائی کا نام شہاب الدین تھا جو خراسان فتح کرنے کے بعد معز الدین ہوا مگر
تاریخون مین شہاب الدین ہی نام مشہور ہوا جب شہاب الدین نے بھائی کے بادشاہ ہونیکی خبر سنی تو وہ
چچا سے اجازت لیکر بامیان سے بھائی پاس شہر کوہ مین آگیا چونکہ سپہ سالار ابو العباس نے سلطان غیاث الدین
کو بادشاہ بنایا تھا اس لئے وہ کمال عزت و عظمت کیساتھہ زندگی بسر کرتا تھا اور سلطان کو جو سلطنت مین تھا وہ
اختیار نہ دیتا تھا اور عزیزونکے دلمین اُسکی شوکت و مہابت بہ نسبت سلطان غیاث الدین کے زیادہ تھی۔
سب متمرد اسی کیطرف رجوع کرتے تھے۔ ان دونون بھائیون کو جب یہ یاد آتا تھا کہ ملک سیف الدین کو
زیچ زمین پر اسنے گرایا ہی تو دلمین انتقام کا جوش اُٹھتا تھا اس سببسے آخر کو اُن دونون بھائیون نے
مشورت کرکے ایک خاص اپنے ترک کو حکم دیا کہ جب ابو العباس دربار مین آئے اور شہاب الدین اپنے ہاتھہ
کو اُٹھا کر اپنے سر پر لگائے تو وہ ابو العباس کا سر اوڑا لئے چنانچہ یہی ہوا کہ ابو العباس کا سر طرح تن سے
جدا ہوا ابو العباس نے اس حال مین بھی میان سے تلوار کھینچی مگر آدھی کھچی رہی پوری کھینچنے کی طاقت
نہ تھی اب ابو العباس کے قتل کے بعد ملک فخر الدین مسعود کو بھتیجون کی سلطنت کی طمع دامنگیر ہوئی

اور تاج الدین یلدوز حاکم ہرات اور علاء الدین قماج والی بلخ سے استمداد کی اور وہ اُنکی معاونت کیے لئے اپنے ملک سے چلے کہ سلطان غیاث الدین نے ان دونون کے روکنے کے لئے اُن کی راہ مین لشکر بہیجا لشکر نے اُن دونون سرکشون کو مار ڈالا اور مظفر و منصور واپس آئے یلدوز کا سر اور قماج کا علم ملک فخرالدین پاس بہیجا گیا انہین دیکہکر اپنی یورش سے پشیمان ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا کہ اس اثنا مین افواج غور نے چارون طرف سے اُنکو گہیر لیا اس سپاہ کے پیچہے سلطان غیاث الدین اور سلطان شہاب الدین بہی آئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ اُنکا چچا ملک فخرالدین اسطرح گہرا ہوا ہی تو وہ گہوڑون پر سے اترے اور اپنے چچا کی خدمتمین حاضر ہوئے اور اپنے لشکرگاہ مین لیگئے اور تخت پر اُسکو بٹہایا اور دونو بہائی کمر بستہ اور دست بستہ کہڑے ہوئے ملک فخرالدین نہایت شرمسار اور سراسیمہ ہوکر تخت سے اُٹہا اور بہتیجون سے کہا کہ تم مجہسے تمسخر اور استہزا کرتے ہو مگر ان نیک بہتیجون نے ایسی معذرت کی کہ جس سے یہ شبہہ اُسکا رفع ہوگیا اور وہ بامیان کیطرف چلا تو اُس کے ساتہ ایک منزل پہ پہنچے گئے اور پہر پہر آئے جب ملک غور مین سلطان غیاث الدین کا تسلط ہوگیا تو اُس نے زمین داور اور گرمسیر پر لشکر کشی کی اور اس دیار کو تسخیر کیا۔ پہر بادغیش پر متوجہ ہوا اُسکو بہی اُس نے زیر کیا غرجستان کے حکام سے ملا اس سرزمین مین بہی اُسکی حکومت قایم ہوئی۔

۵۶۷ھ ۱۱۷۳ء غزنی کو جو ترکون کے ہاتہ مین بارہ برس سے تہا فتح کرلیا۔ اور اپنے چہوٹے بہائی شہاب الدین کو یہانکی حکومت دی اور سلطان محمود کے تخت پر بٹہایا اور خود فیروزہ کوہ مین آیا دو سال بعد غور و غزنی کے لشکرون کو جمع کرکے دارالسلطنت ہرات پر لیگیا۔ یہان ان دنون بہاءالدین طغرل حاکم تہا اور وہ سنجر کے غلامونمین تہا وہ شہر کو چہوڑکر چلا گیا اور خوارزم شاہ سے جا ملا سلطان نے ہرات لیلیا۔ پہر دو سال بعد اُس نے پوشنج کو فتح کیا جب ملوک سیستان نے دیکہا کہ سلطان تسلط اکثر بلاد خراسان پر ہوگیا تو انہون نے بہی ایلچیون کی معرفت اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ سلطان کا غیاث الدین کی روز بروز ترقی ہوتی جاتی تہی ۵۸۶ھ مین شاد یاخ پر لشکرکشی کی۔ علی شاہ ابن تکش خان نے دروازہ بند کئے اور خود خوارزم شاہی شاہزادونکو لیکر ایک برج مین چلا گیا عجب اتفاق سلطان کا گذر اس برج کے پاس ہوا اُس نے حکم دیا کہ منجنیق سے برج مین رخنہ کیا جائے یہ اتفاق کی بات ہی کہ برج مین خود ہی رخنہ ہوگیا جس سے شہر مسخر ہوگیا وہان سے سلطان نے مراجعت کرکے ایک سال بعد مرو کو لیلیا غرض کل خراسان مین اُسکا فرمان نافذ ہوا کہ وہ فرمان شاہی آیا کہ جس کی نافرمانی ممکن نہین جس سے اُسکو ملک عقبیٰ مین جانا پڑا ہرات کی جامع مسجد مین اُسکا مدفن بنا اس لئے

حالات سلطان غیاث الدین غوری

اُسنے یہ مسجد بنائی تہی وہ ساٹھ سال جیا اور ۴۴ سال سلطنت کی سلطان سے پہلے غوریونکا مذہب کرامیان تہا اور سلطان غیاث الدین نے شافعی مذہب اختیار کیا اور ہرات کی جامع مسجد مین شافعی مذہب کے امام مقرر کئے اس مسجد کی شان و رفعت کی تعریف اس زمانہ مین بعد اور زمانہ آیندہ مین بہی چلی گئی

سلطان غیاث الدین کو آغاز جوانی مین عیش و عشرت کیطرف رغبت تہی اور شکار کا از حد شوق تہا ایک وسعت عظیم مین صحرا اُس نے اور ونکو شکار کہیلنے کے لئے منع کر رکہا تہا زمین داور مین ایک باغ بنایا تہا اُسکا نام باغ ارم رکہا تہا واقعی وہ باغ بہشت ہی تہا۔ ہر سال مین شکار کا جلسہ ہوتا تہا۔ سیکڑون شکاری جانور وہان آتے اور رام شکار کہیلتے رقص و سرود می ورود کے جلسے ہوتے ایک دن سلطان شکار کو اُٹہا تو فخر الدین مبارک شاہ نے یہ رباعی پڑہی جسکو سنکر سلطان پہر عیش مین مصروف ہوا۔ رباعی.

اندر مے و معشوق و نگار آویزی ۔۔۔ بہ زان باشد کہ از شکار آویزی

آہوئے بہشتی جو بدام تو در است ۔۔۔ اندر بز کوہی چہ کار آویزی

سلطان غیاث الدین نے جب شراب سے توبہ کی کہ سلطان خوارزم کا لشکر دہانہ شیر سرخس مین آیا اُسنے اپنا ایک ایلچی سلطان پاس بہیجا جس کے لئے ایک مجلس عشرت مہیا ہوئی۔ ایلچی کو بہت شراب پلائی کہ جس سے حال سلطان شاہ کا معلوم ہو۔ یہ ایلچی جب مست ہوا تو مطرب سے کہا کہ یہ رباعی گائے۔

آن شیر کہ بالش او دہانہ است مقیم ۔۔۔ شیران جہان از وہر اسند عظیم

اے شیر تو از دہانہ دندان بنمائے ۔۔۔ کین با ہمہ در دہان شیر اند نہ بیم

یہ سنکر سلطان غیاث الدین کا رنگ متغیر ہوا تہا کہ اس رباعی کے جواب مین خواجہ صفی الدین محمود نے یہ رباعی

آن روز کہ ما رایت کین افرازیم ۔۔۔ وز دشمن مملکت جہان پردازیم

شیر سے ز دہانہ گر نماید دندان ۔۔۔ دندانش بگرز در دہان اندازیم

سلطان یہ رباعی سنکر خوش ہوا اور شاعر کو خلعت و انعام دیا۔

ہندوستان کا حال

سلطان غیاث الدین کے مرنیکے بعد اُسکا بہائی سلطان شہاب الدین محمد غوری بادشاہ ہوا ان دونو سگے بہائیون مین ساری عمر بڑا اخلاص و پیار رہا۔ ایک شہریار تہا دوسرا سپہ سالار مگر امور سلطنت کے بہائیون دونوکا اختیار برابر تہا۔ پہلے اس سے کہ ہم سلطان غیاث الدین کے جانشین سلطان معز الدین عرف سلطان محمد غوری کا حال لکہین ہندوستان کا حال لکہتے ہین کہ ان دنون مین دہلی اور قنوج ہند و راجاؤن کے قبضہ

کے مرکز تھے۔ یہان کے ہر ایک راجہ کو شمالی ہند مین اپنی فوقیت کا دعوی تھا۔ دہلی اور اجمیر مین پرتھی راج
جو رائے پتھورا مشہور تھا راج کرتا تھا وہ بڑا بہادر و جوانمرد راجہ تھا۔ اسپر یہ نام زیب دیتا تھا۔ قنوج مین راٹھور
راجہ جے چند راج کرتا تھا جسکی راجدھانی اب بھی آٹھ مربع میل مین ٹوٹی پھوٹی اینٹون اور کنکر پتھرون
و روڑون سے بھری پڑی ہے اُس نے گھوڑے کی قربانی یعنی راجسو جگ کیا جس سے معلوم ہوا کہ
اُسکی برابر کوئی راجہ ہندوستان مین نہین ہے۔

اس راجسو جگ مین خدمتگاری کے تمام کام ان راجاؤنکو کرنے پڑتے ہین جو بڑے راجہ کے زیر فرمان ہوتے
ہین۔ انہین راجہ دہلی کو دربانی کی خدمت کے لئے بلایا گیا۔ اس جگ کے اندر قنوج کے راجہ کی لڑکی کا سوئمبر
بھی تھا یعنے وہ مجلس جسمین لڑکی اپنے شوہر کو پسند کرتی ہی۔ دہلی کا راجہ گو اس لڑکی پر فریفتہ تھا۔ مگر اسکے لئے
اس دربانی کی ذلت کو گوارا نہ کرتا تھا وہ اس رسم مین قنوج مین آکر شریک نہوا تو راجہ قنوج نے اُسکی
بے ڈھنگی سی مورت بنا کے دروازہ پر کھڑی کردی۔ جب راجہ کے دربار مین لڑکی آئی تو راجاؤن کے حلقے کی
طرف تہ نگین آنکھون سے دیکھتی ہوئی اور مغرورانہ رفتار سے چلتی ہوئی دروازہ پر گئی اور وہان جو یہ بیڈھنگی
مورت رکھی ہوئی تھی اُس کے گلے مین ہار ڈالدیا۔ راجہ دہلی یہ سنکر اسپ بادرفتار پر دوڑا آیا اور رانی کو اپنے گھوڑے
پر سوار کرکے اپنی دار السلطنت کو لیگیا قنوج کا راجہ سپاہ لیکر اُسکے پیچھے دوڑا اور افغانون کو بلایا کہ دہلی مین دوسری
طرف سے حملہ کرین اسطرح دونون سلطنتین ہندوؤنکی غارت ہوگئین۔ یہ ہندوؤنکا افغانون کا بلانا مسلمانون کی
کسی معتبر تاریخ مین نہین لکھا مگر انگریزی تاریخونمین معلوم نہین کس استناد و استشہاد پر یہ لکھا جاتا ہے۔

سلطان شہاب الدین کے عہد دولت مین رجپوتون کی چار بڑی سلطنتین تھین۔ دہلی مین راجپوتون کی
قوم توار یا تومر راج کرتی تھی۔ دوسری اجمیر مین رجپوتون کی قوم چوہان اور تیسری قنوج مین رجپوتون کی
قوم راٹھور۔ اور چوتھی گجرات مین رجپوتونکی قوم بگھیلے۔ دہلی مین قوم توار کا راجہ اننگ پال تھا اس کے
کوئی بیٹا نہ تھا صرف بیٹیان ہی تھین جنمین سے ایک کی اولاد راجہ قنوج تھا۔ اور دوسری کی اولاد
پرتھی راج تھا جس کو اننگ پال نے متبنےٰ کرلیا تھا اس سبب پرتھی راج دونون سلطنتون دلی اور اجمیر کا راجہ
ہوگیا۔ اجمیر کی سلطنت اُسکو اپنے باپ سومیشور سے ہاتھ آئی اور دلی کی سلطنت نانا سے میراث مین
پائی۔ یہ میراث جے چند راجہ کو نہ بھائی۔ یہی دونون راج مغربی و شمالی حملون کی ٹکرونکا جواب دیتے تھے
مگر انمین ایسی پھوٹ پڑگئی کہ پرتھی راج کے ساتھیونمین ۱۰۸ راجاؤن مین سے ۶۴ راجہ رہ گئے مگر یہ بچے

کہ اگر یہ پہوٹ نہ پڑتی تو بہی رجپوت مسلمانون کے حملون کی تاب نہ لاسکتے۔

سلطان شہاب الدین مدت سی ہندوستان پر فریفتہ تہا یہی بادشاہ وہ ہی جس نے اہل اسلام کی سلطنت کی بنیاد اس استحکام کے ساتھ قایم کی کہ انگریزونکی عملداری تک وہ چہہ برس تک چلی دو برس تک سلطان محمد غوری غزنی کے بندوبست مین مصروف رہا۔ پہر ۵۷۱ھ مین ملتان کو فتح کیا۔ قرامطہ نے اس ملک مین بڑا فساد کر رکہا تہا اُس سب کو مٹایا۔ پہر ۵۷۲ھ مین اُس نے اوچہ کو فتح کیا یہ مقام وہان ہی جہان پنجاب کے دریا اٹک مین ملتے ہین اوچہ کا راجہ ایک قلعہ مین متحصن تہا جب یہ قلعہ یون فتح ہنوا تو سلطان نے راجہ کی رانی پاس آدمی کے ہاتہہ پیغام بہیجکر اس وعدہ پر اُسکو فریفتہ کیا کہ اگر تیری سعی سے یہ قلعہ فتح ہوجائے تو مین تجہہ سے نکاح کرکے ملکہ جہان بنادونگا۔ اس رانی کے دلمین سلطان کی شوکت وحشمت کا خوف بیٹہا ہوا تہا اُس نے سلطان سی کہلا بہجوایا کہ مین تو نکاح کے لائق نہین رہی مگر میری لڑکی نہایت حسین ہے اگر اُس سے نکاح کرے اور بعد فتح کے میرے مال اور اسباب پر طمع نکرے تو مین راجہ کو دفع کردیتی ہون سلطان نے یہ شرائط قبول کرلین اس رانی نے چند روز مین راجہ کو ہلاک کیا سلطان نے وعدہ وفا کیا کہ اُس کی بیٹی سے نکاح کیا اور مسلمان کرکے دونون مان بیٹیونکو غزنی بہیجدیا کہ نماز روزہ سے واقف ہون اور قرآن پڑہین۔ سلطان مان سے متنفر رہا بیٹی بہی سلطان سے متمتع ہنوئی۔ دونون دو برس کے اندر رنج وغم مین ہلاک ہوئین۔ سلطان نے اوچ اور ملتان دونون علی کرماج کے حوالے کئے اور خود غزنی آیا۔ دو برس بعد ۵۷۴ھ مین اوچہ اور ملتان مین سلطان آیا اور ملتان کی راہ سے گجرات پر حملہ کیا مگر یہان کے راجہ بہیم دیو نے مقابلہ کیا اور مسلمانون کو شکست دی اور ہزارونکو قتل کیا۔ غزنی کی مراجعت مین وہی تکالیف محمد غوری کو پیش آئین جو محمود غزنوی کو آئین۔ پہر سلطان ۵۷۵ھ مین پشاور مین گیا اس شہر کا نام کتب قدیمہ مین پکرام اور فرسور اور پرشور لکہا ہے۔ اس ملک کو تسخیر کیا دوسرے سال ۵۷۶ھ مین لاہور مین آیا۔ یہان خسرو ملک سلطنت مین دلی کے راجہ اور افغانون کی مخالفت سی استقلال نہتا وہ سلطان سے میدان مین مقابلہ نہ کرسکا۔ ایک قلعہ مین متحصن ہوا سلطان نے نواح لاہور کو تاراج کیا خسرو ملک نے بعد رسل ورسائل کے اپنے چہوٹے بیٹے ملک شاہ کو اول مین دیا اور ایک ہاتہی جس سے بہتر کوئی اور ہاتہی پاس نہتا وہ نذر مین دیا۔ سلطان محمد غوری نے بہی الصلح خیر پر عمل کرکے مراجعت کی دوسرے دیول مین کہ ولایت سندہ مین ہی کیا اور مغربی کنارہ ملک پر تصرف کیا اور بہت مال غنیمت مین لیا ۵۸۰ھ مین پہر لاہور مین آیا اور اس

سلطان شہاب الدین کی فتوحات

نواح کو غارت کیا اور آب راوی اور چناب کے درمیان قلعہ سیال کوٹ بنایا حسین خرمیل کو یہان قلعہ دار مقرر کیا ملک خسرو نے فرصت پاکر گھکرون کی قوم سے اتفاق کیا اور اس قلعہ کا محاصرہ شروع کیا مگر فتح نہ ہوا اس بات پر محمد غوری شگفتہ ہوا۔ ایک لشکر جرار کے ساتھ لاہور پر دوبارہ چڑھا خسرو ملک پھر قلعہ مین متحصن ہوا سلطان شہاب الدین اسکو زور سے فتح کرسکا تو یہ داؤن کھیلا کہ خبر اڑادی کہ ایک ضرورت کے سبب مغرب کیطرف سلطانی فوج جاتی ہے۔ اور ظاہر مین خراسان جانے کی تیاریان کین۔ اور ملک خسرو سے آشتی چاہی اور اُسکے بیٹے کو جو اول مین تھا چھوڑدیا جب سلطان خسرو نے یہ باتین دیکھین تو وہ تھوڑی سواری اپنے بیٹے سے ملنے کو روانہ ہوا۔ یہان سلطان محمد غوری نے یہ کام کیا کہ عمدہ عمدہ سوار اپنی فوج کے لیکر ایسی راہ چلا کہ وہان آمد و رفت آدمیون کی نہ تھی اور آناً فاناً مین دار الخلافہ اور سلطان خسرو کی راہ کے درمیان آپڑا اور خسرو ملک کو گرفتار کرلیا۔

۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء مین لاہور پر قابض ہوا اور علی کرماج حاکم ملتان کو بلاکر یہان کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود غزنی خسرو ملک کو لیکر چلا گیا۔ دوسرے برس خسرو اور اُسکے سب خاندان کو سلطان غیاث الدین پاس بھجوادیا اس سلطان نے انکو قلعہ جرجستان مین محبوس کیا۔ اور حادثہ خوارزم شاہ مین اُن سبکو قتل کیا۔ اسطرح خاندان امیر سبکتگین کا ختم ہوا۔ دستور کے موافق اس خاندان کا ستارہ اقبال بھی دوسو سال مین اپنا دورہ پورا کرکے ایسا غروب ہوا کہ پھر طلوع نہوا۔ اوپر کے واقعہ کا بیان ملک خسرو کی سلطنت مین بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔

جب خاندان غزنی کا چراغ گل ہوگیا تو پھر اہل اسلام مین شہاب الدین کا کوئی مخالف باقی نرہا اور جب شہاب الدین سلجوقیون اور تاتاری قومون اور اور جنگجو قومون سے لڑنے بھڑنے کا مشتاق ہوا تو اسکے سامنے ان ہندوؤنکی ظاہراً کچھ اصل نتھی۔ یہ بیچارے طبیعت کے نرم اور لڑائی جھگڑون سے کوسون بھاگنے والے چھوٹی چھوٹی ریاستون بکھرے پڑے ہوئے اسکی ٹکر کیا سنبھالتے۔ مگر باوصف اسکے کوئی ریاست ہندوؤن کی بغیر سخت لڑائی کے فتح نہوئی اسکا باعث یہ تھا کہ ہندوؤنمین ایک قدیمی قوم راجپوتون کی ایسی تھی کہ سپاہی ماں کے پیٹ سے ہوتی تھی اور ہر گروہ اُنکا ایک موروثی سردار رکھتا تھا ان سردارون کو جو راجہ سے تعلق تھا وہ سپاہی راجپوتون کو اپنے سردارون سے علاقہ ہوتا تھا غرض یہ باہمی تعلقات ایسے ہوتے تھے کہ باہم وفاداری اور اتفاق انکو لازم تھا جاگیر دینے کا انتظام نہایت عمدہ تھا غرض

ان باتوں سے راجپوتوں میں عالی نسبی اور بلند ہمتی اور دلاوری اور مردانگی کے خیالات بڑے زور شور سے پیدا ہوگئے تھے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ راجپوتوں سے زیادہ اپنی ننگ ناموس کی حفاظت میں جان دینے کو بے حقیقت جانے۔ بہاٹ انکی ترنگوں کو اپنے کڑکوں سے اور بہ تنگ دیتے تھے غرض اگر یہ سپاہ پیشہ فرقے ہندوستان میں نہ ہوتا تو شہاب الدین بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے ہندوستان کو لے لیتا۔ راجپوتوں کے مختلف فرقوں میں تقسیم ہونیکا ایک اثر یہ بھی تھا کہ جب غنیم کے زور اور دباؤ سے وہ اپنی مقام اور مکان کو چھوڑتے تو جہاں بستے وہاں غول کے غول بستے اور نئی اراضیات کو اسی نسبت سے تقسیم کرتے جس طرح انمین پہلے زمین منقسم ہوئی تھی غرض اس تغیر مکانی سے انکے باہمی تعلقات میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوتا۔

۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء میں ہندوستان پر سلطان شہاب الدین نے عزیمت کی قلعہ بھٹنڈہ کو کہ اس زمانہ میں جنگلان عظیم الشان کا پایہ تخت تھا۔ راجہ اجمیر کے آدمیوں سے چھین لیا۔ اور وہاں ملک ضیاء الدین تولکی کو حاکم مقرر کرکے اور بارہ سو منتخب وچیدہ سوار دیکر مراجعت کا ارادہ کیا کہ اتنے میں خبر پہونچی کہ بھٹنڈہ کے چھڑانے کے لئے راجہ پتھورا اور گوبند رائے جو دہلی میں اسکی طرف سے نائب تھا ایک لشکر لیکر طوفان کیطرح چلا آتا ہے اور اسکے ساتھ بہت سے راجہ اور دو لاکھ سوار اور تین ہزار ہاتھی ہیں سلطان شہاب الدین نے مراجعت کے ارادہ کو فسخ کیا اور لشکر راجہ سے لڑنے گیا دونوں لشکروں کا آمنا سامنا تلاوری کے میدان میں ہوا۔ یہ میدان تھانیسر اور کرنال کے درمیان دہلی سے چالیس کروہ پر واقع ہے اور اس میں بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں مسلمانوں نے اسطرح لڑائی شروع کی کہ انہوں نے اپنے سواروں کے غول بنائے اور دہاوے پر دہاوے کئے اور سوار تیروں کا مینہہ برساتے ہوئے آگے بڑھتے یا پیچھے ہٹتے غرض جیسا موقع ہوتا ویسا کرتے۔ مسلمان جب ہندوں کے قلب لشکر میں مصروف تھے اسوقت ہندوؤں نے مسلمانوں کا میمنہ میسرہ توڑ دیا۔ شہاب الدین اسوقت خود صف قلب میں تھا جب اسکو یہ خبر پہونچی کہ دائیں بائیں فوج کے پیر اکھڑ گئے تو وہ بیچ میں جا رہا۔ پھر ہندوؤں نے چاروں طرف سے اسے گھیر کر نرغہ میں کر لیا۔ ایسے وقت میں بھی وہ بہادری سے لڑتا رہا۔ اور قدم بڑھا بڑھا کر تلوار کے ہاتھ چلاتا رہا۔ گوبند رائے سپہ سالار ہنود کی آنکھ شہاب الدین پر جا پڑی وہ ہاتھی پیل کر اوسکی طرف لایا۔ شہاب الدین نے ایک نیزہ کا ہاتھ اسکے مارا اور زخمی کیا۔ مگر اس نے بھی ایک تلوار کا زخم ایسا دیا کہ سلطان قریب تھا کہ گھوڑے سے نیچے گرے مگر ایک خلجی غلام ایک کر پیچھے گھوڑے پر سلطان کے

سلطان شہاب الدین غوری کا ہندوؤں سے شکست پانا

جا بیٹھا اور گرتے کو سنبھال لیا اور جنگ کے میدان سے اُس کی جگہ لے آیا غرض مسلمانون کو شکست ہوئی اور
اونکے گھوڑونکی باگین موڑ گئین۔ چالیس میل تک مسلمانون کا تعاقب ہندوؤن نے کیا مسلمانون نے
لاہور مین آکر آرام لیا راجہ پتہورا نے بھٹنڈہ کا محاصرہ کیا اور سوا برس کے بعد صلح کرکے اُسے لیلیا مسلمانونکے
بھاگے ہوئے سپاہی اور ٹوٹا پھوٹا لشکر لاہور مین جمع ہوا شہاب الدین یہانکا بندوبست کرکے غزنین اپنے
بھائی سے ملا شہاب الدین نے افغانون سے کچھہ نہ کہا مگر امرا غور اور خراسان پر نہایت عتاب کیا اور
توبڑون مین جو بھر کر انپر چڑہوا دیئے۔ اور بازارون مین چہوڑ دیا اور حکم دیدیا کہ جو یہ جو نہ کھائے اُسکا سر اُڑا
جائے جنکو اپنی زندگی عزیز تھی انہون نے یہ جو کھائے۔ اب سلطان شہاب الدین بھائی سے رخصت ہو
غزنی مین آیا۔ اور ظاہر مین تو عیش اُڑاتا تھا کہ جس سے لوگون کو معلوم ہو کہ اُس کو شکست کی مصیبت اور
دقت یاد نہی۔ مگر حقیقت مین دن کا کہانا اور رات کی نیند اُسپر حرام تھی شب و روز لشکر کے جمع کرنے
کی دہن مین لگا رہتا۔ آخر کو ایک لشکر زرق برق جمع کیا۔ انہین ترک اور تاجیک اور افغان سب اہل
تھے۔ سر پر خود جواہرات سے مرصع رکھے ہوئے تھے اور جوشن چاندی سونے کی بدن پر پہنے ہوئے تھے
یہ سب سامان اندر ہی اندر کرکے کوچ کرنیکا حکم دیدیا۔ اور آٹھوین دن خود سوار ہوا۔ اس لشکرکشی مین عمائد
سلطنت سے کچھہ مشورہ نہ لیا تھا۔ اسلئے کسیکو معلوم نہ تھا کہ ارادہ کدہر کا ہی جب لشکر پشاور مین پہونچا تو ایک
پیرمرد غور نے بے تکلف ہوکر عرض کی کہ اس مہم کا سامان تو ایک جنگ عظیم کا معلوم ہوتا ہی مگر یہ نہین کہلتا
کہ عزم کدہر کا ہی اسوقت سلطان نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ اے پیرمرد تو یقین جان لے کہ جس وقت سے
مین نے ہندو راجاؤن سے شکست کہائی ہی حرم سرا مین بستر پر نہین سویا۔ قبا کے بند کہول کے دکہانے
کہ اُس دن سے آجتک کپڑے نہین بدلے خلج اور غور اور خراسان کے امیرونکا مُنہ آجتک نہین دیکھا کہ
وہ نمکحرام مجھے اکیلا لڑائی مین چہوڑ کر چلے آئے۔ اُس پیرمرد نے دعائے خیر دی اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
ابکی دفعہ فتح ہوگی۔ اب مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ ان امیرونکا قصور معاف فرمائین انکو وہی درجے
اور عزت اور آبرو بخشین تاکہ وہ جان لڑا کر لڑین۔ اور اپنی پہلی بدنامی کے دہبے کو مٹائین یہ تقریر
سلطان کو پسند آئی ملتان مین آکر دربار کیا اور سب امیرون اور سردارونکو بلایا اور کہا کہ اے مسلمانون
سال گذشتہ مین دامن اسلام پر داغ لگا وہ سب پر روشن ہی اُسکا تدارک ہر مسلمان پر واجب اور
فرض ہی سب نے تلوارون پر ہاتھ رکھکر سر جھکا دئیے غرض وہان سے لاہور مین آیا اور قوام الملک رکن الدین

حمزہ کو کہ تدبیر اور تقریر مین بیمثل تہا ایلچی بناکر اور نامہ دیکر اجمیر مین رائے پتہورا کے پاس روانہ کیا مضمون
نامہ کا یہ تہا کہ "اسلام کی اطاعت قبول کرو" راجہ یہ بات سنکر نہایت غیظ و غضب مین آیا اور اسکا
ایک سخت جواب لکہا اور راجگان ہندوستان کو جمع کیا بہت سے راجہ اُسکی پہلی فتحیابی کو دیکھکر شریک حال ہوئے
غرض یہ دونون لشکر دریاء سرسوتی کے ادہر اُودہر آنکر پڑے پرتہی راج نے اول خط اس مضمون کا بڑے غرور
اور تکبر سے شہاب الدین کو لکہا کہ "سپاہ دار اسلام کو ہمارے لشکر کی عدت اور حدت پر اطلاع ہوئی ہوگی سوا
اسکے اور راجاؤن کے لشکر برابر چلے آتے ہین اگر تجہے اپنے اوپر رحم نہین آتا تو اس بیچاری سپاہ کی حال پر
رحم کر جو تیرے ہمراہ آئی ہے۔ اپنے آنے سے پشیمان ہو اور اُلٹے پاؤن چلا جا۔ ہمکو دیبی اور دیوتاؤن کی قسم ہے جو تیرا
تعاقب کرین یا کچہ اذیت پہونچائین اور نہین کل کا دن ہے اور یہ فیلان مست صف شکن اور لشکر بیشمار موجود
ہے اور تیرا لشکر ہے ہمین سے کسیکو جیتا نہ جانے دینگے۔ شہاب الدین نے اس خط کو پڑہا اور بہت تحمل اور بردباری سے جواب
لکہا کہ "راجہ کا یہ نیک صلاح دینا ہمپر شفقت ہے۔ مگر سب پر یہہ بات روشن ہے کہ مین اپنے بڑے بہائی کا فرمانبردار ہون
اُسکے حکم سے اُس مہم کا بوجہ سر پر رکہا ہے۔ جب تک وہان سے کچہ حکم نہ آئے مجہے اس معاملہ مین اختیار نہین اتنی
مہلت عنایت ہو کہ جواب وہان سے آجائے اُسوقت صلح اس بناپر ہوجائیگی کہ پنجاب اور سرہند اور ملتان ہمارے
پاس ہے۔ باقی کل ہندوستان تمہارے پاس رہے" جب راجہ پاس یہ ضعیف جواب گیا تو سارے شہر مین فتح
کی سی خوشی ہوئی۔ اور خواب غفلت مین سب آرام کرنے لگے۔ اور اپنی جمعیت کے بہروسہ پر لشکر
سلطانی کے قریب آپڑے۔ اندہیری رات مین سلطان دریا کے پار اُتر گیا۔ یہان راجہ کی سپاہ مین
ابہی لوگ پڑے سوتے ہی تہے کچہ لشکر سلطانی کی خبر نہ تہی کہ اُن کے سر پر چڑہ آیا اور بیطرح اُن پر
ٹوٹ پڑا اور سارے لشکر مین ہلچل ڈالدی۔ بارے راجہ کو اتنی فرصت ملی کہ ہوش حواس درست
کرکے ایک فوج کو تیار کرکے سامنے لایا۔ اتنے مین باقی تاتی فوج کے انبوہ کثیر کو سمیٹ سماٹ میدان مین
لاجایا شہاب الدین نے اپنے لشکر کے چار حصے کئے اور چار سپہ سالارون کے سپرد کرد ئے اور حکم کردیا کہ باری
باری سے جائین اور اس لشکر کثیر کے مقابل مین جان لڑائین۔ راجپوت بہادر بہی اس میدان مین
دائین بائین سے درست ہوکر اس خوبصورتی اور بندوبست سے لڑے کہ مسلمانون کے جی چہوٹ چہوٹ گئے
الحرب خدیعہ پر عمل کرکے شہاب الدین شکست کی صورت بناکے پیچہے ہٹا حریف نے پیچہا کیا جب
جمعیت انکی بے انتظام ہوئی تو دوسرا غول تازہ دم لڑائی کے لئے سامنے ہوا۔ مگر اس سے بہی کام نہ نکلا جب

ٹھیک دوپہر ہوئی تو راے پرتھی راج ایکسو پچاس راجہ اور مہاراجہ کو لیکر ایک درخت کے سایہ مین آیا۔ ان سب نے تلوارون کی قبضہ پر ہاتھ رکھکر قسمین شدید کہائین۔ اور ایک ایک پیالہ شربت کا پیا۔ پان کے بیڑے چبائے۔ تلسی کی پتی زبان پر دھری۔ کیسر کے ٹیکے ماتھے پر دیئے اور میدان جنگ مین آئے ادہر شہاب الدین نے سہ پہر کو اپنے بارہ ہزار سوار خاص جنکے سر و بر فولادی خود جواہرات سے مرصع رکھے ہوئے اور شمشیر ہائے برّان ہاتھون مین لئے ہوئے تھے اور گھوڑون کے کانو پر نشان جان ستانی ہرے ہوے ساتھ لئے اور خدا پر بالکل توکل کرکے ہندوؤن پر دہاوا کیا اور اُن کے سارے لشکر کو ہلا مارا اور ہلچل ڈالدی۔ ہندوؤن کی سپاہ اسطرح ٹوٹ پہوٹ گئی جیسے کوئی بہاری عمارت اپنے بوجھ سے آپ ہی گر پڑے غرض یہ سپاہ اپنے زور مین آپ ہی غارت ہو گئی۔ گوبند راے نایب السلطنت اور بڑے بڑے سردار مارے گئے راجہ پرتھی راج بہی گرفتار ہوا۔ بُری گت سے مارا گیا بعض تاریخون مین کہانڈے راے بعض مین گوبند راے لکہا ہے۔ ان واقعات کا بیان مسلمانونکی تاریخون سے لکہا جاتا ہے۔ ہندؤنکی تو عادت نہین تہی کہ تاریخ لکہیں پرتھی راج اور محمد غوری کی بڑائی لڑائیونکا بیان چند راؤ نے جو ایک نامی ہندی شاعر گذرا ہے اول ہی اول ہندی اشعار مین بیان کیا ہے اُس نے سب جگہ لڑائیون مین سوائے ایک کے ہندؤنکی فتح لکہی ہے۔ پرتھی راج کے راسے چند کے شعرون مین اُس نے اپنے ملک اور قوم کی بڑی ہمدردی دکہائی ہے۔

اب یہانسے شہاب الدین اجمیر کو گیا اور اُسکو فتح کر لیا اور کئی ہزار باشندے جو اُس سے مقابل ہوئے تہے تہ تیغ کئے اور اُنکے بچون کچوںنکو لونڈی غلام بنایا۔ اجمیر کی سلطنت پرتھی راج کے بیٹے کو یا کسی اور رشتہ دار کو دیدی اور اس سے یہ اقرار ٹہیرالیا کہ محصول سالانہ ادا کیا کرے پہر دہلی مین آیا یہانکا راجہ اُس سے بعجز و نیاز پیش آیا۔ دہلی سے سلطان نے کوچ کیا۔ اور قطب الدین ایبک کو کہ اُسکے برگزیدہ غلامون مین سے تہا قصبہ کہرم مین کہ دہلی سے ستر کوس پر ہے نایب اپنا ہندوستان مین مقرر کیا۔ اور خود غزنی کو روانہ ہوا قطب الدین ایبک ایسا لایق اور قابل تہا کہ اُس نے دہلی کے اُن ضلاع کو جو گنگا جمنا کے درمیان واقع تہے۔ پرتھی راج کے سب رشتہ دارون سے چہین لیا۔ میرٹھ اور کویل اور دلی ان سب کو فتح کرکے دلی کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اسلام کی حکومت کے تمام آئین اور دستور جاری کئے۔

دوسرے برس شہاب الدین پہر ہندوستان مین آیا اور ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع مین جنگ عظیم راجہ قنوج سے لڑا قنوج کا راجہ جے چند تہا جسکی لڑائی پرتھی راج سے ہو رہی تہی۔ اُسکا بیان پہلے ہو چکا ہے آپس کی پہوٹ کا پہل یہی

گوالیار اور قلعہ بیانہ کا فتح ہونا اور قطب الدین ایبک کی فتوحات

ہوتا ہی۔ کہ دونون غارت ہون۔ جب پرتھی راج نہ بچا تو راجہ جے چند کیونکر بچتا۔ اُس راجہ کو اٹاوہ کی جانب شمال مین چندوارہ کے اندر شہاب الدین نے بڑی شکست فاحش دی۔ راجہ کی آنکھ مین قطب الدین ایبک کے ہاتھ سے تیر لگا۔ وہ ہاتھی سے نیچے گرا۔ اور پھر اُسکا حال کسیکو نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا مگر لاش اُسکی نشان سے پہچانی گئی کہ اُسکے دانت سونے کے تارون سے بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے خاندان کے راٹھوڑون نے انتربید کی سکونت کو چھوڑ دیا اور مارواڑ مین جا بسے۔ اس فتح سے مسلمانونکا قبضہ قنوج اور بنارس پر ہو گیا اور بنگالہ کا دروازہ مسلمانون کے لئے کھل گیا۔ اب سلطان شہاب الدین بنارس مین آیا اور یہان ہزار بتخانے توڑے اور بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی غرض یہ فتح بڑی شان و شوکت کی تھی جسمین دولت اور بہت بڑے بڑے شہر اہل اسلام کے ہاتھ آئے۔ اب شہاب الدین غزنی کو واپس گیا اور قطب الدین کو بدستور اپنا نائب مقرر کیا۔ اجمیر کا راجہ جو شہاب الدین نے مقرر کیا تھا اس کے ہاتھ سے اجمیر کو ہیمراج نے کہ پرتھی راج کے عزیزون مین سے تھا چھین لیا قطب الدین ایبک نے مغلوب راجہ کی اعانت کیلئے [۵۹۱ھ / ۱۱۹۴ء] مین راجہ ہیمراج کو شکست دی اور اجمیر چھین لیا اور پھر قطب الدین گجرات پر فوج لیکر گیا اور اُسکو خوب لوٹا کھسوٹا۔

دو برس بعد [۵۹۲ھ / ۱۱۹۵ء] مین شہاب الدین پھر ہندوستان مین آیا اور ملک بیانہ مین اپنا دخل کیا اور قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا ہنوز قلعہ فتح نہوا تھا کہ کوئی ضرورت ایسی پیش آئی کہ غزنی کیطرف مراجعت فرمائی۔ اور ملک بیانہ کا انتظام اور قلعہ گوالیار کا اہتمام بہاء الدین طغرل کے سپرد ہوا۔ یہ قلعہ بہت دنون کے بعد فتح ہوا اور اس فتح ہونے مین قریب تھا کہ بہاء الدین طغرل اور قطب الدین ایبک مین آپسمین لڑائی ہو جائے مگر طغرل مر گیا اسلئے یہ فساد مٹ گیا قطب الدین ایبک کو پھر راجہ اجمیر کی اعانت کے لئے جانا پڑا۔ مخالفون نے پھر اُسکو ستایا اور قطب الدین ایبک کی اعانت کا محتاج کیا۔ اسدفعہ اُسکو گجرات کی ناگوار راجاؤن اور میوات کی پہاڑی قوم سے سخت مقابلہ کرنا پڑا یہ قومین اجمیر کے چارون طرف بستی تھین۔ اس لڑائی مین قطب الدین کو شکست ہوئی اور زخمی ہوا اور بمشکل اجمیر تک پہنچا وہان چارون طرف سے دروازہ بند رکھے جب غزنی سے امداد آئی تو اس مصیبت سے رہائی پائی پھر اُسنے دشمنون سے خوب انتقام لیا۔ اور پالی اور نادول ورسرلی کی راہ سے گجرات پر چڑھائی کی اور کوہ آبو پر راجہ گجرات کو دو جاگیرون کے دیکھا کہ بڑی جمعیت سے رہتے ہین انکو پیچھے چھوڑنا مناسب نجانا غرض پہاڑون مین گھس گیا اور اُنکے سب لشکر کو تیر و بالا کیا اور انکو شکست دی اور وہان سے گجرات کی دارالسلطنت نہلواڑہ پر پہنچا اور اُسکو اور گجرات کو تہ و بالا کیا اور دلی مین صحیح و سلامت آیا۔ دوسرے سال مین بندیلکھنڈ مین کالنجر اور کالپی کو اور روہیلکھنڈ مین بدایون کو فتح کیا

محمد بختیار خلجی غور کے امراؤں میں سے تھا۔ اور وہ ہندوستان میں مدت سے آیا ہوا تھا۔ اور اُس کو بعض پرگنے دوآبہ اور گنگا پار کے جاگیر میں ملے تھے۔ وہ نہایت شجاع اور جوانمرد اور جواد تھا۔ قطب الدین ایبک اُس سے نہایت خوش ہوا۔ اُس کا سب سامان درست کیا۔ اور خلعت عنایت کیا۔ اُس نے صوبہ بہار کو بالکل فتح کر لیا اور بہت مال اور غنائم لیکر دلی میں قطب الدین ایبک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اُس پر نہایت مہربانی اور عاطفت فرمائی۔ اُس پر حاسدوں کو حسد پیدا ہوا۔ بختیار خلجی کو ہاتھی سے لڑوایا۔ اُس نے ہاتھی کے ایسا گرز مارا کہ وہ چلا کر اُسکے سامنے سے بھاگ گیا۔ اس جوانمردی پر قطب الدین ایبک نے اُسکو بہت کچھ انعام دیا۔ اور بہت سامان دیکر بہار اور بنگالہ کا صوبہ دار اُس کو مقرر کیا۔ اُس نے یہاں پہنچکر شمالی حصہ صوبہ بہار کو بھی فتح کر لیا۔ اور سارے بنگالہ کو تسخیر کر لیا۔ اور اُس کی دار السلطنت لکھنوتی کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ اور اس طرح تمام صوبہ بنگالہ پر قابض ہو گیا۔

جس وقت ہندوستان میں یہ فتوحات ہو رہی تھیں سلطان شہاب الدین خوارزم کے بادشاہ کے ساتھ لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا۔ اس خوارزم کے بادشاہ نے سلجوقیوں کی سلطنت کو خاک میں ملا کر وسط ایشیا میں اپنی ایک سلطنت قائم کی تھی۔ طوس اور سرخس میں سلطان تھا کہ سلطان غیاث الدین محمد کے مرنے کی خبر اُسکو پہونچی وہاں سے غزنی میں آیا اور ۵۹۹ھ ۱۲۰۲ع میں موافق اپنے بھائی کی وصیت کے سر پر تاج شاہی رکھا۔

غرض سلطان شہاب الدین نے تمام سلطنت کا انتظام کر کے سنہ ۱۲۰۳ع میں خوارزم پر چڑھائی کا ارادہ کیا خوارزم شاہ مقابلہ نہ کر سکا اس لئے قلعہ خوارزم میں گھس گیا جب سلطان خوارزم میں پہونچا تو آب جیحون کے کنارہ پر لڑائی ہوئی اور سپہ داران غور کچھ کام آئے کہ بادشاہ خطا کا سپہ سالار قرا بیگ اور سلطان عثمان بادشاہ سمرقند خوارزم شاہ کی امداد کو آئے۔ اس بات کے سننے سے سلطان شہاب الدین پر وہ خوف طاری ہوا کہ جو اسباب تھا ساتھ نہ چل سکا اُسکو آگ لگا دی۔ اور خراسان کی طرف بھاگا۔ خوارزم شاہ نے تعاقب کیا۔ سلطان اُس سے لڑا مگر شکست کھائی اور سب اسباب چھوڑنا پڑا۔ رستہ میں بھاگا جاتا تھا کہ قرا بیگ کے اور سلطان عثمان کے لشکر نے راہ میں اُس کو گھیرا۔ مگر سو سوار اُس کے پاس تھے کچھ مقابلہ نہ ہو سکا۔ آخر کو قلعہ اندخود میں پناہ گیر ہوا۔ یہ قلعہ ہرات اور بلخ کے درمیان واقع ہے۔ پھر سلطان عثمان کی وساطت سے صلح ہو گئی قلعہ اُس کے حوالہ کیا۔ اب پریشان حال ہو کر مراجعت کا قصد کیا۔ جس وقت سلطان شہاب الدین میدان جنگ سے بھاگا تھا اُس وقت اُسکا ایک غلام ایبک نام ہمراہ تھا۔ اُس نے جانا کہ سلطان مارا گیا۔ سندھ کی سلطنت کا خیال اُسکو خود پیدا ہوا اس لئے اُسکے مرنے کی افواہ چاروں طرف اڑا دی۔ اور خود بہت جلد ملتان میں آیا اور وہاں کے حاکم امیر حسن سے عجب

دانو کھیلا۔ اُس نے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ بادشاہ کا حکم کہنا ہے اور جو آجکل حوادثات واقع ہوئے ہیں اُنکا بیان کرنا
منظور ہے خلوت میں چلیئے۔ امیر حسن بے تامل اُس کے ساتھ محل میں چلا آیا۔ وہاں ایک ترکی غلام لگا رکھا تھا اُس نے
اُسکی گردن اڑا دی۔ اب یہ مشہور کیا کہ میں نے یہ کام سلطان کے حکم سے کیا ہے اور ایک فرمان جعلی دکھا کر ملتان
کا حاکم بے تکلف بن بیٹھا۔ اور گھکر کی قوم بھی سلطان کے مرنے کی خبر سنکر پہاڑوں سے نکل پڑی۔ اور لاہور کے تسخیر کرنیکا
ارادہ کیا اور جہلم اور سودرہ میں ایک شور فساد مچا دیا۔ سلطان جو قلعہ اندخود سے غزنی میں آیا یلدوز نے کہ سلطان کے
معزز غلاموں میں سے تھا قلعہ میں نہ داخل ہونے دیا۔ اور لڑائی کیلئے مستعد ہوا۔ اور چونکہ سلطان مقابلہ نہ کرسکتا تھا
ناچار ملتان میں آیا۔ یہاں ایبک نے بھی اطاعت نہ اختیار کی۔ سلطان نے اُسکو لڑکر گرفتار کرلیا۔ اور ہندوستان
کی سرحد سے سپاہ جمع کرکے غزنی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یلدوز کا گناہ غزنی کے امراء کبار کی سفارش سے معاف
کردیا۔ اور غزنی پر قابض و متصرف سلطان ہوگیا۔ اتنے میں ایلچی خوارزم سے آیا اور صلح ہوگئی۔ غرض سب سلطان سے
پھر گئے مگر قطب الدین ایبک وفادار رہا۔ اب سلطان نے گھکروں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ قطب الدین ایبک بھی دہلی
سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دونوں نے ملکر گھکروں کی خوب گوشمالی کی اور لاہور میں سلطان آیا۔
یہاں سے قطب الدین ایبک کو رخصت کیا۔ جتنے دنوں سلطان لاہور میں رہا۔ گھکر طرح طرح کی تکلیفیں مسلمانوں
کو پہنچاتے رہتے۔ پنجاب میں مسلمانوں کے آنے جانے کا رستہ اُنکے ہاتھوں سے بند ہوگیا۔ گھکروں کا کچھ مذہب نہ تھا
جس کسی کے لڑکی ہوتی وہ دروازہ پر لیکر کھڑا ہوتا۔ اور پکارتا کہ کوئی اُسکو زوجیت میں قبول کرتا ہے۔ اگر کوئی
قبول کرتا تو اُسکے حوالہ کرتا نہیں اُسکو قتل کرتا۔ ایک ایک عورت کئی کئی خاوند کرتی تھی۔ غرض اُنکا مذہب کچھ تھا
یا نہ تھا مگر وہ مسلمانوں کی تکلیف رسانی کو بڑا ثواب سمجھتے تھے۔ اب سلطان کے آخر ایام سلطنت میں ایک مسلمان
اُن کے ہاں قید ہوا۔ اُس نے مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ گھکروں کے سردار کو وہ خوبیاں پسند آئیں اور
اُس نے کہا کہ اگر میں سلطان کے روبرو جاکر اسلام قبول کردوں تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اُس
مسلمان نے جواب دیا کہ میں اس امر کا ذمہ دار ہوں کہ وہ تیرے ساتھ شاہانہ سلوک کرے اور اس کوہستانی
ملک کی حکومت تجھے دیدے۔ یہ سارا مضمون اپنی عرضی میں لکھا۔ اور گھکروں کے سردار کی عرضی لی۔ ان دونوں کو
سلطان کے پاس بھیجدیا۔ سلطان نے فوراً خلعت فاخرہ اور کمربند مرصع گھکروں کے رئیس کے واسطے ارسال کئے۔
اسپر رئیس گھکروں کا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام اختیار کیا۔ اور اس کوہستان کی حکومت کا
فرمان لیکر اپنے وطن کو چلا گیا۔ اور اپنی قوم کے آدمیوں کو بھی مسلمان بنایا۔ انہیں دنوں میں غزنی کے مشرقی

گھکروں کا مسلمان ہونا

سلطان شہاب الدین کی وفات

پہاڑوں کے باشندے بھی مسلمان ہوگئے۔

جب سارے ہندوستان میں امن وامان ہوگیا تو ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ع میں سلطان نے لاہور سے غزنی جانیکا قصد کیا۔ اور بہاء الدین سلم والی بامیان کے نام حکم صادر ہوا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ترکستان کے کفار سے لڑائی لڑیں۔ اس لئے ایک لشکر آب جیحون کے کنارہ پر جمع کیا جائے اور پل تیار رہے۔ غرض اسی سال کی دوسری شعبان کو خیمہ اسکا دریائے سندھ پر ایک مقام پر فضا پر قائم تھا کہ گھکڑوں کے چند بدمعاش جن کے عزیز اور اقارب فوج سلطانی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے دریا میں پیر کر آدھی رات کے وقت خیمہ میں گھس گئے۔ اور سلطان کو خنجروں سے قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کا جنازہ بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال سے غزنی کو روانہ ہوا جنازہ کے ساتھ بڑے بڑے عہدہ مند اور امیر ساتھ تھے اور کندھا دیتے تھے اور آہ وبکا کرتے تھے۔ جب غزنی کے قریب جنازہ پہونچا تو تاج الدین یلدوز حاکم غزنی استقبال کیلئے آیا اور زرہ بکتر پھینکدیا۔ بالونکو بکھیر دیا۔ خاک سر میں ڈالی۔ غرض اس بادشاہ کے غم والم وماتم میں اُسکے سب سرداروں کا عجب عالم تھا۔ اُسکے مرنے کی تاریخ یہ ہے ؎

شہادتِ ملکِ بحر وبر معز الدین	کز ابتدائے جہاں شہ چو او نیامد نیک
سوم ز غرّہ شعبان بسال شش صد ودو	فتاد در رہ غزنیں بمنزل دمیک

جب سے غزنی میں فرمانروا تھا اس دن سے اپنی اخیر عمر تک ۳۲ سال حکمرانی کی۔ خزانہ سلطان پاس اس قدر تھا کہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سوائے اور جواہرات کے پانچ من ہیرا تھا۔

سلطان محمود کی بادشاہی

سلطان شہاب الدین کی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک لڑکی اُس نے چھوڑی۔ وہ اپنے ترکی غلاموں ہی کو اولاد سمجھتا تھا۔ اور اپنی اولاد کی طرح اُن کو پالتا اور اُنکی تربیت اور تعلیم وہ اعلیٰ درجہ کی کی کہ وہ بڑے بڑے پایہ کے بادشاہ ہوئے۔ تین غلام اُسکی وفات کے وقت بڑے بڑے صوبوں پر حکومت کر رہے تھے قطب الدین ایبک ہندوستان میں۔ تاج الدین یلدوز غزنی میں۔ ناصر الدین قباچہ سندھ اور ملتان میں۔ اگرچہ اُسکی وفات کے بعد اُس کا بھتیجا سلطان محمود کے نام سے تخت پر بیٹھا مگر ساری سلطنت تو ان غلاموں کے ہاتھ میں تھی وہی اُس پر حکمرانی کرتے تھے۔ اور بامیان کی سلطنت پر اور عزیز اور اقارب اُسکے حکومت کرتے تھے فقط اُس پاس غور اور ہرات اور سیستان اور شرقی خراسان باقی تھا۔ فیروزہ کوہ اُسکی دارالسلطنت تھا جب سلطان محمود بادشاہ ہوا تو اُس نے قطب الدین ایبک کو بادشاہ ہونے کا خطاب اور تمغا بھیجدیا۔ اگرچہ غزنی کی سلطنت کے دعویدار بامیان کے بادشاہ کی اولاد میں سے پیدا ہوئے۔ مگر اُس نے تاج الدین یلدوز کی حکومت میں رخنہ اندازی

ایبک کا ارادہ شہر کے بادشاہ ہونیکا ہی اور وہ کھلی بغاوت اختیار کرنیکو ہی۔ قطب الدین کو اسکی خبر ہوئی۔ وہ چھپا چھپا جلد غزنی رات کو پہونچا اور سلطان شہاب الدین پاس آیا۔ رقیبوں کو اسکی خبر نہوئی۔ دوسرے دن بادشاہ نے ایبک کو اپنے تخت کے نیچے چھپا کر بٹھایا اور آپ تخت کے اوپر بیٹھا۔ ایبک کے دشمنوں کو بلایا اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر بٹھایا اور ایبک کے باب میں اُن سے سوالات شروع کئے۔ سب نے کہا کہ ایبک باغی ہی اور خود سلطنت کا ارادہ رکھتا ہی۔ سلطان نے تخت کے پایے کو پاؤں سے ہٹایا اور ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر پکارا اے ایبک اُس نے جواب دیا کہ لبیک یعنی حاضر ہوں۔ وہ اپنے الزام لگانے والوں کے روبرو آیا۔ وہ اُسکو دیکھکر متحیر ہوگئے۔ اور زمین پر سجدہ کرنے لگے۔ سلطان نے کہا کہ میں ابکی دفعہ تمہارا قصور معاف کرتا ہوں مگر آیندہ ایبک کی عیب جوئی اور بدگوئی سے اجتناب کرو۔ ایبک کو اُسنے ہند روانہ کیا اور اُس نے آنکر دہلی کو اور اور شہروں کو فتح کر لیا۔

بعد سلطان قطب الدین کے واقعہ ناگزیر کے امرار سلطنت نے اس نظر سے کہ آرام خلائق میں کوئی فرق نہ آئے آرام شاہ پسر قطب الدین کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ مگر اسمیں سلطنت کی قابلیت نہ تھی۔ ایک سال سلطنت پر نہ گذرنے پایا تھا کہ سلطنت کے اس طرح ٹکڑے ہوگئے کہ ناصر الدین قباچہ مملکت سندھ پر متسلط ہوا اور مملکت بنگال میں خلجیوں کی سلطنت قائم ہوئی۔ سرحد پر اور راجاؤں نے بھی دنگہ فساد مچا دیا۔ امیر علی اسمٰعیل دیلمی اور اور امیروں کو جنہوں نے متفق الرائے ہوکر آرام شاہ کو بادشاہ بنایا تھا اپنی رائے سے ندامت و پشیمانی ہوئی انہوں نے ملک شمس الدین التمش کو جو قطب الدین کا غلام و داماد و متبنٰی اور بدایوں کا حاکم تھا آدمی بھیجکر اُس سے سلطنت کی استدعا کی وہ اپنی جمعیت لیکر دہلی میں آیا۔ شہر پر متصرف ہوا۔ آرام شاہ شہر سے باہر نکل گیا۔ حوالی شہر میں باپ کے نوکروں کو جمع کر کے دہلی کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سلطان التمش نے اُسکو لڑائی میں شکست دی پھر آرام شاہ مر گیا۔ اس نے ایک سال بھی سلطنت نہ کی اور اسمیں ممالک ہندوستان کے چار حصہ ہوگئے۔ مملکت سندھ میں ناصر الدین قباچہ کا تصرف ہوا۔ ممالک بنگال میں ملوک خلجی کا۔ مملکت دہلی میں سلطان التمش کا۔ مملکت لاہور کبھی ملک تاج الدین یلدوز پاس۔ کبھی ملک ناصر الدین قباچہ پاس۔ اور کبھی شمس الدین التمش پاس۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔

سلطنت سلطان شمس الدین التمش ابو المظفر التمش

طبقات ناصری میں شمس الدین التمش کا یہ حال ہی کہ وہ ترکان قرا ختائی سے تھا اور اسکا باپ قبیلہ البری سے تھا۔ اس کا نام ایلم خان مشہور تھا۔ اور اپنے زمانہ کے نامور امرا میں سے تھا۔ التمش کا حال بھی حضرت یوسف

سلطنت آرام شاہ بن قطب الدین

التمش کی صغر سنی کا بیان

کاسا ہوا کہ اسکے سگے بھائیوں کو یا چچیرے بھائیوں کو اُسکی حسن صورت وکیاست وفراست پر رشک وحسد ہوا۔ ماں باپ سے یہ کہکر کہ گھوڑوں کے گلّے کی سیر دکھانے اُسے لیجاتے ہیں گھر سے باہر لے گئے اور زبردستی ایک سوداگر کے ہاتھ بیچڈالا۔ اس سوداگر نے بخارا میں لیجا کر صدر جہاں کی اقرباؤں سے کسی کے ہاتھ بیچڈالا۔ کچھ دنوں یہاں اس کی طرح طرح سے تربیت وپرورش ہوئی۔ اس خاندان بزرگ سے اُسکو حاجی بخاری نے خریدا اور حاجی جمال الدین قباچست کے ہاتھ بیچا۔ یہ حاجی اُسکو غزنی میں لایا۔ یہاں اتنک کوئی ترک بچہ ایسا خوبرو اور عاقل آیا نہ تھا۔ اس کا ذکر سلطان معزالدین کے کانوں تک پہونچا۔ سلطان نے کہا کہ اسکی قیمت مشخص کی جائے ایک اور غلام ایبک التمش کے ہمراہ تھا۔ ہر ایک کی قیمت ہزار دینار مشخص ہوئی۔ اس قیمت پر مالک نے غلاموں کو نہ بیچا۔ سلطان نے کہدیا کہ کوئی شخص ان غلاموں کو نہ خریدے۔ حاجی جمال الدین ایک برس غزنی میں رہا پھر بخارا میں گیا اور دونوں غلاموں کو ہمراہ لیگیا۔ پھر غزنی میں اُن کو لایا۔ سلطان کا حکم تھا کہ کوئی نہ خریدے۔ پھر کسکا مقدور تھا کہ خریدتا۔ سلطان قطب الدین گجرات کو فتح کر کے ملک نصیر الدین حسین ہمیت غزنی میں آیا۔ ان دو غلاموں کا احوال سُنکر سلطان سے اُنکی خریدنے کی اجازت چاہی سلطان نے فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں کہ کوئی اُن کو نہ خریدے اسلئے یہ مناسب نہیں کہ کوئی انکو غزنی میں مول لے۔ دہلی میں وہ جائیں اور وہاں وہ بکیں۔ جب قطب الدین نے دہلی کو مراجعت کی تو اپنے وزیر نظام الدین کو فرمایا کہ وہ حاجی جمال الدین جیت قبا کو ہمراہ لائے۔ جب حاجی دہلی میں آیا تو التمش اور ایبک کو ایک لاکھ جیتیل کو خریدا اور ایبک کا نام طمغاج رکھا اور اُسکو بھٹنڈہ کا امیر کیا وہ ملک تاج الدین یلدوز کی لڑائی میں جو قطب الدین ایبک سے ہوئی تھی مارا گیا اور التمش کو جس کا نام پہلے کچھ اور تھا التمش نام رکھکر اپنا فرزند بنالیا اور اپنے پاس رکھا اور اُسکو میر شکار کا عہدہ دیا اور گوالیار کو فتح کر کے یہاں کا حاکم اُسکو مقرر کیا اور پھر برن اور اُسکے نواح کا اضافہ کیا۔ جب اسکی اور لیاقت دیکھی تو بداوں کا ناظم مقرر کیا۔

جب سلطان معزالدین محمد بن سام گھکروں کے فساد مٹانیکے واسطے ہندوستان میں آیا تو حسب الحکم سلطان قطب الدین ایبک بھی لشکر لیکر پنجاب میں آیا۔ اور التمش بداوں کا لشکر قطب الدین کے لشکر سے ملا۔ التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی اُس نے اس لڑائی میں وہ اسطرح دکھائی کہ مسلح گھوڑے کو پانی میں ڈالدیا اور دشمن سے لڑا اور گھکروں کو شکست دی اور بارہ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ جب سلطان معزالدین نے یہ جلادت اور کار پردازی مشاہدہ کی تو انعام اور تشریف خسروانہ سے سرفراز کیا۔ قطب الدین سے اُسکی تربیت کی

سفارش کی اور حکم دیا کہ اُس کو آزاد کردے پس وہ مرتبہ بمرتبہ امیرالامرائی کے درجہ پر پہنچا اور قطب الدین نے اپنی بیٹی سے اُس کا نکاح کردیا۔

جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہوا تو سپہ سالار امیر علی اور امیر داؤد دیلمی اور اعیان ملک کی استدعا سے وہ جمعیت اور لشکر سمیت بداؤں سے دہلی میں آیا اور اس پر متصرف ہوا اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا۔ ۶۰۷ھ ۱۲۱۱ء میں تخت پر بیٹھا وہ اکثر ملوک و امراء قطبی کی رعایتیں کرتا وہ بھی اُنکی اطاعت کرتے مگر بعض امراء قطبی و معزی نے ایسی مخالفت کی اور اطراف دہلی میں اپنی جمعیت کی اور ایک فوج ترکان خونخوار کی لیکر سلطان سے کارزار شروع کی۔ سلطان نے جمنا کے میدان میں اُن کو شکست دی اور ترکوں کے نامی سردار دلاور بالسنقر و فرخ شاہ کو قتل کیا۔ غرض سلطنت کو اس خس و خاشاک سے پاک کیا۔ اُن دنوں میں حاکم اڑیسہ باغی ہوا اور ادا مال نہیں کیا۔ التمش نے لشکر کشی کرکے اُسکو مطیع کیا اور پیشکش لیکر واپس گیا۔ تاج الدین یلدوز کو اتنک خبط چلا جاتا تھا کہ ہندوستان غزنی کا ایک صوبہ ہے اسلئے اُس نے التمش کو چتر و رایت بھیجا اور خطاب سلطان کا عطا کیا التمش نے اُسکو اسلئے قبول کیا کہ وہ سلطنت غزنی کی عزت کو باقی رکھنا چاہتا تھا۔ مگر چند مدت کے بعد جب خوارزم شاہ کے لشکر نے تاج الدین یلدوز کو شکست دیکر غزنی سے نکالدیا اور وہ کرمان و سیوران میں گیا تو اُسکو ممالک ہندوستان کی طمع دامنگیر ہوئی اور ۶۱۲ھ ۱۲۱۵ء میں پنجاب اور قصبہ تھانیسر پر اپنا تصرف کرلیا۔ اور التمش پاس ایسے آدمی بھیجے کہ وہ سلطنت کی تذلیل کریں۔ سلطان شمس الدین نے آشفتہ خاطر ہوکر لشکر کشی کی اور ان دونوں میں تراوری کے میدان میں ایک سخت محاربہ ہوا۔ تاج الدین یلدوز کو شکست ہوئی اور اکثر سردار مقید ہوئے۔ سلطان نے تاج الدین کو گرفتار کرکے بداؤں میں قید کیا وہاں اجل طبعی سے یا زہر سے دنیا سے رخصت ہوا۔

۶۱۴ھ ۱۲۱۷ء میں سلطان شمس الدین التمش ملک ناصرالدین قباچہ کا اقطاع لاہور کی سرحد پر حوالی منصوریہ میں دریائے چناب کے کنارہ پر محاربہ ہوا۔ یہاں التمش کو فتح نصیب ہوئی۔ حوالی غزنی میں جو ملوک خلج تھے وہ مضافات سندھ پر تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اسلئے ۶۱۴ھ سلطان قباچہ سے اُنکی لڑائی ہوئی اور خلجیوں کو شکست ہوئی ان مغلوب خلجیوں نے التمش کا دامن پکڑا اُسنے ان خلجیوں کو ساتھ لیکر ناصرالدین قباچہ پر حملہ کیا اور اُسکو شکست دی اور وہ کہیں اپنے ملک کی انتہا پر بھاگ گیا۔ سلطان دہلی چلا آیا۔

جب سلطان خوارزم شاہ نے تاج الدین یلدوز کو غزنی سے خارج کردیا تھا تو یہ ظن غالب ہوتا تھا کہ وہ ہندوستان پر چڑھائی کریگا چنانچہ اُسکی فوجیں اُسکے آس پاس آئیں۔ اور وہ ناصرالدین قباچہ سے مقابلہ

سے اٹک کر رہ گئیں۔ مگر اس چڑھائی کے نہونے کا سبب ایک اور ہی ہوا کہ ایشیا میں وہ طوفان برپا ہوا کہ اُسنے سارا رنگ وروپ اُسکا بدلدیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ مغلوں میں چنگیز خاں جو پہلے کوئی نامی گرامی سزوار نہ تھا ایسا قوی اور زبردست سپہ سالار ہوا کہ کوئی اُسکا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ ایک جرار قہار فوج مغل و تاتار کی اُسکے پاس تھی۔ جہاں یہ فوج جاتی ملک کے ملک بے چراغ کرتی۔ آندھی بھونچال کیطرح مسلمانوں کی سلطنتوں پر چڑھ آتی اور ایک شور قیامت انمیں مچادیتی۔ طوفان نوح کے بعد جو کوئی بڑی بلا انسان پر نازل ہوئی ہی وہ یہ طوفان چنگیز خانی ہی۔ اسکا مذہب تو معلوم نہیں کہ کیا تھا مگر اُسکا ایمان یہ تھا کہ جہاں جائے وہاں انسان کی نسل مٹائے سب سے اول یہ بلا سلطنت اسلامیہ خوارزم شاہی پر آئی۔ اسکی ساری دولت ومملکت کو غارت کرکے برباد کردیا ٦١٨ھ میں وہاں کا بادشاہ جلال الدین اپنی جان بچانے کے واسطے دریا رسند کے اسطرف بھاگ آیا۔ اسکے پیچھے مغلوں کی فوج بھی ملتان وسندھ میں داخل ہوئی۔ سلطان التمش بھی بہت سا لشکر لیکر سلطان جلال الدین کے مقابلے گیا اور بڑی سمجھ بوجھ کا کام یہ کیا کہ جب دیکھا کہ جلال الدین کا ارادہ قیام کا یہاں ہی تو اُس کو کہلا بھیجا کہ آپ کے مزاج کے موافق یہاں کی آب وہوا نہیں آئیگی جلال الدین اس بات کو سمجھ گیا اور سندھ وسیوستان کیجانب بھاگ گیا اور یہاں ناصر الدین قباچہ سے لڑائی جھگڑا ہوا تو وہ کچھ ومکران کی راہ سے باہر چلا گیا۔ اُسکے ساتھ ہی مغلوں کی فوج بھی الٹی چلی گئی۔ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ اتنے ہی دنوں میں یہ فوج اپنا رنگ ڈھنگ دکھاگئی۔ دس ہزار ہندوں کو لونڈی غلام بنایا اور جب رسد کی تنگی ہوئی تو اُن بیچارے قیدیونکو قید حیات سے رہائی دی

٦٢٢ھ ١٢٢٥ء میں سلطان شمس الدین التمش نے لکھنوتی وبہار پر لشکر کشی کی۔ سلطان غیاث الدین نے جسکا ذکر آگے ہوگا۔ ملک بنگال میں بالکل اپنا تسلط کر رکھا تھا اُسکو مطیع کیا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کرایا۔ اور اڑتیس ہاتھی اور اسی ہزار تنگہ نقرہ نذر میں لیے اور اپنے بڑے بیٹے کو ناصر الدین کا خطاب دیکر ولایت لکھنوتی کی جسمیں تمام بنگالہ داخل تھا تفویض کی اور چتر ودورباش اُسکو دیا اور خود دار الملک دہلی کو مراجعت کی غیاث الدین خلجی سے ناصر الدین لڑا اور اُسکو قتل کرڈالا اور بہت کچھ غنیمت میں مال اُسکو ہاتھ آیا۔ جسکو اُسنے دہلی کے روشناس آدمیوں میں انعام وتحفے کے طور پر تقسیم کیا۔

٦٢٣ھ میں قلعہ رنتھنبور کی فتح کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ متانت میں سارے ہندوستان میں مشہور تھا ارباب تاریخ کہتے ہیں کہ ستر سے زیادہ بادشاہوں نے اُسپر حملہ کیا مگر کسی سے وہ فتح نہوا۔ سلطان نے چند مہینوں میں اُسے فتح کرلیا۔ بعد ایک سال ٦٢٤ھ میں قلعہ مندور کو کہ حدود سوالک میں واقع ہی فتح کرلیا۔ یہاں غنیمت بہت ہاتھ لگی۔

جب ناصرالدین قباچہ کو جلال الدین کی لوٹ کھسوٹ سے فرصت ملی تو اُسنے پھر سلطان التمش سے پرخاش شروع کی۔ اس لیے ۶۲۵ھ میں دہلی سے بلاد اوچہ و ملتان میں سلطان گیا۔ ناصرالدین قلعہ اوچہ کو مستحکم کر کے خود قلعہ بھکر کیطرف چلا گیا۔ اور اپنے وزیر عین الملک حسین اشعری کو حکم دیا کہ وہ قلعہ اوچہ سے خزانہ لیکر قلعہ بھکر میں پہنچا دے۔ سلطان نے خود قلعہ اوچہ کا محاصرہ کیا اور اپنے وزیر نظام الملک جنیدی کو ناصرالدین قباچہ کے تعاقب میں بھیجا۔ ایک مہینہ تک قلعہ اوچہ کا محاصرہ میں رہا پھر صلح سے فتح ہوگیا۔ ناصرالدین قباچہ نے حصار بھکر سے نکلکر اپنے تئیں دریا سندھ میں غرق کیا۔ اس سے چند روز پہلے اپنے بیٹے ملک علاؤالدین بہرام شاہ کو سلطان التمش کی خدمت میں بھیجا تھا اور صلح کا پیغام دیا تھا۔ بعد اسکے اُسکا سارا خزانہ آیا اور باقی لشکر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ملک سمندر تک سلطان کے قبضہ میں آگیا اور ملک سنان الدین حبش والی دیول و سندھ درگاہ شمسی میں آیا اور اطاعت اختیار کی جب اس مہم کا سارا کام ختم ہوا تو وہ دہلی کی طرف چلا۔

۶۲۶ھ میں سلطان شمس الدین کیواسطے رسولان عرب جامۂ خلافت لائے۔ سلطان نے نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ یہ جامہ عباسیان پہنا اور بہت خوش ہوا۔ اور اکثر امیروں کو خلعت دیئے اور شہر میں آئین بندی ہوئی اور خوب نوبتیں بجیں۔ یہ اسی بادشاہ کے عہد میں ہوا کہ خلفاء عباسیہ نے ہندوستان کو ایک جداگانہ سلطنت مانا۔

اسی سال میں ملک ناصرالدین حاکم لکھنوتی کی ساونی آنی۔ سلطان نے بیٹے کے ماتم و الم کی رسمونکے ادا کرنیکے بعد اسکا نام اپنے چھوٹے بیٹے کو دیا۔ ۶۲۷ھ میں لکھنوتی کیطرف لشکرکشی کی ملکا ملک خلجی نے بڑا اغدر یہاں مچا رکھا تھا۔ اُسکو جا کر گرفتار کیا اور تخت لکھنوتی ملک علاؤالدین جانی کو دیا اور پھر دہلی میں چلا آیا۔ ۶۲۹ھ گوالیار کا ارادہ کیا۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ یہاں وہ لشکر کو لیکر آیا۔ قریب گیارہ مہینے اس قلعہ کا محاصرہ رکھا آخر کو اہل قلعہ تنگ آئے اور دیوبل والی قلعہ رات کو بھاگ گیا۔ قلعہ فتح ہوا اور آٹھ سو آدمیوں کو سزا دی گئی۔ ملک تاج الدین ریزہ نے کہ دبیر المملکت تھا یہ رباعی کہی ہے۔ **رباعی**

ہر قلعہ کہ سلطان سلاطین بگرفت ؎ از عون خدا نصرت دین بگرفت ؎ آن قلعہ گوالیار و آن حصن حصین ؎ در سنہ ستہ مائۃ ثلاثین بگرفت

۶۳۲ھ میں سلطان نے بلاد مالوہ میں یورش کی اور بھیلسہ کے شہر اور قلعہ کو فتح کر لیا اور ایک قدیمی بتخانہ تین سو سال کا تھا اور ڈیڑھ سو گز اونچا تھا اُسکو ویران کیا۔ اور اُجین کو فتح کر لیا۔ یہاں مہاکال کے بتخانہ کو مسمار کیا۔ پہلے زمانہ میں بکرماجیت اُجین کا راجہ تھا جس سے سمبت شمار ہوتا ہے اور اس زمانہ میں سمبت ۱۳۱۶ اُسکی مورت اس بتخانہ میں تھی اور بعض اور مورتیں تھیں اُنکو اور سنگ مہاکال کو سلطان لے گیا اور دہلی کی جامع مسجد

بکے نیچے دفن کرادیا تاکہ وہ لکدکوب میں رہیں۔اب سارے مالوہ میں اسکی سلطنت کا ڈنکہ بجگیا۔

ان فتوحات کے بعد سلطان آرام سے نہ بیٹھا ملتان کو لشکر لیکر سفر کیا۔مگر یہ سفر ایسا نا مبارک تھا کہ ایک عارضہ میں مبتلا ہوا اور ایسا ضعف طاری ہوا کہ عماری میں بیٹھکر بنیڈ توں سے مہورت پوچھکر دلی میں آیا۔اُنیس روز بیمار رہا۔مرض قوی ہوا۔۲۰ شعبان ۶۳۳ھ مطابق اپریل ۱۲۳۶ء کو اس دارفنا سے سرائے بقا کو سفر کیا۔اسکی مدت سلطنت چھبیس سال تھی۔

حوض شمسی جسکو تالاب شمسی کہتے ہیں۔وہ دہلی میں سلطان کی یادگار موجود ہے۔اسکے روزگار کی سب سے زیادہ عمدہ یادگار قطب کی لاٹھ ہے۔یہ لاٹھ بھی منجملہ عجائب روزگار ہے۔ابتک اُسکے پانچ کھنڈ موجود ہیں۔اور اسّی گز اونچی ہے۔پہلے سات کھنڈ تھے اور سو گز بلند تھی۔جڑمیں اُسکا محیط پچاس گز ہے اور سرے پر دس گز وہ خالی ہے اور اسمیں چکردار زینہ بنا ہوا ہے۔تین سو اٹھتر سیڑھیاں ہیں۔باوجود اسقدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ بے اختیار اُسکے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سب جگہ اسپر نبت کاری اور گلکاری بہت خوبصورتی سے بنی ہوئی ہے۔

اس بادشاہ کے عہد میں بڑے بڑے فاضل اور عالم اور اہل کمال موجود تھے منجملہ اُنکے نورالدین محمد عوفی تھا جسنے اُسکے عہد میں جامع الحکایات لکھی ہے۔وزیر اسکا نظام الملک کمال الدین جنیدی تھا۔یہ وزیر خلیفہ بغداد کے یہاں بھی عہدہ وزارت پر ممتاز تھا۔وہ کمالات صوری و معنوی میں مشہور تھا۔سلطان شمس الدین نے اپنی زبان سے یہ حکایت بیان کی کہ میرے آقا نے مجھے کچھ دام دیکر کہا کہ بازار سے انگور خرید لا۔رستہ میں وہ دام گرگئے میں خوف کے مارے زار زار رونے لگا کہ ناگاہ ایک فقیر آیا اور اس حال پر مطلع ہوا۔اور کچھ انگور خرید کر مجھے دئیے اور یہ کہا کہ جب تجھکو ملک و دولت حاصل ہو تو فقرا اور اہل خیر کے ساتھ نیکی کرنا اور اُنکے حق کی حفاظت کرنا۔دوسری نقل یہ ہے کہ التمش بغداد میں تھا۔ اُسکے آقا کے یہاں درویشوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی اور سماع سے اہل ذوق کو حال آیا۔اس مجلس میں التمش کھڑا رہا اور اہل مجلس کی خدمت کرتا رہا۔شمع کے گل کترتا رہا۔قاضی حمیدالدین ناگوری بھی اس مجلس میں شریک تھا۔اُسکو اسطرح درویشوں کی خدمت کرنا پسند آیا اور اوسپر نظر التفات کی جسکی بدولت اُسکو سلطنت حاصل ہوئی اور مدتوں کے بعد جب وہ ملک ہند میں سریر سلطنت پر بیٹھا تو قاضی حمیدالدین ناگوری ہندوستان میں آیا اور طالبوں کے ارشاد میں مصروف ہوا۔اسکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے۔علما ظاہر میں سے ایک ملا عمادالدین اور دوسرے ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور سلطان سے چاہتے تھے کہ قاضی کو سماع سے منع کرے۔غرض انمیں اور قاضی میں مباحثہ ہوا۔ملانوں نے قاضی سے پوچھا کہ سماع حلال ہے یا حرام۔قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال۔پھر قاضی نے سلطان کیطرف منہ کرکے کہا کہ وہ مجلس بغداد بھی یاد ہے کہ درویشوں کی نظر سے آپ کو یہ درجہ ملا ہے۔سلطان کو

وفات سلطان التمش سنہ ۶۳۳ھ

عمارات سلطان التمش

سلطان التمش کے عہد کے بڑے آدمی اور انکی حکایات

اسپر رقت آئی اور قاضی کو اپنے پاس بلایا اور بہت نوازش کی اور پھر سلطان کو بھی سماع سے لذت آنے لگی اور درویشونکا معتقد ہوا۔ ابن بطوطہ نے اس بادشاہ کے حال میں لکھا ہی کہ عادل فاضل صالح تھا اور ظلموں کے دور کرنے میں اور مظلوموں کے انصاف کرنے میں نہایت مستعد تھا۔ چنانچہ اُسنے یہ حکم دیا تھا کہ جتنے مظلوم ہوں وہ رنگین کپڑے پہنیں۔ یہاں ہندوستان میں سب سفید کپڑے پہنتے تھے پس جب وہ دربار میں بیٹھا اور کسی آدمی کو رنگین لباس پہنے ہوئے دیکھتا تو اُسکے قضیہ پر نظر کرتا اور انصاف کرتا اور ظالم کے خلاف حکم دیتا۔ فقط اسی اپنی تدبیر پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُسنے کہا کہ بعض آدمیوں پر رات کو ظلم ہوتا ہی اُنکے انصاف کرنے میں تعجیل کرنا چاہتا ہوں اسلیے اُسنے اپنے دروازہ پر دو سنگ مرمر کے شیر برجوں کے اوپر رکھے اور اُنکے گلے میں لوہے کی موٹی زنجیر ڈالدیں اور اُن میں گھنٹی لٹکا دی۔ پس مظلوم رات کو آتے اور اُن گھنٹیوں کو زنجیر سے بلاتے۔ بادشاہ اُنکی آواز سنکر باہر آتا اور مظلوم کی دادرسی کرتا۔

سلطان رکن الدین فیروز شاہ بن سلطان التمش

سلطان شمس الدین نے ۶۲۵ھ میں رکن الدین کو چتر اور دور باش دیکر پرگنہ بدایوں عنایت کیا۔ اور عین الملک اشعری کو کہ ناصر الدین قباچہ کا وزیر تھا اُسکا وزیر مقرر کیا۔ جب سلطان التمش گوالیار کو فتح کرکے دہلی میں آیا تو اُسکو لاہور کی مملکت عنایت کی۔ جب سلطان سند و ملتان سے واپس آیا ہی تو اُسکو ساتھ دہلی میں لایا اور وہ باپ کے مرنیکے وقت دہلی میں تھا۔ ۶۳۳ھ میں وہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور ارکان دولت نے نثار و ایثار کیا اور شادمان ہوئے۔ اُسنے تخت پر بیٹھتے ہی کاروبار سلطنت کو طاق پر رکھا۔ رات دن ناچ و رنگ عیش و طرب میں مشغول ہوا۔ خزائن قطبی و شمسی کو مطربوں اور مسخروں میں اڑانا شروع کیا۔ بازار میں ہاتھی کی پشت پر ست بیٹھکر روپیوں اشرفیوں کا لوگوں پر مینھ برساتا۔ کبھی کسی کے دل کو نہ دکھاتا تھا۔ اس سے امور سلطنت کے انتظام میں خلل پڑا۔ اسکی ماں شاہ ترکان کی ایک ترکی کنیز بھی ملک کے حل و عقد میں دخل دینے لگی اور ظلم و ستم برپا کیا کہ سلطان شمس الدین کی حیات میں جن سوکنوں کے رشک و حسد سے جلتی تھی انمیں سے بعض کو ہلاک کیا۔ بعض کو طرح طرح سے رسوا کیا۔ اور سلطان التمش کے چھوٹے بیٹے کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ اور پھر اُسکو قتل کرا دیا۔ اِس کی ان حرکات سے سب صغیر و کبیر و وضیع و شریف متنفر ہوگئے اور کل ملوک نے بغاوت اختیار کی جنکی تفصیل یہ ہی کہ شاہزادہ غیاث الدین محمد کہ سلطان رکن الدین کا چھوٹا بھائی تھا اور اودھ میں حکومت کرتا تھا اُسنے اطاعت چھوڑ دی لکھنوتی سے جو دہلی کو خزانہ جاتا تھا اُس نے لوٹ لیا۔ ملک اعز الدین محمد سالاری صوبہ بدایوں و ملک علاء الدین شیر خانی حاکم لاہور اور ملک اعز الدین کبیر خانی والی ملتان و ملک سیف الدین کوچی ضابطہ

انہی کے باہم مراسلت کرکے موافقت کی اور لوائے مخالفت بلند کیا۔ سلطان رکن الدین فیروز شاہ بہت سا لشکر لیکر دہلی سے نکلا اور کیلوگڑھی میں آیا۔ نظام الملک محمد جنیدی وزیر خوف کے مارے کیلوگڑھی سے بھاگ کر قصبہ کول میں گیا اور ملک عز الدین محمد سالاری سے ملا اور سب متفق ہوکر لاہور گئے اور اسطرف کے ملوک کے ساتھ متفق اللفظ والمعنی ہوئے۔ سلطان رکن الدین اُنکے دفع کرنے کے واسطے پنجاب کو روانہ ہوا جب منصور پور کے حوالی میں پہنچا تو جو امیر اُسکے ساتھ تھے وہ دہلی چلے گئے۔ اور سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی سلطان رضیہ کو سریر سلطنت پر بٹھایا اور مادر سلطان شاہ ترکان کو گرفتار کرکے مقید کیا۔ سلطان رکن الدین کو جب یہ خبر پہنچی تو اُسنے دہلی کو مراجعت کی۔ سلطان رضیہ نے ۶۳۴ھ میں فوج مقابلہ کے لیے بھیجی اُسنے سلطان کو گرفتار کیا اور قیدخانہ میں ڈالدیا۔ تھوڑی مدت میں وہ اُسی سنہ میں زنداں سے دوسرے جہان کو چلا گیا۔ چھ مہینے آٹھ روز سلطنت کرگیا۔ ابن بطوطہ اس بادشاہ کا حال یہ لکھتا ہی کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ تخت پر بیٹھا اور اُسنے یہ ظلم کیا کہ اپنے بھائی معز الدین کو مار ڈالا۔ رضیہ بیگم اسکی سگی بہن تھی اُسنے رکن الدین کو اس بھائی کے قتل پر لعنت ملامت کی تو وہ اُسکے خون کے درپے ہوا۔ جمعہ کی نماز میں رکن الدین گیا تھا کہ رضیہ قصر قدیم کی سطح پر چڑھی جو دولتخانہ کہلاتا تھا اور جامع مسجد کے قریب تھا وہ مظلوموں کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ آدمیوں کے سامنے مسطح قصر پر کھڑی ہوکر یہ کہا کہ میرے بھائی نے میرے بھائی کو مار ڈالا اور میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہی۔ پھر اُسنے باپ کے خیر واحسان جو انکے ساتھ کیے تھے یاد دلائے۔ یہ سنکر لوگ مسجد میں سلطان رکن الدین پر چڑھ گئے اور اُسکو گرفتار کرکے رضیہ بیگم پاس لائے جسنے کہا کہ جو قاتل ہی وہ قتل کیا جائے اس طرح بھائی کے قصاص میں وہ قتل ہوا۔ اس کا بھائی ناصر الدین کم عمر تھا اس لیے رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔

سلطان رضیہ بیگم

سلطان رضیہ بیگم کو خدا نے وہ سب خوبیاں عطا کی تھیں جو شاہان عادل اور کامل میں ہوتی ہیں۔ جو صاحب نظر اور کار آگاہ ہیں۔ اسمیں کوئی قصور سوائے عورت ہونے کے نہیں بتاتے۔ یہ نقصان اس میں ایسا تھا کہ اُسکی صفات گزیدہ نے اُسکو نفع نہ دیا۔ اسمیں یہ صفات تھیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے کے جو آداب ہیں اُن سبکو وہ ادا کرتی تھی۔ علم سے بھی اسکو کچھ بہرہ تھا۔ اپنے باپ کے عہد میں ملکی کاموں میں دخل دیتی۔ سلطان بھی اسکی عقل اور سمجھ بوجھ کو دیکھکر اس دخل کا مانع نہوتا تھا۔ بلکہ جب گوالیار سے پھر کر وہ آیا تو اُسنے تاج الملک محمود دبیر سلطنت کو حکم دیا کہ رضیہ بیگم کو میرا ولیعہد لکھدو۔ اس فرمان پر بندگان نے عرض کی کہ لائق اور رشید بیٹوں کو چھوڑ کر اس لڑکی کو ولیعہد بناتے ہیں۔ بادشاہ اسلام کو یہ سزاوار نہیں ہی۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے

بیٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ آوارہ ہستہ ہیں۔ مے نوشی و بدکاری و حرام کاری میں شب و روز مشغول رہتے ہیں اُنکے بارہ میں یہ قوت نہیں کہ سلطنت کے کاروبار کے بوجھ کو سنبھال سکیں۔ رضیہ اگر بظاہر عورت ہے مگر درحقیقت مرد ہے اور اپنے بھائیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ تم دیکھ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت کے لائق نہوگا۔ جو اس دانشمند بادشاہ نے ارشاد کیا تھا وہی ظہور میں آیا۔ جب سلطان رضیہ بیگم تخت سلطنت پر بیٹھی پردہ سے باہر آئی۔ مردانہ لباس پہنا۔ قبا در بر تاج بر سر دربار عام میں بیٹھتی اور اجلاس کرتی اور لوگونکی نالش اور فریاد سنتی اور انصاف اور عدالت کرتی۔ اور رکن الدین کے عہد سلطنت میں جو قواعد و ضوابط سست ہو گئے تھے اُنکو از سرنو درست کیا۔ اور جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اُن سبکو دور کیا۔ غرض سلطنت کا انتظام عقل و تدبیر سے کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی وزیر مملکت و ملک علاء الدین شیر خانی و ملک سیف الدین کرخی و ملک اعزالدین کبیر خانی اطراف سے آکر شہر دہلی کے باہر جمع ہوئے اور کفران نعمت کر کے رضیہ کے مخالف ہوئے۔ اور امرا اطراف کو خطوط لکھکر مخالفت کے لیے ترغیب دینے لگے۔ اس حال میں ملک نصیر الدین جاگیردار اودھ سلطان رضیہ کی مدد کے لیے دہلی کیطرف روانہ ہوا جب وہ گنگا سے پار ہوا تو مخالفوں نے اُسے گرفتار کیا۔ وہ بیمار تھا اسی حال میں وفات پائی سلطان رضیہ شہر سے باہر نکلی اور جمنا کے کنارہ پر خیمہ لگایا۔ امرا ترک جو موافق تھے ہمرکاب ہوئے جو امرا مخالف تھے اُنسے اُسکا کئی دفعہ مقابلہ ہوا آخر صلح ہو گئی۔ تھوڑی مدت میں سلطان رضیہ نے وہ تدبیریں کیں کہ تمام اُسکے مخالف پریشان ہو کر کوئی کسیطرف بھاگا کوئی کسیطرف۔ سلطان رضیہ کے سواروں نے اُن بھگوڑونکا تعاقب کیا ملک سیف الدین کوچی کو مع اسکے بھائی فخر الدین کے گرفتار کر کے قتل کیا۔ اور ملک علاء الدین جانی صدود بابل و نکوان میں شہید ہوا۔ اور اُسکا سر دہلی میں آیا۔ اور ملک نظام الدین کوہ سرمور میں فوت ہوا۔ جب اسطرح سلطان رضیہ نے قوت پیدا کی تو مملکت کا انتظام ہوا اور خواجہ مہدی غزنوی کو جو نظام الملک کا نائب تھا اپنا وزیر بنایا اور اُسکو بھی نظام الملک کا خطاب دیا اور لشکر کی نیابت ملک سیف الدین ایبک کو تفویض ہوئی اور خطاب اُسکا قتلغ خاں ہوا اور ملک اعزالدین کبیر خانی کو ولایت لاہور عنایت ہوئی۔ اب لکھنوتی سے لیکر دیول و سند تک کل ملوک اور امرا مطیع و منقاد تھے۔ انہیں دنوں میں ملک ایبک رحمت حق سے پیوستہ ہوا اور اُسکی جگہ ملک قطب الدین حسن غوری مقرر ہوا اور حصار رنتھنبور کو بھیجا گیا۔ یہاں سلطان التمش کی وفات کے بعد مدت سے اس قلعہ میں مسلمانوں کو ہندوؤں نے گھیر رکھا تھا ملک قطب الدین لشکر یہاں لایا اور امرا اسلام کو حصار سے باہر لایا اور قلعہ کو ویران کر دیا۔ اور سلطان رضیہ پاس چلا آیا۔ ان دنوں ملک اختیار

سلطان رضیہ سے امرا کی نااتفاقی کا منشا

سرا نگیں امیر حاجب ہوا اور امیر جمال الدین یاقوت حبشی میراخور کو سلطان رضیہ کی خدمت میں بہت تقرب ہوگیا اور امیر الامرا وہی ہوگیا۔ وہی ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر گھوڑے پر سلطان رضیہ کو سوار کراتا۔ ایسی حرکات سے ملوک و امرائے ترک کو غیرت آتی۔

ملک اعزالدین حاکم لاہور نے سلطان رضیہ کی اطاعت چھوڑی۔ سلطان رضیہ نے لشکر لیکر وہاں چڑھائی کی۔ ملک اعزالدین اس سے باخلاص پیش آیا۔ اس لیے سلطان رضیہ نے ملک ملتان کہ ملک قراقش پاس تھا اسکو تفویض کیا اور ۶۳۷ھ میں دہلی میں وہ آئی۔ ملک التونیہ نے کہ ترکان چہلگانی سے تھا۔ جس کا بیان آگے آویگا علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے لشکر روان لیکر جانب بھٹنڈہ سفر کیا۔ اثنا رراہ میں امرائے ترک نے ملکر یاقوت حبشی کو شہید کیا اور سلطان رضیہ کو گرفتار کرکے مقید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیجدیا۔ اور خود دہلی میں آکر معزالدین بہرام شاہ بن سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا رضیہ بیگم نے ملک التونیہ کو ایسا اپنی فطرت سے پرچایا کہ ان دونوں میں نکاح ہوگیا اور ان دونوں میاں بیوی نے جاٹوں اور گھکروں کو جمع کرکے اور ادہر ادہر سے لشکر سمیٹ کر دہلی پر حملہ کیا۔ بہرام شاہ نے ملک اعزالدین بلبن کو لشکر کثیر کے ساتھ سلطان رضیہ سے مقابلہ کرنے کیلیے بھیجا۔ دونوں لشکر راہ میں ملے اور لڑائی ہوئی۔ سلطان رضیہ نے شکست پائی اور بھٹنڈہ کو بھاگ گئی۔ پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ اپنے پراگندہ لشکر کو جمع کرکے دہلی کیجانب لڑنیکو روانہ ہوئی۔ ۶۳۷ھ میں کیتھل میں پھر ملک بلبن سے شکست پائی اور ان دونوں میاں بیوی کو زمینداروں نے گرفتار کرکے سلطان بہرام شاہ کے حوالہ کیا۔ اُسنے ان دونوں کو قتل کرڈالا۔ سلطان رضیہ نے ساڑھے تین برس چھ دن سلطنت کی۔ دوراندیش جانتے ہیں کہ یہ ادبار کی ہوا کس صحرا سے اُٹھی اور دولت رضیہ کی دولت کا پھول کس باد تند سے پراگندہ ہوا۔ بھلا غلام حبشی کو امیر الامرائے دہلی سے کیا نسبت اور حبشی کمینوں کو ملکہ تاجدار کی پیشوائی سے کیا کار۔

طبقات ناصری میں اوائل سلطنت رضیہ کا یہ حادثہ عظیم بیان کیا ہی کہ جسکو اور مورخوں نے سلطان التمش کی آخری سلطنت میں لکھا ہے۔ نور ترک کے اغوا سے ایک بڑا گروہ قرامطہ و ملاحدہ کا اطراف ہند گجرات اور سندھ اور دوآبہ گنگ و جمن وغیرہ سے آکر دہلی میں جمع ہوگیا تھا۔ اور اس نور ترک کے اغوا سے اُنھوں نے اہل اسلام پر حملہ کا ارادہ کیا۔ نور وعظ کہتا اور اوباش اُس پاس جمع ہوتے اور علمائے اہل سنت کو وہ ناصبی اور خارجی کہتا اور عوام الناس کو علمائے ابوحنیفہ اور شافعی کی عداوت پر برانگیختہ کرتا۔ ششم ماہ رجب ۶۳۴ھ کو روز جمعہ کو ایکہزار

ادمی سلاح وشمشیر و سپر و تیر لیکر دہلی کی جامع مسجد میں چڑھ آئے اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ ایک شور و غل مچا تو سلطان کے مبارز نصیر الدین اہتم اور امیر انام ناصر ہتھیار لگائے جوشن و برگستوان پہنے خود سر پر رکھے اور نیزہ و سپر دھرے۔ سواروں کو لیکر آئے اور ملاحدہ و قرامطہ کا قتل شروع کیا اور جامع مسجد کے اوپر جو آدمی تھے انھوں نے اینٹ پتھر مارنے شروع کیے اور ایک ملحد اور قرمطی کو زندہ نہ چھوڑا۔

ابن بطوطہ رضیہ سلطانہ کے قتل کی حکایت یوں بیان کرتا ہی کہ جب وہ شکست پاکر بھاگی تو بھوک سے اسکے نہایت خستہ حال ہوئی اُس نے ایک کسان کو کھیتی کرتے دیکھا اُس سے کھانے کو مانگا اُس نے ایک روٹی کا ٹکڑا اُسے دیدیا جسکو وہ کھاکر سو رہی۔ وہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھی جب کسان نے اُسے سوتے ہوئے دیکھا اور اُسکے کپڑوں کے نیچے ایک قبا مرصع نظر آئی تو اُسنے جانا کہ یہ عورت ہی اُسکو قتل کیا اور اُسکا لباس اُتار لیا اور گھوڑا لے لیا اور کھیت میں اُسکو دبا دیا۔ اُسکے بعض کپڑے لیکر بازار میں بیچنے گیا۔ اہل بازار نے اُس لباس کو اُسکے خلاف شان دیکھکر خریدنے سے انکار کیا اور کوتوال کو خبر کی جسنے اُسے مارا پیٹا تو اُسنے رضیہ کے قتل کا اقرار کیا اور اُسکے مدفن پر لیگیا اُنھوں نے لاش کو نکالکر غسل دیا کفن پہنایا دفن کیا۔ مدفن پر گنبد بنایا اب تک اُسکی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اُسکو متبرک جانتے ہیں وہ جمنا کے کنارے پر ایک فرسنگ کے فاصلہ پر شہر سے ہی۔

ابن بطوطہ سے جو سلطان رضیہ کے قتل کی حکایت لکھی ہے

قلعہ بھٹنڈہ میں سلطان رضیہ مقید تھی کہ ۲۰ رمضان ۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء کو بالاتفاق امرا و ملوک نے معز الدین بہرام شاہ دہلی میں تخت پر بٹھایا۔ سلطان رضیہ سے جو لڑائیاں ہوئیں اور جسطرح اُنکا فیصلہ ہوا وہ اوپر بیان ہو چکا ہی۔ اب سارے امور سلطنت کا اختیار اور اقتدار اختیار الدین اور نظام الملک مہذب الدین کے ہاتھ میں تھا انھیں کے گھروں میں ساری رونق سلطنت دکھائی دیتی تھی۔ اختیار الدین نے معز الدین کی بہن سے نکاح کر لیا گھر پر ہمیشہ ہاتھی باندھتا تین دفعہ نوبت بجواتا۔ اُس زمانہ میں یہ باتیں بادشاہوں ہی کے ساتھ مخصوص تھیں ان حرکتوں سے بہرام شاہ ان دونوں سے بدگمان ہوا۔ اُس نے اپنے دو معتمد ترکوں کو حکم دیا کہ مستانہ ہیئت بناکر ان دونوں کا جام عمر لبریز کرو۔ ۸ محرم ۶۳۵ھ کو قصر سفید میں یہ ترک مستانہ وار داخل ہوئے اختیار الدین کو چھری سے قتل کیا۔ مہذب کے پہلو میں دو زخم لگائے مگر موت نہیں آئی تھی وہ بچکر باہر نکل گیا ملک بدر الدین سنقر امیر حاجب ہوا اور سلطنت کے سارے کاموں کا مالک ہوا۔ سلطان کے بے اجازت جو چاہتا سو کرتا۔ اور وزیر مہذب الدین پر تفوّق ڈھونڈھتا۔ جس نے سلطان کے مزاج کو متغیر کر دیا بدر الدین نے جب سلطان کی بے رُخی دیکھی تو وہ سلطان ہی کے دفع کرنے کی تدابیر میں مصروف ہوا

امرا کی سلطنت کی سازش

اور یہ جاننے لگا کہ بادشاہ کے بھائیون مین سے کسیکو اسکا جانشین کرے۔ ماہ صفر ٦٣٩ھ مین صدر الملک تاج الدین
کے گھر پر امراؤ کیا انکا جلسہ ہوا اور انقلاب سلطنت کے باب مین منصوبے و تدابیر پیش ہوئین یہ صدر الملک وزیر
مہذب الدین کے بھی گھر گیا کہ اسکو بھی لاکر شریک مشورہ کرے۔ بادشاہ کا ایک نہایت معتبر آدمی وزیر پاس بیٹھا
ہوا تھا اُسکو وزیر نے ایک ایسی جگہ چھپا کر بٹھا دیا کہ وہ ساری باتین صدر الملک کی سُنے۔ غرض جب صدر الملک
وزیر پاس آیا اور اُسنے تغیر سلطنت کی استدعا کی تو وزیر نے ادہر صدر الملک سے کہا کہ آپ تشریف لیچلیے مین
بھی نماز پڑھکر آپ کے جلسہ عظیم مین شریک ہونیکے لئے آتا ہون۔ ادہر اس معتمد سلطانی سے کہا کہ تو ابھی جاکر سلطان سے
وہ باتین عرض کر جو تو نے صدر الملک کی زبان سے سُنی ہین اور بادشاہ کو صلاح دے کہ وہ فوراً سوار ہوکر
اس جماعت کے سر پر پہونچکر متفرق کر دے جب یہ معتمد بادشاہ کی خدمت مین آیا اور حال عرض کیا تو سلطان
نے سوار ہوکر اس جماعت کو پریشان کر دیا اور بدر الدین سنقر کو دربار مین بلاکر بداؤن بھیجدیا۔ اور چار مہینے بعد وہ سلطان
پاس پھر آیا تو اُسے مقید کر دیا ایسے ہی اور امراء کو جو اس جلسہ مین شریک تھے سزائین دین غرض اس واقعہ سے
امراء کے حال مین یہ تغیر ہو گیا کہ سلطان سے وہ سب خائف رہنے لگے اور سلطان اُن سے بدگمان رہنے لگا کسی پر اعتماد
نہین کرتا تھا۔ وزیر اپنے زخمون کے انتقام لینے کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ ملوک و ترکون اور سلطان ان سب کو
خارج کر دے سلطان کو ہمیشہ ترکون سے ڈراتا رہتا تھا اور آخر کو اُسکی تدبیر چلگئی نہ امرا ترک رہے نہ سلطان جسکا ذکر نیچے ہوتا ہے

واقعہ عظیم لاہور کا

اس بادشاہ کی سلطنت مین واقعہ عظیم شہر لاہور کا ہے کہ اُسکو چنگیز خانی مغلون کے لشکر نے خراسان اور غزنی
سے آکر گھیر لیا اور مدتون تک جنگ رہی۔ یہان لاہور مین حاکم قراقش تھا وہ بڑا بہادر جوانمرد تھا مگر اہل لاہور نے
اُسکے ساتھ موافقت نہ کی اور لڑائی مین تقصیر کی تو قراقش یہ حال دیکھکر اپنے لشکر سمیت دہلی کو چلا گیا۔ ترکون نے
اُسکا تعاقب کیا مگر وہ صاف نکل گیا۔ اب لاہور مین کوئی فرمان روا نہ تھا اس لئے ١٦ جمادی الآخری ٦٣٩ھ کو
اسپر مغلونکا قبضہ ہو گیا انہون نے مسلمانون کو قتل و اسیر کیا جب اس حادثہ ہائل کی بہرام شاہ کو خبر پہونچی تو اُسنے دہلی
کے قصر سپید مین اپنے اکابر سلطنت کو جمع کیا اور نظام الملک مہذب الدین وزیر اور قطب الدین حسن غوری وکیل سلطنت
اور امرا کو لشکر دیکر مغلونکے دفع کرنیکے واسطے لاہور روانہ کیا۔ جب یہ لشکر دریاء بیاس کے کنارہ پر پہونچا تو نظام الدین
مہذب الملک نے کہ باطن مین سلطان سے نفاق رکھتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ امراء اُس سے ناراض ہو جائین یہ
مکر و فریب کیا کہ بہرام شاہ پاس یہ عرض داشت بھیجی کہ حضور نے جو ایک جماعت منافق میرے ہمراہ کی اس سے
کچھ کام نہین نکلے گا اور یہ فتنہ نہین دور ہوگا خود حضور یہان تشریف لائین یا فرمان صادر فرمائین کہ بندہ

و ملک قطب الدین جس طرح سے ہوسکے اس جماعت کو ٹھکانے پہونچائین۔ سلطان نے وزیر پر اعتماد کرکے اپنی سادگی کے سبب سے لکھ بھیجا کہ وہ جماعت گردن مارنے کے قابل ہے انکو مین سزا دونگا تم چند روز انسے مدارا رکھو نظام الملک مہذب الدین نے یہ سلطان کا فرمان امرا و لشکر کو دکھا دیا اور بادشاہ کے معزول کرنے مین انکو اپنے ساتھ متفق کر لیا جب سلطان کو اس حال پر اطلاع ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اُشی کو ان امرا کی تسکین و تسلی کے لئے بھیجا مگر وہ کسیطرح راضی نہوئے شیخ اپنا سا مُنہ لیکر دہلی کو چلے آئے سلطان معز الدین بہرام شاہ کے دفع کرنے کیواسطے نظام الملک مہذب الدین اور کل امرا دہلی مین آئے اور بہرام شاہ کا محاصرہ کر لیا اور ساڑھے تین مہینہ تک محاصرہ رہا اور لڑائیان ہوتی رہین اور طرفین سے ایک خلق ہلاک ہوئی اور حوالی شہر بالکل برباد ہوگیا۔ اس فتنہ کے بڑھ جانے کا سبب یہ تھا کہ مبارک شاہ فرخی معتمد فراش بادشاہ کے مزاج پر غالب ہوگیا تھا۔ وہ کسیطرح صلح پر بادشاہ کو راضی نہین ہونے دیتا تھا۔ اہل شہر بادشاہ کے ساتھ متفق تھے اسی کے سبب سے ماہ ذیقعدہ ۶۳۹ھ مین شہر کو مخالفین نے لے لیا۔ اور بہرام شاہ کو گرفتار کرکے کچھ دنون اُسے مقید رکھا اور پھر قتل کیا۔ اُسکی سلطنت دو سال ڈیڑھ مہینہ تھی۔

سلطنت علاء الدین مسعود شاہ

جب سلطان بہرام شاہ کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو ملک اعز الدین بلبن بزرگ تخت دہلی پر جلوہ گر ہوا اور اُسکی منادی بھی ہوئی مگر اُسکی تخت نشینی سے امرا راضی نہوئے۔ سلطان شمس الدین کے بیٹے ناصر الدین و جلال الدین اور رکن الدین فیروز شاہ کا بیٹا سلطان علاء الدین مسعود قصر سفید مین مقید تھے انکو قید خانہ سے باہر لائے اور انہین سے سلطان علاء الدین مسعود شاہ کے سر پر ۶۳۹ھ ۱۲۴۱ء مین تاج شاہی رکھا۔ سلطان نے ملک جلال الدین کو خطہ قنوج دیا اور ملک ناصر الدین کو خطہ بہرائچ۔ مگر اسکی سلطنت مین بھی وہی خرابیان برپا ہوئین جو پہلے سے چلی آتی تھین۔ بلکہ اسپر اُسکی دائم الخمری اور عیاشی اور ظلم نے اور ظلم نے اور طرہ لگا دیا۔ اس بادشاہ کے وقت کی بڑی مشہور بات یہ ہے کہ محمد بختیار خلجی جس راہ سے تبت اور خطا مین گیا تھا اسی راہ سے مغلونکی فوج نے ۶۴۲ھ ۱۲۴۴ء مین بنگالہ پر یورش کی اس راہ سے فقط یہی یورش ہوئی ہے۔ اور کسی یورش کا اس راہ سے تاریخ مین صحیح پتہ نہین ملتا مغلونکو شکست ہوئی۔ پھر انہون نے قندھار کیطرف سے ملک سندھ پر حملہ کیا اور اوچہ کا محاصرہ کیا۔ سلطان نے بھی امرا کو جمع کیا اور لشکر فراہم کرکے بیاس کے کنارہ پر فوراً جا پہونچا مغلون نے اوچہ کا محاصرہ چھوڑ دیا سلطان مظفر و منصور دلی مین چلا آیا جب امرا نے دیکھا کہ سلطان مسعود کے

ظلم اور مستانہ توستی سے سلطنت کا کام بگڑتا ہے تو انہون نے اُسکے چچا نصیر الدین پاس بہرایچ مین پیغام بھیجا اور ۱۲۴۲ء مین اسکو بادشاہ بنایا۔ اور مسعود کو قید خانہ مین ڈالا۔ کل چار سال ایک ماہ اُس نے سلطنت کی۔

سلطان التمش کا سب سے بڑا بیٹا ناصر الدین تھا جب وہ لکھنوتی مین فوت ہوا اور یہ سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہوا تو بڑے بیٹے کی کمال محبت کے سبب سے چھوٹے بیٹے کو اُسکا ہم نام کیا اور اوسکی مان کو لونی بھیجدیا وہان اُس بیٹے کی ساری تعلیم و تربیت ہوئی۔

باپ کے مرنے پر کچھ دنون قید مین گذرے پھر رہائی پائی۔ اُسکی عادت تھی کہ جوانی مین ہمیشہ سوچ بچار مین رہتا اور سب سے الگ تھلگ رہتا سلطان مسعود کے عہد مین اسکو بہرایچ کی حکومت ملی یہان تھوڑے دنون مین اُسکی عدالت اور نصفت اور لڑائیون کی فتحیابی سے ملک کی معموری اور آبادی مین بہت رونق ہوگئی سلطان علاء الدین مسعود شاہ کی باتون سے امراء دلی تنگ آئے تو انہون نے ایک خفیہ عرضداشت سلطان ناصر الدین کیخدمت مین بھیجی کہ آپ دہلی مین تشریف لائین ناصر الدین کی والدہ ملکہ جہان اُسکے سفر مین ہمراہ ہوئی اور اس بہانہ سے کہ سلطان بیمار ہے دلی مین علاج کرنیکو جاتا ہے۔ بیٹے کو دلی تک وہ لے آئی اور کسی کو خبر نہوئی کہ وہ یہان آپہونچا بلکہ ایسا وہم اُسکو تھا کہ جب راج رات ہوتی تو ناصر الدین کے مُنہ پر نقاب ڈال دیتی کہ کوئی پہچانے نہین۔

غرض ۲۳ محرم ۶۴۴ھ مطابق ۱۰ جون ۱۲۴۶ء کو قصر سبز مین یہ سلطان دہلی کے تخت پر بیٹھا جلوس کے اگلے دن بڑا جشن ہوا۔ ملک غیاث الدین بلبن خرد کو لقب وزارت عطا ہوا۔ اور سارا کاروبار سلطنت کا اسکے اعتماد پر چھوڑا۔ سلطان نے وزیر بنانے کے وقت اس سے کہدیا کہ کوئی کام ایسا نہ کرنا کہ خدا کے روبرو اُسکے جواب سے تو شرمندہ ہو۔ اس وزیر نے اپنے کام کا حق ادا کیا۔ اور ایسی تدبیرین کین کہ کسیکو قدرت تھی کہ اسکے کام مین دم مارسکے۔ غرض ساری سلطنت کا کام اُسکی مٹھی مین تھا۔ یہ بلبن شمس الدین التمش کا غلام اور داماد تھا۔ اب ناصر الدین نے اُسکو خان اعظم الغ خان کا خطاب مرحمت کیا۔ اور اُسکا چچیرا بھائی شیرخان تھا اسکو خان معظم کا لقب عطا ہوا۔ اور ملتان اور پنجاب کا حاکم مقرر ہوا۔ اس بادشاہ کو اُن مغلونکا کھٹکا لگا ہوا تھا جنہون نے غزنی کابل اور قندھار اور بلخ اور ہرات مین شورش برپا کر رکھی تھی۔ غیاث الدین بلبن نے ان سرحدی صوبونکو ملا جلا کر ایک صوبہ قایم کیا اور شیرخان کو وہان کا حاکم مقرر کیا اور بادشاہ کو پہلے ہی سنہ جلوس مین پنجاب لیگیا اور جب بادشاہ سودرہ مین پہونچا تو خان اعظم الغ خان کو سرلشکر بنا کر دریا سندکیطرف بھیجا

سلطان ناصر الدین محمود ۱۲۴۶ء تا ۱۲۶۶ء

غیاث الدین بلبن وزیر ہوگیا

بادشاہ کا سر ملتان مین انتظام کرنا

خان اعظم نے گہکرون کو کہ مغلونکے ساتھ غارتگری مین شریک ہو گئے تہے۔ اور اس ملک مین غارتگری کیلئے مغلونکے رہنما ہوئے تہے نہایت سخت سزادی سیکڑون کو قتل کیا اُن کے بچونکو لونڈی اور غلام بنایا اور سلطان نکے پاس آیا سلطان بسبب تنگی علف کے جلد دہلی چلا آیا۔ یہان یہ انتظام بہی کیا کہ ایک جماعت کی جماعت پرانے امیرونکی تہی کہ وہ شمس الدین التمش کیوقت سے لاہور اور ملتان مین جاگیرین رکہتی تہی مگر حق خدمت نہ ادا کرتی تہی اور مغلونکی سپاہ سے سازباز رکہتی تہی۔ اُن سب بوڑہونکو سلطان غیاث الدین بلبن سے مشورہ لیکر منصب سے معزول کیا اور اُنکی جوان اولاد اور عزیز و اقارب کو منصبون پر مامور کیا۔ اس انتظام سے ملتان اور پنجاب مین دونون طرح کا ملکی اور مالی بندوبست ہوگیا اور گہکرون کے غدر سے اطمینان ہوا۔ یہ عمل سلطان کا ایسا ہی تہا جیسا کہ سکندر ذوالقرنین کا سننے مین آیا ہے کہ اُس نے اپنے اوستاد ارسطو پاس ایلچی بہیجا اور پوچھا کہ مین کیا کرون کہ امرا اور اراکین دولت میری بندگی اور تابعداری نہین کرتے۔ ایلچی کو باغ مین ارسطو لیگیا اور باغبان کو حکم دیا کہ سب پرانے پیڑ اکہاڑ ڈال اور نئے پودے اُنکی جگہ لگا دے۔ اور کچھ جواب ایلچی کو ندیا اور رخصت کیا۔ ایلچی نے یہ سارا حال سکندر سے بیان کیا۔ سکندر مطلب سمجھ گیا چنانچہ اُسنے امرا کہن سال کو معزول کرکے اُنکی اولاد کو اُنکے عہدونپر مقرر کیا۔ پہر سب انتظام ہوگیا۔ بعد ازین ۶۴۶ سنہ ۱۲۴۷ سے ۶۴۹ سنہ ۱۲۵۱ تک غیاث الدین

ناصر الدین کی ہندو راجاؤن سے لڑائی

بلبن ان ہندو راجاؤن سے لڑتا رہا جو شاہان سابق کے ضعف اور بے اعتدالی کے سبب متمرد اور سرکش ہو گئے تہے چنانچہ اول حملہ مین اُس نے جمنا کے وار پار ملک مین دلی سے کالنجر تک حکومت سلطانی کو قایم اور بحال کیا پہر آیندہ تین سال کی چڑہائیون مین میوات کے پہاڑی ملک کو کہ دلی سے چنبل تک پہیلتا ہے صاف کیا پہر رنتہنبور، دکوہ پایہ کے قلعہ کو جو میوات کے پاس ہے فتح کیا۔ اور سلطان ناصر الدین کا بہائی دلی مین آیا اور پہر وہم زدہ ہو کر یہان سے چتوڑ کو بہاگا۔ سلطان نے اُسکا تعاقب کیا اور چتوڑ مین پہونچا۔ آٹھ سات مہینہ یہان سر مارا مگر فتح نہوا۔ ناچار سلطان دہلی اولٹا چلا آیا۔ سنہ ۶۴۹ھ مین ملک اعز الدین بلبن بزرگ حاکم اوچہ اور ناگور نے بغاوت اختیار کی۔ سلطان ناگور گیا اور امیر لشکرکشی کی۔ سلطان کے سامنے نہ ٹہیر سکا۔ اور حاضر ہو کر امان کا جویان ہوا۔ سلطان نے اُسکی عفو تقصیر کرکے اُسکی حکومت بحال رکہی اور خود دہلی مین چلا آیا۔ پہر نرور کا قلعہ بندیلکہنڈ مین جا کر فتح کیا۔ جاہر دیو نے یہ قلعہ بنایا تہا۔ پانچ ہزار سوار اور دو لاکہ پیادون سے وہ بادشاہ سے لڑا مگر شکست فاحش پاکر بہاگ گیا۔ اور چند روز مین قلعہ فتح ہوگیا۔ اور بعد ازان چندیری اور مالوہ مین گیا اور وہان اپنی طرف سے حاکم مقرر کئے اور پہر دلی چلا آیا ان مہمات مین بلبن نے بڑی کارنامی کئے

قلعہ نرور کی فتح و شیرخان کی فتوح

بھیجے بہائی شیر خان نے بہی مغلونکو شکست دیکر غزنی لے لیا۔ اور اُس مین سلطان کے نام کا خطبہ پڑہوایا اور اُسکا سکہ چلایا۔ اور پہر سلطان کے حکم کے بموجب اوچہ پر لشکر کشی کی۔ ملک اعزالدین بلبن بزرگ ناگور سے اوچہ مین آیا۔ اور شیر خان کو اوچہ سپرد کرکے سلطان پاس دلی مین آیا سلطان نے اُسکو بداؤن مین حاکم مقرر کیا جن مہمات کا اوپر ذکر ہوا۔ اُنمین اکثر سلطان ناصرالدین شریک تہا اور ان فتوحات کا سبب اپنے تئین تہاتا۔ مگر دل مین یہ بات خوب سمجہتا تہا گو وہ ناگوار خاطر ہو کہ بلبن کی پامردی سے یہ سب فتوحات حاصل ہوئی ہین اور اِن معرکونمین اول قدم اسی کا ہی۔ بعد آسکے میر اقدم ہی ۔ سنہ ۶۵۱ھ مین عمادالدین ریحانی نے کہ بلبن کا ہی دست گرفتہ تہا۔ بلبن کی جان کا خواہان ہوا اور جب جان نہ لے سکا تو بادشاہ سے لگا بجہا کر بلبن کو قطاع ہانسی مین بہجوادیا اور خود وزیر بنگیا اور اَور رفقاے بلبنی کو بہی الزام دے دیکر کچہہ سے کچہہ کر دیا اور کہین سے کہین بہیجدیا جب ان تغیرات سے بے انتظامی شروع ہوئی تو بدگمانی اور ناراضامندی نے بہی دُور دُور پیر پہیلائے۔ غرض کٹر مانک پور۔ اودہ۔ بداؤن۔ سرہند۔ سیام۔ کہرام۔ لاہور۔ سوالک۔ ناگور۔ ان سب دس صوبون کے حاکمون نے متفق ہوکر بلبن پاس پیغام بہیجا کہ عمادالدین ریحانی کے ظلم اور ستم سے انتظام سلطنت مین خلل پیدا ہورہا ہی۔ اب صلاح ہم سب کی یہہ ہو کہ آپ دلی جائین اور بطور سابق اپنے کام کا انصرام فرمائین۔ بلبن نے اس درخواست کو منظور کیا۔ اور سبکو کہرام مین جمع کیا۔ عمادالدین ریحانی ان سبکے رفع دفع کرنے کیواسطے سلطان کو لیگیا۔ اِن سب امراء اور ملک غیاث الدین بلبن نے نہایت ادب اور تعظیم سے عرضی لکہی کہ ہم سب آپکے غلام ہین۔ اگر عمادالدین ریحانی آپکی وزارت کے منصب پر نہو تو ہم سب آپکی پابوسی مین مشرف ہون۔ سلطان نے عمادالدین کو معطل کرکے بداؤن کے صوبہ کو روانہ کیا۔ سب امراء سلطان کی خدمت مین حاضر ہوئے اور شاہانہ خلعت اُنکو مرحمت ہوئے اور پہر سب امراء اپنی جگہ مقرر ہوئے اور غیاث الدین بلبن کے آنے سے سب چہوٹے بڑے خوش و خورم ہوئے۔

سنہ ۶۵۳ھ سے سنہ ۶۵۵ھ تک بغاوتین ہوا کین۔ ملکہ جہان والدہ ناصرالدین نے قتلغ خان سے نکاح کر لیا
۱۲۵۱ ۱۲۵۵ء
سلطان کا دل اپنی مان کی طرف سے برگشتہ ہوگیا۔ قتلغخان کو اودہ کی جاگیر دیکر رخصت کیا پہر یہان اودہ سے بہرائچ مین بدلدیا۔ اسپر اُس نے بغاوت اختیار کی اور عمادالدین ریحانی اور حاکم سندہ اور بعض اور امراء نے سلطان کی مخالفت پر موافقت کی۔ سلطان نے قتلغخان کی سرکوبی کیواسطے غیاث الدین بلبن کو اور عمادالدین کیواسطے تاج الدین بزرگ کو متعین فرمایا۔ عمادالدین لڑائی کے بعد اسیر ہوا اور قتل کیا گیا۔ اور قتلغخان بلبن کے

بلبن کا وزارت کرنا اور دوبارہ معزول ہونا

بغاوتین

سامنے نہ ٹہر سکا اور بھاگ کر جیت پور چلا گیا۔ اور دونون نے متفق ہوکر سمانہ اور کہرام کے نواح مین جلال اندازی شروع کی سلطان نے غیاث الدین بلبن کو پہر اس مہم کا اہتمام سپرد کیا جب دونون فریق آمنے سامنے ہوئے تو یہان دہلی سے بعض حضرات نے قتلغخان اور کشلیخان کو خط لکھکر بہیجا کہ دلی چلے آؤ اور شہر لے لو۔ یہان دلی والون کو انکی اطاعت کی تلقین کرتے تہے۔ بلبن کو تمام مکروفریب کی خبر ہوگئی اور ساری کیفیت لکھکر سلطان پاس بہیجدی۔ سلطان نے فوراً اُس جماعت کے امراء کو حکم دیا کہ اپنی جاگیرون پر جائین بعض کہتے ہین کہ قید خانہ مین ڈالدیا۔ اب قتلغخان اور کشلیخان کو خبر اس امر سے نہوئی وہ سو کوس کی منزل کو دو روز مین طے کرکے دلی مین آئے تو یہان انہون نے کچہہ نہ دیکہا اس سبب سے وہ خود منتشر ہوگئے۔ کشلیخان کو تو حکومت سندہ کی پہر بلبن کی سفارش سے مل گئی مگر قتلغخان کا حال نہ معلوم ہوا کہ وہ کہان چلا گیا۔

مغلون کے حملے و بغاوتین

یہان یہ بغاوتین ہو رہی تہین کہ مغلون نے اوچ اور ملتان پر حملہ کیا۔ سلطان انکی سرکوبی کے واسطے چار مہینے مین لشکر جمع کرکے روانہ ہوا تہا کہ مغلون کا لشکر بغیر لڑائی کے پہر گیا۔ اس لئے سلطان بہی دلی مین پہر چلا آیا پنجاب کی حکومت پہر شیرخان کے سپرد ہوئی اور ملک جلال الدین خان حاکم پنجاب کو لکہنوتی کی حکومت سپرد ہوئی کڑہ مانکپور مین بغاوت ہوئی۔ ارسلان خان اور قلیچ خان نے یہان دنگہ مچا رکہا تہا مغلون کی لڑائی مین سلطان نے انکو بلایا مگر انہون نے اس حکم کو نہ مانا اور نہ آئے سلطان کے یہان آنیسے بغاوت دب گئی۔

میواتیون سے لڑائی

۶۵۸ھ مین خان اعظم الغخان حسب الحکم سلطان کوہ پایہ وسوالک رنتھنبور پر لشکرکش ہوا۔ رجپوت و میوات وسوالک کے راجاؤن نے سرکشی پر کمر باندہی اور بڑا لاؤ لشکر جمع کیا۔ یہ بڑی بہاری سرکشی تہی۔ بلبن ہی کی جانفشانی نے اسکو مٹایا۔ وہ اُسنے ایک بڑی لڑائی لڑا اور مغلوب کیا ۶۵۹ھ مین انکا ملک فتح کیا۔ یہ میواتی ایسی ایسی جگہ جاکر چہپے کہ اہل اسلام کے سوار ونکا وہان جانا مشکل تہا۔ اس لئے بلبن نے اشتہار دیدیا کہ جو شخص میواتی کو زندہ پکڑ کر لائے دو ٹنکہ نقرہ انعام پائے اور جو شخص میواتی کا سر کاٹکر لائے وہ ایک ٹنکہ نقرہ صلہ پائے۔ غرض اس اشتہار سے بعض سپاہی ایسے میواتیون کے گلا کاٹنے پر آمادہ ہوئے کہ تین چار سو میواتیون کو روز زندہ پکڑکر لاتے اور خزانے شاہی سے انعام لیجاتے غرض راجاؤن نے یہ حال دیکہکر لشکر آراستہ کیا۔ بلبن نے بہی سپاہ کو سامنے کیا۔ اگرچہ بعض بڑے بڑے امیر اس لڑائی مین بلبن کے مارے گئے لیکن آخر کو کہیت بلبن کے ہاتہہ رہا۔ اور ڈہائی سو سردار مخالفون کے گرفتار ہوئے انکو دہلی مین لاکر بلبن نے سلطان کے روبرو مارا۔ دس ہزار میواتی اس لڑائی مین مارے گئے۔ مگر یہ قوم ہمیشہ لوٹ مار کرتی رہی اور دلی کے باشندونکو

کبھی انکی لوٹ مار سے انگریزی عملداری تک چین نہ ملا - اب سب سے آخر واقعہ عظیم اُسکی سلطنت کا یہ ہے کہ
چنگیز خان کے نبیرہ ہلاکو خان کا ایلچی دہلی کے نزدیک آیا غیاث الدین بلبن پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ
پیادے اور دو ہزار ہاتھی اور تین ہزار عرادہ آتشبازی لیکر شہر سے باہر ایلچی کے استقبال کو نکلا طبل اور
دہل اور کرنا اور نفیر کا غل کرنا اور ہاتھیونکا چنگہاڑنا اور گھوڑونکا ہنہنانا ہتیارونکا چمکنا آتشبازی کا
چھوٹنا - ان سب نے آثار قیامت کا نمونہ دکھا دیا تھا - پس بلبن ایک تیر کے فاصلہ سے اُسکے استقبال کو گیا
اور فوج کی صفون اور ہاتھیون کی قطارون کا تماشا دکھایا اور قصر سفید مین سلطان ناصر الدین پاس لایا
وہان قصر سلطانی ایک مرقع کا عالم دکھا رہا تھا ایک طرف سادات اور مشایخ کھڑے ہوے تھے - دوسری طرف
عراق اور خراسان اور ماوراء النہر کے شاہزادے اور ہندوستان کے راجہ و مہاراجہ غرض یہ جشن بھی عجیب و غریب تھا -
ایلچی اس سب سامان کو دیکھکر دنگ ہوگیا - شاید اس شان اور شوکت کے سامان نے ہی ہندوستان کو ہلاکو خان
کے ہاتھ سے بچایا - اب اس بادشاہ کی آخری عمر تک کوئی واقعہ عظیم وقوع مین نہین آیا - اب غور کرو کہ اس
بادشاہ کی سلطنت مین جھگڑے اور فساد کیا کیا برپا ہوئے مگر کسی فساد سے سلطنت کو صدمہ نہین پہنچا -
یہ بادشاہ شجاع اور عابد اور سخی تھا - اگرچہ اُسکا دربار تکلفات سے پُر تھا - مگر گھر اُسکا سادگی کا گھر تھا - ایک
ہی زوجہ منکوحہ تھی وہی اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتی تھی - ایکدن اس نیکبخت بی بی نے کہا کہ روٹی پکانے
سے ہاتھ جلتے ہین - کوئی لونڈی خرید لو کہ وہ کھانا پکادیا کرے اسپر بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال مین
بندگان خدا کا حق ہے میرا مال اسمین کچھ نہین ہے کہ روپیہ لیکر لونڈی خریدون صبر کر خدا اُسکا اجر دیگا غرض
ساری عمر فقیرانہ بسر کی - زہد و تقوی عبادت چارون پہر اُسکا کام تھا قرآن شریف کی کتابت سے اُس کی
گذراوقات تھی - کبھی خزانہ شاہی سے پیسہ نہین لیا - اتفاقاً ایک امیر نے اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن
شریف زیادہ قیمت کو لیلیا جب اُسکو یہ معلوم ہوا تو بہت ناگوار گذرا - پھر وہ اپنے قرآن شریفونکا ہدیہ معمولی قیمت
پر خفیہ بیچا کرتا - ایکدن کا ذکر ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ ایک محتاج اُس پاس آیا - اُس نے قرآن
شریف مین دو فقرہ برابر لکھے ہوئے دیکھکر یہ کہا کہ ایک فقرہ اسمین غلط لکھا ہے - سلطان نے قلم دوات منگا کر اُس
فقرہ پر حلقہ کھینچ دیا - اُس محتاج کی احتیاج رفع کرکے رخصت کیا پھر چاقو لیکر اُس حلقہ کو حک کیا - ایک غلام
نے پوچھا کہ پہلے حلقہ بنایا کیون - اب اُسکو مٹایا کیون - اُس نے یہ جواب دیا کہ محتاج آیا تھا - اگر اُس وقت
مین یہ کہتا کہ تو غلط کہتا ہے تو اُسکا دل مکدر اور رنجیدہ ہوتا - پھر اس رنج کا مٹانا اس حلقہ کے مٹانے سے

زیادہ خوش ہوتا۔ ایک صلاح کار نیک اندیش کا دل مین نے خوش کردیا۔ اور یہ محنت کرنی مجہے کچھ ناگوار نہین
یہ حکایت بہی اُسکی مشہور ہے کہ اُسکا ایک ندیم محمد نام تہا ہمیشہ اُسکو محمد کہکر پکارتا۔ مگر اتفاقاً اُس نے ایکدن اس
ندیم کو کہا کہ تاج الدین ادہر آ۔ اور یہ کام کر۔ ندیم نے کام کیا۔ مگر کام سے فارغ ہوکر اپنے گہر گیا اور تین دن تک بادشاہ
کی ملازمت مین نہین آیا۔ سلطان نے آدمی بہیجکر اُسے بلایا اور غیرحاضری کا سبب پوچہا ندیم نے عرض کیا کہ
حضور نے خلاف عادت مجہے تاج الدین کہکر پکارا اور اس غیر نام لینے سے مین نے جانا کہ بادشاہ کا دل متغیر ہوا
تین دن سے اسی رنج مین گہر مین پڑا تھا سلطان نے کہا کہ مجہے کچھ تجھ سے رنج نہتا مگر مین بے وضو تہا۔ بے وضو محمد کا
نام لیتے مجہے شرم آتی تہی۔ اسلئے تاج الدین کہکر پکارا۔ طبقات ناصری جو ایک مشہور تاریخ ہے وہ اسی بادشاہ
کے عہد مین تصنیف ہوئی ہے غرض یہ نیک سیرت بادشاہ گیارہوین جمادی الاول ۶۶۴ھ مطابق
فروری ۱۲۶۶ع کو بہشت نصیب ہوا۔ بیس برس کئی مہینے تک اُس نے سلطنت کی۔

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان بلبن کا بادشاہ ہونا

ناصرالدین محمود کے تخت وتاج کا کوئی وارث نہتا۔ سلطان غیاث الدین بلبن اُسکی زندگی مین ساری
سلطنت کا متحمل رہا۔ اب اُسکو خود بادشاہ ہونے مین کچھ دقت نہوئی ۶۶۴ھ ۱۲۶۶ع مین تخت شاہی پر بے تکلف
بیٹھ گیا۔ اب اصل حقیقت اس کی یہ ہے کہ اسکا باپ بڑا امیر تہا۔ بغداد مین دس ہزار خانوار کا سردار تہا۔ اور سلطان
قراخطا و طائفہ البرے مین سے تہا جب مغلون نے اس دیار کو فتح کیا تو وہ اُنکے ہاتھ مین اسیر ہوا۔ اور ایک
سوداگر نے اُسے خریدا۔ اور بغداد مین جاکر جمال الدین بصری کے ہاتھ بیچا جمال الدین بصری نے اس
نظر سے کہ وہ سلطان التمش کا ہم قوم تہا اُسکی نذر کیا۔ سلطان نے اُسکے چہرہ کے آثار دیکہکر بازدار خاصہ
کا مقرر کیا اور بعد ازان بتدریج اور معزز عہدون پر سرافراز کیا۔ یہ کیفیت تو سلطان التمش کے زمانہ مین
رہی۔ اب اُسکے جانشینون کے زمانہ مین سلطان رکن الدین کے عہد مین وہ ہندوستان کے ترکون کے
ساتھ سازش کرکے پنجاب مین باغی ہوگیا۔ سلطان رضیہ کے عہد مین گرفتار ہوکر محبوس ہوا۔ اور رہا ہوا۔ اور
میر شکار کا عہدہ ملا۔ یہ میر شکار ہونا ایک اشارہ غیبی تہا کہ ایکدن صید عالم اُسکا شکار ہوگا۔ سلطان معزالدین
بہرام کے عہد مین میر آخور مقرر ہوا یہ میر آخور ہونا ایما ربانی تہا کہ ایکدن اقبال کا گہوڑا اُس کی رانون تلے
دوڑیگا۔ میواتی اکثر دہلی مین آنکر لوٹ مار کرتے اور تکلیف دیتے۔ اُنکے انتظام کے واسطے پرگنات ہانسی اور
ریواڑی غیاث الدین بلبن کو اقطاع مین دئے گئے۔ اُس نے میواتیونکو ایسا دبایا کہ سر نہ اٹھانے دیا اُس زمانہ

سے اُس کی شجاعت اور مردانگی کا ایک شہرہ ہوگیا اور سلطان علاء الدین نے اُسکو اسی بات پر امیر حاجب کا عہدہ
دیا اس کام مین بہی وہ پورا نکلا سلطان ناصر الدین کی زندگی مین تو وہ سلطنت کا مالک ہوگیا سلطان برائے نام
بادشاہ تہا در حقیقت بلبن ہی بادشاہی کرتا تہا اور بعد اُسکی وفات کی خود سلطان ہوا التمش کے چالیس کی غلام
تہی اور وہ ترکی غلام سلطان التمش کے بڑا جاہ و منصب رکہتے تہے انکو چہل گانی کہتے تہی اور خواجہ تاش انکا لقب تہا
بعد سلطان التمش کے یہ سب ایک مجلس مین جمع ہوئے اور اپسمین یہ بات بہ قول و قسم اور عہد و پیمان ہوا کہ ملک ہند کو آپسمین
تقسیم کرلین تہوڑے دنون مین اُنمین پہوٹ پڑگئی اس لئے کام نہ بن پڑا ہر خواجہ تاش بجائے خود خودسر ہوگیا اور اپنے سامنے
اور ونکو بے حقیقت گننے لگا اور دوسرونکو یہ کہنے لگا کہ تو کیا ہی جو مین نہین ہون اور تو کیا ہو سکتا ہی جو مین نہین ہو سکتا
غرض ان غلامونکا دور دورہ تہا باقی سب بیچارے امیرزادے اور وزیرزادی خراب خستہ پڑے پہرتے تہی سلطان شمس الدین کی
اولاد مین سی جو دو چار بادشاہ دس دس برس تک ہوے وہ نوجوان سلطنت کے کامون سی ناآشنا تہے وہ جہانداری و جہانبانی
سے کچہ خبر نہ رکہتے تہی عیش و آرام سے کام تہا سلطان ناصر الدین بیس برس تک بلبن کے ہاتہ مین کٹ پتلی کی طرح رہا۔ اس
زمانہ پر جمشید کی یہ مثال صادق آتی تہی کہ جبتک جنگل کو شیر نہین چہوڑتا ہرن فراغت سی نہین چرتا اور جبتک آشیانہ مین
بازگریز کو نہین بیٹہتا مرغ ہوا مین بےخوف نہین اُڑتا۔ ایسے ہی جبتک بزرگ و سردار اپنی بزرگی کے مقام سے نہین
گرتے ہرزہ کار اور درم خریدہ بلندی پر نہین چڑہتے انہین چہلگانی مین سے غیاث الدین بادشاہ ہوا اُس نے سب
قول قرار انکا اٹہانا اور عہد و پیمان کو توڑنا چاہا جن خواجہ تاشون سی اُسکو ذرا بہی سلطنت مین خطرہ معلوم ہوا
انکو حیلہ حوالہ کرکے جاہ و منصب سے محروم کردیا۔ دستور العمل مقرر ہوگیا کہ اراذل مین سی کسی شخص کو ملکی کام نہ ملے جب
کوئی شخص نوکر ہوتا اُس کے حسب نسب اور زہد و تقوے کی بڑی تحقیقات ہوتی اور بعد نوکر ہو جانیکے بہی کچہ اسمین فرق معلوم
ہوتا تو عہدہ سی برطرف ہوتا۔ ہندؤنکو معزز عہدونکا ملنا موقوف ہوگیا۔ اس بادشاہ کو اراذل سی بہانتک نفرت تہی اور اپنی
بادشاہی پر ایسی نخوت تہی کہ کبہی بولچال سی ہمکلام نہوا جبتک زندہ رہا کبہی امیر کا مقدور نہوا کہ کسی کمینے کی سفارش آسکے کرتا
یہ اس بادشاہ کی اقبالمندی اور خوش نصیبی تہی کہ اور ملکونمین بڑی بڑی زبردست مسلمان بادشاہون کی سلطنتین
برباد ہوگئین مگر ہندوستان مین اہل اسلام کی سلطنت قایم رہی مغلونکے ہاتہ سی تنگ ہوکر اور ڈر ڈر کر پچیس بادشاہ
اور بادشاہزادی اور امراء اپنا اپنا ملک چہوڑکر یہان آچکے تہی اور پندرہ خاص اُسکے عہد مین بہاگ کر آئے۔
بادشاہ اُنکی بڑی خاطرداری اور عزت کرتا اور فخریہ کہا کرتا کہ آج میرے ہان پندرہ بادشاہ مہمان ہین یہ سب امیر
اُسکا احسان مانتے تہی اور اُسکے تخت کی گرد دست بستہ کہڑے رہتے تہی دو چار کو بیٹہنے کی بہی اجازت تہی۔ ان امیرون

اور بادشاہون اور شہزادونکے نامون پر دہلی مین محلے دیا زار آباد ہوگئے تہے عباسی اور سنجری اور خوارزمی اور دیلمی اور علوی اور اتابکی اور غوری اور چنگیزی اور رومی اور سنقری اور یمنی اور موصلی اور سمرقندی اور کاشغری اور خطائی اور انہی ناموں کے باعث سے روم اور غور اور خوارزم اور بغداد وغیرہ کی سلطنتون کی یادگار ایک مدت تک اسکی دارالسلطنت مین قایم رہی۔

سلطان محمود اور سنجر کے دربار مین تو کیا اجتماع ارباب فضل اور علم و ہنر کا ہوا ہوگا جو غیاث الدین بلبن کے دربار مین تہا اسکے دو بیٹے تہے بڑا بیٹا سلطان محمد تہا یہ شاہزادہ بڑا صاحب کمال تہا۔ اسکو بڑا شوق تہا۔ اسکے ہان علما اور فضلا جو اس زمانہ مین اپنا نظیر نرکھتے تہے جمع تہے تمام مشہور مورخ اسکے عہد کے بادشاہ کی ملازمین مین داخل تہے حضرت امیر خسرو و خواجہ حسن اسی بادشاہزادے کے پانچ سال نوکر رہے تہے وہ انکی تعظیم اور تکریم سب سے زیادہ کرتا تہا حضرت امیر خسرو نے اس شاہزادے کی یہ کیفیت لکہی ہی کہ جدت طبع اور سخن شناسی اور متقدمین اور متاخرین کے اشعار کے یاد رکہنے مین اسکی برابر بہت ہی کم آدمی دیکہے ہین اسی لیاقت سے اسنے بیس ہزار منتخب اشعار کی بیاض لکہی تہی کہ اور شعرا زمانہ بہی اسکی نقل کرنیکی تمنا رکہتے تہے حضرت شیخ سعدی کو بہی زاد خرچ بہیجکر بلایا تہا مگر انہون نے اپنی پیرانہ سالی کا عذر کیا اور ایک کتاب اپنی اشعار کی بہیجی۔ اور حضرت امیر خسرو کی سفارش کی اور آنکے ہم صحبت ہونیکی مبارکباد دی غرض اس شاہزادے کے سبب سے تو ارباب علم اور فضل کا اجتماع تہا۔ دوسرا بیٹا قراخان تہا وہ رنگین طبع اور عیش دوست تہا گوئیے سنجوئیے۔ نقال۔ بہانڈ۔ ظریف۔ خوش طبع۔ ہزل گو سب اوس کی مجلس مین جمع رہتے۔ دستور ہے کہ جو رنگ ڈہنگ بادشاہ اور بادشاہزادونکا ہوتا ہی۔ اسی کی تقلید اور امیر امرا کرتے ہین ان دونون بہائیونکی پیروی مین اور امرا کا حال بہی یہ تہا کہ کسی کے ہان عالم فاضل ندیم تہے کسیکے ہان نقال اور رقاص انیس تہے۔

سلطان غیاث الدین نے اول ہی سنہ جلوس مین سپاہ کا انتظام جو اصل مایہ و سرمایۂ ملکداری ہی سب سے مقدم جانا۔ نئے پہلے سوارون اور پیدلون نوجوان وفادار و عالی ہمت و تجربہ کار ملوک کے سپرد کیا جنکے خاندان کبہی کفران نعمت کا داغ نہین لگا تہا بعد اس انتظام کے وہ اپنی شان و شوکت و سطوت کی نمایش مین مصروف ہوا اسکو آرایش لباس اور زیبایش دربار کا بڑا شوق تہا۔ دربار عام اسکا اس شان و شوکت سے ہوتا کہ بہت دور دور سے لوگ اسے دیکہنے آتے تہے اور دیکہکر دنگ ہوجاتے تہے۔ سواری بڑے تجمل اور احتشام سے نکلتی جشن بڑی دہوم دہام سے ہوتا بلبن اس دربار کی شان کو امور سلطنت مین ایک بڑی بات جانتا تہا وہ کہا کرتا تہا کہ مین نے سلطان التمش کی زبانی سنا ہے کہ اگر دربار شاہی باعظمت و شوکت نہو تو پہر بادشاہی مین ضعف آجاتا ہے ان تکلفات ظاہری سے اصل حقیقت پر پردہ پڑگیا تہا۔

شہزادہ محمد

انتظام سپاہ

عادات سلطان بلبن

جیسی اس بادشاہ کو دربار کی شان و شوکت کیطرف نظر تھی ایسی عدل اور انصاف کیطرف بھی رغبت تھی۔ وہ عدالت کیوقت ادنےٰ اور اعلیٰ کو برابر جانتا تھا اور کسیکی رو رعایت نکرتا تھا اپنے بیٹون سی کہا کرتا تھا کہ تم میرے جگر گوشے اور نور چشم ہو۔ مگر کہین تم ظلم اور ستم کروگے تو پہر تمہارے لئے مجھسے زیادہ کوئی برا نہین ملک نعیق بداؤن کا صوبہ دار تھا اور چار ہزار سوار کی جاگیر رکھتا تھا اُس نے حالت مستی مین ایک فراش کو مار ڈالا تھوڑے دنون بعد سلطان غیاث الدین وہان گیا اُس فراش کی بیوی فریادی آئی تو اُسنے ملک نعیق کو اسقدر درّے پٹوائے کہ وہ مرگیا اور جس بریدنے اُسکی اطلاع نہین دی تھی اُسکو دار پر کھینچا۔ اُس نے تمام امراء پر برید مقرر رکھے تھے کہ وہ نیک بد حال سے اطلاع دین۔ امراء بریدونکے ہاتھ سے تنگ آرہے تھے ہیبت خان صوبہ دار اودہ نے شراب کے نشہ مین ایک غریب کا خون کیا اُسکی بی بی نے بادشاہ پاس نالش کی۔ بادشاہ نے ہیبت خان کو پانچسو درّے مارکر عورت نے حوالہ کیا اور فرمایا کہ یہ مجرم آجتک ہمارا غلام تھا اب تیرا غلام ہے بیچارہ بڑی سعی اور سفارش سے اُس عورت کی غلامی سے آزاد ہوا۔ مگر پہر شرم کے مارے ساری عمر گھر سے باہر نہین نکلا جب کبھی بلبن کا گذر پل اور دریا یا کسی اور دشوار گذار مقام پر ہوا تو اُسکا یہ دستور تھا کہ وہان خود توقف کرتا اور اپنے اہلکارونکو بہ اہتمام سپرد کرتا کہ وہ پہلے مریض اور عورتون اور بچون اور لاغر ناتوان جانورون کو آرام اور آسایش سے اتاردین سارے ہاتھی اور چوپائے اپنے اس کام مین لگا دیتا۔ ایام جوانی مین خوب مستانہ نوشیان کرتا۔ ہر ہفتہ مین دو تین مرتبہ رندانہ مشربونکا جلسہ کرتا اور بڑے جشن اڑاتا اور روپیہ لٹاتا۔ جوا کھیلتا اور جو جیتتا لٹا دیتا مگر جب بادشاہ ہوا ان سب بے کامون سے توبہ کی اور پہر کبھی اُنکے پاس نہ گیا اور نہایت متقی اور پرہیزگار ہوگیا صوم وصلوٰۃ کا پابند۔ اشراق اور چاشت تہجد کی نماز کبھی قضا نہ کرتا کبھی بے وضو نرہتا۔ علماء اور فضلاء سے ہمیشہ مسائل مذہبی کی تحقیق کرتا رہتا کھانا نہ کھاتا جبتک علماء اُس کے دسترخوان پر نہ بیٹھ لیتے اپنے امیرونکے گھر ملاقات کو جاتا جمعہ کی نماز مین جامع مسجد آتا اور جب ہالنسے پہرتا جہان مجلس وعظ کی ہوتی وہان اُترتا اور وعظ سنتا اور بہت روتا بغیر موزہ اور ٹوپی کے اُسکو کسی خدمتگار نے بھی نہین دیکھا۔ کبھی مجلس مین قہقہہ مار کے نہین ہنستا اور کسیکا کیا مقدور تھا جو اُسکے سامنے ہنستا باوجود ان افعال اور اعمال حسنہ کے اُسکی سیاست بھی غضب کی تھی کافر ہو مسلمان ہو جس نے اس سے ذرا بھی سرتابی کی اُسکو نہایت سخت سزا دی اولاد شمس مین جسکو اپنی سلطنت کا دشمن جانا فوراً قتل علانیہ کر ڈالا اس سزا دینے مین اُسکو مشروع اور غیر مشروع ہونیکا ذرا خیال نہوتا ع یار ما این دارد و آن نیز ہم۔ اُس

سخت سیاست کا سبب تہا کہ ضوابط سلطنت اور قوانین مملکت جو سلطان التمش کی نالائق اولاد کی سلطنت کے سبب سے ضعیف اور سست ہوگئی تہی پہر درست اور چست ہوگئے۔ شکار کا شوق بہی اسکو از حد تہا دلی کے گرد بیس کوس تک حکم تہا کہ کوئی اور شخص شکار نہ کہیلنے پائے جب شکار کو جاتا ہزار سوار ساتھ لیجاتا۔ یہ فوج شکار مین کچہہ کام نہ آتی مگر اسمین یہ حکمت تہی کہ سپاہ کو دوا دوش اور دوڑ دہوپ کی عادت پڑتی تہی۔ اگرچہ یہ بادشاہ شہزادگی مین بڑا تنگدل تہا مگر اپنے زمانہ مین بڑا روشن ضمیر اور فیاض گنا جاتا تہا ایکدن عادل خان و شیر خان نے جو سلطان کے بڑے دوست تہے عرض کی کہ ممالک گجرات اور مالوہ اور بعض اور ملک جو سلطان قطب الدین اور شمس الدین کے عہد مین تصرف مین آئے تہے انمین اب حضرت کی قوت اور قدرت کو کوئی نہین مانتا۔ وہان سے روپئے اور ہاتہی پیشکش مین نہین آتے بہتر ہوگا کہ انکی تسخیر کیجائے۔ پہر اُسنے جوابدیا کہ جو تم کہتے ہو اُسکا خیال مجہے تمسے زیادہ ہے۔ مگر تمنے کیا نہین سُنا کہ مغلونکا آجکل زور شور ہوا ہے اور کتنی بڑی سلطنتونکو انہون نے تہ و بالا کیا ہے۔ لاہور پر کئی دفعہ ہاتہہ چلا چکے ہین۔ ہندوستان کی تاک مین بیٹہے ہین۔ ابہی وہ نہین کہین دلی سے دُور گیا تو وہ دوآبہ کو تاخت و تاراج سے نہین چہوڑتے یہ مغلونکا دغدغہ پہلے بادشاہونکے پیچہے نہ لگا ہوا تہا اسلئے وہ ہندو راجاؤن سے لڑتے بہڑتے تہے غرض دہلی سے کسی اور جگہ جانا مصلحت نہین بلکہ دور اندیشی کا اقتضا یہ ہے کہ اپنے ملک کو مضبوط اور مستحکم کرین نہ یہ کہ غیرونکے ملک پر حملہ کرین اپنی ولایت قدیم کو ناقص چہوڑنا اور دور دراز کے ملکو مین جانا عقل کا کام نہین مغلون سے لڑنا بہڑنا نہایت مشکل ہے ہندوؤن کا زیر و زبر کرنا کیا بات ہے۔

سلطان شمس الدین کی اولاد کی سلطنت مین میواتیون نے بڑا سر اٹہایا تہا سنہ ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء مین گنگا جمنا کی کنارون اور جود اور میوات کے پہاڑون پر بڑے شور اور فساد ان لٹیرون نے مچایا۔ دہلی مین انکی غارتگری سے امن نہتا اور اس سبب سے سلطنت مین بہی تہوڑا بہت خلل پڑا تہا مگر یہان بلبن کی سفاکی اور خونریزی کا قاعدہ بہی ان مفسدونکے مٹانے مین بڑا کام کر گیا اور بہت ہی کارگر ہوا۔ میوات مین ایک لاکہ میواتی اُسنے قتل کئے جنگل کے جنگل دہلی کی نواح مین انکی پناہ کیلئے کہڑے ہوئے تہے اُن سبکو کٹوا کر صاف میدان کر دیا اور کہیتی کرنیکا حکم دیدیا اور جابجا تہانے بٹہا دیئے اور عمدہ عمدہ تہانہ دار کارگزار مقرر کر دئیے یہ اُسکا نہایت عمدہ انتظام تہا کہ جہان وہ مفسدون اور لٹیرون کا جماؤ دیکہتا وہین چہاؤنی ڈالتا اور ان مفسدونکو نیست و نابود کرتا۔ اس بندوبست سے تمام راہین جاری ہوگئین اور اُن مین خوف لٹنے کا نہ رہتا۔ بداؤن اور امروہہ کے حاکمون کی زبانی ملک کٹہر کی سرکشی کا حال جس وقت معلوم ہوا اُسیوقت سلطان پانچہزار سوار لیکر وہان پہونچا اور سب سرکشون سے ملک کو پاک صاف کیا پہر اس ملک مین عہد جلالی تک کسی مفسد کا نام نہ رہا۔ اب سلطان دلی مین آیا یہان کچہہ دنون ٹہیر کر وہ

کوہستان جود مین گیا اور مناسب لشکر ساتھ لیگیا اور جود کے رہنے والون کی سرزنش کی اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ گہوڑے اُس کثرت سے لوٹ مین ہاتھ لگے کہ چالیس ٹنکہ کو ایک گہوڑا بکنے لگا جود سے دہلی مین آکر دو برس بعد لاہور گیا اور حصار لاہور کو از سر نو بنوایا۔ سلطان التمش کی اولاد کے عہد مین مغلوں نے اُسے خراب کر دیا تہا۔ لاہور اور قصبات اور دیہات لاہور کو کہ مغلون نے ویران اور بے آب کر دئے تھے پہر آباد کیا اور اپنے گماشتے اور معمار مقرر کئے ۔

اقطاع داران

اسی سفر مین اُسکو معلوم ہوا کہ اقطاع داران شمسی لشکر مین نہین آتے اور کچہہ کام نہین کرتے اور اہلکارونکی حمایت سے دہات کی آمدنی مفت چین سے نکمے گہر بیٹہے کہاتے ہین جب سلطان بلبن دہلی مین آیا تو دیوان عرض کو فرمایا کہ اقطاع داران شمسی کے دفتر کو خوب تفحص و تحقیق سے درست کر لے اور پہر حکم شاہی کیواسطے پیش کرے ان اقطاع دارونکی کیفیت یہ ہے کہ یہ نام اس لشکر کا تہا کہ سلطان شمسی کے عہد مین دو ہزار سوار کا دو آبہ حوالی دو آب کے دہات مین مقرر کیا گیا تہا۔ جب اسپر تیس چالیس سال کا عرصہ گذر گیا تو ان سوارون مین سے بہت سے بوڑہے ہو گئے کسی کام کے نہین رہے اور بعض مر گئے جن کی اولاد اپنے باپ کی دہات پر قابض ہوئی اور باپ کی جگہ اُنکا نام دفتر مین لکہا گیا اور جنکے بیٹے چہوٹے تہے اُنکی بجائے غلام مجرائی بنے تہے یہ اقطاع دار اپنے تئین دہات کا مالک جانتے تہے اور کہتے تہے کہ سلطان التمش نے یہ دہات ہمکو انعام دئے ہین عہد شمسی اور فرزندان شمسی کے عہد مین ان اقطاع دارون مین سے کسی اقطاع سے ایک سوار کسی سے دو سوار کسی سے تین سوار طلب ہوتے تہے۔ اگر کسی عذر کے سبب سے یہ سوار نہ بہیجے جاتے تو وہ عذر اُنکا مسموع ہوتا اور دہات بدستور اُن پاس رہتے پہر یہ ہو گیا کہ یہ اقطاع دار اہلکارونکو شراب و ربہیڑ بکری مرغی کبوتر گہی بہیجدیتے تہے اور اُنکی حمایت سے گہر بیٹہے دہات کی آمدنی کہاتے بیٹہے تہے۔ مگر یہ اندہیر کہاتہ بلبن کے عہد مین تو چل نہین سکتا تہا اُسنے اقطاع دارون کی تین قسمین مقرر کین۔ اول جو پیرانہ سالی کے سبب سے کسی کام کے نہین رہے اُنکی تنخواہ چالیس پچاس ٹنکہ مقرر کی اور انکے دہات کو خالصہ مین داخل کیا۔ دوم جو اقطاع دار جوان اور ادہیڑ تہے اُنکی تنخواہ بحسب استعداد اُنکی مقرر کی مگر دہات اُن سے نہین لئے۔ بعد منہائی تنخواہ کی خالص آمدنی کی تحصیل بادشاہی اہلکارونکے سپرد ہوئی قسم سوم یتیم و بیواؤن کی تہی جو اپنے غلامون کو گہوڑون اور ہتیارونکی خدمت کیلئے بہیجا کرتے تہے ان سے دہات کی آمدنی لے لی اور بیواؤن اور یتیمونکی تنخواہ مقرر کر دی۔ سلطان کے اس حکم سے شمسی قطاع دارون مین کھلبلی پڑ گئی ایک مصیبت عظیم برپا ہوئی اور ایک شور مچگیا۔ اقطاع دارونکے سردار جمع ہوئے اور ملک الامرا فخر الدین کو توال کے پاس گئے

اور فریاد کی کہ پچاس برس سے کچہہ زیادہ عرصہ گذرا کہ سلطان التمش نے ہمکو یہ دہات دو آبہ مین انعام مین دیئے
تہے جس سے ہمارے بیوی بچونکا گذارا ہوتا تہا جو ہم مین ناتوان تہے آنسے جسقدر ہو سکتا تہا سوار ونکو خدمت
سلطانی کے لئے بہیجتے تہے اور جو ہم مین جوان تہے وہ خود سوار بنکر جاتے تہے ہم یہ نہین جانتے تہے کہ پیرانہ سالی
مین ہمارا یہ حال کیا جائیگا اور یتیم اور بیوائین بتیس بیس ٹنکہ پر گذارہ کرینگے اور اتنی مدت کے بعد ہمارے دہات
خالصہ بنین گے غرض ایسا عجز و انکسار ظاہر کیا کہ ملک الامرا آبدیدہ ہو گیا اُس نے بادشاہ پاس یہ سارا حال
عرض کیا کہ سلطان نے جو بڈہون کے دہات ضبط کئے ہین اور اُنکو نکالا ہے اگر بہشت مین سے خدا بہی بڈہونکو نکالیگا تو
مین بہی بڈہا ہو گیا ہون میرا کیا حال ہوگا بادشاہ کو اس پُر درد بیان پر رونا آگیا اور اپنے حکم کو منسوخ کر دیا بیت

قرب سلطان مبارک آنکس راست ۔۔۔ کہ کند کار مستمندان راست

اب پندرہ سولہ برس تک سلطنت مین امن رہا کسی مفسد نے سر نہین اُٹھایا۔ مگر بعد ازین ایک بڑی
بغاوت ظہور مین آئی۔ سلطان کے ترکی غلامون مین سے طغرل خان ایک غلام تہا اور لکہنوتی مین حاکم
تہا وہ شجاعت اور سخاوت مین مشہور تہا۔ اُس نے میگنا یا رجاج نگر پر چڑہائی کی اب میگنا کو تپرا کہتے ہین اور
جاج نگر کو جاجپور ضلع کٹک مین واقع ہے۔ اور یہان کے راناسے ہاتہی بہت سے چہین لئے اور بڑی غنیمت ہاتہ لگی۔
مگر اس غنیمت مین سے دہلی ایک پہوٹی کوڑی نہ بہیجی وہ سمجہا کہ بادشاہ بوڑہا ہو گیا ہے لڑکے اُس کے مغلون کے ساتہ
لڑائی بہڑائی مین مصروف ہین سوا اس کے بادشاہ دہلی مین ایک مہینہ تک بیمار رہا تہا۔ اُس کے مرنے کی خبر
مشہور ہو گئی تہی جب طغرل خان کو یہ خبر لگی تو اُس نے اپنے جامہ سے باہر پیر نکالے ایک جمعیت کثیر کو جمع کر کے خود
بادشاہ بن بیٹہا اور سلطان مغیث الدین اپنا لقب رکہا صحت اور شفا پانیکے فرامین شاہی اُسکے پاس پہونچے
پر اُس نے کچہہ خیال کیا جس غلطی مین پڑ گیا تہا اُسی پر چلا گیا ۶۷۸ھ ۱۲۷۹ء مین سلطان غیاث الدین نے اُسکی سرکوبی کے
لئے ملتگین موئے دراز کو لشکر کے ساتہ بہیجا مگر اس سپاہ نے شکست فاحش اٹہائی بادشاہ سپاہ پر نہایت خفا ہوا اور
سپہ سالار کو دار پر کہینچا دوبارہ فوج پہر روانہ کی مگر اُس نے بہی شکست کہائی تو بادشاہ اور درہم برہم ہوا اور خود سپاہ کو
لیکر روانہ ہوا وہ اسکے کامونمین خود ید طولیٰ رکہتا تہا کسیکی اعانت اور امداد کا محتاج نہ تہا سیدہا باگ اٹہائے ہوئے
سرجو اور گنگا کے پار اُتر گیا اور برسات کے ختم ہونیکا بہی کچہہ خیال نہ کیا طغرل نے جب یہ دیکہا تو اُسکے دل پر بادشاہ
کا یہ رعب داب چہایا کہ سامنے نہ کہڑا ہو سکا۔ گہر بار سب چہوڑ چہاڑ تہوڑی فوج سمیت جنگلونمین بہاگ گیا۔ اب بادشاہ
کے آدمیونکو کچہہ پتا نہ معلوم ہوا کہ طغرل کہان غائب ہو گیا۔ ملک محمد شیر انداز حاکم کول اُسکے تجسس مین پہرتا تہا

کہ راہ مین بنئے اُس سے ملا اُنکو دہوکا کر طغرل کے لشکر کا پتہ لگایا۔ اور چالیس سپاہی ہمراہ لیکر طغرل کے لشکر مین جا گھسا یکایک وہان خبر ہوئی کہ یہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم ہین جب وہ قریب طغرل خان کے خیمہ کے پہونچا تو جو سامنے آیا اُسکو قتل کیا۔ طغرل یہ سمجہا کہ غیاث الدین کا لشکر اُسپر ٹوٹ پڑا وہ سراسیمہ ہوکر بہاگا لشکر تتر بتر ہوگیا جاج نگر کے جانے کے ارادہ سے گہوڑے پر سوار ایک دریا کے پار جاتا تہا کہ اُسکے ایک تیر لگا وہ گہوڑے سے گرا پہر اُسکا سر کاٹکر جدا کیا اور جسم کو پانی مین پہینکدیا۔ ملک محمد نے فتحنامہ اور سر طغرل کا بادشاہ کی خدمت مین بہیجدیا۔ بادشاہ اول اس بیباکانہ حملہ سے ملک محمد پر خفا ہوا۔ مگر پہر اُسکو اس حسن خدمت کا عوض بہت دیا اور لکہنوتی مین آیا ایک کوس تک سر بازار دو رویہ سولیان قایم کین اور طغرل خان کے سرداروں اور امیروں کو جو قید اور دستگیر ہوئے کہینچا اور اُنکے بچون کو بہی قتل کیا یہ برا کام ابتک کسی بادشاہ دہلی نے نہین کیا تہا کہ عورتون اور بچون کو قتل کیا ہو اور بہت سے آدمی طغرل کے لشکر کے دہلی بہیجے یہان بہی وہ قتل ہوتے مگر مولویون اور مفتیون کے فتوے نے اُنکو بچا لیا۔ یہان لکہنوتی مین اُسنے اپنے چہوٹے بیٹے بغرا خان کو بادشاہ مقرر کیا سوا فیل و خزانہ کے جو کچہہ طغرل سے ہاتہہ لگا تہا وہ اسکو دیا اور چتر اسکے سر پر رکہا اس ملک کا خطبہ و سکہ اسکے نام پر مقرر کیا اور رخصت کیوقت یہ چند نصیحتین کین اور یہ بہی کہدیا کہ اگرچہ مین جانتا ہون کہ جہانداری کے باب مین جو پند کرونگا اپنی نفس پرستی کے سبب سے یہ کاربند نہین ہوگا مگر مین اپنی شفقت پدری کے سبب سے اپنی کرنے پر مجبور ہون اول حاکم لکہنوتی کو بادشاہ دہلی سے خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا ہو بغاوت اختیار کرنی نہین چاہیئے اگر دہلی کا بادشاہ لکہنوتی کا قصد کرے تو چاہیئے اس سے منحرف ہوکر کسی دور دست جگہ چلا جائے اور جب بادشاہ دہلی جائے تو وہ یہان آنکر حکومت کرنے لگے۔ دوم رعایا سے خراج لینے مین میانہ روی اختیار کرے اسقدر لے کہ متمردون کو سرتابی کی قدرت نرہے اور عاجزون پر زبونی نہو۔ لشکر کو اسقدر مواجب دے کہ وہ اُنکو کفایت کرے اور اُنپر عسرت نہو۔ سوم امور ملکی کو بغیر خیر خواہ و مخلص اہل راے کی شروع نکرے

نظم

بشمشیرے یکے تا دہ توان کشت   برائے لشکرے بشکند پشت   زصد افسر کلاہ خسروی بہ   زصد شمشیر زن رائے قوی بہ

احکام ہوا پرستی سے اجتناب کرے اور اپنے نفس کی خاطر خلاف حق نکرے چہارم لشکر کو لازمہ جہانداری جانے اُس کے حال سے کبہی غافل نہو اور سپاہیون کی خاطر داری کو ضروریات سے جانے جو کوئی اُسکے خلاف صلاح دے اُسکو کبہی زمانے پنجم جو شخص کہ دنیا سے اغراض کرکے حق کیطرف فارغ کرے اُسکی پناہ مین رہے

حمایت از کہن دانائے درویش   زصد سد سکندر تو تش بیش

سلطان کے کان نصیحتون سے خوب بہر کر رخصت کیا۔ اور خود کوچ بکوچ تین مہینے مین دہلی آیا۔ ملک فخرالدین
کوتوال کو جسنے اسکی غیبت مین کار ہائے نمایان کئے تہے اپنی قبا عنایت کی اور اپنا نائب اشتین بنایا۔ اور ارباب
استحقاق کو خوشدل کیا۔ اور علما، اور درویشونکے گہر جاکر نذرین دین اور جو قیدی کہ مطالبہ مال کے
سبب سے مقید تہے انکو رہا کیا اور باقی معاف کردی شہر مین پہر دارین کہڑی کرکے طزل کیا تہا قیدیونکو کہینچنے کا
حکم دیا مگر انمین سے اکثر اہل شہر کے عزیز و اقربا تہے انکی گریہ وزاری نے اور مولویون و مفتیون کے فتوے نے
قیدیون کی جان بچا دی اور انکا قصور معاف کرا دیا۔ اس لکہنوتی کی فتح کے بعد سلطان کو مہمات ملکی سے
فراغت ہوئی۔ کوئی مخالف باقی نہتا اور سارے مقصد برآمد ہوئے مگر قاعدہ ہے اذا تم امرٌ دنی نقصہ۔ یہ
واقعہ مغلونکا پیش آیا ۵ سنہ جلوس مین سلطان بلبن کا چچازاد بہائی شیرخان کا انتقال ہوا وہ ایک خان معظم تہا
سلطان شمس الدین کے مرنے کے بعد تیس سال تک مغلونکے حملون کی سرحد ہند پر وہی سپر بن رہا تہا وہ شمسی
چہلگانی مین بزرگ تہا اور بہت اعتبار رکہتا تہا۔ عہد ناصری مین سیام۔ لاہور۔ دیبالپور اور اور قطاعات
مین جنمین مغلونکی آمد کو دخل تہا وہ حاکم تہا۔ کئی ہزار سوار مستعد و جید مرتب اسکے نوکر تہے بارہا اسنے مغلونکو
شکست دی تہی اور غزنی مین سلطان ناصرالدین کا خطبہ پڑہوایا تہا۔ غرض وہ ایسی فراست و شجاعت و قوت
شوکت اور لشکر کی کثرت رکہتا تہا کہ مغلونکی مجال نہتی کہ وہ سرحد ہند کے گرد بہی آتے اسنے جاٹون اور کہکرون
بہٹیون۔ مینائون۔ منڈہیرون کو اور سرکش قومون کو مار دہاڑ کر ایسا ڈرایا تہا کہ وہ چوہے کے بل ہوتے
پہرتے تہے۔ بہٹنیر مین اس نے ایک بڑا عالیشان گنبد بنایا تہا۔ بہٹنیر بہٹنڈے کے حصارون کو تعمیر
کیا تہا۔ غرض جو اس نے ہندوستان مین مغلون کے روکنے کیلئے کام کئے تہے وہ کسیکو کرنے میسر
نہوئے چونکہ دہلی مین ذرا ذرا سی بغاوتون پر بندگان بزرگ شمسی مارے جاتے تہے اسلئے وہ کبہی دہلی نہین
آیا سلطان بلبن کے بادشاہ ہونے پر بہی وہ یہان نہین آیا اب کوئی کہتا ہے کہ وہ اپنی موت سے مرا
کوئی کہتا ہے کہ سلطان بلبن نے اسکے ساقی سے شراب مین زہر ملا کر شربت مرگ چکہایا۔ اسکی جگہ
سلطان نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو مقرر کیا جسکو عوام خان شہید کہتے ہین اور باپنے اسکو قاآن الملک
کا خطاب دیا تہا سر پر چتر رکہا اور ولیعہد مقرر کیا اور ملوک اکابر و معتمد اسکے ساتہ کئے ملتان کو روانہ
کیا وہ اول سنہ جلوس مین ہی کوئل اور اسکے نواح مین چند قطاع کا حاکم تہا یہان اسنے بڑی شائستگی
سے حکومت کی اس شہزادہ مین جتنی خوبیان شہزادون مین ہونی چاہئین سب خدا نے عطا کی تہین۔

اسکے علم وہنر کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں وہ درویشوں کا بڑا خدمت گزار تھا ایسا مودب اور مہذب تھا کہ نہ کبھی کسی کو گالی دی نہ قسم سوا حقا کے کھائی۔ وہ جب سے شیر خاں کی جگہ مقرر ہوا ہر سال باپ کی خدمت میں آتا اور پھر چلا جاتا۔ بنگال کی فتح سے جب دہلی میں سلطان آیا تو وہ بھی یہاں بہت سے تحفے لیکر باپ سے ملنے آیا۔ تین چار مہینے تک رہا۔ ایکدن سلطان بلبن نے اُسے اپنے پاس بلایا اور یہ کہا تو خوب جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور دو قرن سے خانی وملکی وبادشاہی میں جہانداری کے تجربے حاصل کر رہا ہوں آج میں چاہتا ہوں کہ ان سبکو وصیت کے طور پر تجھ سے کہوں اور وصیت نامہ لکھدوں کہ جب تو بادشاہ ہو تو وہ تیرے کام آئیں۔ اوّل یہ کہ جب تو تخت سلطنت پر جلوس کرے تو امر جہانداری کو جو حقیقت خلافت خدائے عزوجل ہے خفیف اور سہل نہ جانیو اور بُرے اعمال اور رذیل اوصاف سے بادشاہی کی عزت کو بٹا نہ لگائیو اور اراذل اور لیام کو بادشاہی کے کام میں شریک نہ کیجیو۔ **بیت**

سفیہ را تو مدہ رہ بساحت قربت ۔۔۔۔ لیام را نتوان منصب کریماں داد

دوم قہر وسطوت کو اپنے محل پر بیٹھنے دینا اور اغراض نفسی سے اجتناب کرنا اور خدا کے واسطے سارے کام کرنا اور خزینوں اور دفینوں کو کہ بزرگ عطا ربانی میں سے ایک ہے خدا کی مرضی کے کاموں میں اور رفاہیت خلق میں صرف کرنا اور ظالموں اور اعداء دین کو ہمیشہ مخذول ومنکوب رکھنا۔ سوم اپنی ولایت اور عمال کے افعال اور احوال سے سب وقت باخبر رہنا اور اُنکو محاسن افعال اور فضائل اخلاق کی تحریص دینا۔ چہارم۔ متدین متقی قضات وحکام کو رعایا پر مقرر کرنا تاکہ خلق میں دین وعدل کا رواج ظاہر ہو۔ پنجم یہ کہ خلا وملا میں لوازم حشمت وعظمت بادشاہی کی مراعات کرنا کبھی ہزل وفحش ولایعنی باتوں سے اشتغال نکرنا۔ **بیت**

لوازم حشمت وجد صیانت کن ۔۔۔۔ کہ ہزل باہمہ کس کم کند مہابت را

ششم صاحب ہمت نیک اندیش وشاکر آدمیوں کو انعام واکرام دینا اور اُنکی خاطرداری میں سہل انگاری نکرنا اور صاحب ہنروں وخردمندوں کی تربیت کرنا کہ جس سے کار مملکت کو رونق ورواج ہو۔ ناخدا ترسوں سے چشم وفا نہ رکھنا۔ انسے دوری وبیگانگی میں ملک ودین کی اصلاح ہوتی ہے۔ **نظم**

گوہر نیک راز عقد مریز ۔۔ وانکہ بدگوہرست از و بپرہیز ۔۔ بدگہر باکسے وفا نکند ۔۔ اصل بد از خطا خطا نکند

ہفتم ہمت وبادشاہی لازم وملزوم ہیں اور عقلاء وحکما نے انکو توام برادروں سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کی ہمت اگر ایسی ہو جیسی کہ اوروں کی ہمت ہے تو بادشاہ اور سائر الناس میں فرق کیا ہوگا بے ہمتی کے ساتھ

بادشاہی کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ ہشتم جسکو بزرگ بناؤ اسکو تھوڑے ذلیل کام کرنے پر زمین پر نہ گراؤ۔ جو آدمی مخلص اور ہواخواہ ہوں انکو مصلحت ملکی کی ضرورت بغیر آزار نہ دو اور دوست کو دشمن نہ بناؤ۔ بیت

ہر بشر را کہ خود برافرازی ۔۔۔ تا توانی ز پا نیندازی

نو اختہ را بر نے انداخت اگر کسیکو ملک و دین کی ضرورت کے سبب عقوبت کرنی ہو تو اُس میں آشتی کی جگہ باقی رکھنی چاہیئے اور آزار دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ کہ بے حرمتی کا جراحت جلد التیام نہیں پاتا اور اُسکا تدارک دشوار ہوتا ہی۔ نہم سخن چین کا سخن کبھی نہ سنو۔ اور انکی آمد و رفت کی راہ کو کشادہ نہ کرو کہ جس سے مطیعان اور مخلصان دوست ہراساں ہوں اور امور مملکت میں خطر عظیم پڑے۔ جس مہم کو جانو کہ برآمد کار اس میں نہیں ہوگی تو اُسکو کرو نہیں۔ بادشاہوں کو یہ لائق نہیں ہی کہ کسی کام کو شروع کر کے ناتمام چھوڑیں۔ بیت

تا نہ کنی جائے قدم استوار ۔۔۔ پائے منہ در طلب ہیچ کار

دہم عاقلونکی مشورت بغیر کسی کام کا عزم نکرے جس مہم کا انصرام دوسرے کر سکیں اسکو خود نکرے۔ جہانبانی کے سارے کاموں میں باخبر رہنا اور خلق کے نیک و بد پر آگاہ ہونا ضرور ہی معاملات میں میانہ روی چاہیئے لیے کہ قہر کی شدت سے عوام میں تنفر پیدا ہوتا ہی اور سستی اور سہل گیری سے متمرد و نکو تمرد کا خیال پیدا ہوتا ہی اور ہر وقت اپنی محافظت میں کہ جسمیں صلاح عام ہو مبالغہ کرنا چاہیئے۔ اور معتمد و مخلص پاسبان مقرر کرنے اپنے بھائی پر مہربانی کرنی چاہیئے اسکی غیبت کبھی نہیں سننی چاہیئے۔ اُسکو اپنا قوت بازو جاننا چاہیئے اور اسکی جاگیر کو مقرر رہنے دینا چاہیئے بیٹے کو بادشاہ دین پناہ نے یہ ساری نصیحتیں کر کے امارت شاہی دیکر ملتان روانہ کیا۔ سلطان محمد نے ہند کی سرحدوں میں مغلوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور اپنا ملک اُنکے قبضے سے نکال لیا جب ارغون خاں بن اباق خاں بن ہلاکو خاں نے تختگاہ ایران کو زینت دی۔ تیمور خاں کہ چنگیز خانی امرائے عظام میں سے تھا اور ہرات و قندہار و بلخ و بدخشاں و غزنی و غور و بامیان وغیرہ اس سے متعلق تھے وہ تاخت و تاراج کے لیے اور اپنے آدمیوں اور عزیزوں کے انتقام کے لیے آیا جو پہلے سنوں میں سلطان کے ساتھ لڑائی میں قتل ہو چکے تھے اُسنے دیبالپور اور لاہور کے درمیان بیس ہزار سوار لیکر یہاں تاخت و تاراج شروع کی اور ملتان کیطرف متوجہ ہوا محمد سلطان خاں کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ دن چڑھے ملتان سے باہر آیا اور دوپہر کو دریا کے کنارے ظہر کی نماز کے وقت پہنچا۔ دونوں لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ کئی مغلوں کے سردار قتل ہوئے اور غور خاں بھاگ گیا۔ امرا ہند نے برخلاف حزم و احتیاط کے اُسکا تعاقب کیا۔ محمد خاں اجل رسیدہ سے ظہر کی

محمد سلطان کا مغلوں کے ہاتھ سے قتل ہونا

نماز نہیں پڑھی تھی وہ ایک تالاب پر وضو کرکے پانچسو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنے لگا کہ اس اثنا میں ایک مغل جو دو ہزار سوار سے کمین میں بیٹھا تھا اُسنے اس فرصت کو غنیمت جانا اور مقابلہ کیطرف متوجہ ہوا۔ محمد سلطان اپنے یاروں کو سوار کرا کے لڑنے لگا اور بہت دفعہ حملہ کرکے مغلوں کو گرایا۔ اور قریب تھا کہ مظفر و کامیاب ہو کہ ناگاہ ایک تیر اُسکے آنکر لگا کہ وہ سفیر مرگ ناگہاں ہوا۔ مغلوں نے دشمنوں کے گھوڑے اور اسباب لیکر ہند کی فوج کے خوف کے مارے اپنی راہ لی۔ اس لڑائی میں حضرت امیر خسرو بھی جو شاہزادے کے ہمرکاب تھے اسیر ہوئے اور مشکل سے رہا ہوکے خان شہید کا مرثیہ اُنھوں نے کہا جسکا ایک شعر یہ ہے۔

روز چوں باقی نبود آں آفتاب ملک را ؎ روز چیزے بود کاں چوں آفتاب افتادہ شد

اس شاہزادے کے شہید ہونے پر سب چھوٹے بڑے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی ہے تو اُسکے دل پر بھی صدمہ عظیم پہنچا۔ گو ظاہر میں وہ اپنا استقلال طبع دکھلاتا تھا مگر دل کا صدا حافظ تھا۔ رات کو زار زار روتا تھا۔ خان شہید کی تمام اقطاع و جاگیر اور امارات شاہی اُسکے بیٹے کیخسرو کو تفویض کی اور کار کن امیروں و وزیروں کے ساتھ اُسکو ملتان روانہ کیا۔ کیخسرو ابھی نوجوان تھا۔ سلطان پاس پرورش پاتا تھا۔ اس بیٹے کے غم میں سلطان بتاسے کیطرح گھلتا چلا جاتا تھا۔ عمر بھی اسّی برس سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی۔ غرض ان دونوں سببوں سے وہ نہایت کمزور اور ضعیف اور بیمار ہوگیا تھا۔ اس حالت میں آدمی بھیجکر اپنے بیٹے بغرا خاں کو لکھنوتی سے بلوایا وہ دہلی میں آیا۔ بھائی کی مراسم تعزیت کو ادا کیا اور باپ کی تشفی اور تسلی کی۔ باپ نے کہا اب ایسے وقت میں مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ سوا تیرے اب میرا کوئی وارث نہیں۔ تیرا بیٹا کیقباد اور تیرا بھتیجا کیخسرو ابھی کم عمر اور ناتجربہ کار ہیں اگر ملک اُنکے ہاتھ آیا تو بادشاہی بازیچہ طفلاں ہو جائیگی۔ معلوم نہیں کہ غلبہ خواب اور ہوا پرستی میں ملک کا کیا حال کریں۔ پھر ملک رہے یا نہ رہے۔ اگر کوئی تخت دہلی پر بیٹھے تو اُسکی اطاعت کیجو۔ اور جو تخت دہلی پر بیٹھے تو حاکم لکھنوتی کو اپنا مطیع رکھیو۔ اب میرے پاس سے تو کہیں نجا۔ بغرا خاں نے باپ کے کہنے کو تسلیم کیا مگر جب باپ کی کچھ صحت کی صورت ہوئی اور مرنے کی امید جاتی رہی تو وہ شکار کا بہانہ کرکے لکھنوتی کو روانہ ہوا اور باپ سے کچھ کہا نہ سنا۔ اسکا رنج باپ کو خان شہید کے مرنے سے بھی زیادہ ہوا۔ اور اس صدمہ سے اور زیادہ رنجور اور بیمار ہوا۔ اور اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ بغرا خاں چلا گیا۔ اگر تخت خالی رہیگا تو جھگڑا اور فساد برپا ہوگا۔ مناسب ہے کہ میرے بعد کیخسرو کو بادشاہ بناؤ اور اُسکو بلاؤ۔ یہ کہکر وزیر کو رخصت کیا۔ اور تین دن کے بعد اسّی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وزیر کو کچھ خانگی امور کے

انتقال سلطان بلبن

سبب سے رنجش تھی یہ سمجھا کہ کیخسرو تند مزاج ہی معلوم نہیں کیا کرے اس لیے سب وزیروں کی صلاح کرکے بغرا
خاں کے بیٹے کیقباد کو بادشاہ بنایا اور کیخسرو کو اپنے باپ کی جگہ ملتان میں قائم رکھا۔ مگر انکو اسکی کچھ خبر نہ تھی کہ
کیقباد کے ہاتھ سے کیا کیا جور و ستم اُٹھانے پڑینگے۔

ابن بطوطہ نے سلطان بلبن کے حال میں لکھا ہی کہ وہ نیک بادشاہوں میں سے تھا اور عادل حلیم فاضل تھا
اسکے نیک کاموں میں سے ایک کام یہ تھا کہ اُسنے ایک مکان بنوایا جسکا نام دارالامن رکھا تھا اُسمیں اگر قرضدار
آجاتے تو اُنکا قرضہ چکا دیا جاتا اور کوئی خوف زدہ آجاتا اُسکو امن دیا جاتا کوئی قاتل آتا تو اولیائے مقتول دیت
دیکر راضی کیئے جاتے۔ اُسی مکانمیں سلطان بلبن کی قبر ہی۔ اُسنے یہ ایک حکایت غریب لکھی ہی۔

حکایت غریبہ

فقیر بخاری ذکر کرتا ہی کہ میں نے بلبن کو دیکھا وہ نہایت کوتاہ قد اور حقیر اور کریہ منظر تھا میں نے اُس سے کہا یا
ترک (ک تحقیر کا ہی) اُس نے کہا لبیک یا اخوند اس کلام سے تعجب ہوا اُسنے کہا کہ تو مجھے اس رمان سے
جو بازار میں غلام بیچ رہا ہی خرید لے۔ فقیر نے کہا کہ اچھا جتنے پیسے اُسکے پاس تھے وہ دیکر اُسے مول لے لیا اُس
اُس نے کہا کہ میں تجھے بادشاہ ہند کی نذر کرونگا بلبن نے اُسے قبول کریا۔ یہ اتفاق کی بات ہی کہ سلطان
شمس الدین التمش نے کہ ثمرقند اور بخارا اور ترمذ سے غلاموں کے خریدنے کے لیے ایک تاجر بھیجا تھا اُسنے سو غلام خریدے
جنمیں سے ایک بلبن بھی تھا۔ جب یہ غلام سلطان کے روبرو لائے گئے تو وہ سبکو دیکھکر خوش ہوا بلبن کو
کوتاہ قد اور بدصورت دیکھکر کہ میں اس غلام کو نہیں لونگا۔ مگر اُس غلام نے پکار کر کہا کہ اے خداوند عالم حضور
نے یہ سب غلام کسکے لیے خریدے ہیں یہ سنکر بادشاہ ہنسا اور اُسنے کہا کہ اپنے نفس کے لیے بلبن نے اُسکا جواب دیا
کہ اتنے غلام آپنے اپنے نفس کے لیے خریدے ہیں مجھے خدائے عزوجل کے لیے خرید لیجیے سلطان نے کہا اچھا
پس اُسکو خرید کرکے اور غلاموں کے ساتھ رکھا۔ بلبن اُنمیں حقیر سمجھا جاتا تھا اس لیے بادشاہی سقوں میں
بھرتی کیا گیا۔ نجومی جو علم نجوم سے خوب واقف تھے وہ سلطان شمس الدین سے کہا کرتے تھے کہ اُسکے غلاموں میں سے
ایک غلام اُسکے بیٹے سے سلطنت چھین لیگا اور خود بادشاہ بنجائیگا۔ یہ بات ہمیشہ وہ سلطان سے کہا کرتے تھے مگر
سلطان اپنی صلاح و عدل کے سبب سے انکی کچھ سنتا نہ تھا۔ آخر کو اُن نجومیوں نے خاتون کبریٰ کو جو بادشاہ کے
بیٹوں کی ماں تھی یہ پیشین گوئی سنائی۔ اُسکے دل پر اسکا اثر ہوا اُسنے نجمین سے پوچھا کہ اگر تم اس غلام کو جو میرے
بیٹے کو سلطنت سے محروم کریگا دیکھو گے تو پہچان لوگے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اُسکی ایسی علامتیں ہم جانتے

تھیں کہ دیکھتے ہی پہچان لینگے پس سلطان نے حکم دیا کہ میرے سارے غلام نجومیوں کے معائنہ کے لیے روبرو آئیں
اُنکے سامنے جماعت وار ہر قسم کے غلام پیش ہوئے۔ نجومی دیکھتے جاتے تھے کہ اُنمیں وہ نہیں ہی۔ جب دوپہر
ڈھلی تو سقوں کو بھوک لگی اُنھوں نے کچھ درہم جمع کیے اور بلبن کو جو اُن سب سے زیادہ حقیر تھا دیے کہ بازار سے
کچھ کھانے کو لائے۔ وہ جس بازار میں گیا اُس میں کھانے کو ملا نہیں تو دوسرے بازار میں گیا۔ وہ ابھی
آیا نہ تھا کہ سقوں کی جماعت کے معائنہ کی نوبت آگئی وہ موجود نہ تھا ایک لڑکے کو اُسکی جگہ مشک ڈول
دیکر سامنے پیش کر دیا کہ یہی بلبن ہی۔ پس نجومیوں کا معائنہ ختم ہو گیا اور اُنھوں نے اپنی صورت مطلوبہ کو نہ دیکھا۔ بلبن بے
معائنہ کے آیا کیونکہ خدا کو تو اُسکو بادشاہ کرنا منظور تھا۔

ذکر بادشاہی سلطان معزالدین کیقباد بن ناصرالدین بغراخان بن سلطان غیاث الدین بلبن

کیقباد ۶۸۶ھ ۱۲۸۶ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ معزالدین اُسکا لقب ہوا۔ اُسکی عمر سترہ اٹھارہ برس کی تھی۔ وہ نجیب
الطرفین تھا۔ اسکا نانا ناصرالدین محمود تھا اور دادا سلطان بلبن تھا۔ اسنے غیاث الدین بلبن جیسے نیک سیرت
دادا کے گھر میں پرورش و تعلیم پائی تھی۔ اسکی تعلیم کے واسطے معلم و مؤدب و اتالیق جید اور درشت خو رکھے
گئے تھے کہ اُنھوں نے بدکار دنکا پرچھاواں بھی اُسپر نہیں پڑنے دیا تھا اور کسی بدی کو پاس نہیں آنے دیا تھا۔ اس
تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ نوجوان سنجیدہ مزاج اور خوش اخلاق تھا اور نظم سے طبیعت مناسب رکھتا تھا۔ سوائے
اسکے خوبصورت بہت تھا۔ مکتب سے اٹھا تھا کہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور اُسکو وہ سلطنت ملی جو اور وں کو برسوں
کی جانکاہی سے حاصل ہوتی ہی۔ پس وہ دفعۃً عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ سلطنت کا اختیار کیا ملا خود
بے اختیار ہو گیا۔ جوانی کے نشہ میں سرشار ہو گیا جو لکھنا پڑھنا سیکھا تھا سب بالائے طاق رکھا جس دربار میں
دادا نے برسوں کی تلاش کے بعد عالم فاضل مدبر منتظم ملازم جمع کیے تھے۔ اُس میں پوتے نے ڈوم ڈھاڑھی
گوئیے مسخرے۔ بھانڈ جمع کیے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔ امیروں نے بھی دیکھا دیکھی بادشاہ
کے ہی ڈھنگ اختیار کیے۔ ہر کوچہ پر یونکا اکھاڑا تھا جس گھر میں سنو ٹپّوں کی تانوں کا شور تھا۔ اور ساغر و مینا
ہی کا دور تھا۔ ہر خورد و بزرگ پیر و جوان عالم و جاہل عاقل و ابلہ ہندو مسلمان کو عیش و طرب کا شوق تھا
کیقباد نے شہر کی سکونت چھوڑ دی تھی کیلوگڈھی میں ایک محل اور باغ بے نظیر بنایا تھا وہیں سارے جلسے
اڑتے تھے۔ اس محل کے قریب امرا نے بھی اپنے عالیشان مکانات بنالیے تھے۔ کیلوگڑھی خوب آباد ہو گئی
تھی۔ خانقاہیں بند تھیں۔ مسجدیں نمازیوں سے خالی تھیں مگر شراب خانے معمور تھے تسبیحیں سستی تھیں مگر

نظام الدین کی سلطنت کا زوال

شراب کی قیمت دس گنی ہو گئی تھی۔ کہیں خوف و فکر کا نام نہ تھا سرت مدام سے کام تھا۔ ہر گلی کوچہ میں دولت پڑی لٹتی تھی۔ خمّاروں حسینوں کی ہمایاں پڑتیں۔ بادشاہ کا تو یہ حال تھا کہ رات دن عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا اُسپر طرہ یہ تھا کہ وزیر اُسکا ملک الامرا فخرالدین کا برادر زادہ اور داماد ملک نظام الدین تھا۔ ظاہر میں تو وہ داو بگ تھا مگر حقیقت میں نائب بادشاہ تھا سارا ملک داری کا انتظام اسکے ہاتھ میں تھا۔ ملک قوام الدین کہ بڑا دبیر کامل تھا وہ عمدۃ الملک و نائب وکیلدار تھا۔ نظام الدین گو منتظم ورائے زن تھا مگر مکار بڑا تھا۔ اس نے تمام اور لائق ارکین سلطنت کو پراگندہ اور پریشان کر رکھا تھا اب ہر وہ مختار تھا۔ گھر میں اسکی بیوی کہ ملک الامرار کی بیٹی تھی بالکل مختار اور حاکمہ تھی۔ سلطان کیقباد کی منہ بولی ماں بنی ہوئی تھی۔ نظام الملک کو یہ خبط اُچھلا کہ بادشاہ بنیئے۔ اور یہ سوچا کہ سلطان بلبن کہ ایک بیرگ کہن تھا اور ساٹھ سال میں اس نے سلطنت کو اپنی مٹھی میں لیا تھا وہ اب دنیا میں موجود نہیں ہے اور اُسکا بیٹا جو جہانداری کے قابل تھا وہ باپ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ بغرا خاں لکھنوتی میں پڑا ہوا ہے۔ کیقباد روز بروز بدمست ہوتا جاتا ہے اسلیے سلطنت کی بنیاد سست ہوتی جاتی ہے۔ البتہ اگر کوئی ہے تو کیخسرو ہے اُس کا علاج کرنا چاہیئے اور اس کانٹے کو نکالنا چاہیے پھر سلطنت کا ہاتھ آنا اور کیقباد کا کام تمام کرنا کیا بڑی بات ہے اس اپنے منصوبے کے پورا کرنے کے لیے اُسنے کیقباد کو سمجھایا کہ کیخسرو آپکا برابر کا دعویدار سلطنت ہے اور اوصاف بادشاہی سے متصف ہے اور اسکی جانب ملوک کو بڑی رغبت ہے اور وہ جانتے ہیں کہ سلطان بلبن نے اُسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا کسی روز اگر اُسکو قابو لگیا تو یہ تخت پھر نصیب نہوگا۔ اسلیے مصلحت ملکی یہی ہے کہ اُسکو ملتان سے بلوایئے اور راہ ہی میں اُسکا کام تمام کیجیے۔ کیقباد نے نشہ کی حالت میں کیخسرو کے بلانے پیغام بھجوادیا اور راہ میں جاسوسوں کو متعین کر کے اُسکے قتل کے لیے حکم بھجوا دیا کیخسرو راہ ہی میں تھا کہ اُن عزرائیلوں نے رہتک میں اُسکی جان نکال لی۔ اس سے امرا میں تہلکہ پڑ گیا۔ کیقباد کے وزیر خواجہ خطیر کو ایک بہانہ کھڑا کر کے ایک گدھے پر سوار کر کے سارے شہر میں پھرایا۔ ایکدن خلوت میں کیقباد سے کہدیا کہ نو مسلم مغل جو حضور کے انیس ادر جلیس و مقرب ہوتے ہیں اپنی قوم کے لشکروں کو بلاتے ہیں اور اپنے گھروں پر مشورہ کرتے ہیں کہ ایکدن محل میں گھسکر حضور کا کام تمام کریں چند روز بعد سلطان سے اُنکے قتل کا بھی حکم لے لیا اور ایکدن کو شکر میں اکثر کو گرفتار کر کے قتل کیا اور جمنا میں بہا دیا سارا گھر بار اُنکا غارت کیا۔ اور مولا زادوں کو جو سلطان بلبن کے عہد میں ملوک اعظم تھے اُن مغلوں کے ساتھ سازش رکھنے کا الزام لگا کر دور دور حصار دنیں بھجوادیا۔ ملک شاہک امیر ملتان اور ملک توزکے

حاکم برن کو جھوٹا الزام لگاکے ٹھکانے لگا دیا۔ غرض اُس نے کیقباد کو ایسا تسخیر کیا کہ کوئی شخص اُسکی شکایت کرتا تو اسکو وزیر سے بیان کرکے اُس شخص کو اُسکے حوالہ کرتا کہ اُسکو سزا دے کہ وہ ہم اور تم میں تفرقہ ڈالنا چاہتا تھا۔

نظام الدین کو اُسکا خسر ملک الامرا فخرالدین جسکی عمر نوّے برس کی تھی خلوت میں بلاتا اور سمجھاتا کہ تو کیا غضب کرتا ہی کہ ارکان دولت کو قتل کراتا ہی اور اپنا دشمن بناتا ہی۔ تجھے جو بادشاہی کا سودا ہوا ہی اُسے دماغ سے نکال۔ ہماری بادشاہی یہی ہی کہ ہم کوتوالی کے درجہ اعلیٰ پر پہنچے ہیں ہمکو بادشاہی سے کیا نسبت ہی۔ بادشاہی اُن ہی صف شکن صف در دلاوروں کو زیبا ہی کہ ایک لحظہ میں وہ لشکروں کو زیر و زبر کرتے ہیں۔ تجھے نہ گھوڑا دوڑانا آتا ہی نہ نیزہ چلانا۔ لڑائی کی صورت کبھی نہیں دیکھی۔ کسی بقال کی پیاز کی گٹھی نہیں کاٹ سکتا۔ کسی شغال پر ڈھیلہ نہیں لگا سکتا۔ اسی حالت میں شاہی کی تمنا عجیب مالیخولیا ہی۔ بادشاہ کے مقرب بننے سے جو بادشاہ بننے کا خیال تجھے پیدا ہوا ہی اگر تو اُسے دل سے دور نہیں کریگا تو ہمارے سارے خاندان پر تباہی لائیگا۔ بیت

اے روبہک چرا نہ نشینی بجائے خویش ؛ با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

یہ جو ظاہری امارت کا ٹھاٹھ بنا رکھا ہی اُس سے کچھ کام نہیں چلتا ہے سورت مرداں طلب کن از در میدان دراے نقش برایواں چہ سود از رستم و اسفندیار میں نے مانا کہ تو اس مدہوش و بدمست بادشاہ کو کسی حرامزادے سے قتل کرادیگا تو کیا تجھے بادشاہی حاصل ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ قیامت تک نمکحرامی کا داغ خاندان پر رہیگا۔ ہر چند خسر نے داماد کو براہین عقلیہ سے سمجھایا کہ وہ اپنے خیال فاسد کو سر سے نکالکر دور کرے مگر بادشاہی کی محبت نے اُسکے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر رکھی تھیں۔ اس کوتہ اندیش خام طمع نے جواب میں کہا کہ جو کچھ ملک نے فرمایا سب صواب و درست ہی اور اُسکے خلاف خطا۔ لیکن اب تو میں نے خلق کو اپنا دشمن بنالیا سب جانتے ہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں اگر اسے میں چھوڑ دونگا تو آدمی مجھے کب چھوڑینگے۔ غرض ملک الامرا نے اُسکو یہ لعنت ملامت کی۔ اور اُس سے بیزار ہوگیا۔ معارف و اکابر کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے کوتوال کی عاقبت اندیشی و سلامت جوئی کی بڑی تحسین کی۔ نظام تخت شاہی پر ایسی شطرنج کی چالیں چل رہا تھا کہ وہ خلجیوں سے مات کھائے اور اُنکے ہاتھ ملد شاہی آئے۔ جب کیقباد دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ تو اُسکے باپ بغرا خاں نے اپنا خطاب سلطان ناصرالدین رکھا اور لکھنوتی میں سکہ و خطبہ اپنے نام کا دُرج کیا۔ باپ بیٹوں میں مراسلت جاری تھی۔ باپ بیٹے پاس اور بیٹا باپ پاس قاصد و تحفہ تحائف بھیجتا۔ جب باپ کو یہاں کا سارا حال معلوم ہوا کہ بیٹا عیش میں ڈوبا ہوا اور نظام الدین اُسکے مارنے کی گھات میں بیٹھا ہوا ہی۔ اور دہلی کی سلطنت لینے کے لیے آمادہ ہو رہا ہی تو باپ نے بیٹے کو مکتوبات نصائح

وموعظہ آمیز لکھے۔ اور نظام الدین کا حال رمز و کنایہ میں بیان کیا۔ مگر یہاں جوانی کی مستی جاہ و شاہی کی مستی۔ شراب کی مستی۔ اتنی مستیاں کب باپ کی نصائح پر کان لگانے دیتی تھیں۔ اس نے نظام الدین کے غدر مچانے کے ارادہ پر ذرا التفات نہ کی۔ اور اپنے عیش و عشرت کو نہ چھوڑا۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ میرے پند و نصائح کا اثر کچھ نہیں ہوتا تو اُسنے ملاقات کا ارادہ کیا کہ جو کچھ سمجھانا ہو وہ روبرو سمجھائے اور آخر کو خط میں یہ لکھا کہ اے فرزند تو بادشاہ ہے اور عیش و طرب کو ہاتھ سے نہیں دیتا میرے دیدار کو غنیمت سمجھ مجھے تیرے ملنے کا شوق ایسا ہو گیا کہ بغیر ملے نہیں رہ سکتا۔ یہ شعر آخر میں لکھا تھا **بیت**

گرچہ فردوس مقام خوش است

ہیچ بہ از دولتِ دیدار نیست

جب کے قباد نے باپ کا یہ خط محبت آمیز پڑھا تو اُس کو بھی باپ کے دیدار کا شوق پیدا آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ باپ پاس قاصد بھیجکر یہ امر قرار دیا کہ باپ لکھنوتی سے اودہ میں آئے اور بیٹا دہلی سے اودہ میں جائے۔ اور سرجو (گھاگرہ) کے کناروں پر ملاقات ہو۔ کیقباد کا ارادہ تھا کہ جریدہ باپ کی ملاقات کو جائے مگر نظام الدین نے عرض کیا کہ دہلی سے اودہ بہت دور ہے جریدہ جانا مصلحت سے دور ہے لشکر اور جلوس شاہی کے ساتھ جانا مناسب ہے سلطنت کے معاملے میں پدری اور پسری کا کیا ذکر ہے الملک عقیم سے مراد یہی ہے کہ سلطنت میں رشتہ پدر و پسر نہیں ہے۔ ہوائے ملک کے غلبہ سے باپ بیٹے کو مارتا ہے اور بیٹا باپ کو۔ ملک داری میں شفقت پدری و پسری باقی نہیں رہتی۔ ہر مذہب کے بادشاہوں میں بیٹے نے باپ کو مارا ہے اور باپ نے بیٹے کو۔ آپکا باپ اصلی وارثِ ملک ہے صاحب خطبہ و سکہ ہے۔ کون جانتا ہے کہ ملاقات میں کیا پیش آئے۔ غرض ایسی ایسی پٹیاں پڑھا کر لشکر سمیت دہلی سے اودہ کو روانہ کیا۔ جب باپ کو خبر ہوئی کہ نظام الدین کے سمجھانے سے بیٹا لشکر سمیت آتا ہے تو وہ بھی لکھنوتی سے لشکر و ہاتھی لے کر روانہ ہوا۔ گھاگرہ (سرجو یا سرو) کے ایک طرف باپ کا لشکر اور دوسری طرف بیٹے کا لشکر آمنے سامنے ایسا پڑا کہ ایک کو دوسرے کے خیمے نظر آتے تھے۔ دو تین روز تک پرانے نمک حلال اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے۔ باپ بیٹوں کے پیغام لاتے اور لیجاتے تھے۔ باپ کا دل نہ رہ سکا اور خون نے جوش کھایا۔ چوتھے روز یہ خط لکھا کہ بیٹا میں فقط تمہارے دیدار کا شائق ہوں کچھ سلطنت اور تاجداری کا دعوے دار نہیں ہوں

آنکہ تکو فراق کی تاب نہین خدا کیواسطے مجہپر رحم کرو صورت دکہا دو یوسف کیطرح یعقوب کی آنکہونکو روشن کرو مین تنہا سلطنت ری
کے دربار مین عیش وطرب مین خلل انداز ہونگا باپ کا یہ خط پڑھکر کیقباد کی چشم پرآب ہوا اور کہڑا ہوگیا اور ارادہ کیا کہ باپ سے
جاکر جلد مل آؤن مگر نظام الدین نے بیچ مین رخنہ یہ ڈالا اور بولا کہ آپ بادشاہ ہین بادشاہی کا نرخ ہی کہ آپ باپ سے
ملنے جائین بلکہ مناسب ہی کہ بیٹا تخت سلطنت پر جلوس کرے اور باپ کر ادب مجرا بجالائے آخر مین یہ ٹہری کہ
کہ باپ بیٹونکی ملاقات صاف دلی کے ساتہ ہونے پائے اب سب آداب دربار ایسے مقرر کئے کہ انکے بجا لانے مین بغراخان
کو ایک طرحکی ذلت اٹہانی پڑے۔ ناصر الدین نے ان سب باتونکو قبول کیا اور کہا کہ مجہے بیٹے کی خدمت کرنے مین کچہ کلفت
نہین ہی۔ اگرچہ وہ بیٹا ہی مگر اب میرے باپ کا جانشین دہلی کے تختگاہ پر بیٹہا ہی مین دہلی کے تخت کی تعظیم دل سے
کرتا ہون باپ کی نصیحت مجہے یاد ہی کہ دہلی کے بادشاہ کی تعظیم ہمیشہ کرنا۔ اگر مین اپنے بیٹے کی خدمت نہ بجا لاؤنگا
تو دہلی کے تخت کی اہانت ہوگی غرض ناصر الدین بیٹے کے دربار مین آیا چوبدار نے آواز دی کہ بغراخان نگاہ روبرو جہان
پناہ سلامت۔ دوسرا چوبدار پکارا کہ لکہنوتی کے گناہگار کو امان امان۔ تین دفعہ باپ کو سجدہ زمین بوس کرنا پڑا۔ مگر اس
ناخلف نے باپ کو اس حال مین دیکہا اور تخت پر بت کیطرح بیٹہا رہا۔ اس حرکت ناشایستہ کو دیکہکر باپ پہوٹ پہوٹ کر رونے لگا یہ
رونا اپنا اثر کر گیا یہ دیکہتے ہی بیٹا تخت سے اتر پڑا اور دوڑکر باپ کے پاؤن مین گر پڑا۔ باپ نے اسکا سر اٹہاکر گلے لگایا دونون
گلے ملکر دیر تک روتے رہے اس حال کو دیکہکر اہل دربار کے دل رونے سے بہر گئے تہے زار زار رونے لگے۔ بعد ازان کیقباد نے باپ
کا ہاتہ پکڑکے تخت پر بٹہایا آپ دست بستہ سر جہکا کر کہڑا ہوا پہر باپ نے اسکو تخت پر بٹہا دیا اور آپ ادب سے ہو بیٹہا غرض ان
دونون مین ایسی محبانہ ملاقاتین ہوئین کہ لڑائی بہڑائی کا گمان بہی باقی نرہا بہت کچہ روپیہ صدقہ و خیرات ہوا شعرانے قصیدے
پڑہے مطربون نے سرود گائے غرض خوشی کی ساری رسمین جو اس زمانہ مین ہوتی ہین ادا ہوئین نصیر الدین اٹہکر اپنے لشکر کو گیا
طرفین سے تحفے تحائف آتے جاتے دونون لشکر دنکو حکم ہوگیا کہ آپس مین آمد و رفت دوستانہ باہم رکہین اور مہمانداری کرین باپ
کئی دن تک بیٹے کے گہر آیا قران السعدین مین ان ملاقاتونکا حال حضرت امیر خسرو نے بہت خوب بیان کیا ہی انکے بیان سے معلوم
ہوتا ہی کہ باپ لکہنوتی سے دہلی کے لینے کیلئے چلا تہا جب وہ روز وداع نزدیک ہوا تو سلطان ناصر الدین نے بیٹے سے کہا وقت رخصت کہ
کہا ہی کہ اگر بادشاہ پاس مال و منال بقدر خزانہ مین نہو کر دشمنونکے غلبہ کی صورت مین وہ اپنے لشکر کی مدد نہ کر سکے اور بلا
قحط مین رعایا کی دستگیری نہ کر سکے تو اسکو بادشاہ کہنا سزاوار نہین ہی۔ مین دو نصیحتین بہی جو سلطنت سے متعلق ہین تجہکو
کرنی چاہتا ہون کیقباد نے کہا کہ آپکی مہربانی اور غمخواری غفلت سے بیدار کرتی ہی۔ بادشاہ جو کچہ میرے لئے صواب
جانے اسپر متنبہ کرے۔ مین اسکو اپنا دستور العمل بناؤنگا اور اسکے برخلاف عمل نہین کرونگا بیٹے کے اس کہنے پر محبت پدری
کا جوش اٹہا اور یہ کہا کہ مین نے بڑہاپے مین اتنا سفر دور دراز اسلئے اختیار کیا ہی کہ مین تجہے خواب غفلت سے جو جوانی و
دولت کو لازم ہی بیدار کرون اور شرائط موعظت اور مصلحت کو بجا لاؤن پس خلوت مین ملک نظام الدین اور ملک
قوام الدین کو بلایا اور شفقت اور محبت کے سبب سے یہ کہنے لگا کہ بیٹا جب مین نے سنا کہ تو تخت دہلی پر بیٹہا تو مین بہت

خوش ہوا اور مین یہ سمجھا کہ ملک دہلی مجھے ہی ملا۔ مگر جب مین نے تیری غفلت اور بیخبری کا حال سنا تو مجھے حیرت ہوئی کہ اب تک تو کیون زندہ رہا دو سال سے مین رہی اور تیری تعزیت کر رہا ہون اور ملک دہلی اور لکہنوتی کو معرض زوال مین دیکھتا ہون خصوصاً اس وقت سے کہ مین نے یہ سنا ہی کہ میرے باپ کے غلامونکو کہ اسکے پروردہ نعمت تہے اور مخلص اور خیر خواہ تیرے تہے تو نے قتل کیا انکے قتل ہونیسے تیرا اعتماد کچہ نہین رہا اب تجہے ملک باقی رہنے کی توقع نہین ہی اسے پسر جو کچہ مین دیکہتا ہون اور سنتا ہون تو نہین دیکہتا اور سنتا یہ سوچکر کہ میرا بڑا بہائی جو جہانداری کے لایق تہا باپ کی زندگی مین شہید ہوا اور اسکا بیٹا شایستہ سلطنت اور قوت بازو تیرا تہا نادولت خواہونکے کہنے سے تو نے اسکو مارڈالا یہی تجکو بہی ایکدن قتل کرڈالینگے ملک دہلی کسی بداصل کے ہاتہ مین آئیگا جو ہمارے نام کو دنیا مین باقی نہین رکہے گا اگر تجہے اپنے حال پر رحم نہین آتا تو اپنے خاندان اور اولاد واتباع پر رحم کر اپنے تئین لہو و لعب مین نہ ڈال اور اپنا غمخوار بن یہ چند نصیحت کرتا ہون۔

اول نصیحت اپنی جان پر رحم کر اور اپنے نفس کا معالجہ کر اپنے چہرہ کو دیکھ کہ کیا تیرا رنگ گل سے زیادہ سرخ و شاداب تہا اب ہلدی کا سا رنگ زرد ہو رہا ہی افراط شہوت سے ضعیف و نزار ہو گیا ہی اب اس سے باز رہ اور اسمین اپنے تئین نہ پہنسا جب جان پر آبنے گی تو کیا لذت ہوگی۔ امیر خسرو صاحب کا ارشاد ہے

نظم

نشاید بادشہ را مست لہو بودن ... نہ در عشق و ہوس پیوست بودن
شبان چون شد خراب از بادہ ناب ... رمہ را بعدہ گرگان کند خواب

بود شہ پاسبان خلق پیوست ... خطا باشد کہ باشد پاسبان مست
در آئینے کہ رسم ملکداریست ... ثبات کارہا در ہوشیاریست

غرض سلطنت کو اور اپنی جان کو عزیز رکہ۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ ملوک و امرا کے قتل سے احتراز کر تاکہ تیرا اعتماد اعوان و انصار کے دل مین زایل نہو جاتے پہ دو آدمی ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین جو حاضر ہین دیکہنے کا اور صاحب تجربہ ہین دو اور شخص جو انکے مثل ہون انکو اپنا شریک کر اور ان چار کو چار رکن دولت تصور کر جو کار تجہے پیش آئے انکے صلاح و مشورہ کے اتفاق سے کر۔ ایک کو دیوان وزارت بنا۔ دوسرے کو دیوان رسالت تیسرے دیوان عرض۔ چوتہے کو دیوان انشا اور چارونکو قوت و اختیار مین برابر رکہ اگرچہ مراتب انکے باعتبار اعمال کے متفاوت ہین مگر انمین سے کسیکو ایسا اختیار نہ دے کہ وہ سرکشی کرے

بیت مگر بحبت خسیدہ بیدار نیست ؛ وگرنہ چنین کار دشوار نیست ؛ تیسری نصیحت اسرار ملکی مین سے ہی جس مخفی راز کا انکشاف منظور ہو تو چارون کے سامنے کر اور ایک کو اپنا محرم راز ایسا نہ بنا کہ اور دلگیر ہون چوتہی نصیحت نماز کا پابند ہو ان کامونکے چہوڑنے سے دین و دنیا دونون خراب ہوتے ہین مینے سنا ہی کہ علما مین سے کسی حیلہ گر نے تجہے خوشامد کے واسطے روزہ نرکہنے کی اجازت دیدی ہی کہ اسکے عوض کسی بردی کو آزاد کردے یا ساٹہ مسکینونکو کہانا کہلا دے۔ اس قسم کے علما کے قول و فعل سے پرہیز اپنے تئین دور رکہ اور مسئلہ دین کسی طامع و حریص علما سے نہ پوچہ دنیا انکا معبود ہی۔ بلکہ تارک الدنیا علما سے مسئلہ دین پوچہنا چاہئے یہ نصیحتین کر کے وہ زار زار رویا اور بیٹے کے گلے لگ کر رخصت کیا اور اسکے کان مین چپکے سے کہہ دیا کہ ملک نظام الدین کو جلد ٹہکانے لگا نہین وہ تجہے ایکدن مین نہین بلکہ ایک گہڑی مین زندہ نہین رکہیگا۔ تن مین جان پہ بال و ہو جب قابو پائیگا ایسا ڈنگ ماریگا کہ تو پانی نہ مانگیگا یہ شعر کئی دفعہ پڑہا شعر گذار تا نگریم چون ابر نوبہاران ؛ کز سنگ گریہ خیزد روز وداع یاران

غرض جس وقت یہ باپ بیٹے آپس سے رخصت ہوئے عجب عالم تھا سب طرف گریہ و زاری و آہ و فغان تھا باپ نے بیٹے کے واسطے
آنکو کہا تا بھی نہیں کہایا۔ وہ بیٹے کو اور سلطنت دہلی کو تقدیر کے حوالہ کر کے بنگالہ کو روانہ ہوا اور بیٹا دہلی کو چلا چند روز
باپ کی نصیحتوں پر اُس نے شرم و حیا سے عیش و نشاط سے باز رکھا لیکن اس بادشاہ کی عیش کی شہرت چاروں طرف ایسی ہو رہی تھی
کہ سینکڑوں طرح کے طائفے چلے آتے تھے اور آراستہ و پیراستہ کر کے اپنے تئیں اُنکو دکھلاتے تھے سلطان اس طائفہ کی صحبت
کا دل و جان سے شایق تھا۔ اس عاشق مزاج کو ایک برس اور دیرے نے عشق میں مجنون بنایا اور حافظ شیراز کے اشعار سے وہ عشقبازی کی
پند و نصایح سناتے کہ وہ سب باپ کی نصیحتیں بھول گیا دہلی میں آیا تو پھر وہی گلشن تھے وہی جشن تھے۔ اب عشقبازی
اور میخواری نے نہایت ضعیف و نزار کر دیا تھا اس اثنا میں باپ کی نصیحت یاد آئی کہ نظام الدین کا قصہ پاک کرنا چاہیے
اس سے کہا کہ تو ملتان جا اس سے وہ بادشاہ کا ارادہ سمجھ گیا جانے سے عذر کیا جب مقربوں نے دیکھا کہ بادشاہ کا دل اس سے
پھر گیا ہے تو کیا تھا وہ تو ہمیشہ اسکی ہلاکت کے درپے رہتے تھے۔ نظام الدین کو زہر دیکر مار ڈالا۔ بادشاہ نے جو چال وزیر
سے سیکھی تھی اسی چال سے وزیر کو موت کا مزا چکھایا۔ ملک جلال الدین فیروز بن ملک یغرش خلجی کو نائب سامانہ اور میر
جام دار تھا بلایا اور شایستہ خان کا خطاب دیا اور عارض ممالک مقرر کیا اور اقطاع برن اُنکو حوالہ کیں بادشاہ کا مزاج
اور بگڑا جاتا تھا یہانتک نوبت پہونچی کہ وہ لقوہ و فالج میں مبتلا اور صاحب فراش ہوا ہاتھ پاؤں رہ گئے اور کسی قابل نہیں رہا۔ تو امراء صاحب
شوکت میں ہر سر میں سودائے سلطنت پیدا ہوا اور ہر دل میں تمنائے شہریاری پیدا ہوئی فوراً کیقباد کے بیٹے کیومرث کو حرم سے
باہر نکالکر تخت پر بٹھایا اور بادشاہ شمس الدین کا خطاب دیا اسکی عمر اسوقت تین سال کی تھی۔ امرا دو فریق ہو گئے ایک فرقہ خلجیوں کا تھا
یہ سب ملک جلال الدین کے ہمراہ بہادرپور یا بہارپور میں آ گئے اور دوسرا فرقہ ترکوں کا تھا وہ کیومرث کو ہمراہ لیکر چبوترہ ناصری
میدان میں آئے اس فرقہ کے سردار ملک ایتمر کچن اور ملک ایتمر سرخہ تھے بادشاہ بیمار کیلوگڑھی میں پڑا تھا ایک ہنگامہ خلجیوں اور ترکوں میں برپا
تھا۔ ترکی فرقہ کہتا تھا کہ کیومرث ہمارے ہمراہ ہے ملک جلال الدین اور سائر امرائے خلجی کو جو اصل میں ترک نہیں ہیں مستاصل کر کے مہمات
سلطنت کو ہم ترک ہاتھ میں لینگے اور کسی بیگانے کو دخل نہیں دینگے جب ملک جلال الدین کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اور ملوک
خلج کو اور بعض امرا کو اپنے ساتھ شریک کیا ملک جلال الدین پاس ملک ایتمر کچن اس لیے گیا کہ اُسکو فریب دیکر بہادرپور سے لے آوے
مگر ملک جلال الدین اُسکے ارادہ سے واقف تھا جونہی وہ گھوڑے پر سے اُترا اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ نظم۔ سر تیر چون
جدا شد ز تن ✽ خروشے بر آمد از ان انجمن ✽ بلے ہر کہ چاہے پئے کس بکند ✽ ہم اندر قضا اندران چہ فگند ✽ ملک خلجی کے
بیٹے جو بہت جوانمرد اور دلیر تھے وہ پانچسو سوار لیکر کیومرث کے لشکر میں گھس گئے اور ترکوں کو گھیر لیا اور نہایت چستی اور چالاکی
سے شاہ شمس الدین کو تخت سے اُتار لیا اور ملک الامرا فخر الدین کے بیٹوں کو گرفتار کر کے باپ پاس لے آئے۔ ملک ایتمر سرخہ نے جو اُنکا
تعاقب کیا تو آپ سے لڑکر مار ڈالا۔ شہر کے آدمیوں نے بادشاہ شمس الدین کو چھڑانے کا قصد کیا اور ملک جلال الدین پر حملہ
کرنا چاہا تو ملک الامرا فخر الدین کوتوال نے اس سبب کہ اُسکے بیٹے خلجیوں کے ہاتھ میں گرفتار تھے اُنکو الٹا شہر کو پھیر دیا اسی روز
لشکر امرا اور ملوک نے ملک جلال الدین فیروز خلجی سے بیعت کی جن ترکوں کو کیقباد نے قتل کیا تھا اُنکے لڑکوں کو کیلوگڑھی میں

سے جدا کیا کیقباد مرد عیش پسند لحاف توشک مین لیٹا ہوا پڑا رہتا وہین مر رہا یہ موت تیسرے ہوئے بدن ترک زادون کی بات کہ
سوم تہا اگرچہ شمس الدین کی سلطنت کی مدت تین سال اور کئی ماہ تہی۔ ابن بطوطہ نے کہا ہے کہ ایک شخص نے اپنی ہمراہی مین کہا
حال بیان کیا ہے کہ بہوک کے مارے سلطان معز الدین کا برا حال تہا اسکے ہمسایہ نے کچھ کہانے کیلئے اسکے پاس بہیجا لیکن نوکرون نے نہ
اس تک پہونچنے دیا سوا اسکے اس بادشاہ کا حال وہ اسطرح لکہتا ہے کہ جس رات کو سلطان غیاث الدین مرا اسنے کیخسرو کو اپنا
قائم مقام مقرر کیا اسکا بیٹا ناصر الدین موجود نہ تہا ملک الامرا نائب سلطنت سلطان غیاث الدین کیخسرو کا دشمن تہا اسنے
ایک حیلہ بنایا کہ امرا کیطرف سے ایک جعلی تحریر بنائی جس مین سلطان بلبن کے پوتے معز الدین کی بیعت سب امرا کیطرف سے
لکہی تہی وہ کیخسرو کو دکہائی اور اسکو نصیحت کی کہ امرا نے تیرے چچا کے بیٹے کی بیعت کی ہے مجھے خوف ہے کہ وہ سب
تیری مخالفت کے درپے ہونگے کیخسرو نے پوچھا کہ اب اسکا چارہ کس حیلے سے ہو سکتا ہے تو اسنے یہ بتلایا کہ تو خود سندھ کو بہاگ جا
اسنے کہا کہ مین کیسے بہاگ سکتا ہون تمام دروازے بند ہین تو امیر نے کہا کہ دروازونکی کنجیان میرے پاس ہین مین دروازہ
کہول دونگا کیخسرو نے اسکا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ پر بوسہ دیا پہر امیر نے کہا کہ ابہی تو گہوڑے پر سوار ہو کر چلا جا وہ اسیوقت
اپنے متعلقین کے گہوڑے پر سوار ہوا۔ دروازہ کہول کر اسے باہر جانے دیا اور دروازہ کو بند کرا کر پہر ملک معز الدین
کے پاس امرا سمیت جا کر بیعت کی اور کیخسرو کو جس حال سے نکالا تہا اسکو بیان کیا معز الدین نے انکا شکریہ ادا کیا دار الملک
مین لیا وہان سب امرا نے بیعت کی اور مستقل بادشاہ وہ ہو گیا معز الدین کا باپ لکہنوتی مین ملک بنگالہ مین
زندہ تہا اس نے کہا کہ وارث سلطنت مین ہون باپ کے جیتے جی بیٹا کیسے وارث سلطنت ہو سکتا ہے لشکر تیار کر کے
دہلی کیطرف روانہ ہوا بیٹے نے بہی باپ کی مدافعت کیلئے لشکر تیار کیا گنگا کے ایک کنارہ پر باپ اور دوسرے کنارہ پر بیٹا
پہونچا دونون باپ بیٹے گنگا کے کنارونپر آمنے سامنے اترے اور لڑنے کا ارادہ کیا مگر خدا کو منظور تہا کہ مسلمانونکا خون
بچے ناصر الدین کے دل مین یہ القا کیا کہ اسکو بیٹے پر رحم آیا اور اسنے کہا کہ میرے بیٹے کا بادشاہ ہونا میرے لئے شرف
کا سبب ہے اور میرا یہی چاہنا کہ بیٹا بادشاہ ہو بالکل حق ہے اور ایسے ہی خدا نے بیٹے کے دل مین القا کیا کہ اسنے باپکے ساتھ
مراجعت کرنی چاہی دونون باپ بیٹے کشتی مین تن تنہا بغیر لشکر کے سوار ہو کر دریا کے عین وسط مین ملے سلطان نے
باپکے پاؤن چومے اور عذر کئے تو باپ نے بیٹے سے کہا کہ مین تجہے اپنی سلطنت دیتا ہون اور بیعت کرتا ہون
اور اپنے ملک کو مراجعت کرتا ہون پہر بیٹے نے باپ سے کہا کہ آپ میری سلطنت مین چلئے دونون باپ بیٹے چلے
اور محل مین داخل ہوئے اور باپ نے معز الدین کو تخت پر بٹہایا اور اسکے سامنے خود کہڑا ہوا۔ گنگا مین جو باپ بیٹے
کی ملاقات ہوئی اسکا نام قران السعدین رکہا فقط

(مزید کتب کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ دوم)

انسٹیٹیوٹ علی گڑھ پریس (جس کو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمڈن کالج کی مِلک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو و انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جا سکتی ہے۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ **قیمت** سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لیے پتہ:

مینیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ